جماعت اسلامی

کو

پہچانئے

www.KitaboSunnat.com

مرتّب

حکیم اجمل خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

ترتیب

افتتاحیہ	مرتّب
حدیث نبوی پر شکوک اور شبہات	حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری
مسجد اہل حدیث کی امامت کا معاملہ	مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محی الدّین احمد قصوری
مولانا مودودی کی تعبیرات قرآن وحدیث کی روشنی میں	حضرت مولانا حافظ محمّد گوندھلوی
مودودی مسلک	حضرت مولانا عبداللہ محدّث روپڑی
جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث	حضرت مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہ
علامہ داؤد راز رحمہ اللہ کی کتاب "تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث" ایک جائزہ	ظفر الحسن مدنی
عقائد وافکار مودودی	مولانا داؤد راز
جماعت اسلامی کے دین کا خلاصہ	صوفی نذیر احمد کاشمیری
جماعت اسلامی اور اسکے بانی	مولانا حکیم عبید اللہ رحمانی
جماعت اسلامی اور بانی جماعت اسلامی	حکیم اجمل خاں
جماعت اسلامی، تشیّع، اور خمینی ازم	حکیم اجمل خاں
تحریکی رجحان	مولانا عبدالمعید مدنی
اقامت دین: مفہوم اور طریقہ؟	مولانا ابورضوان محمدی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

افتتاحیہ

مجلہ اہل حدیث کے اجرا کے بعد میں نے اس کی توسیع و اشاعت نیز اہل جماعت سے براہ راست رابطہ قائم کرنے کے لئے جو ملک گیر سفر کئے ان میں مجھے اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ حاملین مسلک عمل بالحدیث کی بڑی تعداد جماعت اسلامی سے متاثر ہے۔اور وہ جماعت اسلامی و بانی جماعت اسلامی کے افکار وخیالات کے بارے میں خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ اہل حدیث اور جماعت اسلامی میں کوئی فرق نہیں اور اس کے اشتراک وتعاون میں بھی کوئی حرج نہیں سمجھتی ہے،کہیں کہیں تو عملاً اس کی اشاعت وتبلیغ میں بھی لگی ہوتی ہے اور کار پردازان جماعت اسلامی بھی ایسا تاثر قائم کررہے ہیں کہ جماعت اسلامی اور اہل حدیث میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بعض جگہ ایسی شکایات بھی ملیں کہ اہل حدیث مساجد کے امام جماعت اسلامی سے متاثر ہو گئے۔اور وہاں انہوں نے جماعت اسلامی کے مشن کا پرچار شروع کر دیا۔یا اس کے کوئی رکن وہمدرد ہوشیاری سے اہل حدیث مسجد کے امام بن گئے اور اس نے مسجد کے منبر کو قرآن وحدیث کی دعوت پیش کرنے کے بجائے جماعت اسلامی کی دعوت کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا، جس سے بعض مساجد میں،اہل جماعت انتشار اور فتنوں کا شکار ہوئے، ہندوستان میں اس نوعیت کا پہلا واقعہ مالیر کوٹلہ پنجاب میں پیش آیا تھا جہاں اہل حدیث مسجد کی امامت کا قضیہ مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کے سپرد ہوا۔جس پر مولانا نے بڑا اصولی فیصلہ دیا کہ مساجد صرف قرآن وحدیث کی دعوت واشاعت کے لئے مخصوص ہیں،ان میں کسی جماعت یا کسی شخص کے خود ساختہ نظریات وافکار کی اشاعت نہیں ہونی چاہئے۔اور اہل حدیث مسجد میں صرف ایسا امام ہو،جو اس کے منبر پر قرآن وحدیث کی دعوت پیش کرے۔

واقعہ تو یہ ہے کہ دنیا کی ساری مساجد کی امامت کے لئے یہی اصول ہو،اور کسی بھی مسجد کو کسی خاص نظریے کی تعلیم وتبلیغ کا ذریعہ نہ بننے دیا جائے اس صورت میں تمام مسلمان ساری مسجدوں میں نماز ادا کرسکیں گے اور کوئی مسجد بھی کسی خاص فرقے کے ساتھ منسوب نہیں رہے گی مگر خود ساختہ مذاہب کا تعصب،تشدد،ضد،ہٹ دھرمی ہمیشہ ہی اس میں مانع رہی ہے اور آئندہ بھی ایسے آثار نہیں دکھائی دیتے۔کہ مسلمان اس اصول پر عمل کریں؟

مالیر کوٹلہ کے واقعے کے بعد بھی،جماعت اسلامی سے متفق کہیں کہیں اہل حدیث مساجد ومدارس کی امامت،مدرسی اور ان کی انتظامی کمیٹیوں میں گھس کر اپنے مشن کو پھیلاتے رہے،جس سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ جماعت اسلامی،حاملین مسلک عمل بالحدیث پر خاص نظر رکھے ہوئے ہے، وہ اس جاندار اور متحرک گروہ کو اپنے اندر ضم کرکے اپنے آپ کو فعال بنانا چاہتی ہے، اور سلف صالحین کے صحیح منہج ودینی مشن سے انہیں ہٹادے رہی ہے،اس تسلسل کا نتیجہ یہ ہوا کہ جماعت اہل حدیث کے فعال اور متحرک افراد اپنے مسلک اور مشن کو خیرباد کہہ کر جماعت اسلامی کی صفوں میں جا بیٹھنے لگے۔حاملین مسلک قرآن وسنت کی صفیں سونی ہونے لگیں،اور متجددین کی صفوں کی رونق بڑھنے لگی،جو دین حق کے لئے کسی طرح بھی مفید بات نہیں ہوسکتی اس احساس نے پہلے تو ہمیں اس حقیقت کے آشکارا کرنے پر آمادہ کیا۔کہ ہم اہل جماعت کو یہ بتائیں کہ مسلک اعتصام بالکتاب والسنت ہی حق ہے،اور اہل حدیث افراد کو کہیں بھی ادھر ادھر جھانکنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی ضرورت نہیں ہے جماعت اسلامی بانی جماعت اسلامی کے افکار ونظریات اور دینی تفہیم وتشریح علمائے سلف صالحین سے قطعاً مختلف ہے اس میں تجدد، اعتزال، تخفیف حدیث، اہانت صحابہ، مصلحت پرستی، تشیع پسندی کے جراثیم موجود ہیں۔ اقامت دین اور حکومت الٰہیہ محض نعرے ہیں۔ دین کے فطری تقاضوں، صحت عقیدہ وعمل، اصلاح معاشرہ، اور طریق علی منہاج النبوت کی تکمیل کے بغیر کسی اسلامی حکومت کا قیام ممکن نہیں! مولانا مودودی صاحب سیاسی جماعتوں اور تحریکوں کے طرز پر جماعت بندی کر کے جو حکومت الٰہیہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ان کی خوش فہمی ہے۔

ہمارے اس اظہار حقیقت کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اہل جماعت بالخصوص نوجوان افراد نے یہ بات سمجھنے کی کوشش کی کہ کیا واقعی طور پر وہ غلط راستے پر تو نہیں جا رہے ہیں؟ اس کے بعد ہی اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ کچھ ایسی کتابیں اور لٹریچر بھی ہونا چاہئے جس میں جماعت اسلامی اور بانی جماعت اسلامی کے افکار کا سنجیدگی سے جائزہ لیا گیا ہو۔ تاکہ وہ وقت ضرورت کام آئے اور قارئین صحیح طور پر یہ اندازہ کر سکیں کہ فی الواقع جماعت اسلامی اور بانی جماعت اسلامی کے افکار وخیالات اور دینی تفہیم وتشریح مسلک سلف صالحین سے مختلف اور متصادم ہے۔

اس ضرورت نے راقم الحروف کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اس موضوع پر ایک ایسی کتاب مرتب کرے جو اکابر علمائے کرام کی تحقیقات پر مشتمل ہو، جب ایسے مضامین، اور مقالات کی تلاش شروع ہوئی، تو الحمدللہ کافی مواد مل گیا، جسے دیکھ کر یہ اندازہ بھی ہوا کہ جماعت اہل حدیث کے اکابر علمائے کرام اس تجدد پسندی کی قلعی کھولنے میں پیش رو رہے ہیں، اور حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ، حضرت مولانا حافظ محمد گوندھلوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبداللہ محدث رحمہ اللہ روپڑی، حضرت مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہ رحمہ اللہ چاروں بزرگ تو بہت پہلے اور سیر حاصل لکھ چکے ہیں۔

حضرت العلام حافظ محمد گوندھلوی رحمہ اللہ کی "تنقید المسائل" دیکھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ بعض حضرات سے بہت پہلے مودودی صاحب کی چار بنیادی اصطلاحات کی غلط تفہیم وتشریح کا جائزہ اور اس کا مُسکت رد لکھ چکے ہیں۔ تمام نگارشات کو جمع کرنے میں بڑی دشواری اور تاخیر ہوئی۔ تاہم یہ کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام پایا۔ ان تمام تحریرات کو موضوع کے حساب سے ترتیب دیا ہے، تاکہ تکرار کم ہو جائے، اور قارئین کو سارے عنوانات پر تحقیق وتجزیہ بخوبی مل جائے۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ، اور حضرت مولانا اسماعیل صاحب گوجرانوالہ نے اپنے مقالات میں مولانا مودودی کے نظریہ تخفیف حدیث کا رَد کیا ہے۔ اسی طرح حضرت حافظ محمد صاحب گوندھلوی رحمہ اللہ کے مضمون میں قریب قریب تمام ہی غلط نظریات کا جائزہ لے لیا گیا ہے۔ صوفی نذیر احمد کاشمیری نے قرآن کی چار بنیادی اصطلاحات بالخصوص "اِلٰہ" کے معنی ومفہوم کی دھجیاں بکھیر دی ہیں اور مولانا محمد داؤد راز صاحب رحمہ اللہ نے مہدی موعود، دجال، فرشتوں، داڑھی اور متعہ وغیرہ کے سلسلے میں مودودی صاحب کی تاویلات کا مدلّل جواب دیا ہے۔

ایک قابل ذکر یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ جب سے مولانا مودودی رحمہ اللہ کے دینی افکار کا سنجیدگی سے جائزہ لیا جانے لگا ہے۔ جماعت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلامی والے لاجواب ہو کر روافض کی طرح تقیہ کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ جماعت اسلامی مولانا مودودی کی مقلد نہیں ہے؟ ان لوگوں کے کہنے کے مطابق اگر جماعت اسلامی مودودی صاحب کی مقلد نہیں ہے تو پھر مولانا مودودی کی کتابوں کی اشاعت اور تقسیم کیوں کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ جواب سراسر منافقانہ ہے اگر جماعت اسلامی مودودی کے دینی افکار کی تقلید سے منکر ہو جائیں تو اس کی عمارت دھڑام سے نیچے گر جائے گی۔

مولانا مودودی نے دینی اصطلاحات کا من پسند مفہوم متعین فرما کر جماعت اسلامی کی اساس شیعیت کی طرح سیاست پر قائم کی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا ہے کہ مشہور قرآنی اصطلاحات "اِلٰہ"، "رب"، "عبادت" اور "دین" کا صحیح مفہوم عربیت کے صحیح ذوق کی کمی کی وجہ سے علمائے امت کی نگاہوں سے مستور (اوجھل) رہا اور یہ کہ 14 سو سال کے بعد ان اصطلاحات کا مفہوم صرف مودودی ہی نے سمجھا ہے اس لئے وہ جماعت اسلامی قائم کر کے مکمل دین لے کر چل رہے ہیں اب یا تو مسلمان ان کے مجوزہ دین کو قبول کریں۔ یا پھر یہود یت کے راستے پر گامزن رہیں۔

حیرت ہے کہ علمائے امت کو عربی کے ذوق کی کمی کا طعنہ اس شخص نے دیا ہے جو خود صرف اردو نگار ہے اور اس کی عربی دانی کا حال یہ ہے کہ اس کی چند کتابیں جن کے ذریعہ ان کا اور ان کی جماعت کا تعارف عرب دنیا میں ہوا ہے، ان کا عربی ترجمہ مالیر کوٹلہ کے اہل حدیث جناب عاصم الحداد رحمہ اللہ اور ان کے استاد مولانا مسعود عالم ندوی رحمہ اللہ نے کیا تھا مندرجہ اصطلاحات کا یہ مفہوم جو مودودی نے بیان کیا ہے نا تو عرب علماء نے کیا ہے نا ہی عجمی علماء نے کیا ہے راقم الحروف نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی جانب سے جماعت اسلامی کے دینی افکار کی جانکاری کے لئے آئے علمائے کرام کے ایک وفد کے سامنے جب ان حقائق سے پردہ اٹھایا۔ تب وہ حیرت میں پڑ گئے۔ اور اس سے بھی زیادہ حیرت انہیں اس بات پر ہوئی کہ ایک تجدد پسند شخص کس طرح فیصل ایوارڈ حاصل کر چکا ہے میں نے بتایا کہ مودودی صاحب اپنی کتابوں کے ذریعہ حکومت الٰہیہ کے قیام کا سبز باغ دکھاتے ہیں عوام تو عوام مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ، مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ، مولانا امین احسن اصلاحی رحمہ اللہ مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ جیسے حضرات اور بعض اہل حدیث علمائے کرام بھی متاثر رہ چکے ہیں۔ مگر جب انہیں حقیقت حال کا علم ہوا، تب اس سے کنارہ کش ہوئے اور اس کے رَد میں کتابیں لکھیں۔

غرض اس کتاب کی مدد سے اہل تحقیق مودودی صاحب کے غلط عقائد و خیالات سے بخوبی واقف ہو سکتے ہیں، اور وہ حضرات جو جماعت اسلامی کی سیاست پسندی، تجدد وغیرہ سے متاثر ہیں۔ علمائے کرام کی گراں قدر تحقیق سے بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔ کتاب کی ترتیب کے سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ استاد مکرم حضرت مولانا عبدالجبار صاحب شکراوی شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے اسے لفظ بلفظ سن کر اظہار اطمینان فرمایا اور افادہ عام کے لئے دعا فرمائی تھی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

حاملین کتاب وسنت کا فرض ہے کہ جس طرح وہ ہر دور میں اسلام کو خالص رکھنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگاتے رہے ہیں۔ آج بھی اسے ہر قسم کی آویزشوں سے بچائیں اور اپنے آپ کو ان کی زَد سے بچائیں۔ بس اس کتاب کی ترتیب و اشاعت کا یہی مقصود اولین ہے۔ مجھے امید ہے کہ میری یہ حقیر کاوش دین و مسلک کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوگی۔

حکیم اجمل خاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری

حدیث نبوی پر شکوک اور شبہات

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی سے خطاب

"اخبار اہل حدیث مورخہ 14 /ستمبر 45ء سے مولانا مودودی سے خطاب شروع ہوا تھا۔ جو 30 نومبر 45ء تک جاری رہا۔ ناظرین اہل حدیث نے اس سلسلے کو پسند کر کے فرمائش کی کہ اس کو کتابی شکل میں منتشکل کیا جائے چنانچہ اس مضمون کو رسالہ ہذا کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ مولانا مودودی کی نسبت ہمارا گمان غالب ہے کہ آپ سرسید احمد خاں یا مولوی عبداللہ چکڑالوی کی طرح حدیث نبوی کے منکر نہیں ہیں۔ البتہ حدیث کے متعلق تحقیق کرتے ہوئے آپ محدثین کا مسلک اور طریقۂ تنقید چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کا ثبوت ناظرین ان اوراق میں ملاحظہ کریں گے۔

ابوالوفا ثناءاللہ

صفر المظفر 1365ھ جنوری 1946ء

مسلمانوں کا اجتماعی عقیدہ ابتداء سے یہی چلا آیا ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ حدیث نبوی ﷺ بھی حجت شرعی ہے۔ خلافت اولی کا انعقاد حدیث "الائمة من القریش" ہی کی بنا پر ہوا تھا۔ خلافت منعقد ہونے کے بعد سے پہلے اہم مسئلہ وراثتِ نبی علیہ السلام کا پیش ہوا تھا جس میں مدعیہ خاتون جنّت رضی اللہ عنہا تھیں اور خلافت راشدہ مدّعا علیہا کی۔ اس مسئلے کا فیصلہ بھی ایک حدیث ہی سے ہوا تھا جس کے الفاظ ہیں: "نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقة" (بخاری، اصول کلینی) اس کے بعد تیسرا اہم مسئلہ خلیفۃ المسلمین کے سامنے جیش اسامہ پیش آیا تھا یہ بھی حدیث ہی کے ماتحت فیصل ہوا تھا۔

اس کے بعد ہر زمانہ میں حدیث کی حجیت مسلم رہی۔ فرق اتنا رہا کہ کسی گروہ میں روایات غالب رہیں کسی میں استنباط غالب رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امت مسلمہ میں دو گروہ پیدا ہو گئے۔ محدثین اور فقہاء رحمہم اللہ اس کے بعد بھی امت مسلمہ میں حدیث کی حجیت متوارث چلی آئی۔ یہاں تک کہ ہندوستان کے شہر علی گڑھ میں سرسید احمد خاں مرحوم پیدا ہوئے۔ انھوں نے حدیث کے متعلق انکاری آواز اٹھائی یعنی یہ کہا کہ بحیثیت حجت شرعی کے قرآن مجید کافی ہے۔ حدیث کی ضرورت نہیں۔ ساتھ ہی اس کے یہ بھی تسلیم کیا کہ روایت کی حیثیت سے صحیح بخاری سب سے اعلیٰ اور مستند ہے۔ اس کے بعد یہ آواز لاہور پہنچی۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی نے اس کو قبول کیا اور اس خیال کی اشاعت میں بہت کوشش کی۔ لاہور کے بعد یہ آواز امرتسر میں پہنچی۔ یہاں بھی چند آدمیوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی۔ جنھوں نے اپنا نام امت مسلمہ رکھا اور کفایت قرآن اپنا نصب العین قرار دیا۔ ان سب جماعتوں میں وجوہات عدم حجیت حدیث میں بہت سا اختلاف ہے۔ ان اختلافوں کے متعلق آج ہمارا روئے سخن نہیں ہے کیونکہ اس کے متعلق ہمارے کئی ایک رسالے (اتباع الرسول، دلیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفرقان، حدیث نبوی اور تقلید شخصی، برہان الحدیث وغیرہ) شائع شدہ ہیں۔

آخری دور میں مولانا مودودی صاحب نے قلم اٹھایا جو پہلی جماعتوں سے تخفیف حدیث میں بحیثیت استدلال کسی قدر زیادہ قوی ہیں۔آپ نے بڑی سچائی سے کام لیتے ہوئے ایک موقع پر علم حدیث کو واجب العمل تسلیم کیا ہے۔ملاحظہ ہو ("تفہیمات" ص316) مگر ساتھ ہی اس کے جب میدانِ تحقیق میں آئے تو حدیث کے متعلق آپ نے دو شبہات ایسے پیدا کئے جن کو بخیال خود لاینحل سمجھ کر شائع کیا ہے میں نے ان شبہات کو ان کے خیال میں "لاینحل" اس لئے کہا ہے کہ انہوں نے ان شبہات کا جواب نہیں دیا۔ پہلا شبہ انھوں نے اسماء الرّجال کی حیثیت سے کیا۔آپ کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں۔(مسلک اعتدال ص314 و قرآن اور سنت رسول ص388 و ترجمان القرآن)۔

"محدثین رحمہم اللہ کی خدمات مسلّم۔ یہ بھی مسلّم کہ نقد حدیث کے لئے جو مواد انھوں نے فراہم کیا ہے وہ صدرِ اوّل کے اخبار و آثار کی تحقیق میں بہت کارآمد ہے۔کلام اس میں نہیں بلکہ صرف اس امر میں ہے کہ کلیۃً ان پر اعتماد کرنا کہاں تک درست ہے وہ بہرحال تھے تو انسان ہی۔انسانی علم کے لئے جو حدیں فطرۃً اللہ نے مقرر کر رکھی ہیں ان سے آگے تو وہ نہیں جاسکتے تھے۔انسانی کاموں میں جو نقص فطری طور پر رہ جاتا ہے اس سے تو ان کے کام محفوظ نہ تھے"۔(تفہیمات ص319)

مولانا مودودی صاحب نے اس اقتباس میں محدثین کی نسبت جو خیال ظاہر کیا ہے۔اسی کو مولانا حالی مرحوم نے اپنی مسدّس میں یوں ادا کیا ہے۔

گروہ ایک جو یا تھا علم نبی کا — لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا — کیا قافیہ تنگ ہر مدّعی کا
کئے جرح و تعدیل وضع قانون — نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں

موصوف کے شبہہ کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی راوی کی نسبت یقین نہیں ہوسکتا کہ وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی محدّث نے اس کو کہا ہے۔کیونکہ کئی ایک راوی ایسے ہے کہ ان کو بعض محدّثین نے ضعیف کہا ہے اور بعض نے ان کو ثقہ کہا ہے اسی طرح بعض نے ان راویوں کے حق میں اچھے الفاظ کہے اور بعضوں نے برے کہے۔اس لئے کسی راوی کے متعلق کسی جانب یقین نہیں ہوسکتا کہ وہ ایسا ہی تھا جیسا کہ ہم اس کو سمجھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کو اس امر کے فیصلے کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں۔بلکہ اس کے فیصلہ کے لئے میرا اور آپ کا وجود ہی مثال کے لئے کافی ہے۔ ہم دونوں کو اچھا کہنے والے بھی ہیں اور برا کہنے والے بھی ہیں۔یہ کوئی نئی بات نہیں۔

استاد غالب مرحوم نے کیا خوب کہا ہے۔

غالب برا نہ مان جو واعظ برا کہے! — ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

تو کیا ایسی صورت میں ثالث بالخیر ہمارے حق میں فیصلہ کر کے صحیح رائے قائم کرسکتا ہے یا نہیں کہ ہم کون ہیں۔ذرا اور اوپر چلئے۔مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ اور حضرت شاہ ولی اللہ کی نسبت آرائے علماء میں بکثرت اختلاف ہے۔کیا ان آراء کو سامنے رکھ کر آج تک آپ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی فیصلہ کیا ہے یا نہیں، ذرا اور اوپر چلئے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق امّت میں جو اختلاف ہے وہ بھی آپ سے مخفی نہیں کہ وہ افضل الامۃ تھے یا (خاک بدہن قائل) فرعون اور ہامان تھے۔

(حیات القلوب شیعہ) کیا اتنے بڑے اختلاف کا فیصلہ بھی آپ نے کبھی کیا ہے یا نہیں ضرور کیا ہوگا۔ اس فیصلے کی وجوہات کیا ہیں۔ انہیں وجوہات سے راویانِ حدیث کا فیصلہ بھی ہوسکتا ہے۔ چنانچہ محدّثین نے اس کے متعلق اصول مقرر کئے ہوئے ہیں۔ اسی لئے محدّثین کی بابت مولانا حالی کا یہ کہنا صحیح ہے:

رجال اور اسانید کے جو ہیں دفتر! — گواہ ان کی آزادگی کے ہیں یکسر
نہ تھا ان کا احساں فقط اہلِ دیں پر — وہ تھے اس میں ہر قوم وملّت کے رہبر
لبرٹی میں جو آج فائق ہیں سب سے — یہ بتلائیں لبرل بنے ہیں وہ کب سے

(اہلِ حدیث 14 ستمبر 45ء)

مولانا مودودی صاحب نے اس قسط کو بڑے فخر ومباہات سے لکھا ہے یہ سمجھ کر کے یہ طریق تنقیح گویا ان کی قابلیت کا خاص طرّۂ امتیاز ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس طرح سے حدیث کے فن پر سرسیّد احمد خاں مرحوم علی گڑھ نے بھی حملہ نہیں کیا تھا۔ میں موصوف کی اصلی عبارت نقل کر کے اپنے ناظرین کو عموماً اور ممدوح کے ان احباب کو خصوصاً توجہ دلاؤں گا جو حدیث کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ واجب العمل ہے۔ وہ ذرا غور سے ان عبارتوں کو پڑھیں اور سوچیں کہ

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

موصوف نے اسماء الرجال (جس کا ذکر پہلے آچکا ہے) کی بحث کے بعد لکھا ہے۔

"دوسری اہم چیز سلسلہ اسناد ہے محدّثین نے ایک ایک حدیث کا متعلق یہ تحقیق کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہر راوی جس شخص سے روایت لیتا ہے۔ آیا وہ اس کا ہم عصر تھا تو اس سے ملا بھی یا نہیں، اور ملا تھا تو آیا اس نے یہ خاص حدیث خود سنی یا کسی اور سے سن لی اور اس کا حوالہ نہیں دیا۔ ان سب چیزوں کی تحقیق انھوں نے اسی حد تک کی ہے جس حد تک انسان کر سکتے تھے۔ مگر لازم نہیں کہ ہر ہر روایت کی تحقیق میں یہ سب اُمور ان کو ٹھیک ٹھیک ہی معلوم ہو گئے ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ جس روایت کو وہ متصل السند قرار دے رہے ہیں وہ درحقیقت منقطع ہو اور انھیں یہ معلوم نہ ہوسکا ہو کہ بیچ میں کوئی ایسا مجہول الحال راوی چھوٹ گیا ہے جو ثقہ نہ تھا۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ جو روایتیں مرسَل یا متّصل یا منقطع ہیں اور اس بناء پر پایۂ اعتبار سے گری ہوئی سمجھی جاتی ہیں ان میں سے بعض ثقہ راویوں سے آئی ہوں اور بالکل صحیح ہوں۔

یہ اور ایسے ہی بہت سے اُمور ہیں جن کی بناء پر اسناد اور جرح وتعدیل کے علم کو کلیۃً صحیح نہیں سمجھا نہیں جاسکتا یہ مواد اس حد تک قابل اعتماد ضرور ہے کہ سنتِ نبوی اور آثارِ صحابہ کی تحقیق میں اس سے مدد لی جائے اور اس کا مناسب لحاظ کیا جائے مگر اس قابل نہیں ہے کہ بالکل اسی پر اعتماد کر لیا جائے"۔ (تفہیمات ص 323-324)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا مودودی صاحب! قاضی کبیر (ششن جج) کسی خون کے مقدمہ میں دو تین آدمیوں کی شہادت سے جس کو اس نے جانچ لیا ہو، قاتل سے قصاص کا حکم دے یا چور کی چوری پر نصاب شہادت پا کر ہاتھ کاٹنے کی سزا دے تو کیا آپ کے پیدا کردہ احتمالات ان مقدمات اور ان جیسے اور خطرناک مقدمات پر حاوی ہوں گے یا نہیں؟ آپ بذاتِ خود قاضی کبیر کے عہدہ پر فائز ہو جائیں تو کسی چور یا کسی زانی یا کسی قاتل کو شرعی سزا دیں گے یا ہر شہادت پر یہی احتمال پیدا کریں گے میرا گمان ہے۔ اگر ہر شہادت پر آپ یہی گمان پیدا کریں گے تو حکومت اعلیٰ کی طرف سے آپ جلد اس عہدہ سے سبکدوش کر دیئے جائیں گے۔

مولانا! میں نے جو مثالیں پیش کی ہیں۔ یہ شرعی مقدمات کی ہیں۔ ان میں شہادتوں کا نصاب بھی قرآن شریف نے مقرر کیا ہے اور اس پر عمل کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ انھیں نصوص قرآنیہ کی بنا پر محدّثین رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنے قواعدِ روایت کو استنباط کیا ہے۔ آپ نے جو احتمالات پیدا کئے ہیں ایسے احتمالات شاعروں نے بھی بتائے ہیں جو کہتے ہیں:

پیغامبر رقیب بنے یہ خبر نہ تھی! دنیا کے کاروبار ہیں سب اعتبار پر

مگر آپ جانتے ہیں کلام شعری، اور ہے کلام خطابی اور ہے ہیں محدّثین نے معاصرین کی روایت کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ ان کی ملاقات ہو چکی ہو اس کا ثبوت ان کو کسی روایت میں مل جائے تو وہ ساری روایتوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔ ثبوتِ ملاقات کے لئے ان کا اصطلاحی الفاظ "أخبرنا حدّثنا" ہوتے ہیں۔ اگر کسی ایک روایت میں یہ الفاظ مل جائیں تو باقی کے لئے کافی ہیں۔ اس کی مثال آپ کو علم معانی بیان میں یوں ملے گی۔ کوئی شاعر سارے قصیدے میں افعال کو زمانہ اور افلاک کی طرف منسوب کرتا ہے مثلاً ہے۔

أشاب الصغير وافنى الكبير كرُ الغداة ومر العشى

سارے قصیدے میں اس قسم کی نسبتیں زمانہ کی طرف کرتا ہے مگر اخیر میں جا کر ایک مصرع یہ بھی ملتا ہے۔

وقيل الله للشمس اطلعى

یعنی خدا سورج کو چڑھنے کا حکم دیتا ہے اس پر صاحبِ مطول اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں، اگر آخری مصرع یہ نہ ہوتا تو شاعر کو دہریہ کہا جاتا۔ اس ایک مصرع نے بلکہ ایک لفظ نے شاعر کو دہریت کے فتوے سے بچا لیا۔ اردو میں بھی ایک مثال سناؤں تو مفید ہوگی مولانا حالی مرحوم مسلمان تھے اور موحّد مسلمان اس کے باوجود آپ افعال کی نسبت زمانہ کی طرف کر رہے ہیں۔ جو دہریوں کا طریقہ ہے. فرماتے ہیں:

کیا گر حکومت نے تم سے کنارا تو اس میں نہ تھا کچھ تمہارا اجارا
زمانہ کی گردش سے ہیں کس کو چارا کبھی یاں ہیں بہمن کبھی یاں ہے دارہ

ایسی نسبتیں کرنے والے کو بھی دہریت سے محفوظ رکھ کر خدا کا قائل سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ اسی مسدّس ایک کے ایک مصرع میں خدا کا نام یوں لیتا ہے:

نہیں بادشاہی کچھ آخر خدائی جو ہے آج اپنی تو کل ہے پرائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بس یہ ہے اصولِ کلام جو ہر قوم میں اور ہر ایک جماعت میں بلکہ ہر اہلِ علم کے نزدیک مسلّم اور مقبول ہے۔ جسے آپ نے کمزور سمجھ کر ٹال دیا۔ آپ نے متّصل اور منقطع حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مولانا! آپ کو کبھی دنیاوی عدالتوں میں جانے کا اتفاق ہوا ہوگا، یا واقعات آپ نے سنے ہوں گے کہ عدالت شرعی میں ایک شخص شہادت دے کہ زید نے عمر کو کچھ دیا ہے۔ عدالت پوچھے تمہیں یہ علم کیسے ہوا وہ کہے میرے سامنے روپیہ دیا گیا۔ دوسرا گواہ یہ شہادت دے کہ میں نے کسی آدمی سے ایسا سنا تھا۔ آپ بحیثیتِ قاضی ہونے کے فیصلہ دیں کہ یہ شہادتیں شرعی صورت میں ایک سی ہیں یا کچھ فرق رکھتی ہیں۔ آپ کے جواب کا مجھے انتظار ہے،[1] خدا جزائے خیر دے۔

محدّثین کو جنھوں نے قواعد وضوابطِ روایات کو قرآن شریف ہی سے استنباط کیا ہے۔ اور پھر ایک ایک روایت کو ان قواعد سے جانچا ہے۔ مولانا حالی مرحوم نے محدّثین کے حق میں بالکل صحیح لکھا ہے۔

اسی دھن میں آساں کیا ہر سفر کو! اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو!

سنا خازن علم و دین جس بشر کو! لیا اس سے جا کر خبر اور اثر کو!

پس آپ کا یہ کہنا کہ "اسناد اور جرح وتعدیل کے علم کو کلیۃً صحیح نہیں سمجھا جا سکتا"۔ یہ معنی رکھتا ہے کہ دنیا کی عدالتیں چاہے طاغوتی ہوں یا شرعی، بالکل ناقابل اعتبار ہیں۔ ان کے فیصلے صحیح سمجھے جانے کے لائق نہیں ہیں۔ پس آئندہ کو آپ ایک سلسلہ مضمون یہ بھی شروع کریں کہ دنیا کی کسی عدالت کا فیصلہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ مگر صرف یہ کہہ دینا کافی نہ ہوگا۔ بلکہ قانونِ شہادت ایک نیا تجویز کرنا ہوگا۔ جس پر یہ شعر صادق آئے گا،

ہم پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے اِک طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

اخیر میں آپ کا یہ کہنا استعجاب سے خالی نہیں ہے کہ

"اس سے مدد لی جائے اور اس کا مناسب لحاظ کیا جائے مگر اس پر بالکلیہ اعتماد نہ کیا جائے"۔

وہ باقی حصہ جس کے نہ ہونے سے اس سلسلہ محدثین کو ناقابل اعتماد قرار دیا ہے۔ وہ کیا ہے؟ اگر وہ حصہ وہ ہے جس کو آپ نے مجتہدین کا خاصہ بتایا ہے تو اس کا ذکر مع جواب درج ذیل ہے۔ (اہلِ حدیث 21 ستمبر 45ء)

اعتزال: مولانا مودودی کی تنقید کو ہم بغور پڑھتے ہیں تو بے ساختہ منہ سے نکل جاتا ہے کہ مولانا کا مسلک، اعتدال نہیں بلکہ "اعتزال" ہے، اعتزال سے ہماری مراد وہ مصدر نہیں ہے جس سے معتزلہ فرق مشتق کیا جاتا ہے۔ بلکہ اصلی معنی میں اعتزال مراد ہے۔ اس لفظ کے معنی علیحدگی کے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں موصوف اپنی تحریرات میں عموماً مرزا صاحب قادیانی کا تتبّع کرتے ہیں[2]۔ یعنی جس طرح مرزا صاحب قادیانی اپنی تحریرات میں کسی فن کی اصطلاحات کے پابند نہیں رہتے اسی طرح ہمارے مخاطب مولانا مودودی

---

[1] یہ انتظار طبع کتاب ہذا تو پورا نہیں ہوا منہ

[2] تشبیہ قادیانی تتبع میں ہے قادیانی مذہب میں نہیں، منہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحب بھی اصطلاحاتِ سابقہ کے پابند نہیں رہتے۔ بلکہ بزبان حال کہتے ہیں:

کوئے جاناں سے خاک لائیں گے اپنا صومعہ الگ بنائیں گے!

آج ہم اس دعوے کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ مولانا موصوف لکھتے ہیں:

"محدّثین رحمہم اللہ کا خاص موضوع اخبار و آثار کی تحقیق بلحاظ روایت کرنا تھا اس لئے ان پر اخباری نقطہ نظر غالب ہو گیا تھا اور وہ روایات کو معتبر قرار دینے میں زیادہ تر صرف اسی چیز کا لحاظ فرماتے تھے کہ اسناد اور رجال کے لحاظ سے وہ کیسی ہیں۔ رہا فقیہانہ نقطہ نظر تو وہ ان کے موضوع خاص سے ایک حد تک غیر متعلق تھا، اس لئے اکثر وہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا تھا۔ اور وہ روایات پر اس حیثیت سے کم ہی نگاہ ڈالتے تھے۔ اسی وجہ سے اکثر ایسا ہوا ہے کہ ایک روایت کو انھوں نے صحیح قرار دیا ہے۔ حالانکہ معنی کے لحاظ سے وہ زیادہ اعتبار کے قابل نہیں اور ایک دوسری روایت کو وہ قلیل الاعتبار قرار دے گئے ہیں، حالانکہ معنیً وہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ یہاں اس کا موقع نہیں کی مثال دے کر تفصیل کے ساتھ اس پہلو کی توضیح کی جائے۔ مگر جو لوگ امور شریعت میں نظر رکھتے ہیں ان سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ محدّثانہ نقطۂ نظر بکثرت مواقع پر فقیہانہ نقطۂ نظر سے ٹکرا گیا ہے اور محدّثین کرام صحیح احادیث سے بھی احکام و مسائل کے استنباط میں وہ توازن اور اعتدال ملحوظ نہیں رکھ سکے ہیں جو فقہاء مجتہدین نے رکھا ہے"۔ (تفہیمات ص 23-24)

یہ اقتباس ہم کو دو باتوں کی اطلاع دیتا ہے۔ ایک یہ کہ فقہ اور حدیث دو الگ الگ چیزیں ہیں اس کی فرع یہ ہیکہ فقیہانہ نظر اور محدّثانہ نظر بھی الگ الگ ہے۔ اس موقع پر مولانا موصوف کو چاہیے تھا کہ وہ اپنی منظور نظر فقہ کی جامع مانع تعریف کر دیتے۔ اگر ان کی نظر میں وہی تعریف صحیح ہے جو فقہاء کرام نے خود کی ہوئی ہے تو اسے ہم محدّثانہ روش کے خلاف نہیں پاتے وہ تعریف صاحب توضیح کے الفاظ میں یہ ہے۔

"هو العلم بالاحكام الشرعية العلمية من أدلتها التفصيلية"

یعنی جو مسائل قرآن و حدیث سے استنباط کئے جائیں۔ ان کو جاننا علم فقہ ہے۔ اس تعریف کے مطابق آئیے ہم صحیح بخاری کا مطالعہ کریں اور اس مطالعہ میں ہم مدرسہ دیوبند، مدرسہ رحمانیہ دہلی، مدرسہ لہریا سرائے اور مدرسہ عمر آباد مدارس وغیرہ کے شیوخ حدیث کو یکجا جمع کر کے تکلیف دیں کہ وہ بعد غور و فکر ہمیں بتائیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کو محض اسناد کی رو سے جمع کیا ہے یا فقیہانہ نظر سے بھی ان میں کام لیا ہے۔ امام ممدوح کی "صحیح" سے ہم ایک دو مثالیں پیش کرتے ہیں، آنحضرت علیہ السلام فوت ہوئے تو آپ کی زرہ گروی تھی۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ تقریباً بیس بائیس جگہ لائے ہیں اگر ان کی نظر صرف اسناد پر ہوتی تو ایک دفعہ روایت کر دینا کافی تھا۔ پھر یہ تعدّد روایت فقیہانہ نقطۂ نظر سے پیدا ہوا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روش بتاتی ہے کہ ممدوح نہ صرف خود محدّث اور فقیہ تھے بلکہ طالب علموں کے لئے فقیہہ گر تھے جزاہ اللہ عنا وعن سائر الطالبین ہاں اس میں شک نہیں کہ سند حدیث کی روح ہے بلکہ محدّثین کی اصطلاح میں سند ہی حدیث ہے۔ صحیح مسلم کے مقدّمہ میں ہے اگر سند حدیث کی ضروری نہ ہوتی تو جو کوئی چاہتا کہہ لیتا اس موقع پر مجھے حضرت ابو الاستاد مولانا ذوالفقار علی مرحوم (مترجم حماسہ) کا شعر یاد آ گیا جو انہوں نے علم حدیث کی تعریف میں کہا ہوا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

العلم ما کان فیہ قال حدثنا! وما سوی ذاك وسواس الشیاطین

ترجمہ: پختہ علم وہی ہے جس میں حدّثنا کی سند ہو باقی مشکوک ہے۔

لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ محدّثین فقیہانہ نظر سے خالی تھے۔ یہ بات بھی طرداً للباب (چلتے چلتے) ظاہر کر دوں تو بے جا نہ ہوگا کہ فقہ اور فقیہانہ نظر دو قسم پر ہے۔ اس کو حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے واضح طور پر لکھا ہے فرماتے ہیں:

"ایک فقہ تو وہ تھی جو قرآن وحدیث سے استنباط کی جاتی تھی۔ دوسری وہ کہ متأخرین فقہاء نے سابقین فقہاء کے اقوال کو اصل قرار دے کر ان سے مسائل استخراج کرنے شروع کئے۔ اس قسم کے مسائل کا مجموعہ فقہ "قسم ثانی" ہے"۔

جب میں صحیح بخاری کو پڑھتا ہوں تو ممدوح کی اصل نظر قرآن وحدیث پر پاتا ہوں، مگر گاہے بگاہے صحابہ وتابعین وغیرہ کے اقوال کو پیش کر کے بھی استخراج کر لیا کرتے ہیں۔ گو ان کے اور سب محدّثین کے نزدیک حجتِ شرعیہ فقہ قسم اوّل ہی ہے اور فقہ قسم ثانی مع اس کے ماخذوں کے ان کے نزدیک حجتِ شرعیہ ملزمہ نہیں۔ بلکہ حجتِ اقناعیہ ہے۔ اس لئے کہ انکا اصول ہے قول الصحابی لیس بحجة ہاں اعتدال کا مسلک چھوٹ نہ جائے اس لئے میں یہ کہنے سے نہیں رک سکتا کہ محدّثین میں ایسے حضرات بھی ہیں جن کی اصل غرض روایات جمع کرنا ہی ہے۔ فقیہانہ استنباط ان کے مقصد کے علاوہ ہے۔ مگر اجنبی اور غیر نہیں۔ اس کی مثال صحیح مسلم ہمارے سامنے موجود ہے۔ جو ایک ہی حدیث کو تحویلات کر کے مختلف سندوں کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ بعض اسناد میں اتنا باریک فرق ہوتا ہے جس کو واؤ اور فاء کا فرق کہنا چاہیئے۔ تیسری کتاب ہمارے سامنے صحیح ترمذی ہے۔ اس کی روش ہی نرالی ہے وہ مثل امام بخاری کے استنباطی تراجم مقرر نہیں کرتے ہیں، مگر عموماً ہر باب کے اخیر میں فقہاء اسلام کے اقوال نقل کر دیتے ہیں، جس سے مقصد ان کا یہ ہے کہ ذخیرۂ معلومات جمع کر کے طلباء کے سامنے رکھا جائے۔ (جزاھم اللہ عنّا)، اسی طرح دیگر کتب احادیث میں ہم کو محدّثانہ اور فقیہانہ نظریں ملتی ہیں، یہ تو فقہ اپنی تعریف کے مطابق ہے، جس کو ہم نے کتاب "توضیح" سے نقل کیا ہے۔ اگر فقہ کی کوئی جدید تعریف مودودی صاحب کی نظر میں ہے تو ہم اس کو سننے کے متمنی ہیں۔ آپ نے اسی اقتباس میں یہ فقرہ بھی لکھ دیا ہے:

ایک روایت کو انھوں (محدّثین رحمہم اللہ) نے صحیح قرار دیا ہے حالانکہ معنی کے لحاظ سے وہ زیادہ اعتبار کے قابل نہیں (حوالہ مذکور)۔

ہم قصورِ علم کا اعتراف کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ ہم اس فقرہ کو نہیں سمجھتے کہ معنی سے آپ کی مراد کیا ہے۔ لفظی ترجمہ ہے یا کچھ اور۔ اور اس کی مثال کون سی حدیث ہے جو سند کے لحاظ سے محدّثین کے نزدیک صحیح ہو اور معنی کے لحاظ سے فقہاء کے نزدیک اعتبار کے قابل نہ ہو۔ آپ کی رفع تکلیف کے لئے میں خود ہی ایک حدیث پیش کئے دیتا ہوں جس کو بعض فقہاء نے خلافِ قیاس کہہ کر نظر انداز کیا ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص گائے یا بھینس مصرات[1] خریدے اس کا دودھ کم پائے اور اس کو واپس کرنا چاہے تو ایک صاع غلّہ یا کھجور اس کے ساتھ دے۔ کہتے ہیں کہ یہ حدیث قیاس کے خلاف ہے۔ محدّث اس کے جواب میں کہتا ہے۔ یہ قیاس اصطلاحی نہیں ہے بلکہ آپ کی ذاتی رائے ہے جو ایک معنی سے حدیث کا مقابلہ ہے۔ اب میں مولانا مودودی اور ناظرین کو بالائی منزل میں لے جانا چاہتا

---

[1] وہ گائے یا بھینس جس کو فروخت کرنے کیلئے دودھ پہلے سے روکا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں ۔پس ناظرین غور سے سنیں ۔

محدّثین سند حدیث کے ذریعہ سے متن حدیث کو لے کر گویا دربار رسالت میں پہنچ جاتے ہیں ۔اس اعتبار سے وہ گویا رسالت کی زبان مبارک سے الفاظِ حدیث سن لیتے ہیں ۔اس لئے ان کو کچھ پروا نہیں ہوتی کہ ہمارا فہم یا قیاس اس متن حدیث کے مخالف ہے یا موافق وہ زبان اور دل کے اتفاق سے کہتے ہیں سمعنا واطعنا .اس وقت ان کی زبان پر یہ ورِد ہوتا ہے ۔

ہوتے ہوئے مصطفٰے کی گفتار — مت دیکھ کسی کا قول و کردار

جب اُصل ملے تو نقل کیا ہے — یاں وہم وخطا کا دخل کیا ہے

(اہلِ حدیث 28 ستمبر 45ء)

مولانا مودودی کا مسلک: ہم خوش ہیں کہ مولانا مودودی نے اپنا عقیدہ اور مسلک مندرجہ ذیل الفاظ میں صاف صاف بتادیا ہے. فرماتے ہیں: "اس بحث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جس طرح حدیث کو بالکلیہ رد کردینے والے غلطی پر ہیں ۔اسی طرح وہ لوگ بھی غلطی سے محفوظ نہیں ہیں جنھوں نے حدیث سے استفادہ کرنے میں صرف روایات ہی پر اعتماد کرلیا ہے.[1] مسلکِ حق ان دونوں کے درمیان ہے اور یہ وہی مسلک ہے جو ائمہ مجتہدین نے اختیار کیا ہے ۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ میں آپ بکثرت ایسے مسائل دیکھتے ہیں جو مُرسَل اور مُتّصِل اور منقطع احادیث پر مبنی ہیں ۔یا جن میں ایک قوی الاسناد حدیث کو چھوڑ کر ایک ضعیف الاسناد حدیث کو قبول کیا گیا ہے ۔یا جن میں احادیث کچھ کہتی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کچھ کہتے ہیں .[2]

یہی حال امام مالک رحمہ اللہ کا ہے ۔باوجودیکہ اخباری نقطۂ نظر ان پر زیادہ غالب ہے ۔مگر پھر بھی ان کے تفقہ نے بہت سے مسائل میں ان کو ایسی احادیث کے خلاف فتوی دینے پر مجبور کیا، جنہیں محدّثین صحیح قرار دیتے ہیں ۔لیث بن سعد نے ان کی فقہ سے تقریباً ستر (70) مسئلے اس نوعیت کے نکالے ہیں .امام شافعی رحمہ اللہ کا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہیں". (تفہیمات ص323-324).

اصل بات پر مولانا مودودی نے غور نہیں کیا ان کو سہو ہوگیا۔اصل بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مُرسَل حدیث کو ضعیف نہیں کہتے ۔ دوسرے محدّثین کی دلیل یہ ہے ک حدیثِ مرسل میں صحابی کا نام متروک ہوجانے سے سلسلہ اِسناد منقطع ہوگیا۔اور شبہ پیدا ہوگیا صحابی کے سوا کوئی اور راوی بھی نہ چھوٹ گیا ہو ۔اس لئے یہ سند کالعدم سمجھی جائے ۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے متبعین کہتے ہیں کہ تابعی نے جو صحابی کو چھوڑ کر آنحضرت علیہ السلام کے نام سے روایت کیا ہے ۔یہ اس کا کمالِ اعتماد ہے ۔اس لئے سند میں خلل نہیں سمجھنا چاہئے ۔ مولانا مودودی کے قابل غور ایک نکتہ ہے اگر غور کریں گے تو اس کا فیصلہ وہ خود ہی فرمائیں گے ۔وہ پہلے کہہ چکے ہیں کہ "محدّثین نے جن راویوں کی نسبت اچھی یا بُری رائیں لکھی ہیں ۔ان کی محنت قابل شکریہ ہے ۔لیکن بشریت سے وہ بھی خالی نہ تھے ۔ممکن ہے ان

---

[1]) ہندوستان کے قائلین حدیث خصوصاً اصحاب اہلِ حدیث مولانا مودودی صاحب کے اس فقرہ کو غور سے پڑھیں اور ہمیشہ کے لئے ملحوظ رکھیں تاکہ گفتگو کرتے وقت ان کو یہ فقرہ کام آئے.

[2]) جناب کے علم ودیانت کا تقاضا کیا کہتا ہے؟ ہم اپنے علم ودیانت کا تقاضا اس مصرع میں ظاہر کردیتے ہیں،
عام بمنت یک طرف آں شوخ تنہا یک طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راویوں میں ان سے غلطی ہوگئی ہو"۔

اس بنا پر میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ جس صورت میں آپ محدثین کی کھلی رائے کے متعلق غلطی کا امکان بتاتے ہیں۔ اگر وہ محدث کسی راوی کا نام ہی نہ لے جیسے مرسل کی صورت میں ہوتا ہے تو اس صورت میں یہ امکان ڈبل امکان ہو جائے گا۔ یا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین مرسل کو نہیں مانتے۔ مگر امام ابوحنیفہ اس کو قابل استناد جانتے ہیں، یہ اختلات دراصل ایک اصولی اختلاف ہے۔ اس کی مثال میں آپ کو بتاؤں تو مفید ہوگی، بعض علماء کے نزدیک مفہوم مخالفت حجت ہے اور بعض کے نزدیک نہیں۔ مفہوم مخالفت کسے کہتے ہیں؟ کسی اسم یا فعل کو مقید بالوصف کر کے حکم لگایا جائے۔ تو بعض علماء عدم وصف کے وقت اس پر حکم نہیں لگاتے۔ بعض پھر بھی لگا دیتے ہیں، مثلاً آیت کریمہ " وربائبکم اللاتی فی حجورکم "یعنی تمہاری ربیبہ لڑکیاں جو تمہاری گودوں میں پرورش پاتی ہیں وہ تم پر حرام ہیں۔ بعض اکابر نے اس کے مفہوم مخالف کو سند لے کر جو ان ربیبہ سے نکاح کا فتوی دے دیا۔ (ملاحظہ ہو تفسیر معالم وغیرہ)۔ مگر جمہور علماء عدم جواز کے قائل ہیں۔ کیونکہ مفہوم مخالف ان کے ہاں حجت نہیں۔ پس یہ ایک اصولی اختلاف ہے۔ اسی طرح مرسل کا حجت ہونا یا نہ ہونا اصولی اختلاف ہے۔ یہ نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ حدیث کی صحت میں سند کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے، نہ یہ ہے کہ سند کو کافی نہیں جانتے تھے۔ اسی طرح امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ بھی کسی حدیث کو بلا سند صحیح نہیں کہتے تھے۔ مولانا مودودی صاحب کو اگر اس پر اصرار ہے تو وہ چند حدیثیں بطور مثال ہم کو بتائیں جن کو ان حضرات نے سند کے لحاظ سے نہیں بلکہ فقیہانہ نظر سے صحیح مانا ہو،

أولئك آبائی فجئنی بمثلهم إذا جمعتنا یا جریر المجامع

لیث بن سعد کے جن ستر (70) مسائل کا آپ نے ذکر کیا ہے آپ ان کو پیش کریں گے تو ہم بھی غور کریں گے۔ ان کو حدیث سے ماخوذ بتائیں گے یا متروک ٹھہرائیں گے لیکن یہ سب کچھ مسائل مذکورہ پیش ہونے پر ہوگا۔ سنی سنائی بات پر نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کا مؤطا ہمارے اور آپ کے سامنے ہے کھول کر ان مسائل کا حوالہ دے دیجئے،

اپنا تو یہ ہے قول آئے ہیں آیئے دعوی اگر کیا ہے تو کچھ کر دکھایئے

(اہلِ حدیث 5 اکتوبر 45ء)

مولانا مودودی نے کھلے لفظوں میں حجیتِ حدیث سے انکار نہیں کیا۔ نہ ہم ان کو کھلے منکرِ حدیث سمجھتے اور کہتے ہیں۔ اسی لئے سلسلہ ہذا کی پہلی قسط میں ہم نے ان کی بابت بتصریح لکھ دیا تھا کہ،

"مولانا مودودی صاحب نے بڑی سچائی سے کام لیتے ہوئے ایک موقع پر علم حدیث کو واجب العمل تسلیم کیا ہے۔" (تفہیمات ص 316)

(اہل حدیث 14 ستمبر 45ء ص 3)

چونکہ ان کے شبہات سے منکرین حدیث کو قوت پہنچتی ہے اور یہ قوت شدید انکار کا موجب ہوتی ہے۔ لہذا یہ نسبتِ مجازی اسی قسم سے ہے جس قسم سے آیت کریمہ کے الفاظ ہیں:

" کما اخرج ابویکم من الجنة" فاندفع ما اوردوما کادیرد مولانا مودودی کے شبہات کو ہم نے موجبِ قوتِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منکرین حدیث کہا ہے۔اس کا ثبوت ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں موصوف فرماتے ہیں:

"معاذ اللہ اس کے یہ معنی ہر گز نہیں ہیں کہ یہ لوگ کسی حدیث کو حدیثِ صحیح جان کر اس سے انحراف کرتے تھے۔ نہیں، بلکہ اصل معاملہ تھا کہ ان کے نزدیک صحتِ حدیث کا مدار صرف اِسناد پر نہ تھا۔بلکہ اِسناد کے علاوہ ایک کسوٹی بھی تھی جس پر وہ احادیث کو پرکھتے تھے اور جس حدیث کے متعلق ان کو اطمینان ہو جاتا تھا کہ یہ حقیقت سے اقرب ہے اسی کو قبول کر لیتے تھے،خواہ وہ خالص محدّثانہ نقطۂ نظر سے مرجوح ہی کیوں نہ ہو"۔ (تفہیمات ص323)

اس اقتباس کا خلاصہ یہ ہے کہ محدّثین اور مجتہدین کے مسلک الگ الگ ہیں۔بعض احادیث محدّثین کے نزدیک بنظر سند ضعیف ہوتی ہیں،مگر مجتہدین بنظر فقاہت انہی کو راجح قرار دے کر ان پر عمل کرتے اور کراتے ہیں۔اسی کا عکس القضیہ یہ ہیکہ محدّثین بعض احادیث کو بنظر سند صحیح سمجھتے ہوں گے اور مجتہدین بنظر فقاہت ان کو غلط قرار دے کر رد کر دیتے ہوں گے۔اسی کی مزید تشریح مندرجہ ذیل اقتباس میں ملتی ہے۔

"یہ دوسری کسوٹی کونسی ہے؟ ہم اس سے پہلے بھی اِشارۃً اس کا ذکر کئی مرتبہ کر چکے ہیں۔جس شخص کو اللہ تعالی تفقہ کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے۔اس کے اندر قرآن اور سیرت رسول صل اللہ علیہ وسلم کی غائر مطالعہ سے ایک خاص ذوق پیدا ہو جاتا ہے اور ایسی بصیرت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ جواہر کی نازک سے نازک خصوصیات تک پرکھ لیتی ہیں۔اس کی نظر بحیثیتِ مجموعی شریعتِ حقہ کے پورے سسٹم پر ہوتی ہے اور وہ اس سسٹم کی طبیعت کو پہچان جاتا ہے۔اس کے بعد جب جزئیات اس کے سامنے آتی ہیں تو اس کا ذوق اسے بتا دیتا ہے کہ کونسی چیز اسلام کے مزاج اور اس کی طبیعت سے مناسبت رکھتی ہے اور کون سی نہیں رکھتی۔روایات پر جب وہ نظر ڈالتا ہے تو ان میں بھی یہی کسوٹی رَدّ و قبول کا معیار بن جاتی ہے،اسلام کا مزاج عین ذاتِ نبوی صل اللہ علیہ وسلم کا مزاج ہے جو شخص اسلام کے مزاج کو سمجھتا ہے اور جس نے کثرت کے ساتھ کتاب وسنتِ رسول اللہ کا گہرا مطالعہ کیا ہوتا ہے۔وہ نبی اکرم صل اللہ علیہ وسلم کا ایسا مزاج شناس ہو جاتا ہے کہ روایات کو دیکھ کر خود بخود اس کی بصیرت اسے بتا دیتی ہے کہ ان میں سے کونسا قول یا کونسا فعل میری سرکار کا ہو سکتا ہے اور کون سی چیز سنتِ نبوی صل اللہ علیہ وسلم سے اقرب ہے۔یہی نہیں، بلکہ جن مسائل میں اس کو قرآن وسنت سے کوئی چیز نہیں ملتی ان میں بھی وہ کہہ سکتا ہے کہ اگر نبی صل اللہ علیہ وسلم کے سامنے فلاں مسئلہ پیش آتا تو آپ اس کا فیصلہ یوں فرماتے۔ یہ اس لئے کہ اس کی روح روحِ محمدی میں گم اور اس کی نظرِ بصیرت نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے۔اس کا دماغ اسلام کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے اور وہ اسی طرح دیکھتا اور سوچتا ہے جس طرح اسلام چاہتا ہے کہ دیکھا اور سوچا جائے۔اس مقام پر پہنچ جانے کے بعد انسان اِسناد کا زیادہ محتاج نہیں رہتا۔وہ اسناد سے مدد ضرور لیتا ہے مگر اس کے فیصلے کا مدار اس پر نہیں ہوتا۔وہ بسا اوقات ایک غریب،ضعیف،منقطع السند مطعون فیہ حدیث کو بھی لے لیتا ہے۔اس لئے کہ اس کی نظر اس افتادہ پتھر کے اندر ہیرے کی جوت دیکھ لیتی ہے۔اور بسا اوقات وہ ایک غیر معلّل،غیر شاذ،متّصل السند مقبول حدیث سے بھی اعراض کر جاتا ہے اس لئے کہ اس جام زرّیں میں جو بادۂ معنی؟ بھری ہوئی ہے وہ اسے طبیعتِ اسلام اور مزاج نبوی صل اللہ علیہ وسلم کے مناسب نظر نہیں آتی". (تفہیمات ص325-326)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس اقتباس میں الفاظ کی بھرمار سے مرزا غالب کا یہ شعر بے ساختہ منہ سے نکل جاتا ہے:

ملے تو حشر میں لے لوں زباں ناصح کی　　عجیب چیز ہے یہ طولِ مدّعا کے لئے

ان دونوں اقتباسوں کو ملحوظ رکھ کر ہم قائلین حدیث سے عموماً اور اعیانِ اہل حدیث سے خصوصاً پوچھتے ہیں کہ اصول حدیث کی کتابوں میں کوئی اصل اور قاعدہ ان معنی کا بھی ملتا ہے۔ اگر ملتا ہے تو پتہ بتائیں۔ نہ ملتا ہو تو مولانا مودودی سے پوچھیں کہ "یہ جوہرِ بے بہا" آپ نے کہاں سے پایا اور یہ بھی سوال کریں کہ اس قسم کا مجموعۂ احادیث جو مجتہدین کے اختلافِ مسالک کی وجہ سے الگ ظہور میں آیا وہ کہاں ملتا ہے؟ کتب خانہ رامپور کی مطبوعہ کتابوں میں ہے یا بانکی پور کی قلمی کتابوں میں، ہم اس کے متلاشی ہیں۔ اگر پتہ چل جائے کہ عنقا کے گھونسلے میں ہے تو ہم وہاں بھی پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ ہمارا شوق وہی ہے جو مولانا حالی مرحوم نے محدّثین رحمہم اللہ کا بتایا ہے؛

سنا خازنِ علمِ دیں جس بشر کو　　لیا اس سے جا کر خبر اور اثر کو

ائمہ اربعہ کا اختلاف: مولانا مودودی کا جولانِ قلم ملاحظہ کیجئے کہ مذکورہ بالا ہر دو اقتباسوں کا رَدّ گویا آپ خود ہی فرماتے ہیں۔ اس بارے میں آپ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"یہ چیز چونکہ سراسر ذوقی ہے اور کسی ضابطہ کے تحت نہیں آتی، نہ آسکتی ہے۔ اس لئے اس میں اختلاف کی گنجائش پہلے بھی تھی اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی چنانچہ اسی وجہ سے ائمہ مجتہدین کے درمیان جزئیات میں بکثرت اختلافات ہوئے ہیں پھر یہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ ایک شخص کا ذوق لامحالہ دوسرے شخص کے ذوق سے کلیۃً مطابق ہی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی مسلک کے ائمہ نے بہت سے مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کے اقوال میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں وہ اس کی ایک روشن مثال ہیں". (تفہیمات ص 324)

ہم نے جو کہا ہے کہ یہ اقتباس پہلے دو اقتباسوں کا رَدّ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجتہدین کے اختلافِ مذاہب کا فیصلہ کسی طرح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ ان کے اپنے اختلافِ ذوق پر مبنی ہے۔ اس لئے نہ کوئی حنفی شافعی کو اور نہ شافعی حنفی کو کہہ سکتا ہے کہ تمہارا فلاں مسئلہ غلط ہے۔ کیونکہ وہ جواب میں کہہ دے گا میرے امام کا ذوقِ سلیم یہی کہتا ہے۔ جو میں نے اختیار کیا ہوا ہے۔ یہ ذوقی اختلاف گویا اس شعر کا مصداق ہوا،

مجھے تو ہے منظور، مجنوں کو لیلیٰ　　نظر اپنی اپنی، پسند اپنی اپنی

مولانا مودودی کے ان اقتباسوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب ہدایہ کا بہت سے مسائل میں روایات کے متعلق یہ کہنا "ھو حجّۃ علی الشّافعی" صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں مجتہدوں کا ذوق الگ الگ ہے پھر ایک کی روایت دوسرے پر حجت کیسی۔ بلکہ اس شعر کی مصداق ہوئی،

نہ وہ میری مانے، نہ میں ناصحوں کی　　نہیں مانتا کوئی کہنا کسی کا!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(اہل حدیث 12 اکتوبر 45ء)

او پر ذکر ہو چکا ہے کہ بقولِ مولانا مودودی ہر امام اور فقیہ کا ذوق الگ الگ تھا خصوصاً ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا ذوق بالکل جدا جدا تھا۔ ہر اِمام اپنے ذوق کے مطابق فتویٰ دیتا تھا۔ اس کے آگے مولانا فرماتے ہیں:

"پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر مجتہد کا ذوق ہر مسئلہ میں صواب ہی کو پہنچ جائے۔ انسان بہر حال کمزوریوں کا مجموعہ ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا مجتہد بھی غلطی کرسکتا ہے اور کرجاتا ہے۔ اسی بنا پر ائمہ مجتہدین ہمیشہ ڈرتے رہے ہیں اور انھوں نے ہمیشہ اپنے متبعین کو ہدایت کی ہے کہ ہم پر بالکل اعتماد نہ کرلو۔ خود بھی تحقیق کرتے رہو اور جب کوئی سنت ہمارے قول کے خلاف ثابت ہو جائے تو ہمارے قول کو رَدّ کرکے سنت کی پیروی کرو۔

امام أبویوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لا یحل لأحد أن یقول مقالتنا حتی یعلم من أین قلنا"۔

اِمام زفر رحمہ اللہ کا قول ہے: "إنما نأخذ بالرأی مالم نجد الأثر فإذا جاء الأثر ترکنا الرأی وأخذنا بالأثر"۔

اِمام مالک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے: "إنما أنا بشر أخطئ وأصیب فانظر فی رائی فکلما وافق الکتاب والسنة فخذوہ وکلما لم یوافق الکتاب والسنة فاترکوہ"۔

اِمام شافعي رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ: "إذا صح الحدیث فاضربوا بقولی الحائط لاقول لأحد مع سنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"۔

غرض یہ کہ تمام ائمہ بالاجماع کہتے ہیں کہ جس شخص پر کسی مسئلہ میں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم روشن ہو جائے اس کے لئے پھر کسی دوسرے شخص کا قول لینا حرام ہے خواہ وہ کیسے ہی بڑے مرتبہ کا شخص ہو"۔ (تفہیمات ص 324-326)

اس اقتباس کو میں نے غور سے پڑھا تو میں اپنی سمجھ ناقص کے مطابق اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ مقولہ لکھتے ہوئے کتاب "معیارالحق" (مصنفہ حضرت مولانا شمس العلماء نذیر حسین المعروف میاں صاحب مرحوم مغفور) مولانا مودودی کے زیرِ نظر ہوگی۔ کیونکہ یہ مضمون معیار الحق کا گویا خلاصہ ہے۔ اور اس اقتباس کا خلاصہ یہ اشعار ہیں۔

کیا تجھ سے کہوں حدیث کیا ہے ۔۔۔ دُردانۂ دُرجِ مصطفیٰ ہے
صوفی و عالم حکیمِ دینی!! ۔۔۔ کرتے رہے اسی کی خوشہ چینی
بابا کے ہاں سے کون لایا! ۔۔۔ جس نے پایا یہیں سے پایا
گو غوث و قطب و مقتدا ہے ۔۔۔ وہ بھی اسی دَر کا ایک گدا ہے
جب اصل ملے تو نقل کیا ہے ۔۔۔ یاں وہم و خطا کا دخل کیا ہے
ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار ۔۔۔ مت دیکھ کسی کا قول و کردار

یہی وہ مسلک ہے جس کو لے کر خالص اہلِ حدیث اٹھتے تھے اور اب تک بفضل خدا اسی پر قائم ہیں۔ اس لئے اس اقتباس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روشنی میں اہلِ حدیث آپ سے معانقہ کرتے ہوتے یہ شعر پڑھتے ہیں،

رات تھوڑی حسرتیں دل میں بہت　　صلح کیجئے بس لڑائی ہو چکی

مولانا اجازت دیں تو چلتے چلتے ایک بات دریافت کرلیں۔ ہم آپ کے پہلے اقتباسوں میں یہ بات پڑھ چکے ہیں کہ فقہاء اور محدّثین میں مسلک کا اختلاف تھا۔ بعض روایتوں کو محدّث اِسناد کی نظر سے ضعیف (یا موضوع) کہہ دیتے تھے۔ مگر فقیہ فقیہانہ نظر سے ان کو صحیح سمجھ کر ان پر عمل کر لیتے تھے۔ اس موقع پر میں اپنے قصورِ علم کا اعتراف کر کے یہ پوچھتا ہوں کہ چاروں مجتہدین کا ذوق تو آپ نے فرمادیا کہ الگ الگ تھا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ان کے ہر ایک مسئلہ کا صحیح ہونا بھی ضروری نہیں تھا اس لئے کہ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے مسائل کو سنتِ مطہرّہ پر جانچ کر قبول کرلیا کرو۔ جزاك الله

اے وقت تو خوش باد کہ وقت ما خوش کردی

پس میں پوچھتا ہوں کہ مولانا وہ سنتِ مطہرہ کی کسوٹی ہمارے پاس کس طریقے سے پہنچے گی۔ اسناد کے ذریعے یا مجتہدوں کے ذوقِ سلیم کے ذریعہ سے۔ مجتہدین کے ذوقِ سلیم کو تو آپ سنتِ مطہرّہ کا محتاج مانتے ہیں لیکن سنتِ مطہرّہ کیا چیز ہے اور ہمارے پاس اس کے آنے کا ذریعہ کیا ہے؟ پس یہ عقدہ جس طرح ہو جلدی حل کر دیجئے۔ ع

بس اس جواب پر ٹھیرا ہے فیصلہ دل کا

مختصر یہ ہے کہ آپ کا اور ہمارا اس امر پر تو اتفاق ثابت ہوگیا کہ آپ مسائل فقہ کو محتاج الی القرآن والسنة مانتے ہیں۔ مگر اس میں اختلاف ہے (خدا کرے یہ بھی نہ رہے) کہ احادیث کا ذریعہ علم ہمارے نزدیک صرف اسناد ہے۔ اور آپ کے نزدیک مجتہدانہ ذوق بھی ذریعۂ علم ہے۔

پس اس مزیت کا ثبوت آپ کے ذمہ ہے۔ اگر میں کہوں کہ آپ خود ہی اپنے سابقہ دعوے کی تردید اس اقتباس میں فرما چکے ہیں تو غالباً غلط نہ ہوگا۔

آپ کا اور ہمارا دوسرا اختلاف اس امر میں ہے کہ آپ ایک طرف احادیث پر عمل کرنے کی تاکید کرتے ہیں (جزاک اللہ) مگر دوسری طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ ان پر پورا اعتماد نہیں۔ پس آپ کا ہمارا اختلاف منطقی اصطلاح میں یہ ہے کہ ہم قضیہ ضروریہ۔ مطلقہ موجبہ کے قائل ہیں اور آپ اسکے ساتھ ممکنہ عامہ سالبہ کو بھی ملاتے ہیں۔ اس بارے میں مدارسِ عربیہ کے علماء اور طلباء جو فیصلہ کر سکتے ہیں۔ جو حضرت مولانا مودودی سے حسن ظن رکھتے ہیں وہ اپنا حسن ظن بحال رکھ کر ہمارے اس اختلاف میں انصاف سے فیصلہ فرمائیں گے تو ہم سن کر خوش ہوں گے،

تمہیں تقصیر اس بُت کی جو ہے میری خطا لگتی　　مسلمانو! ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی!　　(19 اکتوبر 45ء)

مولانا کا مخصوص عقیدہ: ساتویں قسط علماء اہلِ حدیث کے لئے خاص طور پر قابل توجہ ہے کیونکہ اس میں مولانا مودودی کا عقیدہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدیث کو تفسیرِ قرآن مانتے ہیں جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ باوجود اس کے ہم نے اس نمبر کا اضافہ کیوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا؟ اس نمبر میں اس کا جواب دینا ہمارا مقصود ہے۔ پہلے مولانا موصوف کا عقیدہ ان کے الفاظ میں سنیئے۔

"قرآن مجید ہدایت کے لئے کافی ہے۔ اس میں وہ صحیح علم موجود ہے جس کی روشنی میں انسان صراط مستقیم پر چل سکتا ہے اور اس میں وہ تمام اصول بیان کر دیئے گئے ہیں جن پر اللہ کا پسندیدہ دین قائم ہے۔ مگر اس علم سے فائدہ اٹھانے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک یہ کہ طالب علم استفادہ کی خاص نیت رکھتا ہو اور ان مبادی سے واقف ہو جو قرآن کو سمجھنے کے لئے ضروری ہیں۔ دوسرے یہ کہ ایک ماہرِ فن استاد موجود ہو جو کتاب اللہ کے نکات سمجھائے، آیات کا صحیح معنی و مفہوم بتائے، احکام پر خود عمل کر کے دکھائے، اور قوانین کو عملی زندگی میں نافذ کر کے ان کا تفصیلی ضابطہ مقرر کر دے، پہلی چیز کا تعلق ہر شخص کی اپنی ذات سے ہے۔ رہی دوسری چیز، تو اس کا انتظام اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ کتاب کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی غرض سے بھیجا گیا تھا کہ آپ اس ماہرِ فن کی ضرورت کو پورا کریں۔ آپ نے استاد کی حیثیت سے جو کچھ بتایا اور سکھایا ہے وہ بھی اسی طرح خدا کی طرف سے ہے۔ اس کو "غیر از قرآن" کہنا صحیح نہیں ہے۔ جو شخص اس کی ضرورت کا منکر ہے اور قرآن کو اس معنی میں کافی کہتا ہے کہ اس کو سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی و عملی ہدایت کی حاجت نہیں ہے۔ وہ دراصل یہ کہتا ہے کہ صرف قرآن کی تنزیل کافی تھی۔ خدا تعالیٰ نے نعوذ باللہ یہ فعل عبث کیا کہ اس کے ساتھ رسول کو بھی مبعوث کیا"۔ (تفہیمات ص 338)

ناظرین کرام! بالفاظ مولانا مودودی منکرین حدیث کے اس فقرہ کو حیرت کی نظر سے دیکھیں گے اور تعجب کے کانوں سے سنیں گے۔

موصوف نے یہ کیا فرمایا ہے کہ:

خدا تعالیٰ نے نعوذ باللہ یہ فعل عبث کیا کہ اس کے ساتھ رسول کو بھی مبعوث کیا۔

منکرین حدیث اس کے جواب میں کہیں گے کہ رسول کے معنی ہی "پیغام پہنچانے والا" رسول کی ولادت قرآن پر دلالت تضمنی ہے۔ ایک کا مفہوم دوسرے سے الگ کیسے متصوّر ہو سکتا ہے، یہ کیونکر ممکن تھا کہ پیغام پہنچے اور پیغام رساں نہ پہنچے۔ خیر یہ تو آپ کا اور اہلِ قرآن کا باہمی مکالمہ ہوگا، ہم نے جو آپ کا مطلب سمجھا ہے اس کے متعلق اپنا مافی الضمیر عرض کرتے ہیں۔ آپ کے اس اقتباس کا مطلب یہی سمجھا اور یہی ہے کہ قرآن متن ہے مثل کافیہ کے، اور احادیث نبویہ اس کی تفسیر ہیں مثل شرح جامی کے۔ اس لئے دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے۔ بالکل سچ ہے۔ جزاک اللہ! آپ نے خوب کہا مگر قد بقی الخبایا فی الزوایا ابھی بہت کچھ مخفی ہے۔

اول: قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

"واخواتکم من الرضاعة" (تمہاری دودھ بہنیں تم پر حرام ہیں)

اس آیت کی یہ تفسیر تو بالکل صاف ہے کہ ایک لڑکے نے کسی عورت کی لڑکی کے ساتھ دودھ پیا وہ اس کی ہمشیرہ ہونے کی وجہ سے حرام ہے، مگر اس لڑکی کی حقیقی خالہ اس لڑکے پر اس رضاعت کی وجہ سے حسبِ تفسیر آیت کے حرام نہ ہونی چاہئے۔ حالانکہ حدیث کی رو سے حرام ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علی ھٰذا القیاس کسی لڑکی نے کسی لڑکے کے ساتھ مل کر دودھ پیا تو وہ لڑکی اس رضیع کے حق میں اس آیت کی تفسیر میں آجائے گی ۔مگر اس لڑکے کے والد، چچا، اور ماموں کا رشتہ اس لڑکی کے ساتھ کیوں حرام ہوگا؟ کیونکہ تفسیر میں وہ چیز داخل ہوتی ہے جس کو ن متن کا لفظ متحمل ہو. مثال کے طور پر" کافیہ" کی عبارت پیش کرتا ہوں یعنی لفظ "وضع لمعنی مفرد" شارح جامی نے اس عبارت میں" مفرد" کو مرفوع و مجرور بنا کر بلا کھٹکا تشریح کر دی لیکن مفرد (منصوب) کی حالت نصب میں جب تشریح کرنی چاہی تو کھٹکا ہوا کہ اس پر نصب کی علامت نہیں ہے ۔اس لئے اس تیسری ترکیب کو معذرت کر کے داخل کیا۔ مجرور اور مرفوع کیلئے کوئی معذرت نہیں کی کیونکہ ان دونوں ترکیبوں کیلئے مفرد متحمل تھا.

مختصر یہ کہ متن متحمل ہو تو شرح اس کو کھول سکتی ہے. غیر جنس کو شرح داخل نہیں کر سکتی فإنهم لعلهم دقيق.

مذکورہ بالا رشتے ایک مرفوع حدیث کے ماتحت حرام ہیں چنانچہ نبی صل اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب" (دودھ سے مثل نسب کے حرمت ثابت ہوتی ہے)۔ فرمائیے یہ حدیث آیتِ مذکورہ کی تفسیر ہے یا حکمِ جدید؟ بينوا توجروا۔

دوّم: آیت کریمہ "أن تجمعوا بين الأختين" یعنی دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے ۔صدق اللہ ۔آپ کے قابل غور سوال یہ ہے کہ اَخت کا لفظ پھوپھی اور خالہ کو شامل نہیں ۔حدیث میں جو آیا ہے کہ کسی منکوحہ لڑکی کو اس کی پھوپھی کے ساتھ جمع کرنا جائز نہیں ۔اسی طرح کسی منکوحہ کو اس کی خالہ کے ساتھ جمع کرنا جائز نہیں ۔کیا یہ اس آیت کی تفسیر ہے یا حکمِ جدید.

سوّم: آیت کریمہ "الزانية والزانی" (سورہ نور)

اس آیت میں زانی مرد عورت کی سزا ستر (70) سو دُرّے (بید شدید) آئی ہے ۔.حدیث میں آیا ہے جس مرد اور عورت نے ایک دفعہ نکاح کر لیا ہو ۔پھر ان سے زنا کا فعل صادر ہو ۔ تو ان کی سزا رجم (پتھراؤ) ہے کیا یہ اس آیت کی تفسیر ہے یا حکمِ جدید؟

چہارم: "السارق والسارقة فاقطعوا أيديهما" یعنی چور مرد ہو یا عورت اس کے ہاتھ کاٹ دو ۔اس چوری کا نصاب جو حدیثوں میں آیا ہے وہ ربع دینار یا دس درہم کی چیز ہے ۔ یہ قید اس آیت کی تفسیر میں کیسے داخل ہو سکتی ہے؟ کیونکہ آیت تو عام ہے چاہے پیسے کی چوری ہو یا روپے کی ۔ایک دینار کی ہو یا سو دینار کی ۔

یہ چند مثالیں ہم نے بیان کی ہیں ۔اگر بالاستیعاب سب مثالیں لکھی جائیں تو اچھی خاصی ایک ضخیم کتاب بن جائے ۔مگر ہم بحکمِ خیر الکلام ما قلّ ودلّ چند مثالوں پر اکتفا کرتے ہوئے بقول مرزا غالب مرحوم

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھ دے — حسرت سنج ہوں عرضِ ستم ہائے جدائی کا

آپ نے منکرین حدیث سائل کے جواب میں جو حدیث کو قرآن مجید کی تفسیر بتا کر اس کو ساکت کیا ہے. بہت اچھا کیا۔ ہماری ان مثالوں کے جواب میں حدیث کو مثبت حکمِ شرعی مان کر خود پسند فرمائیں! تا کہ ہمیں بھی کہنے کا موقع ملے ۔

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی — یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

(اہل حدیث 26 اکتوبر 45ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنّت پر عمل سے انحراف: اب ہم وہ اقتباس نقل کرتے ہیں۔جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا موصوف کا مسلک کیا ہے۔ اس اقتباس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل کو واجب العمل سنت نہیں جانتے اور یہ بھی جو اصطلاحات علماء اہل حدیث کی متعلقہ سنت و بدعت رائج ہیں، مولانا موصوف ان کے بھی پابند نہیں۔لطف یہ اپنی طرف سے بھی کوئی اصطلاح مقرر نہیں کرتے چنانچہ رسالہ "ترجمان القرآن" کا مندرجہ ذیل اقتباس قابل ملاحظہ ہو۔ناظرین بغور پڑھیں موصوف فرماتے:

"میں اسوہ اور سنت اور بدعت وغیرہ اصطلاحات کے ان مفہومات کو غلط، دین میں تحریف کا موجب سمجھتا ہوں۔جو بالعموم آپ حضرات (فقہاء اور محدّثین) کے ہاں رائج ہیں۔آپ کا یہ خیال کہ نبی صل اللہ علیہ وسلم بڑی داڑھی رکھتے تھے۔اتنی ہی بڑی داڑھی رکھنا سنتِ رسول یا اسوۂ رسول ہے یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ عاداتِ رسول کو بعینہ وہ سنت سمجھتے ہیں جس کے جاری اور قائم کرنے کے لئے نبی صل اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام مبعوث کئے جاتے رہے ہیں۔مگر میرے نزدیک صرف یہی نہیں کہ یہ سنت کی صحیح تعریف نہیں ہے بلکہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس قسم کی چیزوں کو سنت قرار دینا اور پھر ان کے اتباع پر اصرار کرنا ایک سخت قسم کی بدعت اور ایک خطرناک تحریفِ دین ہے[1]۔ جس سے نہایت برے نتائج پہلے بھی ظاہر ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ظاہر ہونے کا خطرہ ہے"۔

(ترجمان القرآن جلد 26 عدد 403، 605 ص 274 بابت مئی، جون 45ء)

علماء حدیث ان اصطلاحات کے متعلق جو الفاظ استعمال کرتے ہیں۔وہ کتبِ اصول میں موجود ہیں، اسوہ سے مراد ان کی فعل نبوی ہے۔قرآن مجید میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔چنانچہ ارشاد ہے:

"لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة" اسی بنا پر صحابۂ کرام ازواجِ مطہرات سے پوچھا کرتے تھے کہ آنحضرت علیہ السلام گھر میں رہ کر کیا کام کیا کرتے ہیں؟ ازواج فرماتیں كان في مهنة أهله. (بخاری) "حضور گھر والوں کی خدمت میں مشغول رہتے" صحابہ کی غرض اس سوال سے یہی ہوتی تھی کہ ہم بھی اپنے گھروں میں وہی کام کریں جو آنحضرت علیہ السلام کیا کرتے ہیں تاکہ اسوۂ حسنہ کی تعمیل مکمل ہو جائے۔بدعت کی تعریف بھی علماء حدیث کے نزدیک وہی ہے جو حدیث میں یوں آئی ہے۔

"من أحدث في أمرنا هذا ليس منه فهو رَد" (مشکوۃ شریف)

"جو شخص دین اسلام میں کوئی نئی بات نکالے وہ مردود ہے" پس یہی بدعت ہے۔اسوہ اور سنت دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ان دونوں کا ملخص یہ ہے۔

ما فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم

مولانا مودودی کو چاہئے تھا کہ ان اصطلاحات پر ناراضگی کا اظہار کر کے اپنی اصطلاحات پیش کرتے۔مگر انھوں نے وہی کیا ہے جو کسی شاعر نے کیا تھا۔اس نے ایک مولوی صاحب کے حق میں جن سے اس کو کچھ چپقلش تھی یہ شعر کہا تھا،

واعظِ شہر کو مردم ملکش می خوانند قولِ ما نیز است کہ او مردم نیست

---

[1] ناظرین ان الفاظ کو یاد رکھیں۔کیونکہ یہی امور زیرِ بحث اور مابہ النزاع ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی شاعر کہتا ہے کہ" لوگ مولوی صاحب کو فرشتہ کہتے ہیں. ہم بھی ان کے حق میں یہی کہتے ہیں کہ وہ آدمی نہیں ہیں" . باقی رہی یہ بات کہ وہ ہیں کیا؟ یہ در بطن شاعر۔

اسی طرح جناب مودودی صاحب نے کمال کیا کہ ان اصطلاحات کے متعلق اپنا عندیہ ظاہر نہیں کیا۔ اگر ظاہر کر دیتے تو ہم بھی اس پر غور کرتے۔ اب تو آپ اس مصرع کے تحت بخیریت رہے.

نگفتہ ندارد کسے با تو کار!

آپ نے بڑی خفگی کے لہجے میں ان اصطلاحات کے ماتحت ہمیں برے نتائج سے ڈرایا ہے ہم اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہیں،

ناصحا اتنا تو دل میں تو سمجھ اپنے کہ ہم لاکھ نادان ہیں، کیا تجھ سے بھی ناداں ہونگے

مولانا مودودی صاحب جب ان اصطلاحات کی خرابیوں کا اظہار کریں گے۔ جو ان کے ذہن میں ہے تو ہم بھی ان کا جواب دیں گے یا قبول کر لیں گے سرِ دست تو ہم ان خرابیوں کو بچوں کا ہوّا سمجھتے ہیں۔

کئی سال ہوئے آگرہ میں ایک جلسہ اسلامیہ ہوا تھا. جس میں مختلف مذاہب کے واعظ جمع تھے۔ سنی بھی تھے، شیعہ بھی تھے۔ میرے جیسے اہل حدیث بھی تھے میں نے اپنی تقریر میں بڑی نرمی کے ساتھ اتباعِ سنت کا شوق دلانے کو کہا۔ جو کام حضور علیہ السلام نے کیا وہ بلا کٹھکا کرو جو نہیں کیا وہ مت کرو۔ میرے دل میں چونکہ بدعات مروّجہ سے نفرت تھی۔ اس لئے میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا کہ حضور علیہ السلام نے اگر تعزیہ بنایا تھا تو بنالو۔ اگر نہیں کیا تھا تو چھوڑ دو۔ شیعہ جماعت بھی اس جلسے میں شریک تھی۔ ان کے ایک زبردست واعظ بھی موجود تھے۔ وہ بھلا اس اصول کو سن کر کیسے خاموش رہتے۔ میرے بعد وہ اسٹیج پر آئے۔ آنحضرت علیہ السلام کی بڑی تعریف کی آپ کو بہت بڑھایا نتیجہ کے طور پر بتایا کہ" یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایسے نبی نے جو کچھ کیا تھا وہی ہم کریں"

مطلب یہ تھا کہ اتباعِ سنت کی پابندی ہم سے اٹھا دی جائے۔ بلکہ ہمیں آزاد چھوڑ دیا جائے جس رسم کو چاہیں داخل مذہب کر لیں۔ میں نے یہ سن کر کہا سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

"أيحسب الإنسان أن يترك سدى"

اب میں بتاتا ہوں کہ مولانا مودودی صاحب نے مذکورہ اقتباس میں اپنا جو خیال بتایا ہے۔ دراصل یہ حنفی مسلک ہے۔ کتب اصول "نور الانوار" وغیرہ میں لکھا ہے کہ افعالِ نبوی دو (2) قسم کے ہوتے ہیں۔ سُنن ھدی اور سُنن زوائد۔ سُنن ھدی، ان افعال کو کہتے ہیں جو از قسم عبادت ہوں اور ان پر ثواب مرتب ہو۔ اور سُنن زوائد، وہ ہیں جو بنیت عبادت نہیں بلکہ بطور عادت کے کئے ہوں. چنانچہ وہ انہی میں مندرجہ ذیل افعال نبویہ کو شمار کرتے ہیں۔ صبح کی سنتیں پڑھ کر دائیں کروٹ ذرا سا لیٹ جانا۔ دوسری اور چوتھی رکعت کو اٹھتے وقت ذرا بیٹھ جانا. جس کو" جلسہ استراحت" کہتے ہیں. عید الفطر کی نماز کو کچھ کھا کر جانا۔ اور عید الاضحیٰ کی نماز کو بغیر کھائے جانا۔ اس قسم کے بہت سے افعال نبویہ حنفیہ کے نزدیک سنن زوائد میں داخل ہیں. محدّثین کے نزدیک یہ سب سُنن ھدی ہیں. صحابہ کرام کی روش سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوتا ہے کہ وہ حتی الامکان کسی فعل کو نہیں چھوڑتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت روایت ہے کہ وہ مکہ، مدینہ کے درمیان ایک مقام پر پہنچ کر ضرور اونٹ سے اتر آتے اور پیشاب کرنے بیٹھ جاتے۔ پوچھنے پر فرمایا کہ میں نے آنحضرت علیہ السلام کو یہاں پر بیٹھتے ہوئے دیکھا ہے۔

مجھے تو ہے منظور، مجنوں کو لیلیٰ نظر اپنی اپنی، پسند اپنی اپنی

ہمیں مولانا مودودی کے اس مسلک پر اعتراض نہیں، بلکہ ہم خوش ہیں کہ انہوں نے اپنا مسلک صاف لفظوں میں بتا دیا۔ گو انھوں نے یہ حوالہ نہیں دیا کہ یہ کس گروہ کا مسلک ہے۔ شاید یاد نہ ہوگا۔ قرآن مجید غور سے پڑھیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آیت کریمہ "قل إن کنتم تحبون اللہ فاتبعونی" اپنے معنی میں بہت وسیع ہونے کی وجہ سے ہر قسم کے افعالِ نبویہ کو شامل ہے، سُنن ھدی اور زوائد کا امتیاز باقی نہیں رہنے دیتی بلکہ بآواز بلند کہتی ہے،

بندہ عشق شُدی ترکِ نسب کُن جامی کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

(اہلِ حدیث 2 نومبر 45ء)

تقلید و عدم تقلید: کچھ شک نہیں کہ لفظ تقلید بمعنی معروف نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، بلکہ علماء اصول ایک اصطلاحی لفظ ہے۔ جب سے ہندوستان میں بحثِ تقلید کا چرچا ہوا ہے۔ اس لفظ کی تعریف وتشریح کافی سے زیادہ شائع ہو چکی ہے۔ ان ساری تشریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ تقلید ہے "أخذ قول غیر النبی من غیر معرفة دلیله" "مسلم الثبوت" وغیرہ کتب اصول اس تعریف کی حامل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کسی غیر نبی کے مسئلہ شرعی کو مان لینا اس کی دلیل جاننے کے بغیر یہ اس کی تقلید ہے۔ مثلاً دو شخص بغرض سوال ایک عالم کے پاس جائیں اور پوچھیں کہ فاتحہ خلف الامام پڑھنے کا حکم کیا ہے؟ واجب ہے یا حرام؟ وہ مولوی صاحب فرمادیں کہ واجب ہے یا حرام۔ صرف اس کے اتنے قول پر یقین کرنے والا اس مفتی کا مقلد ہے۔ اور اگر پوچھے کہ آپ کے فتویٰ کی دلیل کیا ہے اور وہ مفتی صاحب اپنے فتوے کی دلیل میں آیت یا حدیث پیش کریں تو وہ غیر مقلد ہے۔ فتویٰ چاہے وجوبِ فاتحہ کا ہو یا حرمت کا۔ اس سے بحث نہیں۔ چونکہ خدا اور رسول کا حکم خود اپنے اندر دلیل رکھتا ہے اس لئے صاحب "مسلم الثبوت" نے کھلے لفظوں میں کہہ دیا۔

"فالرجوع إلی الرسول لیس بتقلید" (رسول کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے)۔

کیونکہ رسول کا قول کسی دوسرے قول کا محتاج نہیں بلکہ وہ اس مثال کا مصداق۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

اس تمہید کے بعد مولانا مودودی کا فتویٰ سننے کے قابل ہے آپ فرماتے ہیں:

"اسلام میں دراصل تقلید سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کی نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید بھی اس بنا پر ہے کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ اللہ کے اِذن اور فرمان کی بنا پر ہے۔ ورنہ اصل میں تو مُطَاع اور آمر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ ائمہ کی پیروی کی حقیقت صرف یہ ہے کہ ان ائمہ نے اللہ اور رسول کے احکام کی چھان بین کی۔ آیاتِ قرآنی اور سنتِ رسول سے معلوم کیا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمان کو عبادات اور معاملات میں کس طریقے پر چلنا چاہیئے۔ اور اصولِ شریعت سے جزئی احکام کا استنباط کیا۔ لہذا وہ بجائے خود آمر وناھی نہیں ہیں۔ نہ بذاتِ خود مطاع اور متبوع ہیں۔ بلکہ علم رکھنے والے کے لئے علم کا ایک معتبر ذریعہ ہو سکتے ہیں۔ جو شخص خود احکام الٰہی اور سُنَن نبوی میں نظر بالغ نہ رکھتا ہو اور خود اصول سے فروع کا استنباط کرنے کا اہل نہ ہو۔ اس کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ علماء اور ائمہ میں سے جس پر بھی اسے اعتماد ہو اس کے بتائے ہوئے طریقہ کی پیروی کرے۔ اگر کوئی شخص اس حیثیت سے ان کی پیروی کرتا ہے تو اس پر کسی اعتراض کی گنجائش نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص ان کو بطور خود آمر وناھی سمجھے یا ان کی اطاعت اس انداز سے کرے جو اصل آمر وناھی کی اطاعت ہی میں اختیار کیا جا سکتا ہو، یعنی ائمہ میں سے کسی کے مقرر کردہ طریقے سے ہٹنے کو اصل دین سے ہٹ جانے کا ہم معنی سمجھے اور اگر کسی ثابت شدہ صریح آیتِ قرآنی کے خلاف ان کا کوئی مسئلہ پایا جائے تب بھی وہ اپنے امام کی پیروی پر اصرار کرے تو یہ بلاشبہ شرک ہوگا"۔ (ترجمان القرآن ماہ رمضان وشوال 63ھ ص 86)

اس اقتباس میں مولانا موصوف سے اگر غلطی نہیں تو سہو ونسیان ضرور ہوا ہے کہ تقلید کے جو معنی علمائے اصول کی اصطلاح میں ہیں۔ انھوں نے چھوڑ دیئے ہیں۔ یا اس سے ان کو بھول ہوگئی۔ ان معنی سے کوئی رسول کا مقلد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ تقلید دل سے بے علمی کا نام ہے۔ چنانچہ حجت الاسلام حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کتاب "المستصفی" میں لکھتے ہیں کہ "التقلید لیس فی شیئ من العلم" (تقلید علم کا درج نہیں) تو جو شخص رسول علیہ السلام کی بات سن کر مانے اس کو اصل دلیل کا علم حاصل ہو چکا۔ وہ مقلد کیسے ہوا؟ مولانا موصوف کو سہو ہو گیا ہے۔ کیونکہ انھوں نے خیال نہیں فرمایا کہ تقلید علماء اصول کے نزدیک تو بے علمی کا درجہ ہے اور علماء فلسفہ کی اصطلاح میں عدم ملکہ کا درجہ ہے۔ فافهم فإنه دقيق.

مختصر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع فرض وواجب ہے۔ تقلید فرض واجب نہیں، بلکہ ان کی اتباع کو تقلید کہنا جائز ہی نہیں۔ ورنہ لازم آئے گا کہ خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب مقلد تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو مولانا روم جیسے صوفی بزرگ مقلد کی شان میں یہ شعر کیوں لکھتے،

آں مقلد ہست چوں طفل علیل! گر چہ دارد بحث باریک و دلیل!

(مقلد بیمار بچے کی طرح ہے چاہے حجتیں اور باتیں بہت بنائے) (مثنوی)

چند سال گزرے ہیں کہ میرا مکالمہ درباره تقلید میرے مکرم دوست مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دیوبندی سے ہوا تھا۔ جو اخبار "اہلحدیث" اور "العدل" گوجرانوالہ میں شائع ہوتا رہا۔[1]

موصوف نے اس میں ایک نئی بات پیدا کی تھی کی سب سے پہلا غیر مقلد شیطان تھا۔ جس نے خدا سے سجدہ آدم کے لئے دلیل طلب کی تھی۔ میں اس وقت بھی سن کر حیران ہوا تھا کہ ہمارے مخاطب اپنی کتبِ اصول سے جن پر ان کو ناز ہے کیوں ایسے بے خبر ہو گئے ہیں کہ

---

[1] یہ مضمون بعد میں بصورت رسالہ موسومہ "تنقید تقلید" طبع ہوا الٰہیہ قائم کرنا چاہتے ہیں وہ ان کی خوش فہمی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ شیطان کو خدا سے طالبِ دلیل کہہ کر غیر مقلد بناتے ہیں وہ نہیں سوچتے کہ خدا کے حکم سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے ۔

امرتسر کے ایک جلسے دیوبندیہ میں مولوی خیر محمد صاحب جالندھری نے بھی یہی مضمون میرے جواب میں کہا تھا۔ جس سے مجھے مزید تعجب ہوا. آخر مجھے امام غزالی کے قول سے تسلی ہوئی کہ تقلید علم کا درجہ نہیں ۔

مولانا مودودی نے علماءِ مجتہدین کا جو منصب بتایا ہے وہ ٹھیک ہے کہ وہ موجد حکم نہیں بلکہ مبلغ حکم ہیں. مگر عامی لا یعلم کو ان (مجتہدین) کے بتائے ہوئے مسئلے کا مقلد بنانا قابل غور بات ہے ۔

کیونکہ اس کے معنی تو یہ ہوئے یا نتیجہ یہ ہوا کہ سائل ان ائمہ سے ایک امام کو اپنا واجب الاتباع ضرور قرار دے لے. حالانکہ یہ کوئی دینی مسئلہ نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ عامی آدمی کو اپنے ہر مخاطب عالم سے مسئلہ پوچھ لینا چاہیئے ۔ چنانچہ "ردالمختار" "شامی" شیخ اِبن ھمام رحمہ اللہ کا قول درج ہے کہ

"زمانہ سلف میں یہی دستور تھا کہ عام آدمی اپنے شہر کے جس مفتی سے چاہتا فتویٰ پوچھ لیتا" ۔

ہمارے خیال میں ان دو سوالوں میں فرق ہے ۔ایک سوال کے الفاظ یہ ہیں کہ سائل کہتا ہے، مولوی صاحب! فلاں مسئلے میں خدا ورسول کا کیا حکم ہے؟ دوسرے سوال کے الفاظ یہ ہیں کہ مولوی صاحب! فلاں مسئلے میں حنفی مذہب کا کیا فتوی ہے؟

مولانا موصوف بتائیں کہ دونوں سوالوں میں سے کس سوال کے الفاظ ان کے نزدیک صحیح ہیں اور کس کے غلط. ہم پچھلے سوال کے الفاظ کو غلط سمجھتے ہیں. کیونکہ اس سائل نے پہلے ہی حنفی فقہ کو واجب الاتباع مذہب مان رکھا ہے. حالانک حقیقت یہ نہیں ۔ بلکہ اصل واجب الاتباع مذہب خدا اور رسول کا حکم ہے چنانچہ ارشاد ہے ۔ "اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ"

ہم مولانا مودودی کو دوستانہ مشورہ دیں تو غالبا کوئی شکایت نہ ہوگی کہ وہ مسئلہ تقلید کے متعلق کتاب "معیار الحق" مصنفہ مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی اور اور "الارشاد" مصنف مولوی ابو یحییٰ صاحب شاہجہانپوری ملاحظہ فرمائیں تو ان پر مسئلہ تقلید اور عدم تقلید خوب واضح ہو جائے گا۔ سرِ دست میں اس بارے میں اس پر اکتفا کرتا ہوں ۔

کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستاں میری

(اہلِ حدیث 9 نومبر 45ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسجد اہلِ حدیث مالیر کوٹلہ کی امامت کا معاملہ

اور حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کا اصولی فیصلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جماعت اہل حدیث، مالیر کوٹلہ میں کچھ عرصہ سے ایک سخت نزاع پیدا ہوگیا ہے۔ نزاع نے اس قدر طول کھینچا کہ پولس کو حفظِ امن کے لئے مداخلت کرنی پڑی۔ اور بالآخر اصلاحِ حال اور رفع نزاع کے لئے معاملہ تین ثالثوں کے سپرد کیا گیا۔ جو حضرات ثالث مقرر ہوئے ہیں انھوں نے معاملہ کی تفصیلات سے مجھے مطلع کیا اور لکھا کہ جماعت کے دونوں فریق چاہتے ہیں کہ معاملہ آپ کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ آپ جو فیصلہ کر دیں گے اس کی بلا چون و چرا تعمیل کی جائے گی۔ میں نے انھیں لکھا کہ دونوں فریق اپنا ایک ایک معتمد نمایندہ دہلی بھیج دیں تا کہ دونوں فریقوں کا نقطۂ خیال مجھے معلوم ہو جائے۔ اس کے بعد جس نتیجے پر پہنچوں گا لکھ کر بھیج دوں گا۔

چند دنوں کے بعد ثالثوں نے مجھے اطلاع دی کہ دونوں فریقوں نے اپنی اپنی انجمنوں کا باقاعدہ جلسہ کر کے دو نمایندے چن لئے ہیں۔ ایک فریق نے بابو محمد شفیع صاحب کو چنا ہے دوسرے فریق نے ماسٹر کفایت اللہ کو۔

22 اگست 1954ء کو دونوں صاحب دہلی آئے اور مجھ سے ملے۔ دونوں صاحب اپنا تحریری بیان لائے تھے۔ جو میں نے لے لیا۔ انھوں نے تفصیل کے ساتھ زبانی تقریریں کیں۔ جو میں نے سن لیں۔ معاملہ کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں قلم بند کر کے بھیجے دیتا ہوں.

بنائے نزاع: نزاع جس معاملہ میں ہوا وہ یہ ہے کہ مسجد اہل حدیث کا امام اور خطیب کیسا ہونا چاہیے؟ اور موجودہ امام مولوی محمد امین صاحب مبارکپوری اس منصب پر قائم رہیں یا انہیں سبک دوش کر دیا جائے۔

مالیر کوٹلہ میں جماعت اہل حدیث کی ایک مسجد ہے جس کا انتظام انجمن اہل حدیث کی نگرانی میں ہے۔ مسجد کی امامت و خطابت کے لئے انجمن نے یہ طے کیا تھا کہ اس منصب پر ایک ایسے اہلِ حدیث عالم کو مقرر کیا جائے جو قرآن و حدیث کا درس دے سکے۔ اور توحید و سنت کا مبلغ ہو۔ دو سال ہوئے مولوی محمد امین صاحب مالیر کوٹلہ آئے اور اس منصب پر مقرر کئے گئے۔ مولوی صاحب ممدوح جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں۔ انھوں نے اس منصب کو جماعت اسلامی کے افکار و عقائد کی تبلیغ و اشاعت کا ذریعہ بنالیا۔ اور یہ صورتحال بتدریج یہاں تک بڑھی کہ ان کے وعظ و ہدایت اور عملی جد و جہد کا تمام تر مرکز جماعت اسلامی کی دعوت و تبلیغ ہوگئی۔ جماعت اسلامی کا مرکز قائم کیا گیا اور بیت المال بھی کھول دیا گیا۔

اس صورتِ حال کی وجہ سے جماعت اہلِ حدیث میں اختلاف رونما ہوا۔ ایک گروہ نے اسے پسند نہیں کیا کہ مسجد کی امامت جماعت اسلامی کی دعوت و تبلیغ کا آلۂ کار بنا دی جائے، اس کی رائے یہ ہوئی کہ امامِ مسجد کو صرف مسلک اہلِ حدیث کے افکار و مقاصد کا مبلّغ ہونا چاہیئے۔ وہ چاہتا ہے کہ مولوی محمد امین صاحب اس خدمت سے سبک دوش کر دیئے جائیں۔ دوسرا گروہ مولوی صاحب کا حامی ہے اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس پر اصرار ہے کہ مولوی صاحب ممدوح امام رہیں۔

بالآخر یہ تفرّقہ یہاں تک بڑھا کہ مسجد میں دو جماعتیں ہوگئیں۔ایک جماعت مولوی محمد امین صاحب کے پیچھے نماز پڑھتی ہے۔دوسری ایک دوسرے صاحب (مولوی عبداللہ صاحب) کے پیچھے---- گزشتہ رمضان میں ایک نیا جھگڑا پیدا ہوگیا۔یعنی یہ کہ مسجد میں پہلی جماعت کس فریق کی ہو؟اس پر جذبات اس قدر تیز ہو گئے کہ تصادم اور نقصِ امن کا اندیشہ پیدا ہوگیا اور پولس کو مداخلت کرنا پڑی۔ پولیس نے فریقین سے پینتیس (35) افراد کو زیر دفعہ (107-151) گرفتار کر کے عدالت میں پیش کیا۔عدالت نے ابتدائی پیشی کے بعد کارروائی ملتوی کر دی اور ثالث مقرر ہوئے تا کہ اصلاحِ حال کی کوشش کی جائے۔

جو فریق موجودہ امام صاحب کا مخالف ہے۔اس کی جانب سے محمد شفیع صاحب آئے تھے۔جو فریق ان کا حامی ہے اس کی جانب سے ماسٹر کفایت اللہ صاحب آئے تھے۔

فیصلہ: اس نزاع نے ایک اصولی سوال پیدا کر دیا ہے۔جس کا ہمیں فیصلہ کرنا چاہیے،سوال یہ ہیکہ مسجد اہلِ حدیث کی امامت وخطابت کے منصب کو کسی دوسری مذہبی یا سیاسی تحریک کی دعوت وتبلیغ کا ذریعہ بنانا مناسب ہے یا نہیں؟اور جماعت اہل حدیث کے مقاصد کے پیشِ نظر ایسا کرنا درست ہوگا یا نہیں؟ معاملہ کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ ایسا کرنا درست نہیں ہوگا۔اتنا ہی نہیں بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس بات کا دروازہ فوراً بند نہیں کر دیا گیا تو یہ بات جماعت اہل حدیث کے لئے آیندہ طرح طرح کے مشکلات ومفاسد کا ذریعہ بن سکتی ہے۔آج جماعت اسلامی کا سوال پیدا ہوا ہے۔کل کوئی دوسرے امام صاحب آئیں گے اور مسجد کے منبر کو دوسری سیاسی یا مذہبی تحریک کی دعوت وتبلیغ کا پلیٹ فارم بنا دیں گے نتیجہ یہ نکلے گا کہ مسجد کی امامت وقت کی سیاسی یا مذہبی تحریکوں کا ایک بازیچہ بن کر رہ جائے گی اور جماعت اہلِ حدیث اپنے مسلک اور اصول کو محفوظ نہیں رکھ سکے گی۔

ملک میں جو سیاسی اور مذہبی تحریکیں چل رہی ہیں لوگوں کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اس میں دلچسپی لیں لیکن مسجد کی امامت وخطابت کو اس کا آلۂ کار بنانا کسی طرح بھی درست نہیں ہوسکتا۔مسجد کا منبر صرف کتاب وسنت کی تبلیغ وتلقین کے لئے ہے۔اسے دوسری تحریکوں کے دعایتہ (پروپیگنڈا) کا پلیٹ فارم نہیں بنانا چاہیے۔اگر ایسا کیا گیا تو یہ جماعت کے لئے ایک خطرناک اقدام ہوگا۔

بابو محمد شفیع صاحب نے اپنے بیان میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ جماعت اسلامی کے بعض افکار وآراء قابل اعتراض ہیں اور علماء نے ان کا رَدّ کیا ہے۔میں اس معاملہ میں جانا ضروری نہیں سمجھتا۔میرے سامنے معاملہ صرف اس شکل میں آیا ہے کہ کیا اصولاً یہ بات مناسب ہوگی کہ مسجد کی امامت کے منصب کو کسی سیاسی یا مذہبی تحریک کی تبلیغ کا ذریعہ بنایا جائے؟اگر ایسا کرنا اصولاً درست نہیں ہے تو پھر اس بحث میں پڑنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ جس تحریک کا سرِدست سوال پیدا ہوا ہے وہ کیسی ہے؟اور اس کے افکار وآراء کیا ہیں؟ خواہ کچھ بھی ہوں، لیکن امامت کے منصب کو ان کا ذریعۂ تبلیغ نہیں بنانا چاہیے۔

ماسٹر کفایت اللہ صاحب نے اپنے بیان میں اس بات پر زور دیا ہے کہ بابو محمد شفیع صاحب کی مخالفت محض جماعت اسلامی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ بعض شخصی وجوہ کی بنا پر ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے بعض واقعات بیان کئے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نے ان واقعات کی تحقیقات ضروری نہیں سمجھی کیونکہ سوال افراد کی مخالفت اور عدم مخالفت کا نہیں ہے، بلکہ اصل مسئلہ کا ہے۔ فرض کرلیا جائے کہ محمد شفیع صاحب کسی ذاتی مخالفت کی بنا پر موجودہ امام صاحب کی مخالفت کر رہے ہیں لیکن پھر بھی اصلی سوال بدستور باقی رہتا ہے کہ مسجد کی امامت کو وقت کی تحریکات کا ذریعۂ تبلیغ بنانا چاہیئے یا نہیں؟

میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مولوی محمد امین صاحب کو اس خدمت سے سبکدوش کرنا چاہیئے؟ اور ان کی جگہ ایک ایسے اہلِ حدیث عالم دین کو مقرر کرنا چاہیے جو اہل حدیث کے مسلک کے مطابق قرآن وحدیث کی تعلیم دے، توحید وسنت کی تبلیغ کرے اور وقت کی سیاسی اور مذہبی تحریکوں سے کوئی تعلق نہ رکھتا ہو۔ اگر فوراً کسی ایسے صاحب کا تقرر نہیں ہوسکتا تو سر دست مولوی عبداللہ صاحب امامت کی خدمات انجام دیں جب تک کہ کسی زیادہ اہل شخص کی خدمات حاصل ہوجائیں. آخر میں میں دونوں فریقوں سے درخواست کروں گا کہ جو کچھ ہو چکا ہے اب اسے یک قلم فراموش کردیں اور بحکم "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ" باہم دگر بغل گیر ہو کر از سرِ نو رشتۂ اخوت کو تازہ و استوار کریں.

ابوالکلام احمد آزاد

از اخبار اہل حدیث دہلی مجریہ 15 اکتوبر 1954ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسجد اہلِ حدیث مالیر کوٹلہ کی امامت

مولانا محی الدین احمد قصوری صاحب کے تاثرات

مالیر کوٹلہ میں مسجد اہل حدیث کے متعلق ایک تنازعہ کے سلسلے میں پچھلے دنوں مولانا ابوالکلام آزاد اطال اللہ عمرہ وزاد اللہ فیوضہ، کا ایک فیصلہ "الاعتصام" میں شائع ہوا تھا۔ قصہ مختصراً یہ تھا کہ مسجد جماعت اہل حدیث کی تھی۔ اس کے امام مولوی محمد امین صاحب جماعت اسلامی کے رکن تھے، امام موصوف نے مسجد کی امامت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی جماعت کا دعایتہ (پروپیگنڈہ) شروع کر دیا۔ لوگوں کو جماعت مذکور کی رُکنیت، اس کے بیت المال کے قیام کی ترغیب دینا شروع کی، بعض اہل حدیث بھائیوں نے اس پر اعتراض کیا۔ اس سے جماعت میں تفرّقہ پیدا ہو کر جماعت دو حصوں میں بٹ گئی اور نفاق وشقاق یہاں تک بڑھا کہ مقامی عدالت اور پولس کو دخل اندازی کی ضرورت پیش آئی۔ مقامی حکّام نے معاملہ کو دینی اور مذہبی سمجھ کر فریقین کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ اس نزاع میں حضرت مولانا کی طرف رجوع کریں۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ حضرت مولانا نے ایک باخبر اور معاملہ فہم جج کی طرح فریقین سے تحریریں لیں کہ انھیں مولانا کا فیصلہ منظور ہوگا۔

حضرت مولانا کا فیصلہ "الاعتصام" کے شمارہ 15 اکتوبر میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ یہ فیصلہ ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے اور جہاں ایک طرف حَکَم کی انتہائی انصاف پسندی، صراحت، معاملہ فہمی، صحتِ فکر اور سلامتِ طبع کی نہایت ہی مبرہن اور روشن دلیل ہے، وہاں اپنے اندر وقت کی عدالتوں کے لئے ایسے تمام نزاعات اور فیصلہ طلب قضیوں میں بہت بڑی روشنی اور راہنمائی پوشیدہ رکھتا ہے اور جماعت اہل حدیث کے لئے یہ درس موعظت ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کی جگہوں پر کسی ایسے آدمی کو مقرر نہ کرے جو اس کے تصورات سے متفق نہ ہو۔

اور ان سے کامل طور پر تعاون نہ کر سکتا ہو جس شخص کی دلچسپی ہی کسی دوسری جماعت کے ساتھ ہو وہ ہماری مساجد میں امامت کا منصب اور ہمارے اداروں میں نظامت کا منصب اور ہمارے مدارس اور درس گاہوں میں صدر مدرس کے منصب پر فائز رہ کر کس طرح دل جمعی سے کام کر سکتا ہے؟۔

ایک قابل تقلید مثال: جن دنوں میں کلکتہ میں تھا اور اخبار "اقدام" نکالا کرتا تھا۔ مولانا آزاد فورٹ ولیم کے میدان میں عیدین کی نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔ نہایت احتیاط کے ساتھ بھی ہجوم کی تعداد بیان کروں تو ایک لاکھ ہوا کرتی تھی، انہیں دنوں میں فتنہ انگیزوں نے جن میں زیادہ تعداد اہلِ بدع سوء کی تھی، کچھ ہنگامہ پیدا کرنا چاہا تھا۔ حالانکہ ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ تھی لیکن مولانا نے خود عیدین کی نمازیں پڑھانا چھوڑ دیں۔ جبکہ مولانا کے پاس بیسیوں وفد آئے جن میں کلکتہ کے بعض بڑے بڑے لوگ بھی شامل تھے لیکن انھوں نے معذرت کر دی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا کا فیصلہ: اب آپ مولانا کے فیصلے پر غور وانصاف سے نظر کریں تو انھوں نے قضیہ زیر تصفیہ میں بھی بنیادی مسئلہ کو لیا ہے۔ اور تمام جزوی مسائل کو جو دراصل اسی بڑے پیڑ کی شاخیں ہیں، چھوڑ دیا ہے۔ یعنی مسجد کی تولیت، اور یہ بدیہی چیز ہے کہ وہ جماعت اہل حدیث کا حق ہے۔ ہوسکتا ہے کہ فریق مخالف میں بعض اہل حدیث بھی شامل ہوں لیکن اگر وہ اپنی جماعت کو چھوڑ کر کسی دوسرے گروہ میں شامل ہو گئے ہیں، چاہے اس شمولیت میں ان کی نیت کیسی ہی نیک اور خیر ہو تو "إنهم منهم" کا مصداق ٹھہرتے ہیں اور یقیناً وہ قابل اعتنا نہیں رہتے۔

حق بہ حقدار رسید: پس حضرت مولانا مدظلہ کا فیصلہ "اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا" (یعنی مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ جو جس کی امانت ہو وہ اس کے حوالے کر دیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی حقدار اور اہلِ حق سے انکار کرو) کے ماتحت نہایت صحیح، نہایت درست اور مبنی بر عدل وانصاف ہے۔ انھوں نے مسجد کی تولیت کی بنا پر امامت کے تقرر کا حق جماعت اہلِ حدیث مالیر کوٹلہ کو دیا ہے اور اسی کو دینا بھی چاہئے تھا۔

معاملہ زیر غور میں عدل کی راہ: تھوڑی دیر کے لئے آپ غور کریں کہ معاملہ میں عدل کی راہ کیا ہونی چاہیے تھی؟ کیا مولانا نے اپنا فیصلہ صادر فرماتے وقت عدل کی راہ سے انحراف کیا ہے؟ یا کیا اس فیصلے پر پہونچنے میں ان سے کوئی اصول بے قاعدگی یا بے ضابطگی سرزد ہوئی ہے؟

اصل مسئلہ تولیت کا ہے: معاملۂ معلومہ میں اصل سوال مسجد کی تولیت کا تھا۔ ظاہر ہے کہ مسجد اہل حدیث کی تھی۔ جماعت اہل حدیث ہی اس کی متولی تھی۔ اس لئے امام کے تعیّن وعزل کا حق بھی اسی جماعت کو حاصل تھا۔ فرض کرو مقامی جماعت اہل حدیث نے کسی حسن ظنّ کی بنا پر مولانا محمد امین صاحب کو منصب امامت پر مقرر کر دیا لیکن بعد میں بعض حالات کے رونما ہونے پر جماعت کو اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت پیش آئی اور اس نے ان کو منصب سے علیٰحدہ کر دیا، تو اس میں قباحت کی کونسی چیز تھی اور اس پر اتنا شور وغوغا کیوں مچایا گیا؟ بلکہ حق تو یہ ہے کہ مولانا محمد امین کو جب اس امر کا احساس ہوا کہ ان کے مقتدی ان کی اقتداء میں نماز ادا کرنے میں کراہت محسوس کرتے ہیں، تو انہیں خود ہی اس بار کو اٹھا پھینکنا چاہیے اور اگر اس روایت میں کوئی صداقت ہے کہ مولوی صاحب موصوف اس قضیہ میں پہلے ہی فریضۂ امامت سے سبکدوش ہو گئے تھے تو یقیناً انھوں نے ایک مستحسن فعل کیا اور وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی وعید سے بچ گئے۔ (کما في الحدیث الصحیح) اس صورت میں ہمیں جماعت اسلامی کے اراکین کی غوغا آرائی اور ہنگامہ خیزی پر اور بھی زیادہ تعجب اور افسوس ہوتا ہے۔ (الاعتصام لاہور 31 دسمبر 44ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا مودودی کی تعبیرات قرآن وحدیث کی روشنی میں

حضرت مولانا حافظ محمد گوندھلوی رحمہ اللہ

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ دین (جو عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات کے مجموعہ کا نام ہے) کا مآخذ چار چیزیں ہیں۔

(1) کتاب اللہ

(2) حدیث شریف

(3) اجماعِ امت، جس کی سند کتاب وسنت میں موجود ہو۔

(4) صحیح قیاس۔

ان میں اصل کتاب وسنت ہے۔ اجماع وقیاس انہی دو پر متفرع ہیں۔ کتاب اللہ متن، اور حدیث اس کی تفسیر اور بیان ہے۔ اجماع حقیقت میں طریق عمل کا نام ہے۔ قیاس عام طور پر استدلال خفی کو کہتے ہیں۔ حدیث کے ضبط اور اس سے استنباط کرنے میں محدّثین ید طولی رکھتے ہیں۔ مسائل ضروریہ کے استقصاء اور احکام کے مراتب کی تدقیق میں اہلِ تخریج کا پلّہ بھاری ہے۔

فقہاء حدیث میں سب مجتہدین اور اکابر محدّثین داخل ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اہلِ تخریج اور ایک اہلِ حدیث.

جو فریق اختلافی مسائل کے لینے اور سمجھنے میں یہ روش رکھتا ہے (کہ پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنا پھر حدیث کی طرف۔ کیونکہ اجماع کی سند یہی دو چیزیں ہیں) پھر اقوالِ صحابہ کی طرف توجہ کی جائے۔ اگر ان کا اتفاق ہو تو فبہا ورنہ ان کا وہ قول لیا جائے جو کتاب وسنت کے زیادہ قریب ہو۔ اس پر بھی جواب نہ ملے تو وہ قول لیا جائے جہاں اصل وفرع میں فرق نہ ہو، یہی مسلک اہل حدیث ہے۔

اور جو فریق مسائل کے سلسلے میں کسی مجتہد کی طرف رجوع کرے اور اس کے طریق پر مسائل اختلافیہ کا جواب تلاش کرے وہ اہلِ تخریج کہلاتا ہے۔ یہ فریق رفتہ رفتہ سابق مجتہدین میں سے کسی ایک کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے۔

اہل حدیث چونکہ طریق استدلال کلّی رکھتے ہیں۔ یعنی استنباط کی بنا پر کسی خاص مجتہد کی روش کو درست قرار نہیں دیتے. بلکہ حقیقت حال کی جستجو میں اسی ماخذ کو لیتے ہیں جو مجتہد کا طریق کار ہو. اس لئے جزئیات کا استقصاء دائمی شریعت سمجھ کر نہیں کرتے۔

ہاں اہلِ تخریج کے طریق سے ظنّ غالب کی بنا پر ضرورت کے وقت مستفید ہوتے ہیں. حقیقت میں دونوں گروہ ایک ہی مقصد کے خواہش مند ہیں۔ یعنی شارع کی مرضی معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

جس طرح طریق استدلال میں امت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اہلِ حدیث اور ایک اہلِ تخریج، عقائد کے اعتبار سے بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک اہلِ حق اور ایک اہلِ ہوا۔ اہلِ حق وہ ہیں جن کے عقائد کی بنیاد کتاب وسنت واجماع پر ہو۔ اہلِ ہوا وہ ہیں جن کے عقائد میں کشف ورائے اور فلاسفہ کے اختیار کردہ امور کو دخل ہو، اور جو آیت وحدیث ان کے خیال میں عقل وکشف وفلسفہ کے خلاف ہوں، ان کی تاویل کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیاست کے اعتبار سے بھی دو گروہ ہیں۔ایک اہلِ حق جو اس معاملہ میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتے ہیں. دوسرے وہ لوگ ہیں جو بجائے کتاب وسنت کے، یورپ وروس کے نظام کی نقل اتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ سیاست میں اہلِ باطل ہیں۔اہلِ حدیث اور حنفی وغیرہ عقائد اور سیاست میں کتاب وسنت کو مدار قرار دیتے ہیں۔صرف طریق استدلال میں اختلاف ہے۔دونوں گروہوں میں مسلک کے پابند کم ہیں، بدعمل زیادہ ہیں قلت وکثرت میں تفاوت ہے۔

مسلمانوں میں فرقہ بندی: اسلام نے سوائے اسلام کے کسی اور چیز کو مسلمان کہلانے یا بننے کیلئے مرکزی چیز قرار نہیں دیا۔کسی نسل، نسب، رنگ، وطن اور زبان کا اعتبار نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ہجرت ونصرت (جس کی وجہ سے مہاجر وانصار کے نام سے ایک رسمی امتیاز پیدا ہوگیا تھا) کی بنا پر بھی ایسی جماعت نہیں بنائی جاسکی جو اسلام کی قائم مقام ہو۔اسی طرح تقویٰ و پرہیزگاری کو بھی ایسی جماعت کی بناء قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔بلکہ اسلامی عقیدہ ہی مرکزی چیز قرار دیا جاسکتا ہے، جو کتاب وسنت سے صاف طور پر ثابت ہو۔

عمل اگرچہ لازم ہے مگر اس کا لزوم عقیدہ کے لزوم کا ہم پلّہ نہیں۔اس لئے اس کو اسلامی جماعت کے لئے مرکز قرار نہیں دیا جاسکتا۔عمل سے مراد یہاں کام کرنا ہے نہ کہ التزام متابعت، کیونکہ متابعت کا التزام ایمان ونجات کے لئے لازمی ہے۔

اسلامی جماعت کا نام: اب کوئی فرقہ اگر کوئی خصوصیت کو لے کر اٹھتا ہے جو دوسرے فرقوں سے اسے ممتاز کرے۔تو اس صورت میں عام نام سواء منفی معنیٰ کے کچھ مفہوم نہیں رکھتا۔بس اس صورت میں کسی نئے فرقہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی جماعت کو اسلامی جماعت کے نام سے موسوم کرے۔پس جو فرقہ اپنی جماعت کا نام اسلامی جماعت رکھتا ہے وہ دراصل اپنے سوا باقی فرقوں کو غیر مسلم قرار دیتا ہے۔یعنی ان کی جماعتیں اسلامی جماعت نہیں۔جیسے آج کل مودودی فرقہ اپنی جماعت کو جو ان کے خیال میں عین اسلام ہے، اسلامی جماعت کے نام سے موسوم کرتا ہے.

دوسرے فرقوں سے اسلامی جماعت کے نام کی نفی جو ان کے اختیار کردہ نام سے التزاماً سمجھی جاتی ہے۔ان کے بعض عبارات میں اس کی تصریح بھی موجود ہے۔جس سے ان کے نزدیک دوسرے فرقوں کی حیثیت اور مقام معلوم ہوتا ہے۔

ان کے خیال میں ہندوستان کے مسلمانوں پر حجّت قائم ہو چکی ہے۔اب ان کے لئے دو ہی راستے ہیں۔ یا اس تحریک کو قبول کرلیں، یا یہودیوں کی طرح رَدّ کردیں۔

مثلاً روئداد جماعت اسلامی حصہ دوم صفحہ 13 میں ہے۔

"اس موقعہ پر ایک بات نہایت صفائی کے ساتھ کہہ دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔کہ اس قسم کی ایک دعوت کا جیسی ہماری یہ دعوت ہے کسی مسلمان قوم کے اندر اٹھنا اس کو ایک بڑی سخت آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔جب تک حق کے بعض منتشر اجزاء باطل کی آمیزش کے ساتھ سامنے آتے رہیں۔ایک مسلمان قوم کے لئے ان کو قبول نہ کرنے اور ان کا ساتھ نہ دینے کا ایک معقول سبب موجود رہتا ہے، اور اس کا عذر مقبول ہوتا رہتا ہے۔مگر جب پورا حق بالکل بے نقاب ہو کر اپنی خالص صورت میں سامنے رکھ دیا جائے، اور اس کی طرف اسلام کا دعویٰ رکھنے والی قوم کو دعوت دی جائے، تو اس کے لئے ناگزیر ہو جاتا ہے کہ یا تو اس کا ساتھ دے۔اور اس خدمت کو سرانجام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دینے کیلئے اٹھ کھڑی ہو۔جو امتِ مسلمہ کی پیدائش کی اصل غرض ہے،یا پھر اس کو رَدّ کر کے دیسی پوزیشن اختیار کرے جو اس سے پہلے یہودی قوم اختیار کر چکی ہے۔ایسی صورت میں ان دو راہوں کے سوا کسی تیسری راہ کی گنجائش اس قوم کیلئے باقی نہیں رہتی۔

مودودی صاحب نے اپنی تحریک کے رد و قبول کے متعلق اپنا نکتہ نگاہ پیش کر دیا ہے۔اب ذیل میں اس تحریک کی خصوصیت اور اس کا مقصد انہی کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے کہتے ہیں۔

"مسلمانوں میں عموماً جو تحریکیں اٹھتی رہی ہیں اور جو اب چل رہی ہیں پہلے ان کے اور اس تحریک کے اصولی فرق کو ذہن نشین کر لینا چاہیے۔اولاً ان میں یا تو اسلام کے کسی جزو کو یا دنیوی مقاصد میں سے کسی مقصد کو لے کر بنائے تحریک کا بنایا گیا ہے،لیکن ہم اسلام اور اصل اسلام کو لے کر اٹھ رہے ہیں۔اور پورا کا پورا اسلام ہی ہماری تحریک ہے۔

ثانیاً ان میں جماعتی تنظیم دنیا کی مختلف اَنجمنوں اور پارٹیوں کے ڈھنگ پر کی گئی ہے۔مگر ہم وہی نظامِ جماعت اختیار کر رہے ہیں جو شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ جماعت کا تھا؟"۔ (روئداد جماعت اسلامی)

ان کی مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مودودی صاحب کی دعوت ان کے خیال میں جامع دعوت ہے۔جیسے دوسرے مذاہب کی دعوت ہوتی ہے۔کیونکہ ہر مذہب،اسلامی مذاہب سے خواہ سنّی ہو یا غیر سنّی،اہل حدیث ہو یا حنفی،اپنے مذہبی دستور میں ہر چیز کو داخل کرتا ہے۔مگر مودودی صاحب کے خیال میں اور کسی فرقہ کی دعوت جامع نہیں۔شاید وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ان کی چونکہ تنظیم نہیں۔صرف وعظ ہی وعظ ہے۔اس لئے ان کے پھلنے پھولنے اور حکومتِ الٰہیہ کے قیام میں ان کی جدوجہد کو دخل نہیں۔اگر تنظیم ہے بھی تو اس کی غرض و غایت حکومتِ الٰہیہ کے قیام میں صرف دعوت و تبلیغ ہے۔اس خدشہ کا جواب آئندہ ذکر ہوگا. یہاں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اسلامی جماعت کا نام دوسرے فرقوں کے لئے طنز ہے۔کہ وہ اسلامی نہیں بلکہ ان کے یہودیوں کی طرح ہونے کی تلمیح ہے۔

اس مختصر رسمی بحث کے بعد اب ہم مودودی نظریہ پر کچھ لکھتے ہیں۔تیرہ سو سال سے اہلسنّت (اہل حدیث) یہی سمجھتے رہے ہیں۔کہ عبادت نماز،روزہ،حج،ذکر،تلاوتِ قرآن اور دیگر افعال تعظیمیہ کا نام ہے.مگر مودودی صاحب نے ان کا درجہ کم دیا ہے۔اصل عبادت کسی اور چیز کو کہا ہے۔اور ان افعال تعظیمیہ کو اس کے لیے تمرینات ٹریننگ کورس قرار دیا ہے۔

عبادت کے مفہوم میں غلطی کرنے سے متواتر غلطیاں:

عبادت انسان کی پیدائش کا اصل مقصد ہے۔جیسے قرآن مجید نے ذکر کیا ہے۔

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ" (سورہ الذاریات).

ترجمہ: میں نے جن اور انس کو صرف اپنی عبادت کے لئے بنایا ہے۔

اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت سے غرض و غایت اور سماوی کتب کا بنیادی مسئلہ ہے۔اس لئے اس مسئلہ میں ٹھوکر کھانے سے ایمان و کفر دو متضاد حقیقتوں کو سمجھنے میں غلطی واقع ہوتی ہے۔اور یہی علمی غلطی عملی نظام میں بے راہ روی کا باعث بنتی ہے۔جس کی وجہ سے شروع زمانہ سے خوارج، معتزلہ نے ٹھوکر کھا کر تمام اہلِ کبائر کو ابدی جہنمی قرار دیا ہے۔اور بعض نے اتنا غلو کیا کہ جو یہ عقیدہ نہ رکھے اس کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنگ کرنا فرض قرار دیا ہے۔اور بعض نے اس سے ترقی کر کے یہ کہہ دیا ہے کہ جو ان سے جنگ نہ کرے، وہ بھی کافر ہے۔

یہ غلطی اس نوع کی ہے کہ اس سے انسانی جدوجہد کا نظام بدل جاتا ہے۔اس واسطے ہم نے ضروری سمجھا کہ اصل حقیقت کو واضح کر دیا جائے تاکہ عوام بلکہ خواص جو حقیقت میں عوام کی طرح ہیں غلطی میں نہ پڑ جائیں۔اگرچہ بعض معاند اور ان کے جامد مقلدین سے تو اتنی توقع نہیں کہ وہ غور وفکر کی زحمت گوارا کریں۔مگر بعض اہلِ تحقیق جو ظاہر بینی کی بنا پر اس میں پھنس گئے ہیں اگر غور وفکر سے کام لیں گے تو اصل بات کے سمجھنے میں ان کی مدد ہوگی۔وما علینا إلا البلاغ

حضرت مولانا تحریک کی پہلی فکری صورت متعین کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"اس نصب العین کی طرف پیش قدمی کرنے کے لئے راہِ راست وہی ہے جو اللہ کے رسول صل اللہ علیہ وسلم نے اختیار کی۔یعنی یہ کہ لوگوں کو الہدی اور دین حق کی طرف دعوت دی جائے۔پھر جو لوگ اس دعوت کو قبول کر کے اپنی بندگی اور اطاعت کو اللہ کے لئے خالص کر دیں، دوسری اطاعتوں کو اللہ کی اطاعت کے ساتھ شریک کرنا چھوڑ دیں۔اور خدا کے قانون کو اپنی زندگی کا قانون بنائیں۔ان کا ایک مضبوط جتھا بنایا جائے۔پھر یہ جتھا عام اخلاقی اور مادّی ذرائع سے جو اس کے امکان میں ہوں۔دین حق" کو قائم کرنے کیلے جہاد کبیر کرے۔یہاں تک کہ اللہ کے سوا دوسری اطاعتیں جن جن اطاعتوں کے بَل پر قائم ہیں، ان سب کا زور ٹوٹ جائے، اور پورے نظام اطاعت پر وہی الہدی اور دین حق" غالب آجائیں"۔ (مسلمان اور موجودہ سیاسی کش مکش ص 116-117)

اس عبارت میں طریق اختیار کردہ کے راست ہونے پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ یہ طریقہ اللہ کے رسول صل اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا تھا۔لہٰذا یہ حق ہے۔مگر اس پر غور نہیں کیا، یہ طریق کن لوگوں میں اور کن حالات میں اختیار کیا ہے۔کیا اس کے علاوہ کوئی اور طریق کار بھی ہوسکتا ہے، جس پر عمل کیا جائے۔

اس لئے ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جو طریق آپ نے اختیار کیا تھا وہ ابتدائی دعوت کا ہے۔جب کفار مخاطب ہوں؟ مگر موجودہ حالات میں اصلاحِ حال کی دعوت ہے۔جس میں مخاطب مسلمان ہیں۔ان دونوں صورتوں میں دعوت کی نوعیت میں فرق ہوتا ہے۔موسیٰ علیہ السلام کی دعوت بنی اسرائیل کے لئے اصلاحی دعوت تھی۔آپ نے قوم میں چھانٹ نہیں کی۔بلکہ ہر ایک کو صالح ہو یا غیر صالح منظّم کیا۔اور ہر ایک قبیلہ پر انہی سے ایک نقیب مقرر کیا۔ان نقباء کا یہ حال تھا کہ بارہ (12) سے صرف دو (2) ہی قائم رہے۔موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔

"فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ" (المائدہ) ہمارے اور فاسق قوم کے درمیان جدائی فرما۔

اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا۔

"فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ" (المائدہ) فاسق قوم پر غم نہ کھا۔

اور جماعت اسلامی میں ایسے لوگ بھی تھے، جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے ایک معبود بنانے کی درخواست کی۔

"اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ" (الأعراف) ہمارے لئے ایک معبود بنا جیسے ان کے عبادت ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور بعض نے کہا۔

"لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً" (سورہ البقرۃ) تیری بات نہ مانیں گے جب تک ہم اللہ کو کھلم کھلا نہ دیکھیں.

اور بہت سے لوگ بچھڑے کی پرستش کرتے رہے اور ہارون علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوئے۔

"وَ كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ" (سورہ الأعراف) قریب تھے کہ مجھے قتل کر ڈالتے۔

اور موسیٰ علیہ السلام کو تکلیفیں پہنچاتے تھے، یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

"لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَ قَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ" (سورہ الصف)

مجھے اللہ کا رسول مانتے ہوئے کیوں تکلیف پہنچاتے ہو.

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی جماعت میں ہر طرح کے آدمی صالح وغیر صالح داخل تھے۔آپ نے چھانٹ کر صرف بہترین کا انتخاب نہیں کیا تھا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم اور غیر مسلم کی اصلاح کا فرق ہوتا ہے۔جب کوئی قوم مسلمان ہو تو سب کو بلا امتیاز جماعت میں شریک کرنا چاہیئے۔

دوسری بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے۔کہ اگر کوئی غیر مسلم قوم غلام ہو تو اس کی آزادی کے لئے پہلے کوشش کرنی چاہیئے۔اور آزادی کی جنگ میں سب افراد صالح وغیر صالح کو شامل کیا جا سکتا ہے۔کیونکہ تمام فسادات کی جڑ حقیقت میں غلامی ہے۔اس لئے اس کو مقدم کرنا چاہیے۔سب سے پہلے جو موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو کہا وہ یہی تھا۔

"اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ" ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی گنہگاروں کو جماعت میں شامل رکھا ہے۔اگرچہ نجات اولیہ کا ان کو مستحق قرار نہیں دیا.

ایک حدیث میں ہے۔

"ثَلَاثٌ مِنْ أَصْلِ الْإِيمَانِ، الْكَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا تُكَفِّرْهُ بِذَنْبٍ وَلَا تُخْرِجْهُ مِنَ الْإِسْلَامِ بِعَمَلٍ، وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِي اللَّهُ إِلَى أَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ أُمَّتِي الدَّجَّالَ، لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ وَالْإِيمَانُ بِالْأَقْدَارِ". (أبو داود).

تین چیزیں ایمان کی اصل ہیں:

1) جو لا الہ الا اللہ کا قائل ہو اس سے رک جانا، اور کسی (غیر مکفّر) گناہ کی بنا پر کافر نہ کہو، اور نہ کسی عمل (غیر مخرج عن الاسلام) کی وجہ سے اسلام سے نکالو.

2) اور جہاد میری بعثت سے جاری ہے یہاں تک کہ میری امت کا آخری حصہ دجّال سے لڑے گا، ظالم (امیر) کا ظلم، عادل (امیر) کا عدل اسے موقوف نہیں کر سکتا۔

3) تقدیر پر ایمان.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ شریعت کے ظاہری احکام میں منافق بھی داخل رہتا ہے۔حالانکہ آخرت میں آگ کے نچلے طبقے میں ہوگا۔مسلمان اس کا وارث ہے۔اور وہ اس کا وارث ہے۔ان کا نکاح نہیں ٹوٹتا۔لڑائی میں مسلمانوں کے ساتھ شامل رہتا ہے۔مودودی صاحب نے ان تمام امور کو نظر انداز کر دیا ہے۔

تحریک کی بنیادی غلطی میں منطقی ربط کو دخل

جو فلاسفہ کی اتباع میں آپ نے اختیار کیا ہے۔احکام کی حکم و مصالح،اصل علم (صلب علم) میں داخل نہیں۔صرف ایک قسم کی رنگینی جاذب طبع پیدا کرنے والی چیزوں میں سے ہے۔ان کی جستجو اس حد تک جائز ہے۔کہ ان سے منصوص کی مخالفت لازم نہ آئے۔ورنہ یہ زندقہ و الحاد کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔

منطقی ربط کی صورت:

کہتے ہیں،اسلام محض منتشر خیالات اور منتشتر طریق ہائے عمل کا مجموعہ نہیں ہے۔جس طرح ادھر ادھر سے مختلف چیزیں لا کر جمع کر دی گئی ہوں۔ بلکہ باضابطہ نظام ہے۔جس کی بنیاد چند اصولوں پر رکھی گئی ہے۔اس کے بڑے بڑے ارکان سے لیکر چھوٹے چھوٹے جزئیات تک ہر چیز اس کے بنیادی اصولوں کے ساتھ ایک منطقی ربط ہے۔

اسلام کا نظریہ سیاسی:

دوسری جگہ فرماتے ہیں.کہ دین دراصل حکومت کا نام ہے.شریعت اس حکومت کا قانون ہے۔اور عبادت اس کے قانون اور ضابطہ کی پابندی ہے۔(خطبات ص 217)

اور نماز، روزہ، ذکر کے متعلق کہتے ہیں۔یہ ہے اس عبادت کی حقیقت،جس کے متعلق لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ محض نماز، روزہ اور تسبیح و تہلیل کا نام ہے۔اور دنیا کے معاملات سے اس کو کچھ سروکار نہیں.حالانکہ دراصل صوم وصلوۃ اور حج وزکوٰۃ اور ذکر و تسبیح انسان کو اس بڑی عبادت کے مستعد کرنے والے تمرینات ٹریننگ کورس ہیں۔(تفہیمات ص 56)

عبارات بالا سے مندرجہ ذیل امور کا پتہ چلتا ہے۔

1) تمام امورِ اسلام میں منطقی ربط ہے۔

2) اگر منطقی ربط نہ ہو تو یہ امور منتشر خیالات ہوں گے۔

3) ربطِ منطقی اس شکل مذکور میں منحصر ہے۔

4) نماز،روزہ،تسبیح و تہلیل،دنیوی معاملات کیلئے ٹریننگ کورس ہے۔

5) دنیوی معاملات میں احکام کی پابندی بڑی بات ہے۔

6) شریعت حکومت کے قانون کا نام ہے.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

7) عبادت اس کے ضابطے اور قانون کی پابندی کا نام ہے۔

8) دین حکومت کا نام ہے۔

دین جو عقائد، عبادات، اخلاق و معاملات وغیرہ کے مجموعہ کا نام ہے۔ اس کے اجزاء کے متعلق یہ سمجھ لینا کہ یہ چیزیں دنیا اور آخرت کی اصلاح کے لئے مفید ہیں۔ ان کے بیان کردہ ربطِ منطقی سے مستغنی کر دیتا ہے اور ان تمام امور کی اصلاح آخرت و دنیا میں مفید ہونا ان میں ایک قسم کا منطقی ربط پیدا کرنا ہے۔ منطقی ربط کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ان کو آپس میں بھی ایک دوسرے سے مخصوص صورت میں جوڑنے کی کوشش کی جائے۔ مودودی صاحب کی غلطی سے یہ سمجھ لیا گیا کہ جو ربط ان کے دماغ میں آیا ہے۔ وہی صحیح ہے۔ اس کے سوا اور کوئی ربط نہیں۔ اور ربط کا ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ غلطی اس قسم کی ہے۔ جیسے آج کل بعض لوگ قرآن مجید کے ظاہری معنی کو پھیر کر ایسے بعید معنی مراد لینا شروع کر دیتے ہیں۔ جن کی تائید سلف کے بیان کردہ معانی سے نہیں ہوتی۔ بلکہ محض نئی نئی تاویلات اور اعتبارات کی ایک غیر بیّن صورت ہوتی ہے۔ اگرچہ بصورتِ اعتبار ایک حد تک ان کو برداشت کیا جا سکتا ہے۔ مگر قرآنی بیان میں تسلسل پیدا کرنے کے لئے ان کا ذکر ایک قسم کی تحریف ہے۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ قرآن مجید کے واقعات میں ربط ہونے یا نہ ہونے میں جو اختلاف ہے ان میں صحیح قول یہی ہے۔ کہ ربط ہے۔ مگر ربط ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کے ظاہر معانی میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ قرآن مجید کی تفسیر سلف سے ثابت ہے اور جو ربط بیان کرتے ہیں ان سے مروی نہیں ہے۔ پس ضروری ہے کہ ایک غیر ثابت شدہ امر کو اس طرح ذکر نہیں کرنا چاہیئے کہ ایک ثابت شدہ حقیقت میں تبدیل کرنے کی ضرورت پڑے۔ یہی حال منطقی ربط کا ہے۔ قرآن وسنت کے متعدّد احکام میں ان کو اس طرح ثابت نہیں کرنا چاہیے۔ جیسے اس بیان کردہ منطقی ربط میں ہوا ہے۔ کہ نماز، روزہ، ذکر، تسبیح و تہلیل کو غیر اصلی اور چھوٹی عبادت قرار دیا ہے۔ بڑی عبادت اور اصل کسی دوسری چیز کو قرار دیا ہے۔

چونکہ مودودی صاحب اسی عینک سے تمام مسائل کو دیکھتے ہیں۔ اس لئے ان کی تمام تحریرات میں، خواہ ان کا تعلق سیاست سے ہو، یا جماعت بندی سے، اس کا اثر ظاہر نظر آتا ہے۔

جب تجدید کا ذکر کرتے ہیں تو وہاں بھی چونکہ سابق مجدّدین نے اصل دین (حکومت) میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں کی، کوئی کامل مجدّد نظر نہیں آتا۔ صرف مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ اور ان کے پیر سید احمد بریلوی رحمہ اللہ کی تحریک میں ان کو اس کا نمونہ ملتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ایک نمونہ حکومتِ اسلامی کا قائم کیا تھا۔ اگرچہ آخر نا کام ہو گئے۔

2) کہتے ہیں اگر یہ منطقی ربط نہ ہو تو اسلامی احکام منتشر خیالات ہوں گے۔ یعنی منطقی ربط کی صورت میں تو حقیقی نفس الامری امور ہوں گے۔ ورنہ خیالات میں داخل ہو جائیں گے۔ ایک امر اگر مودودی صاحب کے نظریہ پر دیکھا جائے تو حقیقت بن جاتا ہے۔ ورنہ خیال ٹھہرتا ہے۔ حالانکہ منطقی ربط نہ ہونے سے اس وقت ان میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ جب ان میں کوئی امر جامع نہ ہو۔ پھر امر جامع کے عدم علم سے ان کی نفی لازم نہیں آتی۔

3) مودودی صاحب نے اپنے خیال میں اسلام کے اصول و ارکان اور چھوٹے چھوٹے جزئیات میں منطقی ربط اس طرح سمجھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

1)اسلام ایک معاشی اور سیاسی نظام ہے۔

2)نماز، روزہ، ذکر وغیرہ ٹریننگ کورس ہیں۔

3)عقیدہ میں اس امر کا ذکر ہے کہ حاکم اور قابل اطاعت صرف اللہ ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں۔"مختصراً میں یہ بات آپ کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی دعوت توحید اور خدا پرستی محض اس معنی میں ایک مذہبی عقیدہ کی دعوت نہ تھی۔جس طرح دوسرے مذہبی عقائد کی دعوت ہوا کرتی ہے بلکہ حقیقت میں یہ ایک اجتماعی انقلاب کی دعوت تھی۔اس کی ضرب بلاواسطہ ان طبقوں پڑتی ہے جنہوں نے مذہبی رنگ میں پروہت بن کر یا سیاسی رنگ میں بادشاہ، رئیس اور حکمراں بن کر معاشی رنگ میں ساہوکار، مہاجن، زمین دار اور اجارہ دار بن کر عامۃ الناس کو اپنا بندہ بنالیا تھا"۔ (تفہیمات ص 67)

ایک جگہ لکھتے ہیں۔" البتہ اسلام کے حق میں اس رکاوٹ کو جس چیز نے شدید تر رکاوٹ بنا دیا ہے وہ ہماری یہ.....بے روح مذہبیت ہے جسے آج کل اسلام سمجھا جا رہا ہے۔اس بے روح مذہبیت کا پہلا بنیادی نقص یہ ہے کہ اس میں اسلام کے عقائد محض ایک دھرم کے مزعومات بنا کر رکھ دیئے گئے ہیں۔حالانکہ وہ ایک مکمل فلسفہ اجتماع اور نظام تمدّن کی منطقی بنیاد ہیں۔اور اسی طرح اس کی عبادات محض پوجا اور تپسیا بنا کر رکھ دی گئی ہیں۔حالانکہ وہ ان ذہنی اور اخلاقی بنیادوں کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے وسائل ہیں۔جن پر اسلام نے اپنا نظام اجتماعی تعمیر کیا ہے۔اس عمل تحریف کا نتیجہ ہے۔کہ لوگوں کی سمجھ میں کسی طرح یہ بات نہیں آتی، کہ آخر ایک سیاسی، معاشی، تمدنی لائحۂ عمل کو چلانے کے لئے ان عقائد اور عبادات کی ضرورت ہی کیا ہے"۔(مسلمان اور موجودہ سیاسی کش مکش ص 3)

اس منطقی ربط کے سمجھنے کے بعد مودودی صاحب نے اس طرح اسلام کو سمجھا ہے۔

پہلے اَصل الاَصول کلمہ طیبہ "لا إله إلا الله" کو لیا ہے۔

1)إله[1] کے معنی معبود کے (جو مشہور ہیں) کئے ہیں۔

2)اور عبادت کے معنی اطاعت کے لیے ہیں۔

3)اطاعت چونکہ حکم کی تعمیل کا نام ہے اس سے یہ نتیجہ اَخذ کیا ہے کہ حاکمیت اللہ کے ساتھ مختص ہے۔

4)انبیاء علیہم السلام نے جو زندگی کے لئے نظام مرتب کیا ہے۔اس کا مرکز یہی عقیدہ ہے۔اس سے یہ سمجھا کہ انبیاء علیہم السلام کی آمد کا اصل مقصد حکومت الٰہیہ کا قیام ہے۔

5) اور اس کے قیام میں کوشش کرنا یہی اصل عبادت ہے۔ارکان اسلام جو پوجا پاٹ کی صورتیں ہیں وہ اصل عبادت نہیں بلکہ اصل عبادت کیلئے ٹریننگ کورس ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض چونکہ حکومتِ الٰہیہ کا قیام ہے۔اس واسطے مجدّد کا اصل کارنامہ بھی یہی ہونا چاہیے کہ جاہلیت کے ہجوم سے اسلام کو از سرِ نو چمکا دینا، اس پر یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ مجدّد کا مقام خالی ہے۔اس جگہ قابل تحقیق امر یہ ہے کہ عبادت کی حقیقت کیا ہے۔

---

[1]) مودودی صاحب إله کا مفہوم اقتدار کرتے ہیں "مرتب"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا عبادت صرف طاعت ہے.

"عبادت" حقیقت میں تعظیم مخصوص کا نام ہے۔یعنی جو تعظیم اس خیال پر بجالائی جائے کہ معظَّم میرا مشکل کشا یا حاجت روا ہے۔حاجت روائی یا مشکل کشائی سے غیبی قوت یا قہری شفاعت سے حاجت روائی یا مشکل کشائی مراد ہے۔

قران مجید میں ہے۔

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ"

تمہارے رب نے کہا مجھے پکارو۔میں تمہاری دعا قبول کروں گا.جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ جہنم میں ذلیل وخوار ہوں گے۔

پہلے شروع آیت میں دعا کرنے یعنی مانگنے کا ذکر ہے۔اور آخر آیت میں اس کو عبادت کہا ہے۔جس کا یہ مطلب ہے کہ جس تعظیم سے غرض مشکل کشائی وحاجت روائی ہو۔وہ عبادت ہے۔حدیث شریف میں ہے۔

"الدعاء هو العبادة" عبادت دراصل مانگنے کا نام ہے۔

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا۔

"وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ" (الاحقاف)

اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہے جو ان سے مانگتا ہے جو اس کی مشکل حل نہیں کرتے بلکہ ان کی طلب سے بے خبر ہیں اور جب لوگ جمع ہوں گے تو ان کے دشمن بن جائیں گے اور ان کی عبادت سے انکار کریں گے۔

اس آیت میں پہلے مانگنے کا ذکر کیا اور بعد میں اس کو عبادت سے تعبیر کیا ہے۔اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو تعظیم مانگنے کے لئے ہو وہ عبادت ہے۔مگر مطلق مانگنا مراد نہیں.بلکہ ایسی چیز مانگنا مراد ہے جو صرف اللہ ہی دے سکتا ہے۔ جیسے اس آیت میں ذکر ہے۔کہ ان کے معبود اس کے دینے سے عاجز ہیں۔یعنی وہ صرف اللہ ہی دے سکتا ہے۔اور لغت میں عبادت انتہائی ذلّت کو کہتے ہیں جیسے زمخشری وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ وغیرہ نے عبادت کے معنی (غاية المحبّة مع غاية الذل) کیا ہے.انتہائی محبت کے ساتھ انتہائی تعظیم و عاجزی وپستی ہے۔مگر انتہائی پستی کا تعلق دل سے ہے یعنی معبود میں۔غیبی قوت یا قہری شفاعت کا مقام سمجھ کر اس سے محبت کرے۔ پس جو تعظیم اس اعتقاد کی بنا پر ہو جن کا ذکر کیا ہے وہ عبادت ہوگی۔پس طاعت کو عبادت کہنا درست نہیں۔بلکہ اس کے معنی پوجا پاٹ کا ہی لینا چاہیے،یا تعظیم مخصوص جس کا ذکر ہو چکا ہے، طاعت اس لئے عبادت نہیں کی عبادت اللہ کے ساتھ مختص ہے۔جیسے قرآن مجید میں ہے۔

"وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ" (زخرف)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے، پوچھ کیا ہم نے رحمن کے علاوہ اور الٰہ ٹھیرائے ہیں جن کی عبادت کی جائے۔

یعنی اللہ تعالی نے کسی نبی کی معرفت یہ حکم نہیں دیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت کی جائے۔ یعنی اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں. صرف اللہ ہی کی عبادت ہونی چاہیے غیر کی عبادت نہ استقلالاً جائز ہے نہ تبعاً.

دوسری جگہ فرمایا ہے۔

"وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ" (الانبیاء)

جو رسول آیا اس کی طرف ہم نے یہ وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں. پس میری عبادت کرو

تیسری جگہ فرمایا۔

"وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ" (بنی اسرائیل)

اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت ہو۔

چوتھی جگہ فرمایا۔

"اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ" (یوسف)

اس نے حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت ہو۔

اور اطاعت غیر کی بھی جائز ہیں۔ جیسے مندرجہ ذیل آیت سے معلوم ہوتا ہے۔

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ" (نساء)

اے ایمان والو اللہ کی اور رسول کی اطاعت کرو، اور امراء کی بھی اطاعت کرو۔

اس آیت میں اللہ کے سوا پیغمبر اور امیر کی بھی اطاعت کا حکم ہے۔ اگرچہ پیغمبر کی اطاعت اس لئے ہے کہ وہ رسول ہے۔ اور امیر کی اطاعت ان امور میں ہے جو اس کے سپرد ہیں۔ اگر شریعت کے خلاف حکم دے۔ تو اس کی اطاعت منع ہے۔ بہرکیف اطاعت ایک طرح سے غیر کی بھی ہوسکتی ہے۔ مگر عبادت کسی طرح بھی غیر کی جائز نہیں۔ جیسے آیات بالا سے معلوم ہوتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے طاعت اور عبادت میں عام وخاص کی نسبت ہے۔ یعنی طاعت عام ہے اور عبادت خاص تعظیم کا نام ہے، ہر تعظیم عبادت نہیں. اسی طرح ہر اطاعت عبادت نہیں۔

عبد اور عابد میں فرق: عبد کے معنی غلام کے ہیں. یہ عبودیّت بمعنی غلامی سے ماخوذ ہے۔ اور عابد کے معنی پرستش کرنے والا ہے۔ اور یہ عبادت سے ماخوذ ہے۔ اور عبادت پرستش، پوجا پاٹ، تعظیمِ مخصوص کے معنی ہیں۔ بعض لوگ آیتِ ذیل سے عبودیت اور عبادت کے ایک ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔

"اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ" (مومنون)

(فرعون اور اس کے سرداروں نے کہا) کیا ہم اپنے جیسے دو انسانوں کی بات مان لیں اور ان کی قوم ہماری پرستار ہیں.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں قوم بنی اسرائیل کو عابد کہا ہے۔ حالانکہ وہ فرعون کی غلامی ہی کرتے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ غلامی کو ہی عبادت کہا ہے۔ پس عبودیت کا عبادت ہونا ثابت ہوگیا۔

غلطی کی وجہ: غلطی کی وجہ یہ ہے کہ عابد مطیع کا ہم معنیٰ سمجھا گیا ہے۔ اور اس معنیٰ کو حقیقی سمجھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بعض نے نے عابد کے معنی پرستش کرنے کے لئے کئے ہیں کیونکہ فرعون بنی اسرائیل سے اپنی پرستش کراتا تھا جیسے قرآن مجید کی یہ قرأت "والهتك" تیری عبادت کو (چھوڑتا ہے) سے معلوم ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں استدلال درست نہیں۔ اور بعض نے اطاعت کو ہی عبادت کہا ہے۔ مگر اطاعت بمعنی مجازی کہا ہے۔ یعنی لغوی معنی عبادت کا طاعت نہیں۔ بلکہ مجازاً اطاعت کو عبادت کہا ہے۔ پس اس صورت میں بھی استدلال درست نہیں۔ کیونکہ یہ اطلاق مجازی ہے حقیقی نہیں ہے۔ زمخشری نے کشاف میں تصریح کی ہے۔ پس اس آیت سے استدلال کرنا حقیقتِ حال ناواقفی پر مبنی ہے۔

عبادت اور طاعت میں فرق کی دوسری وجہ: علماء اہل سنّت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ گناہ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ ہے جو بدون توبہ بھی معاف ہو سکے ہیں۔ اگر ان کی سزا بصورتِ جہنم ملی تو محدود ہوگی۔ اس کے بعد رہائی ہوگی۔ اخیر جنت میں دخول ہوگا۔ اور بعض گناہ ایسے ہیں جن کی سزا میں خلود ہمیشگی کی ہے۔ رہائی کی امید نہیں۔ نابدون توبہ معافی کی گنجائش ہے۔ اس قسم کے گناہ کو کفر وشرک، نفاق حقیقی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور پہلے گناہ وہ ہیں جو ان کے علاوہ میں ہیں۔ یعنی مومن کی عملی غلطیاں ہیں جو ایمان لانے کے بعد کفر وشرک کے سوا صادر ہوتی ہے۔ جیسے جھوٹ، چغلی، بدکاری والدین کی نافرمانی، یتیموں پر ظلم، جھوٹی گواہی، جھوٹی قسم وغیرہ۔ مندرجہ ذیل قرآنی آیت سے وہ استدلال کرتے ہیں۔

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ" (نساء)

اللہ تعالیٰ شرک معاف نہیں کرتا، اور اس کے علاوہ جس کو چاہے معاف کر دے۔

احادیث متواترہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ آخری رہائی کے لئے کفر، شرک اور نفاق سے پاک ہونا شرط ہے۔ اگر ادنی درجہ کا ایمان بھی دل میں ہوگا تو دوزخ سے رہائی ہوگی۔

مگر طاعت کو عبادت کہنے سے یہ تفریق باطل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ہر گناہ میں چونکہ نفس وغیرہ کی، طاعت ہی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ نفس وغیرہ کی عبادت ہوگی اور غیر کی عبادت چونکہ شرک ہے۔ اس لئے ہر گنہگار مشرک ہوگا۔ اور شرک کی سزا قابل معاف نہیں بلکہ خلود ہمیشگی ہے۔ اور یہ مذہب اہل سنّت کا نہیں۔ بلکہ خوارج ومعتزلہ کس ہے۔ وہ کہتے ہیں مرتکب کبیرہ اگر بدون توبہ مرجائے تو ابدی جہنمی ہوگا۔ کیونکہ خوارج کے نزدیک وہ کافر ہے۔ اور معتزلہ کے نزدیک مومن نہیں۔

حکم کا اطلاق مختلف معانی پر ہوتا ہے۔

1) تکوینی اس جہاں میں متصرّف صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے تصرف کو حکم تکوینی کہتے ہیں۔ جیسے اس آیت میں ہے۔

"اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" (یوسف)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

2) اخروی، مصلحت یا مفسدت کی بنا پر کسی امر کو واجب یا حرام وغیرہ قرار دینا حکم شرعی کہلاتا ہے۔ حکم عقلی، عقلی طور پر کسی چیز میں خوبی ثابت کرنا یا خرابی ظاہر کرنا اس مصلحت دنیوی کی بنا پر لازم یا منع قرار دینا حکم عقلی ہے۔ حکم حسنی، حکم تجربی، حکم حدثی وغیرہ اس کے قریب قریب ہیں۔

پس جو شخص یہ خیال کرتا ہے، کہ عبادت اصل میں طاعت کا نام ہے۔ اور پرستش اس کی ایک تکمیلی صورت ہے، یا اس کے تمرین ٹریننگ کورس ہے۔ اور اطاعت میں اجتماعی نظم کے متعلقہ احکام کی پابندی کو اصلی عبادت قرار دیتا ہے۔ تو لامحالہ اس کی تمام جدوجہد قائم شدہ اسلامی حکومت کی قانونی حدود میں طاعت و فرمانبرداری بڑی عبادت ہوگی۔ اگر اسلامی حکومت قائم نہیں تو اس کے قیام کی کوشش کرنا اس کا اصل مقصد اور بڑی عبادت ہوگی۔ اور اس کے لئے وسائل جمع کرنا، حجرہ نشینوں کی تحقیر اور اسلامی عبادت کو صرف وسیلہ سمجھ کر بقدر ضرورت اختیار کرنا ہوگا۔ اور جو شخص نماز، روزہ، حج، زکوۃ، تلاوت قرآن وغیرہ میں لگا رہے، اور اسلامی حکومت کے قیام میں زیادہ منہمک نہ رہے، یا وقتی حالات کا جائزہ لے کر اس میں سرگرم عمل نہ ہو۔ اگر اسلامی حکومت قائم ہو چکی ہو مگر اس کے قائد اچھے نہ ہوں۔ تو قیادت صالح کے لئے ان کی طرح اس منطقی ربط والے طریقہ پر کاربند نہ ہو تو ایسا شخص پہلے خیال والے اشخاص کے نزدیک اصلی عبادت سے غافل اور ہدفِ ملامت بننے کے لائق ٹھہرے گا۔

اور جس شخص نے سمجھا کہ عبادت ان چند تعظیمی امور کا نام ہے جن کو نماز، روزہ، حج، زکوۃ، ذکر و تلاوت قران کہتے ہیں۔ تو ایسا شخص حتی الامکان انہیں میں لگا رہے گا اور باقی فرائض سے بری الذمہ ہونے کی کوشش کرے گا۔ اگر اسلامی حکومت قائم ہے۔ تو اس میں بغاوت نہ پھیلائے گا۔ اور کام کے ساتھ نزاع و جھگڑا نہ کرے گا۔ اگر اسلامی حکومت قائم نہیں تو اصل مقصد جو اللہ تعالے کی عبادت ہے۔ اس میں لگا رہنے کے باوجود وقتی فرض سے بھی غافل نہ رہے گا یعنی اسلامی حکومت کے قیام کی کوئی ممکن صورت نظر آئے تو حتی الامکان اس کے لئے بھی کوشش کرے گا۔ مگر اصل مقصد اللہ کی عبادت ہی کو سمجھے گا۔ اگر امیر یا بادشاہ غلط راستہ پر ہو، تو حتی الامکان صحیح راستہ کی طرف راہنمائی کرے گا۔ تلاوت قرآن، ذکر، نماز، روزہ کو اپنا خاص شغل بنائے گا۔

قرآن مجید میں ہے۔

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ" (الذّاریات)

میں نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ میں ان سے روزی کمانے کا مطالبہ نہیں کرتا، اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھلائیں۔ یقیناً اللہ ہی رازق، طاقت والا مضبوط ہے۔

ان آیتوں میں انسانی مساعی کے دو حصے کئے ہیں۔ ایک عبادت اور ایک معیشت کے اسباب و ذرائع حرفت، تجارت، زراعت، ملازمت، مزدوری کا اختیار کرنا۔ آیت کا یہ مطلب ہوا کہ انسان عبادت کیلئے بنا ہے۔ معاشی ذرائع میں لگا رہنے کے لئے نہیں بنا۔ اگرچہ ضرورت کے وقت ان کا اختیار کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ مگر ان کو عبادت کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ یعنی یہ چیزیں اصل وضع میں عبادت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں ۔اگر چہ طاعت کی صورت میں قیود مذکور بالا کے ساتھ ان میں عبادت بننے کی صلاحیت ہے۔

دوسری جگہ فرمایا۔

"وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۖ وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ ۝ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ" (طه)

اپنے رب کی تسبیح اس کی حمد کے ساتھ سورج نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے بیان کیا کرو اور رات کی گھڑیوں میں تسبیح بیان کرا ور دن کے دونوں طرف شاید تو راضی ہو جائے ۔اور جو چیز ہم نے دنیا کی تر و تازگی سے قسم قسم ان کو امتحان کرنے کے لئے دی ہیں ۔اسکی طرف نظر جما کر نہ دیکھ، تیرے رب کا رزق بہتر اور پائیدار ہے ۔اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر صبر کر۔ہم تجھ سے روزی کمانے کا مطالبہ نہیں کرتے ، تجھے ہم روزی دیں گے ۔اور پرہیز گاروں کا انجام بہتر ہے۔

اس آیت میں بھی ذکر، نماز کی طرف ترغیب دلائی اور معاشی ذرائع اختیار کرنے کو فرائض سے خارج کر دیا۔

اسی طرح ایک جگہ فرمایا۔

"وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا" (کهف)

(اے پیغمبر) اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روک رکھ جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں ۔اس کی رضامندی چاہتے ہیں ۔اور اس کا کہا نہ مان، جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا، اور اپنی خواہش کے پیچھے لگا، اور اس کا کام حد سے گزرا ہوا ہے۔

اس آیت میں بھی صبح و شام اپنے رب کو پکارنے والوں یعنی "سبحان اللہ والحمد للہ" کہنے والوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا۔

ایک جگہ فرمایا۔

"فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ" (حجر)

اپنے رب کی حمد کے ساتھ ساتھ تسبیح بیان کرا ور سجدہ کرنے والوں میں ہو اور موت تک اپنے رب کی عبادت کر۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم نہیں دیا۔کہ مال جمع کروں اور تاجر بنوں ۔بلکہ مجھے یہی فرمایا ہے کہ اپنے رب کی حمد اور تسبیح بیان کرا ور سجدہ کر، اور موت تک عبادت میں لگا رہ۔

ان آیات مذکورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل انسانی زندگی کا مقصد عبادت ہے ۔اور عبادت نماز، روزہ، وذکر کا نام ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔

"بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ، شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ". (بخاری ومسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا سائبان پانچ ستونوں پر قائم ہے۔اس امر کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صل اللہ علیہ وسلم اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے .نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ کا ادا کرنا، حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ (بخاری ومسلم)

جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صل اللہ علیہ وسلم سے پوچھا.احسان (نیکی کرنا) کیا ہے۔آپ نے فرمایا۔

"أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ" اللہ کی اس طرح عبادت کرے کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے.(بخاری ومسلم)

اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ عبادت پرستش ہی کا نام ہے۔

اسلامی حکومت کا قیام بھی اس لئے ہے۔کہ عبادت میں سہولت ہو۔جیسا آیت استخلاف سے معلوم ہوتا ہے۔اس کے اخیر میں فرمایا.

(يَعْبُدُونَنِي) (اللہ تعالی بحسب وعدہ ان کو خلیفہ بنائے گا) وہ میری عبادت کریں گے۔(نور)

اور دوسری جگہ فرمایا۔

"الَّذِينَ إِنْ مَّكَّنَّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ أَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ" (حج)

ان کو ہم نے اگر زمین میں جگہ دی تو نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔

عبادت اور طاعت اپنے اُخروی اثر میں ایک لحاظ سے برابر ہیں یعنی دونوں کے بجالانے سے فلاح اور دونوں کے چھوڑنے سے خسران ہے۔اگرچہ خسران، خسران میں فرق ہے۔

اور دار دنیا کی عادات میں اکثر جگہ مقصد دنیا کی اصلاح ہے۔مگر عبادات سے اصل غرض اصلاحِ دنیا نہیں بلکہ اصلاحِ آخرت اور رضائے الٰہی ہے۔ہاں یہ ضروری بات ہے کہ عبادت سے دنیا میں ایسے فوائد مرتب ہوتے ہیں جن سے دنیوی امور کی بھی کچھ نہ کچھ اصلاح ہوتی ہے.اگرچہ وہ اصلاح مقصد نہیں۔

عبادت کی اصلی غرض اور اس کے دوسرے فوائد

حقیقت میں عبادت اس فطری امر کے اظہار کے لئے ہے۔جو اللہ تعالی نے انسان میں پیدائشی طور پر رکھا ہے۔انسان کی بناوٹ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ اس کا کمالِ روحانی، اس کی عبادت سے وابستہ کر دیا گیا ہے۔عبادت کرنے سے جنت میں داخل ہونے کی استعداد اور اللہ کے دیدار کی قابلیت در جہنم کا ایندھن بننے کے خلاف ایک صفت پیدا ہوتی ہے۔جیسا پہلے بیان ہو چکا ہے۔

عبادت کے ترک سے انسان میں روحانی اندھاپن اور جہنم کا ایندھن بننے کی استعداد اور جنت میں داخل ہونے کی قابلیت کا فقدان ظاہر ہوتا ہے۔اس اصل غرض کے علاوہ عبادت پر جو فوائد مرتب ہوتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔[1] نماز پڑھنے سے چونکہ دل، اس زنگ سے صاف ہوتا ہے۔جو دل کو اندھا کرتا ہے۔اس لئے ایک قسم کی روشنی دل کو عنایت ہوتی ہے۔جس کی بنا پر انسان گناہوں سے متنفّر ہوتا ہے اور شہوت میں اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔اور یہ چیز تمدن کے لئے مفید ہے۔

---

[1] نماز کا مقصد قرآن میں "إن الصلاة تنهى عن الفحشاء والمنكر" بیان کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نماز کا طبّی فائدہ: نماز میں نجاست (گندگی ظاہری) سے پرہیز لازمی قرار دی گئی۔طہارت، وضو، غسل پاکیزگی کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے لازمی طور پر اس کا صحت پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ پانچ وقت کی پابندی سے کاہلی اور سستی کم ہو جاتی ہے۔قیام میں ٹانگوں اور رکوع میں پیٹھ، اور سجدہ میں سب اعضاء، اور بیٹھنے میں پاؤں، اور رفع یدین کرنے، اور ہاتھ باندھنے سے ہاتھوں کے فضلات تحلیل ہو جاتے ہیں۔

اقتصادی فائدہ: نماز پڑھنے اور پابندی کرنے سے جب انسانی جذبات میں اعتدال آجاتا ہے تو خواہ مخواہ اس کی اقتصادی زندگی پر اچھا اثر پڑتا ہے۔کیونکہ اقتصادی زندگی پر جذبات کا کم وبیش اثر ضرور پڑتا ہے۔

سیاسی فائدہ: نماز پڑھنے سے اللہ تعالی کا شعور اور پابندی اوقات سے فرض شناسی اور ضبطِ نفس کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔قربانی کی عادت پڑتی ہے۔یہ امور سیاست میں مفید اور کارآمد ہیں۔

معاشرتی فائدہ: نماز باجماعت سے ایک دوسرے کی پہچان اور اختلاط کی بنا پر ایک دوسرے سے اُنس اور رحمت وشفقت کا پیدا ہو جانا ایک واقعی امر ہے۔ایک دوسرے کی معرفت سے ایک دوسرے کی حاجت کا احساس لابدی چیز ہے۔یہ چیزیں معاشرے کو مضبوط کرتی ہیں.

مساوات کا سبق: ایک صف میں بلا امتیاز فقیر وغنی، خاندانی وغیر خاندانی کا کھڑا ہونا، امام بننے کے لئے صرف قرآن کا زیادہ جاننا، سنت سے زیادہ واقف ہونا، جو پہلے آئے اس کا پہلی صف میں جگہ پانا، یہ سب امور مساوات کا سبق دیتے ہیں۔

دینی فائدہ: اللہ تعالی کا شعور، نورانیت قلب، دل کی اصلاح، ملاء اعلیٰ کے سَاتھ تعلّق، اللہ تعالی کی محبت اس سے پیدا ہوتی ہے، روح میں وہ کمال پیدا ہوتا ہے۔جس پر نجاتِ اُخروی موقوف ہے۔اعتقاد میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔یہاں تک کہ بعض افراد یقین کے بلند مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔

مگر ان فوائد میں فرق ہے۔عبادت کے لئے جو دنیوی فائدے ذکر کئے گئے ہیں، وہ نماز کی غرض وغایت قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ کیونکہ عبادت کی حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔بلکہ صورت سے ہے۔مثلاً نماز کا طبی فائدہ بعض اعضاء کے فضلات کا تحلیل ہونا، عبادت یعنی تعظیم مخصوص یا ذات کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں. بلکہ تعظیم کی ایک مخصوص صورت کے ساتھ ہے۔

یہی حال باقی فوائد مذکورکا ہے۔سوائے اس دینی فائدہ کے جس کے متعلق ہم نے بار بار یہ لکھا ہے کہ وہ نماز کی غرض وغایت ہے۔یعنی دنیا میں رضاء الٰہی اور آخرت میں نجات وفلاح۔

ارکانِ اسلام کے متعلق مولانا کا نظریہ:

فرماتے ہیں۔عام طور پر لوگ کہتے رہے ہیں۔کہ اسلام کے پانچ ارکان کلمہ توحید ورسالت، نماز، روزہ، حج اور زکوۃ لوگ یہ سمجھتے رہے ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ایک مدّت سے یہ غلط فہمی رہی ہے کہ ان ہی چیزوں کا نام اسلام ہے اور واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے۔اس سے مسلمانوں کا طریقہ اور طرزِ عمل پوری طرح بگڑتا گیا ہے۔(کوثر 9 فروری 51 بیان مودودی)

مولانا صاحب کا یہ محض خیال معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیزیں ارکان اسلام کے نام سے ویسے ہی مشہور ہوگئی ہیں،کتاب وسنت میں اس کی کوئی سند نہیں ملتی۔محض غلطی کی بنا پر ایسا کہا جاتا ہے۔اس کی وجہ سے مسلمانوں کا طرزِ عمل بگڑتا گیا ہے۔حالانکہ دینی علم سے ادنی واقفیت رکھنے والا بھی ان امور کے ارکانِ اسلام ہونے کو جانتا ہے۔امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الایمان کو اسی حدیث سے شروع کیا ہے۔اور عبادات (نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ) کی ترتیب میں اسی حدیث کو بنیاد قرار دیا ہے۔

اُمورِ مذکورہ کے ارکان ہونے کا ثبوت: "بُنِيَ الإِسلام على خمسٍ" (بخاری)

اسلام پانچ ارکان پر بنایا گیا ہے.

اس حدیث میں صاف طور پر مذکور ہے کہ اسلام کی بنا پانچ چیزوں پر ہے۔توحید ورسالت کا دل سے اقرار،نماز قائم کرنا،زکوٰۃ کا ادا کرنا، رمضان کے روزے،بیت اللہ کا حج کرنا(بخاری) فتح الباری میں ان کو ارکان کہا گیا ہے۔

انہی چیزوں کو اسلام یا اسلام کے ارکان کیوں قرار دیا گیا ہے۔حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کتاب الایمان میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے.جس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے معنے انقیاد کے ہیں۔حقوق دو قسم کے ہیں.حقوق اللہ اور حقوق العباد۔حقوق اللہ دو قسم پر ہیں فرض اور مستحب۔فرض دو قسم ہیں۔عین اور فرض کفایہ۔حقوق العبار چونکہ بندوں کے حقوق ہوتے ہیں۔اس واسطے مطالبہ انکی طرف سے قائم ہوتا ہے۔ان کا ادا کرنا انقیاد الٰہی کی بنا پر نہیں ہوتا صرف انقیاد حقوق اللہ ہی میں ہوتا ہے۔جو فرض ہیں۔وہ چونکہ دو قسم پر ہیں۔ایک فرض عین اور ایک فرض کفایہ۔فرض کفایہ چونکہ بعض کے ادا کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے۔اس واسطے صحیح معنی میں صرف انہی حقوق اللہ میں جو فرض عین ہیں۔انقیاد الٰہی محقّق ہوتا ہے اور وہ صرف یہی امور ہیں۔

پس اسلام سے مراد وہ انقیاد الٰہی ہے۔جو لازم ہو اور اس میں اللہ تعالی کے آگے عاجزی ہو۔اور یہ باتیں صرف انہی امور میں پائی جاتی ہیں۔

جہاد اگرچہ سب سے اہم امر ہے۔مگر وہ مقاصد میں داخل نہیں ہے.مقصد صرف اللہ کی عبادت ہی ہے۔اور جہاد اگرچہ ایک معنی سے عبادت ہے۔اور بعض وقت وہ افضل عبادات بن جاتا ہے۔مگر پھر بھی اصل میں فرض کفایہ اور وسیلہ ہے مقصد نہیں۔

مودودی صاحب نے امور مذکورہ کے ارکان اسلام ہونے سے کیوں انکار کیا ہے۔

ان کا خیال ہے کہ پوجا پاٹ کے طریقوں کو مذہب کہا جاتا ہے۔اور اسلام اس معنے میں مذہب نہیں۔بلکہ ایک انقلابی نظریہ ہے۔معاشی اور سیاسی لائحۂ عمل ہے۔معاشی اور سیاسی لائحۂ عمل کے ساتھ محض پوجا پاٹ کو کوئی نسبت نہیں۔امور مذکورہ دراصل ٹریننگ کا کام دیتے ہیں۔اور اصل عبادت کے لئے تیار کرتے ہیں۔پس ضروری ہے۔کہ ان امور کو ارکانِ اسلام نہ کہا جائے۔کیونکہ ان کو اگر ارکانِ اسلام کہا جائے گا تو غلط فہمی میں مبتلا ہو کر یہ سمجھنے لگیں گے کہ اصل مقصد یہی امور ہیں۔اور اصل اسلام (جو سیاسی اور معاشی لائحۂ عمل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے) کی اہمیت کم ہو جائے گی ۔لوگ نماز ، روزہ ، حج ، زکوٰۃ ، توحید و رسالت کے دلی اقرار کو ہی اہم سمجھ کر ان میں لگے رہیں گے ۔اور باقی امور کو زندگی کی ضروریات سمجھ کر ان پر عمل کریں گے ۔مقصدِ زندگی نہیں سمجھیں گے ۔" اصل میں علماء نے لوگوں کو اس غلطی میں ڈال کر دین کی تحریف کر دی ہے ۔ یہ لوگ سارا دن قال اللہ قال الرسول کی گردان کرتے رہتے ہیں ۔مگر اصل حال سے بالکل بے خبر اور ناواقف ہیں ۔ان کو کچھ پتہ نہیں کہ اسلامی تحریک کیسے چلائی جاتی ہے" ۔پس دراصل یہی وجہ ہے جس کی بنا پر مودودی صاحب نے امور مذکورہ کے ارکان اسلام ہونے کو پسند نہیں فرمایا ۔مودودی صاحب کے اس خیال کا ذکر اور رَدّ مفصل طور پر گذر چکا ہے ۔اور یہ خیالات خود غلط ہیں ۔مقصدِ زندگی عبادت ہے ۔اور عبادت کا اکثر حصہ دراصل یہی امور ہیں ۔ باقی اکثر چیزیں خواہ معاشی ہوں یا سیاسی ضروریات زندگی سے ہیں نہ مقصد زندگی سے ۔

اصل مقصد جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا: یہی ایمان اور روزہ ہیں ۔جہاد وغیرہ دنیا کی اصلاح کے لئے ہیں ۔تاکہ عبادت میں سہولت ہو ۔قرآن مجید میں ہے ۔

"وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى " (نساء)

ہر ایک (مجاہد غیر مجاہد) سے اللہ نے نیکی (جنت) کا وعدہ کیا ہے ۔

مگر جس وقت اصل مقصد قیام حکومتِ الٰہیہ قرار دیا جائے ۔تو ہر جگہ معاملہ کی نوعیت اسی قسم کی ہونی چاہیے ۔اسی واسطے مودودی صاحب نے جب یہ سمجھا تو سابق مجدّدین سے کسی کو کامل مجدّد قرار نہیں دیا ۔کیونکہ ان سے پہلے اکثر مجدّدین نے حکومتِ الٰہیہ کے قیام کی کوشش نہیں کی ۔بلکہ حکومت سے بھاگتے رہے ۔اور نہ ہی کوئی جماعت ، اسلامی جماعت کی نوعیت کی بنائی ۔جیسے مودودی صاحب فرماتے ہیں ۔

" چونکہ میرے پیشِ نظر تحریکِ اسلامی کا احیاء ہے اس لئے مجھے بھی اسی تدریج کے ساتھ اپنے مقصد کی طرف پیش قدمی کرنی پڑی ہے ۔ جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے" ۔ (سیاسی کشمکش حصہ سوم ص 2)

"مسلمانوں میں عموماً جو تحریکیں اٹھتی رہی ہیں اور جو اب چل رہی ہیں ۔پہلے ان کے اور اس تحریک میں اصولی فرق کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے ۔اوّلاً ان میں یا تو اسلام کے کسی جزو کو یا دنیوی مقاصد میں سے کسی مقصد کو لے کر بناءِ تحریک بنایا گیا ۔لیکن ہم عین اسلام اور اصل اسلام کو لے کر اٹھ رہے ہیں ۔اور پورا کا پورا اسلام ہی ہماری تحریک ہے" ۔ (روداد جماعت اسلامی حصہ اول ص 5)

تجدیدِ احیاءِ دین مودودی صاحب کی نظر میں :

"تجدید دراصل نام ہے جاہلیت کے ہجوم سے اسلام کو نکال کر از سرِ نو چمکا دینا" ۔ (تجدید و احیاءِ دین)

" پھر جاہلیت کی تین قسمیں بیان کی ہیں ۔ایک جاہلیت خالصہ ۔دوم جاہلیت مشرکانہ ۔سوم جاہلیت راہبانہ ۔ان تینوں جاہلیتوں کا اثر جو نظام حکومت پر پڑتا ہے اس کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے ۔پھر ان تینوں کے نتائج متحد کرنے کی لاطائل کھینچا تانی کی ہے ۔پھر اسلامی نظامِ حکومت کا ذکر کیا ہے ۔تاکہ ان نظامات کو جو ان جاہلیتوں نے کھڑے کئے ہیں ، اسلامی نظام کے مقابل پیش کر کے ایک امتیازی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خط کھینچ دیا جائے۔ جاہلیت خالصہ کی بنیاد دہریت پر رکھی گئی ہے۔ یعنی انکارِ خدا پر، اس کے متعلق لکھا ہے کہ اس نظریہ کی عین فطرت یہی ہے کہ اس کی بنیاد پر ایک خالص مادّہ پرستانہ نظامِ اخلاق بنتا ہے۔ یہ ظلم مملکت کی شکل اختیار کرتا ہے کہ طاقتور طبقے اپنے سے کمزور طبقوں کو کھاتے اور دباتے ہیں۔ اور مملکت کے باہر اس کا ظہور قوم پرستی (امپیریلزم) اور ملک گیری اور اقوام کُشی کی صورت میں ہوتا ہے۔

(تجدید واحیاء دین ص 10)

جاہلیت مشرکانہ میں لکھا ہے۔ انبیاء علیہم السلام تعلیم کے اثر سے جہاں لوگ اللہ واحد قہّار کی خدائی کے قائل ہو گئے۔ وہاں سے خدائی کی دوسری صورتیں رخصت ہوگئیں۔ مگر انبیاء، اولیاء، شہداء، صالحین، مجاذیب، اقطاب، ابدال، علما و مشائخ اور ظل اللّٰہی کی خدائی پر بھی کسی نہ کسی طرح عقائد میں سر نکالتی رہی۔ (تجدید واحیاء دین ص 11)

آگے چل کر لکھتے ہیں۔

مشرک انسان لامحالہ خود ایک اخلاقی نظریہ بناتا ہے۔ اور خود ہی اس نظریہ کی بنیاد پر ایک شریعت تصنیف کرتا ہے۔ اسی طرح وہ جاہلیت محضہ پر سرِ کار آتی ہے۔ (تجدید ص 11)

اس کے آگے لکھتے ہیں۔

فرق صرف یہ ہے کہ مشرکین کی قوتِ واہمہ حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ اس لئے ان کے افکار میں خیال آرائی کا عنصر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اور ذرا عملی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ (تجدید ص 12)

جاہلیت راہبانہ کے متعلق کہتے ہیں۔ یہ نظریہ بجائے خود تمدّنی نظریہ ہے۔ پھر کہتے ہیں۔

پہلی دونوں قسموں کی جاہلیتوں کے ساتھ تیسری قسم کا تعاون عموماً تین صورتوں سے ہوتا ہے۔

1) یہ راہبانہ جاہلیت کے نیک اور پاک باز افراد کو دنیا کے کاروبار سے ہٹا کر گوشۂ ذلّت میں لے جاتی ہے۔ اور بدترین قسم کے شریر افراد کے لئے میدان صاف ہو جاتا ہے۔ (تجدید ص 14)

2) وہ ان کے اندر غلط قسم کا صبر و تحمل اور مایوسانہ نقطہ نظر پیدا کر کے انہیں ظالموں کے لیے نرم نوالہ بنا دیتے ہیں۔ (تجدید ص 15)

3) جب یہ رہبانی فلسفہ شکست کھاتا ہے۔ تو کتاب الحیل کی تصنیف شروع ہوتی ہے۔ (تجدید)

مگر انبیاء علیہم السلام کی امتوں میں جب یہ گھس آتی ہے تو کچھ اور ہی گُل کھلاتی ہے۔ خدا کے دین پر اس کی پہلی ضرب یہ ہوتی ہے۔ کہ دنیا کو دارالعمل، دارالامتحان اور مزرعۃ الآخرۃ کے بجائے دارالعذاب اور مایا کا جال کی حیثیت سے پیش کرتی ہے۔

اس ذہنیت نے انبیاء کی امتوں میں سے ایک گروہ کو مراقبہ اور مکاشفہ، چلّہ کشی و ریاضت اور اوراد و وظائف، احزاب اعمال، اس پر مقامات اور حقیقت کی فلسفیانہ تعبیروں کے چکر میں ڈال دیا۔ اور مستحبّات و نوافل کے التزام میں فرائض سے بھی زیادہ منہمک کر کے خلافتِ الٰہیہ کے اس کام سے غافل کر دیا۔ جس کو جاری کرنے کے لئے انبیاء علیہم السلام آئے تھے۔ اور دوسرے گروہ میں تعسّف، تعمّق في الدین، موشگافی، چھوٹی چھوٹی چیزوں کو ناپ تول اور جزئیات کے ساتھ غیر معمولی اہتمام کی بیماری پیدا کر دی۔ حتیٰ کہ ان کے لئے خدا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا دین ایک نازک آبگینہ ہوگیا۔ جو ذرا سی باتوں سے ٹھیس کھا کر پاش پاش ہوگیا۔

پس انبیاء علیہم السلام کے مشن کا منتہائے مقصود یہ رہا ہے کہ حکومتِ الٰہیہ قائم کرکے اس پورے نظامِ زندگی کو نافذ کریں۔ جو وہ خدا کی طرف سے لائے تھے۔ وہ اہلِ جاہلیت کو یہ حق دینے کے لئے تیار تھے۔ کہ انہی جاہلی اعتقادات پر قائم رہیں۔ اور جس حَد کے اندر ان کے عمل کا اثر انہی کی ذات تک محدود رہتا ہے۔ اس میں اپنے جاہلی طریقوں پر بھی چلتے رہیں۔ مگر وہ انہیں یہ حق دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ اور فطرۃً نہ دے سکتے تھے کہ اقتدار کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں رہیں۔ اور وہ انسانی زندگی کے معاملات کو جاہلیت کے قوانین پر چلائیں۔ اسی وجہ سے تمام انبیاء نے سیاسی انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی۔ (تجدید ص 21)

ان تینوں اقسام کی جاہلیتوں کے ہجوم سے اسلام کو نکالنا اور پھر سے اس کو چمکا دینا وہ کام تھا جن کیلئے دین کو مجدِّد دین کی ضرورت پیش آئی۔ (تجدید ص 25)

ان مذکورہ بالا عبارات سے ہمارے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ مودودی صاحب نے جب قیامِ حکومت کو اصلی غرض قرار دیا ہے۔ تو سب جگہ اسی کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ ہر جگہ حکومت کی صحت وسقم ملحوظ خاطر ہے۔ اور انہی امراض کی طرف زیادہ التفات کرتے ہیں۔ جس کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ حکومت کے ساتھ ہے۔ اور ہر جاہلیت کو کھینچ تان کر حکومت میں بے اعتدالیوں کی علّت ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔

مشرکانہ جاہلیت (جس کے متعلق یہ بھی مانا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے متبعین میں گھس کر اور طرح کے گُل کھلاتی ہے) کو خواہ مخواہ جاہلیت خالصہ کے ساتھ ملانے کی کوشش کی ہے۔ فرماتے ہیں "مشرک انسان خود ہی ایک اخلاقی نظریہ بناتا ہے"۔ (تجدید ص 12)

حالانکہ مشرک کے لئے ضروری نہیں۔ اللہ کا انکار کرے یا اس ضابطہ اخلاق کا انکار کرے۔ جو انبیاء علیہم السلام نے پیش کیا ہے۔

اسی طرح اس کے بعد لکھا ہے۔

"بہرحال علمی حیثیت سے شرک اور جاہلیت خالصہ میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہوتا۔ اور اس کا روشن ثبوت یہ ہے کہ یورپ اپنے موجودہ نظریات میں قدیم یونان وروم سے اس طرح سلسلہ جوڑتا ہے، گویا یہ بیٹا اور وہ باپ"۔ (تجدید ص 13)

بالکل غلط ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ آپ دماغ میں یہ سمجھ رہے ہیں کہ مشرک کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ کسی روحانی ضابطہ حیات کا قائل نہ ہو۔ حالانکہ شرک، اللہ کے انکار یا انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے انکار کا نام نہیں۔

ہوسکتا ہے کہ ایک شخص باوجود اس کے کہ وہ خدا کو مانتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور ضابطہ حیات روحانی کا قائل ہو۔ عبادت میں غیر کو شریک ٹھہراتا ہے۔

ثانیاً آپ نے یہ سمجھا ہے۔ کہ یورپ کی موجودہ خرابی کی علت ان کا مشرکانہ عقیدہ ہے۔ حالاں کہ اصل وجہ یہ ہے کہ وہ ضابطہ حیات میں سماوی آئین کی پابندی کے قائل نہیں رہے۔

اسی طرح تکلّف کے ساتھ شاہی خاندان اور مذہبی عہدہ داروں کا تعلق شرک کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ یہ امراض غیر مشرکین میں بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔اور مشرکوں کے شرک میں اس کے پیدا ہونے کی قطعی ضرورت نہیں۔ اسی طرح جاہلیت خالصہ میں جو یہ لکھا ہے۔

”کہ اس کی بنیاد پر ایک خالص مادہ پرستانہ نظامِ اخلاق بنتا ہے“.(تجدید ص 10)

ہر حالت میں درست نہیں۔کیونکہ بعض دہریّہ بھی ایسی چیز کو مانتے ہیں جس پر روحانی ضابطہ اخلاق تیار ہوتا ہے۔جیسے بُدھ کے پیروان کے ہاں خدا کا نام نہیں۔مگر آواگون (تناسخ) کے عقیدہ کی بنا پر وہ غیر مادّہ پرستانہ ضابطہ اخلاق کے قائل ہیں۔اصل بات یہ ہے کہ جو شخص اعمال کی جزاوسزا کا قائل ہو،خدا کو مانے یا نہ مانے،وہ ایک طرح کا ضابطہ حیات ضرور مانتا ہے۔

اسی طرح جو بعد میں راہبانہ جاہلیت کو پہلی دونوں قسمِ جاہلیت سے ملانے کی کوشش کی ہے،بالکل بے معنی ہے۔ نیز اس کو مابعد الطبعی نظریہ قرار دینا بھی ایک فضول امر ہے۔کیونکہ اس نظریہ کا تعلق اللہ کے انکار یا شرک کے ساتھ نہیں۔

اصل میں اس نظریہ کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ دنیا کی قباحت اس کے دماغ میں حد سے زیادہ جا گزیں ہوگئی ہے۔اس کی نفرت حد سے بڑھ گئی ہے۔رہبانیت کی مذمّت میں مودودی صاحب نے مبالغہ سے کام لیا ہے۔

دین کی حفاظت کے لئے لوگوں سے الگ ہونا بعض حالات کی بنا پر جائز ہے۔مگر اس کو مقاصد میں شمار کرنا اور بلا امتیاز ضرورت ہر حالت میں اس کے ساتھ لپٹے رہنا درست نہیں ہے۔

دین کی اصلاح کا نام تجدید ہے: پس دین کی حقیقت سمجھنے کے لئے اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ دین کس چیز سے عبارت ہے۔اور اس میں کس طرح خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اوران کی اصلاح کس طرح ہوتی ہے۔

"معنی التجدید احیاء مادرس من العمل بالکتاب والسنة والامر بمقتضاها"

تجدید کا معنی یہ ہے کہ کتاب وسنت پر عمل کرنے اوران کے مقتضی پر حکم کرنے میں جو سستی،بے توجہی اور جہالت پائی جاتی ہے،اسکو تعلیم اور عمل کے ذریعے دور کرنا۔ (شرح جامی صغیر ج 2 ص 281)

یعنی جو دین کی باتیں مٹ گئی ہیں،لوگوں نے ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے،ان کو دوبارہ رائج کرنا۔

فتح القدیر شرح جامع الصغیر میں ہے۔

(یُجَدِّدُلَهَا دِینَهَا) اَی یُبَیِّنُ السُّنَّةَ مِنَ البِدعَةِ وَیُکْثِرُ الْعِلْمَ وَیَنْصُرُ اَهْلَه وَیَکْسِرُ أَهْلَ البِدعَةِ وَیُذِلُّهُم وَقَالُوا لَایَکُونُ إلا عَالِماً بِالْعُلُومِ الدِّینِیَّةِ الظَّاهِرَةِ والبَاطِنَةِ.(ج 2 ص 282)

(امت کیلئے دین کو تازہ کرے گا) یعنی سنت کو بدعت سے الگ کرے گا،علم (شرعی) کو رائج کریگا اور اہل علم کی مدد کرے گا اور اہلِ بدعت کو دندانِ شکن جواب دیگا۔علماء نے کہا ہے ایسا شخص وہی ہوسکتا ہے جسکو دینی علوم ظاہری اور باطنی کا پورا علم ہو۔

اسی صفحہ میں ہے ابن کثیر فرماتے ہیں۔ہر قوم نے اپنے امام کو ہی مجدّد بنانے کی کوشش کی ہے۔ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث عام ہے۔ہر جماعت کے علماء کو شامل ہے،خواہ مفسّر ہو،محدّث یا فقیہ،نحوی،لغوی یا کوئی اور۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اِبن کثیر نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جس شخص نے کسی ایسے علم کی خدمت کی ہو، جس کا دین کے ساتھ گہرا تعلق ہے، جس کی خدمت سے کتاب وسنت کے متروک حصہ کے احیاء میں مدد ملتی ہو، وہ مجدّد ہے۔ خواہ وہ فن تفسیر ہو یا حدیث فقہ ہو یا نحو لغت ہو یا کوئی اور فن۔ پس تجدید دراصل علمی اور عملی کمزوری کا رفع کرنا فراموش شدہ بات کو یاد کرانا اور متروک عمل کرنے یا کرانے کی کوشش کرنا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص ان تمام ضروری اوصاف کے ساتھ متصف ہو۔ مگر اس کا اثر ایک خطہ تک محدود ہو۔ اور ہوسکتا ہے کہ اس کا اثر تمام عالم اسلامی پر محیط ہو۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ علم کے ساتھ قوتِ حاکمہ بھی رکھتا ہو۔ اور ہوسکتا ہے کہ ایک بوریا نشین درویش ہو۔

تجدید میں کمال ونقصان: تجدید دراصل ملکۂ اجتہاد اور ملکۂ عمل کا نام ہے۔ جس کا اثر اصلاحِ دین پر ہو۔ ظاہر ہے کہ ملکہ میں تجزّی نہیں ہوتی۔ کمال ونقصان کی گنجائش ہے۔ اس کمال ونقصان میں جیسے علوم کی کمی وبیشی کو دخل ہے۔ اسی طرح انسانی جدوجہد کو بھی دخل ہے۔ اور اس کے حلقہ عمل میں وسعت وتنگی کی گنجائش ہے۔

نبی کا کام: انبیاء علیہم السلام عبادات اور ان کا طریق بتانے، عدل اور انصاف کے لئے انسانی تمدّن کو سازگار بنانے کی کوشش و تلقین کے لئے آتے ہیں۔ ان کے احکام کا تعلق آخرت سے ہوتا ہے۔ عبادات اور ان کا طریقہ خاص ظاہر ہے۔ کہ اس میں مفاد دنیا مقصود ہے۔ مگر اس کی بنیاد بھی شریعت نے آخرت پر رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احکام شریعت میں اپنی طرف سے ردّ وبدل کی گنجائش نہیں ہے۔ حالانکہ مفادِ دنیا کے اعتبار سے ردّ وبدل کرنے میں چنداں فرق نہیں پڑتا۔ پس نبی دراصل اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ کے لئے آتے ہیں۔ اور یہی ان کا نصبُ العین ہوتا ہے۔ اور اس میں وہ کامیاب ہوتے ہیں۔ اگر فضا سازگار ہو تو حکومت بھی قائم کر لیتے ہیں۔ ورنہ ہر حالت میں کامیاب رخصت ہوتے ہیں۔ خواہ شہید ہی کیوں نہ ہو جائیں۔

یہی حال مجدّد دین کا ہے۔ اگر خلافت راشدہ کے قیام کے لئے فضا سازگار، ہو تو حکومت کا کام بھی ان سے سرانجام پا جاتا ہے۔ ورنہ ہر حالت میں وہ کامیاب رخصت ہوتے ہیں۔

حکومت میں اصلاحی نظام العمل بنانا تو انبیاء علیہم السلام کا کام ہے۔ مگر حکومت پر قابض ہونا انکے مقاصد میں اصالۃً داخل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کی خواہش کرنا شریعت میں اچھا کام نہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو حکومت عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ آنحضرت صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری امت کا ملک مشرق ومغرب تک پہونچ جائے گا۔ اس کے کارندے جہنمی ہوں گے۔ مگر وہ جو اللہ سے ڈرے اور امانت ادا کرے۔ (ابن کثیر)

اسی طرح مجدّد کے فرائض میں بھی حکومت پر قابض ہونا نہیں بلکہ حکومت کے امور میں جو کمی وبیشی پیدا ہو چکی ہو، اس کے متعلق علمی اور عملی جدّ وجہد کرنا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ حکومت پر قابض ہونا نبوّت یا تجدید کے منافی ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ ان کے منصب کے لئے حکومت پر قبضہ لازمی چیز نہیں۔ پس امامت وجماعت ان کے لئے کوئی ضروری چیز نہیں۔ اگرچہ بعض حالات میں امامت اور جماعت کی شکل میں نبوّت وتجدید کا ظہور ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجدّد اومبتدع میں فرق: مجدّد مردہ سنّت کو زندہ کرتا ہے۔عوام جو رواج اور بدعت سے مانوس ہوتے ہیں وہ اس کے اس فعل کو بدعت کہتے ہیں۔حالانکہ عقائد اور اعمال کا نیا اور پرانا ہونا اس بات پر موقوف نہیں کہ نفس رواجات نئے یا پرانے ہوں۔بلکہ جو عقائد اور اعمال کتاب وسنت سے ثابت ہوں،اگر چہ بعد میں بعض جگہ یا اکثر جگہ لوگوں نے ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہو وہ شریعت میں پرانے ہی ہوتے ہیں نئے نہیں ہوتے۔اور جو عقائد اور اعمال کتاب وسنت میں ثابت نہ ہوں.اگر چہ قرون ثلاثہ (تین زمانوں صحابہ، تابعین وتبع تابعین) کے بعد مدت مدید سے ان پر رواج چلا آتا ہو وہ نئے ہوتے ہیں۔

پس بدعت اس قول وفعل کا نام ہے جو دین میں بلا دلیل نکالی جائے۔اگر چہ موجودہ وقت میں عام وخاص میں وہ رائج ہی ہوں، بس مجدّد کا کام تو یہ ہے کہ دین کا جو حصہ لوگوں نے چھوڑ دیا ہے اس کو تقریر وتحریر اور عمل سے رائج کرنے کی کوشش کرے۔اور مبتدع وہ شخص ہے جو دین میں اپنی طرف سے کسی ایسی مصلحت کی بنا پر جس کو شریعت نے غیر معتبر قرار دیا ہے۔استحسان اور قیاس سے کوئی چیز نکالے۔پس عقائد،اخلاق،عبادات،اور معاملات وغیرہ میں جو شخص دین سمجھ کر کوئی نئی چیز نکالے۔وہ کبھی مجدّد نہیں ہوسکتا۔

مجدّد اور امور دین کی اصلاح: مجدّد کا یہ کام ہے کہ جو کام دین میں زائد ہو یعنی بدعت ہو اس کو دین سے الگ کرے۔اور جو کام دین سے کم ہو چکا ہے اس کو جاری کرے۔یعنی سنت کا احیاء اور بدعت کا ازالہ مجدّد کا کام ہے۔

مجدّد کی اصلاح کا دائرہ بعض مصالح کی بنا پر کبھی تنگ اور کبھی فراخ ہوتا ہے۔

سیاست اور حکومت: شریعت نے حکومت کے تین مراتب قائم کئے ہیں۔

(1) ایک خلافت علی منہاج النبوت یا خلافت راشدہ۔

(2) دوسرا خلافت راشدہ نہ ہو۔مگر قابل برداشت ہو۔یعنی امیر میں سیاسی صفات خلیفہ راشد کی نہ ہوں مگر مسلم ہو۔

(3) تیسرا درجہ جو قابل برداشت نہیں۔جس میں کفر بواح کھلا ہو۔جس کی مخالفت ہمارے نزدیک شرعی برہان ہو۔

حکومت کا پہلا مرتبہ وہ ہے جس کی بنیاد انتخابِ شرعی پر ہو قرآن وحدیث آئین حکومت ہو،عمّال کا انتخاب ان کی قابلیت کی بنا پر ہو، عمّال دیانتداری کی بنا پر حکومت کریں۔

دوسرا مرتبہ وہ ہے۔جس میں انتخاب شرعی طریقہ پر نہ ہو۔بلکہ حکومت کو خاندانی چیز سمجھ کر امیر کا انتخاب ہو۔مگر آئین اسلامی ہو۔اگر چہ عمّال زیادہ دیانت دار نہ ہو،مگر شریعت کا نفاذ ان کا نصب العین ہو۔اس مرتبہ کی بہت سی قسمیں ہیں۔آئین کا اسلامی ہونا سب میں مشترک چیز ہے۔خلیفہ سے لے کر ادنیٰ ملازموں تک دیانت داری میں اختلاف ہوتا ہے۔بعض وقت اس میں ایسے امیر بھی منتخب ہو کر آجاتے ہیں،جو اوصاف کے لحاظ سے خلیفہ راشد بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔جیسے عمر بن عبد العزیز بنی امیّہ میں اور بعض خلفاء بنی عباس سے۔اگر چہ ان دونوں حکومتوں کی بنیاد خاندان پر تھی۔مگر حسنِ اتفاق سے بعض ایسے افراد دیکھنے میں آتے ہیں،جو کہ دراصل خلافت کے اہل ومستحق تھے۔انہوں نے دیانتداری سے حکومت چلانے کی کوشش کی۔اس مرتبہ میں امیر کا گناہگار قابل برداشت ہے،مگر کافر ہونا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قابل برداشت نہیں۔

تیسرا درجہ کفر بواح کا ہے

جب حاکم کافر ہو، شریعت کا منکر ہو، آئین اسلام کا قائل نہ ہو۔ اس قسم کی حکومت قابل برداشت نہیں۔

حکومت کی دوسری قسم (خلافتِ راشدہ کی صورت نہ ہو) کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ بعض اہلِ علم وفضل کا خیال ہے۔ ایسی حکومت بھی قابل برداشت نہیں۔ مگر جمہور اہل علم کے نزدیک قابل برداشت ہے۔ اس کی مخالفت انقلابی شکل میں نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ بصورت وعظ وتذکیر کرنی چاہیے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے اصلاح کرنی مناسب ہے۔ انقلابی کاروائی سے احتراز چاہئے۔ جس قدر آئین اور عمّال میں نقص ہوں، ان کو بغیر انقلابی کارروائی کے دور کرنا چاہیے۔

تیسری صورت میں انقلابی کوشش کرنی جائز، بلکہ بعض حالات میں فرض ہے۔ انقلاب کے لئے فضا سازگار بنانی چاہیے۔

فساد کے اسباب جو ہم نے بیان کئے ہیں ان کو اٹھانے کی کوشش کا نام تجدید ہے۔ خواہ مجدّد کامیاب ہو یا نہ ہو۔ مگر اپنے فرض کے ادا کرنے میں وہ ضرور کامیاب ہوگا۔ کیونکہ کامیابی حقیقت میں اس فرض سے بری الذمّہ ہونے کا نام ہے جو موجودہ وقت میں اس پر عائد ہوتا ہے۔

مگر مجدّد کے دائرہ عمل کے بعض صیغے اس قسم کے ہوتے ہیں جن میں رکاوٹیں کم ہوتی ہیں۔ جیسے تعلیم، وعظ، تصنیف، تالیف ان میں ضرورت زمانہ کے مطابق اس کو اپنی محنت کا ثمرہ دیکھنا بسا اوقات نصیب ہوتا ہے۔ اس کے وعظ سے لوگ مستفید ہوتے ہیں۔ اس کی تعلیم سے دلوں کو تسکین ہوتی ہے۔ اس کی تصنیف دنیا کے لئے مشعل راہ کا کام دیتی ہے۔ اس کی صحبت سے دلوں میں تقویٰ کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

تیسری قسم کی حکومت کے خلاف جدّ و جہد کی دو صورتیں ہیں۔ ایک انفرادی بصورت وعظ وتعلیم، لوگوں کو انقلاب کے لئے تیار کرنا۔ دوسری اجتماعی، جس میں نظم وضبط کی سخت ضرورت ہے۔ اور حالاتِ حاضرہ کے مطابق اس جماعت کا لائحہ عمل سختی ونرمی، اظہار واخفاء میں مختلف ہوتا ہے۔ اس جماعت کی مخالفت منع ہے۔ اس کی اعانت حتی الامکان لازمی ہے۔ اور یہ جماعت انقلابی کہلاتی ہے۔

دوسری قسم کی حکومت میں انقلابی جماعت قائم کرنا منع ہے۔ اگر جماعت ہو تو اس کا دائرہ عمل صرف امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے حدود میں بدون تصادم وتمانع کے ہونا چاہیے۔ حکومت سے ٹکر لینا یا اپنی متوازی حکومت بنانا مقصد نہیں ہونا چاہیئے۔

مودودی صاحب کہتے ہیں: اسلامی سیاست کا اوّلین اصول یہ ہے کہ حکم دینے اور قانون بنانے کے اختیارات تمام انسانوں سے فرداً فرداً اور مجتمعاً سلب کر لئے جائیں۔ کسی شخص کا یہ حق تسلیم نہ کیا جائے کہ وہ حکم دے اور دوسرے اسکی اطاعت کریں۔ وہ قانون بنائے اور دوسرے اس کی پابندی کریں۔ اختیار صرف اللہ کو ہے۔

"اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ" (یوسف)

حکم تو اللہ کے سوا کسی کا نہیں۔ اس کا فرمان ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔ یہی صحیح دین ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ" (آل عمران)

وہ پوچھتے ہیں کہ اختیارات میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے کہو کہ اختیارات تو سارے اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

"وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ" (النحل)

اپنی زبان سے یونہی غلط نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔

"وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" (مائدہ)

جو کوئی خدا کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم عمل نہ کرے وہی دراصل ظالم ہیں۔

اس نظریہ کے مطابق حاکمیت صرف خدا کی ہے۔قانون ساز صرف خدا ہے۔کوئی انسان خواہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو بذات خود حکم دینے اور منع کرنے کا حقدار نہیں۔(اسلام کا نظریہ سیاسی ص 22)

ہم نے جو پہلے حکم کے اطلاقات کا ذکر کیا ہے۔ان میں حکم تکوینی اور حکم شرعی تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں۔مگر حکم عقلی میں دوسرے کو بھی اجازت ہے۔بشرطیکہ اللہ کے حکم شرعی کے متصادم نہ ہو۔

مودودی صاحب نے جن آیات سے استدلال کیا ہے۔اس استدلال کرنے میں سقم یہ ہے۔کی آیات میں وہ حکم مراد نہیں جن کو آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔مدّعا تو یہ تھا کہ قانون ساز صرف اللہ ہے۔اور قانون سازی میں جن پابندی کا ذکر ہوتا ہے وہ دنیوی مصلحت یا مفسدت کی بنا پر ہوتی ہے اور یہ حکم عقلی ہے۔اس میں شرعاً صرف یہ پابندی ہے کہ یہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔اور آیات مذکورہ بالا جو پیش کی گئی ہیں۔یا تو حکم تکوینی کا ذکر ہے۔جیسے یہ آیت ہے۔

"اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" حکم سوائے اللہ کے کسی اور کا نہیں۔

اور آیت،

"هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ" (آل عمران) اختیارات میں ہمارا بھی کچھ ہے۔

ان دونوں آیتوں میں حکم اور امر سے مراد حکم تکوینی ہے۔تیسری آیت میں حلال وحرام کا ذکر ہے۔اس میں حکم شرعی کی طرف اشارہ ہے۔حکم شرعی کا یہ مطلب ہے کہ مکلّف کو کسی خاص طریقہ کا پابند بنانا جس پر عمل کرنے کا طریقہ دنیا میں اللہ کی رضامندی اور آخرت میں ثواب اور عمل کرنے کا نتیجہ دنیا میں اللہ کی ناراضگی اور آخرت میں عقاب (عذاب) کی شکل وصورت میں ظاہر ہوگا۔چوتھی آیت میں عدالتی حکم کا ذکر ہے۔یعنی عدالت میں حکم شرعی کی مخالفت نہیں ہونی چاہیئے۔اگر حکم شرعی ہو تو اس صورت میں شرعی حکم کے خلاف فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔

اگر شریعت میں حکم نہ ہو تو اس صورت میں رائے پر عمل ہوسکتا ہے۔قرآن وسنّت میں حکم کا ذکر نہ ہو تو انسان اپنی رائے سے حکم دے سکتا ہے۔

حکومت الٰہیہ کا قیام: مودودی صاحب کا خیال ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد حکومت الٰہیہ کا قیام ہے۔اس کی بناء اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منطقی ربط پر ہے۔جوانہوں نے سمجھا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا اصل مقصد حقیقت میں یہ ہے کہ لوگوں کو جنت میں داخل ہونے اور دوزخ سے بچنے اور دیدارِ الٰہی سے مشرّف ہونے کے اعمال وعقائد بتائے جائیں۔ان اعمال کے دو حصے ہیں۔حقوق اللہ اور حقوق العباد۔اور اسی کا نام دین ہے۔ حکومت کا قیام ان کے مقاصد میں داخل نہیں۔بلکہ جیسے انسانی زندگی کے دیگر شعبوں میں ان کی وحی میں ہدایات ہوتی ہیں۔حکومت کے متعلق بھی وہ چند اصلاحی باتیں پیش کرتے ہیں۔

حکومت چونکہ انسانی معاشرے کے لئے لازمی چیز ہے۔اس واسطے راعی اور رعیّت کے حقوق کا ایک واضح خط امتیاز کھینچ دیا گیا ہے۔اور اس کے اعلیٰ مرتبہ سے لے کر ادنیٰ مرتبہ تک کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض دنیا میں اللہ تعالی کی رضا کا حصول اور آخرت میں ثواب کا ہونا بتایا گیا ہے۔قرآن مجید میں ہے۔

"یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۙ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا" (سورہ احزاب)

اے نبی ہم نے تجھے گواہی دینے والا،خوش خبری سنانے والا،اور ڈرانے والا،اور اللہ کی طرف بلانے والا،اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

اس آیت میں آنحضرت صل اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے پانچ مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔

1) گواہی دینا۔

2) خوشخبری دینا۔

3) ڈرانا۔

4) اللہ کی طرف بلانا۔

5) روشنی دینا۔

دوسری جگہ فرمایا.

"هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ" (سورہ جمعہ)

اسی (اللہ) نے بھیجا اُمّیوں میں رسول ان سے جو پڑھتا ہے ان پر اس کی آیات اور ان کو پاک کرتا اور ان کو کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ یقیناً وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

اس آیت میں آنحضرت صل اللہ علیہ وسلم کے تین وظیفے بیان کئے گئے ہیں۔

1) تلاوتِ آیات۔

2) تزکیہ وتطہیر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

3)تعلیم کتاب وحکمت۔

حکومت کا قیام اگر چہ آنحضرت صل اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اصل مقصد نہیں ۔مگر اللہ تعالی کو یہی منظور تھا۔کہ اس دین کا ظہور حکومت کی صورت میں ہو۔تا کہ تمام آباد متمدّن دنیا میں آپ کی بعثت کی خبر جلد پہنچ جائے اور تمام دنیا پر حجّت قائم کر دی جائے ۔اس واسطے آنحضرت کو ایسی قوم میں مبعوث فرمایا۔جس میں فطرتاً کچھ ایسے خصائل موجود تھے، جو ملک گیری اور ملک داری کے لئے موزوں تھے۔ اور بعض موانع تھے۔جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اٹھ گئے ۔اور غیبی مدد بھی شامل حال ہوئی۔

اس لئے ایمان اور عمل صالح (جو اصل میں حالاتِ موجودہ کی بنا پر حکومت کی علّت کے لئے بمنزلہ اس جزو اخیر کے تھے۔جس سے علّت پوری ہو جاتی ہے) پر خلافت کا وعدہ دیا فرمایا۔

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ "

(سورہ نور)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو وعدہ دیا ہے جو ایمان لائے اور عمل نیک کئے ان کو زمین میں خلیفے بنائے گا جیسے ان لوگوں کو بنایا جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔

ملک گیری کے لئے چند اسباب بیان کئے ہیں۔(جن کے نہ ہونے سے مسلمانوں کو غزوہ اُحد میں تکلیف پہنچی) کچھ مادّی اور کچھ روحانی.

مادّی اَسباب:

(1)اتحاد و اتفاق: "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا "(آل عمران) اللہ کی رسی (قرآن) سب مل کر مضبوطی سے پکڑو اور دھڑے بندی (گروہ بندی) مت کرو۔

(2)نزاع سے پرہیز: "وَلَا تَنَازَعُوْا " (انفال) نہ نزاع کرو یعنی آپس میں جھگڑا نہ کرو۔

(3)سست نہ بنو۔ "وَلَا تَهِنُوْا " (آل عمران) سست نہ بنو۔

(4)جم کر لڑنا۔ "فَاثْبُتُوْا "(انفال) جم کر لڑو.

(5)امیر کی اطاعت۔ "وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ " (نساء) اپنے اُمراء کی اطاعت کرو۔

(6)مادّی اسباب میں پوری تیاری کرو. "وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ "(انفال)

ان (دشمنوں) کے لئے طاقت کے مطابق گھوڑے باندھنے اور دیگر امور (حربی آلات) کو تیار کرو۔

یہ اور اس قسم کے دیگر مادّی اسباب اور ذرائع جن کی طرف قرآن نے توجّہ دلائی ہے ۔قدرتی طور پر جیسے میں نے پہلے ذکر کیا ہے .عرب بلحاظ استعداد علم و عمل کے اس وقت کی سب قوموں سے بہترین استعداد رکھتے تھے ۔کیونکہ علم کی بنیاد، زبان کی وسعت، حافظہ اور ذہن پر ہوتی ہے ۔اور عمل کی بنیاد اندرونی خوبیوں پر ہوتی ہے ۔جن کو شجاعت، شرافت، سخاوت، عفّت وغیرہ کہتے ہیں ۔ان سب امور میں اس وقت کے عرب دیگر قوموں سے فائق تھے ۔جیسے حافظ اِبن تیمیہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روحانی اسباب:

تقویٰ، صبر و استقامت کا قرآن نے ذکر کیا ہے۔ فرمایا۔

"اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَ تَتَّقُوۡا وَ یَاۡتُوۡکُمۡ مِّنۡ فَوۡرِہِمۡ ہٰذَا یُمۡدِدۡکُمۡ رَبُّکُمۡ بِخَمۡسَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ مُسَوِّمِیۡنَ" (آل عمران) اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو اور یہ لوگ اپنے اس جوش و خروش سے آئیں تو تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔

آنحضرت صل اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مادّی اور روحانی اسباب کا اسلام کی ترقّی کے موافق ہونا، ان سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) عربوں میں کامیاب قوموں کے صفات کا ہونا.

(2) ان کی خامیوں (بداخلاقی، بے ایمانی، افتراق) کا بذریعہ اسلام بندوبست کر کے متحد و متفق ایکدوسرے کا خیرخواہ بنا دینا۔

(3) اس وقت کی بڑی بڑی متمدّن قوموں کا اپنے فرمودہ نظام سے اکتا جانا اور زندہ قوموں کے صفات کو کھو دینا۔

یہ اور اس قسم کے دیگر اسباب ظاہری اور باطنی اس وقت اس امت کے حق میں جمع ہو گئے تھے جو تائیدِ غیبی کے ساتھ مل کر اسلامی حکومت کے قیام کا سبب بنے۔

مودودی صاحب کی دعوت میں تبدیلی: جب انقلاب 1947ء میں ملک دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ اور پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ تو مودودی صاحب بھی دارالسلام کو چھوڑ کر مغربی پاکستان میں پناہ گیر ہونے پر مجبور ہو گئے۔ تو پہلی دعوت میں یکا یک تبدیلی ہو گئی۔ وہ غیر سائنٹیفک طریقہ، سائنٹیفک طریقہ میں تبدیل ہو گیا۔ اور سیاسی کشمکش میں جو کچھ کہا تھا۔ اور اس طریقہ جاری کردہ کو غیر طریقہ انبیاء علیہم السلام کا قرار دیا تھا۔ وہ سب حرفِ غلط کی طرح عمل میں مٹ گیا۔ اور عمل کی طرح اسی طریق پر ڈالی جس پر اَن سائنٹیفک ہونے کا حکم لگا چکے تھے۔ جس انتخاب کو شجرہ ممنوعہ قرار دے چکے تھے۔ اسی کے پھل سے.....اپنے مسلک کی حیات کو وابستہ کر دیا۔

اب ان کے طریق کار میں دوسری پارٹیوں کے حربے ہی کارگر ہیں۔ یعنی دوسری جماعتوں کے فیل کرنے اور کامیاب ہونے کے لئے ان کے عیوب اور اپنے فضائل بیان کرنا اور اپنے کمالات دکھانا، مگر عیوب اور فضائل نمایاں کرنے میں زیادہ تر شریعت اور دین سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے سادہ لوح جو حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔ ان کے پراپیگنڈہ سے متاثر ہو کر ان کے دام تزویر میں آ گئے ہیں۔

مگر مودودی صاحب ابھی تک دو طریقوں کے دوراہے پر کھڑے ہیں۔ جس طریق کو بادل نخواستہ اختیار کر چکے ہیں۔ اس سے بھی مطمئن نہیں۔ چنانچہ ترجمان میں فرماتے ہیں۔ واضح طور پر یہ سمجھ لیجیے کہ میاں اسلامی نظام کا قیام دو طریقوں سے ممکن ہے۔

"ایک یہ کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں اس وقت زمامِ کار ہے وہ اسلام کے معاملہ میں اتنے مخلص اور اپنے وعدوں کے بارے میں جو انہوں نے اپنی قوم سے کئے تھے۔ اتنے صادق ہوں کے اسلامی حکومت قائم کرنے کی جو اہلیت ان کے اندر مقصود ہے، اسے خود محسوس کر لیں۔ کہ پاکستان حاصل کرنے کے بعد ان کا کام ختم ہو گیا ہے اور یہ کہ اب یہاں اسلامی نظام تعمیر کرنا ان لوگوں کا کام ہے۔ جو اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل ہوں۔اس صورت میں مقصود طریق کار یہ ہے کہ پہلے ہماری دستور ساز اسمبلی ان بنیادی امور کا اعلان کرے جو ایک غیر اسلامی نظام کو اسلامی نظام میں تبدیل کرنے کے لئے اصولاً ضروری ہیں۔(جس کو ہم نے اپنے مطالبہ میں بیان کر دیا ہے) پھر وہ اسلام کا علم رکھنے والے لوگوں کو دستور سازی کے کام میں شریک کرے اور ان کی مدد سے ایک مناسب ترین دستور بنائے۔پھر نئے انتخابات ہوں۔اور قوم کو موقع دیا جائے۔کہ وہ زمام کار سنبھالنے کے لئے ایسے لوگوں کو منتخب کرے جو اس کی نگاہ میں اسلامی نظام کی تعمیر کے لئے اہل ترین ہوں۔اس طرح صحیح جمہوری طریق پر اختیارات اہل ہاتھوں میں منتقل ہو جائیں گے۔اور وہ حکومت کی طاقت اور ذرائع سے کام لے کر پورے نظام زندگی کی تعمیر جدید اسلامی طرز پر کر سکیں گے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ معاشرے کو جڑ سے ٹھیک کرنے کی کوشش کی جائے اور ایک عمومی تحریک اصلاح کے ذریعے سے اس میں خالص اسلامی شعور و ارادہ کو بتدریج اس حد تک نشو و نما دیا جائے۔کہ جب وہ اپنی پختگی کو پہنچے تو خود اس سے ایک مکمل اسلامی نظام وجود میں آجائے۔"

ہم اس وقت پہلے طریقہ کو آزما رہے ہیں۔اگر اس میں ہم کامیاب ہو گئے تو اس کے معنے یہ ہونگے کہ پاکستان کے قیام کے لئے ہماری قوم نے جو جدّو جہد کی تھی۔وہ لاحاصل نہ تھی۔بلکہ اس کی بدولت اسلامی نظام کے نصبُ العین تک پہنچنے کے لئے ایک سہل ترین اور قریب ترین راستہ ہاتھ آگیا۔لیکن اگر خدانخواستہ ہمیں اس میں ناکامی ہو،اور اس ملک میں غیر اسلامی ریاست قائم کر دیں۔تو یہ مسلمانوں کی ان تمام محنتوں اور قربانیوں کا صریح ضیاع ہوگا۔جو قیام پاکستان کی راہ میں انہوں نے کیں۔اور اس کے یہ معنے ہوں گے کہ ہم پاکستان بننے کے بعد بھی اسلامی نقطۂ نظر سے اسی مقام پر ہیں جہاں پہلے تھے۔اس صورت میں ہم پھر دوسرے طریقہ پر کام شروع کر دیں گے۔جس طرح پاکستان بننے سے پہلے کر رہے تھے۔" (ترجمان القرآن ستمبر 48ء)

اس مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ مودودی صاحب جس طریقہ کار کو آزما رہے ہیں۔اس پر وہ ہمیشہ اڑے رہنے پر مصر نہیں۔بلکہ جب غیر اسلامی ریاست کے قیام کی صورت سامنے آئے گی۔اس وقت اس کو چھوڑ کر پہلا طریقہ (جو ان کے نزدیک کامیابی کے ساتھ ایک منطقی ربط رکھتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا ہے) اختیار کریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا حافظ عبد اللہ محدث روپڑی

مودودی مسلک

امتِ مسلمہ اور جماعت اسلامی یہ دونوں کیسے پیارے نام ہیں۔ مگر ان کے تحت جو رہا ہے وہ دشمنی اسلام ہے۔ پہلا فرقہ تو منکرِ حدیث ہے۔ کلامِ الٰہی کے ساتھ اپنی رائے سے کھیل رہا ہے۔ اور حدیث جو قرآن کی تفسیر ہے۔ اس کا مذاق اڑا رہا ہے۔ ظاہرا اقرار اور اندر سے انکار۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے صحتِ حدیث کی یہ شرط کی تھی، کہ میری وحی کے موافق ہو اور مودودی نے یہ شرط کی ہے۔ کہ میرے نزدیک وہ صحیح ہے جو میرے ذوق کے موافق ہو، گمراہ فرقے اسی طرح اچھا لیبل لگا کر گمراہی پھیلاتے ہیں۔ رافضی شیعانِ علی کہلاتے ہیں۔ معتزلہ اہل العدل والتوحید، مرزائی احمدی، منکرین حدیث امت مسلمہ، اور مودودی جماعت اسلامی وغیرہ۔ جن فرقوں کے ظہور کو کافی عرصہ گزر گیا ہے، ان کی گمراہی کا پردہ تو چاک ہو چکا ہے۔ مگر مودودیت نے ابھی ابھی جنم لیا ہے۔ اس سے وہ پردہ اخفاء میں ہے عوام تو کجا کئی خواص بلکہ کئی مولوی بھی اس کو سراہتے ہیں جس سے یہ فتنہ دن بدن زور پکڑ رہا ہے۔ یہاں تک کہ کئی مولوی اس میں شامل ہو گئے ہیں۔ اس وقت علمائے حقّانی کا فریضہ ہے۔ کہ وہ اس کا استیصال کریں۔ اور لوگوں کو اس گمراہی سے بچائیں۔

1) **روایت و درایت:** اہل سنّت کے کسی فرقے کا یہ مذہب نہیں ہے، کہ روایت اور درایت کا درجہ مساوی ہے، بلکہ حنفیہ تو ضعیف حدیث کو بھی قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔ جیسے حنفیہ کے نزدیک قہقہے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حالانکہ قیاس چاہتا ہے کہ وضو نہ ٹوٹے، کیونکہ ان کے نزدیک نجس شئے کے نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے۔ جیسے نکسیر پھوٹنا، قے ہونا اور قہقہہ تو کوئی نجس شئے نہیں، اس سے وضو ٹوٹنا قیاس کے خلاف ہے۔ دلیل اس کی ایک ضعیف حدیث پیش کرتے ہیں۔ "کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے ایک نابینا گڑھے میں گر پڑا، صحابہ دیکھ کر ہنسے آپ نے ان کو وضو لوٹانے کا حکم دیا"۔

اسی طرح حنفیہ کا مذہب ہے، کہ کھجوروں کے شربت سے وضو جائز ہے۔ اور دلیل اس کی ایک ضعیف حدیث پیش کرتے ہیں۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کے شربت سے وضو کیا"۔ حالانکہ یہ بھی قیاس کے خلاف ہے۔ ایسی طہارتوں کے لئے خدائے تعالی نے پانی مقرر کیا ہے۔ اور شربتوں کا حکم پانی کا نہیں۔ ورنہ دوسرے شربتوں، شربت بنفشہ وغیرہ سے بھی وضو جائز ہوتا۔ غرض ایسے بہت مقامات ہیں جہاں حنفیہ نے ضعیف حدیث کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا ہے۔ اس لئے حنفیہ درایت کو روایت کا درجہ نہیں دیتے۔ جیسا کہ قہقہہ اور نبیذ تمر (کھجور کا شربت) سے وضو کی مثال گذر چکی ہے۔ اور محدّثین تو مودودی کے نظریے سے کوسوں دور ہیں۔ کیونکہ اہل الرائے سے ان کو نفرت ہے، تو درایت (جو رائے کی قسم سے ہے) کو روایت پر کیسے مقدم کر سکتے ہیں:

مودودی صاحب کے درایت فلسفیانہ عقل ہے، فلسفیانہ عقل کا ایمان بالغیب بہت کمزور ہوتا ہے، وہ اسی کی مانتی ہے جو اس میں سما سکے۔ جو اس سے بالاتر ہو، اس میں اس کا رجحان دو چیزوں کی طرف ہوتا ہے۔ یا سرے سے انکار یا تاویل و تحریف۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر اس میں دو طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ایک وہ، زیادہ غلو کر جاتے ہیں۔جیسے سید احمد نیچری نے تفسیر لکھی تو قران کریم تمام معجزات اور خرق عادات کی تاویل کر ڈالی مثلاً موسیٰ علیہ السلام کا عصا کے ساتھ پتھر کو مارنا اور اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑنے کا مطلب یہ بیان کیا کہ عصا ٹیک کر پہاڑوں میں چلے کہیں اتفاقاً بارہ چشمے مل گئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا مطلب یہ ہے، کہ آپ کو خواب میں سیر کرائی گئی، ملائکہ وشیاطین سے مراد نیک اخلاق و بد اخلاق ہیں۔یہاں تک کہ جنت و دوزخ بھی روحانی معاملہ ہے۔روحوں کی خوشی اور تکلیف ہی جنت و دوزخ ہے۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں۔جو اتنے غلو میں تو نہیں گئے۔لیکن وہ آدھا تیتر آدھا بٹیر بنے رہتے ہیں، جیسے مرزائی وغیرہ مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کا جسم سمیت اٹھائے جانا اس کو نہیں مانتے ان سب باتوں سے فلسفیانہ عقل والے منکر ہیں۔

تاریخ اور حدیث کے سلسلے میں نیا طرز عمل: مودودی صاحب کا خیال ہے، کہ اب تاریخ نے بہت وسعت پیدا کر لی ہے۔یہاں تک کہ اس کی وسعت کے تمام واقعاتِ عالم کا احاطہ کر لیا ہے۔ایسا کوئی واقعہ نہیں جو اس کے احاطہ میں نہ آیا ہو۔اگر حدیث میں بھی کسی واقع کا ذکر ہو۔اور تاریخ میں اس کی شہادت نہ ملے۔تو روایت اور ذوق کا یہی فیصلہ ہے کہ وہ غلط ہے، اسی بنا پر آپ تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث جو دجّال سے متعلق ہے۔اس کا ذکر کر کے بڑی جرأت سے لکھتے ہیں۔

کیا تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا۔کہ حضور صل اللہ علیہ وسلم کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا۔(ترجمان القران نمبر 3 جلد 28)

پھر لطف یہ کہ مودودی صاحب خود ہی لکھتے ہیں۔

دنیا میں زمانہ گذشتہ کے حالات کا کوئی ذخیرہ اتنا مستند نہیں جتنا کہ حدیث کا ذخیرہ مستند ہے۔(تفہیمات 261)

مودودی صاحب نے یہاں مخبوط الحواس کا کام کیا ہے۔ادھر پیغمبرِ اسلام پر جرأت، اُدھر اپنی تحریروں میں تضاد، اگر حدیث کا ذخیرہ سب ذخیروں سے زیادہ مستند ہے، تو پھر تیرہ سو برس کی تاریخ سے اس کو کیا نسبت؟

مودودی اور حدیث: مودودی صاحب کا خیال ہے، کہ صحت وضعف احادیث میں محدّثین کے قواعد کی پابندی ہم پر ضروری نہیں۔اس کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں.

ان (محدّثین) کی نگاہ میں احادیث کا معتبر، یا غیر معتبر ہونے کا جو معیار ہے ٹھیک ٹھیک اسی معیار کی ہم پابندی کریں۔مثلاً مشہور (حدیث) کو شاذ پر، مرفوع کو مرسل پر، اور مسلسل کو منقطع پر لازماً ترجیح دیں۔اور ان کھینچی ہوئی حد سے یک سرِ متجاوز نہ کریں۔یہی وہ مسلک ہے۔جس کی شدت نے بہت سے کم علم لوگوں کو حدیث کی کلّی مخالفت.....کی طرف دھکیل دیا ہے۔(تفہیمات 118)

مودودی صاحب کی مثال اندھوں میں کانا راجہ کی ہے ان کی جماعت خدا جانے علمی میدان میں ان کو کتنا بڑا انسان سمجھتی ہے۔کہ ان کی اندھی تقلید کر رہی ہے۔حالانکہ حال ان کا یہ ہے۔کہ جس فن پر وہ تنقید کر رہے اس کے معمولی مسائل کا پتہ نہیں۔شاذ کے مقابلے میں محفوظ ہے۔اور مرفوع کے مقابلے میں موقوف ہے۔اور منقطع کے مقابلے میں متصل ہے۔مودودی صاحب چونکہ زمانہ حال کے مجدّد ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لئے ضروری ہے، کہ ہر چیز میں جدّت پیدا کریں۔ اور جماعت کی طرف سے آواز آئے سبحان اللہ!

اصل بات یہ ہے۔ کہ کامل استاد کے بغیر انسان کا علم پختہ نہیں ہوتا، اور جب علم پختہ نہ ہو، تو پھر ان کی بات کا توازن قائم نہیں رہتا۔ مودودی صاحب نے حدیث کا پایہ جتنا بلند کیا تھا۔ ظنّ کے دلدل میں پھنس کر اتنا ہی اس کو نیچے گرا دیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچتی ہیں جن سے کوئی چیز حد سے ثابت ہو سکتی ہے۔ تو وہ گمانِ صحت ہے نہ علمِ یقین! (ترجمان القران ربیع الاول 1365ھ)

بعض گمراہ فرقے ایسے گزرے ہیں۔ جن کا دماغی توازن قائم نہیں ہوتا۔ وہ واقعات سے بالاتر ہو کر ایسی اُدھیڑ بن میں لگے رہتے ہیں۔ جس میں مودودی لگے ہوئے ہیں۔ مثلاً ایک کہتا ہے۔ ساری امت گمراہی پر جمع ہو سکتی ہے۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ

ہر ایک آدمی سے خطا ممکن الوقوع ہے۔

دوسرا اس پر تفریع کرتا ہوا یہ کہتا ہے۔

قرآن مجید جن کی معرفت ہم تک پہنچا ہے وہ تعداد میں خواہ کتنے ہی ہوں آخر تھے تو انسان ہی!

تیسرا کہتا ہے۔

کہ نقل سے یقین حاصل نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ منطق کی کتاب حمد اللہ کے ص 222 پر صناعت خمس کی بحث میں معتزلہ اور جمہور اشعریہ کا مذہب لکھا ہے۔ اور ان کی دلیل یہ ذکر کی ہے۔ اوّل تو ایک لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ پھر متکلم کے ارادے کا علم مشکل ہے، کہ اس نے کون سا معنی ارادہ کیا ہے۔ حقیقی یا مجازی، عام یا خاص، مطلق یا مقید اور کبھی یہ بھی شبہ ہو جاتا ہے، کہ شاید یہ حکم منسوخ ہو، اور ناسخ کا علم نہ ہوا ہو، نیز ناقل بعض دفعہ جھوٹا ہوتا ہے، یا اس کی طبیعت میں تکاسل (طبعاً سست ہونا) ہوتا ہے۔ اور اس کو ثقہ سمجھ لیا جاتا ہے اور بعض دفعہ ثقہ سے بھی غلطی ہو جاتی ہے۔

غرض اس قسم کے بہت سے شبہات ہو جاتے ہیں: تو نقل پر کس طرح یقین ہو سکتا ہے، گویا ان لوگوں کے نزدیک نہ علومِ عربیہ کا کوئی مسئلہ قطعی ہے۔ نہ اسلام کا کوئی عقیدہ یقینی ہے۔ گویا جنت، دوزخ، حساب کتاب، حشر نشر کوئی بھی یقینی نہیں۔ اسی طرح نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ بلکہ اس بات پر بھی یقین نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص مدّعی نبوّت عرب میں گزرے ہیں۔ اور ان پر یہ کتاب اتری ہے۔ جو اہلِ اسلام کے ہاتھ میں ہے، بلکہ اس پر یقین نہیں کہ مکہ، مدینہ وہی شہر ہیں، جن میں قرآن مجید اترا تھا، بلکہ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے۔ کہ جن لوگوں نے مکہ، مدینہ، قسطنطنیہ، لندن وغیرہ شہر نہیں دیکھے۔ ان کو ان شہروں کے وجود پر یقین نہ ہو۔ کہ یہ بھی دنیا میں شہر بس رہے ہیں۔ لیجیے سب کچھ صفایا ہو گیا۔

مجرد سب سے اعلیٰ ہے　　نہ جورو ہے نہ سالا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غرض اس قسم کی موشگافیاں کرنے والوں کی کمی نہیں۔جو وہم وخیالات کی عمارت اتنی بلند کرتے ہیں، جو شاعرانہ تخیل سے بھی آگے گزر جاتی ہیں جس کے متعلق خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔

"اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ" یعنی شاعر ہر جنگل میں حیران پھرتے ہیں۔اب مودودی صاحب اس میدان میں اترے ہیں، اور قلم کی ایک جنبش سے دنیا کا سارا سلسلہ ہی تہہ و بالا کر دیا ہے۔کسی قابل استاد کی کفش برداری کی ہوتی، تو اتنی بڑی لغزش نہ کھاتے۔

مودودی صاحب کا طرزِ عمل: مودودی صاحب نے جس انداز سے بحث کی ہے۔منکرین حدیث کا انداز ہے۔بلکہ دین سے متعلق ان کا قریباً سارا سلسلہ ہی گمراہ کن ہے۔احادیث کو آپس میں اور قرآن شریف کے ساتھ ٹکرانا اور ان میں اختلافات پیدا کر کے ان کی قدر گرانا اور پھر ان کی تردید کرنا ان کی عام عادت ہے۔اس کے علاوہ حجامت، لباس، کے متعلق جو احادیث آئی ہیں ان کے متعلق محدّثین پر سخت حملہ کیا ہے، اور ان کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکے۔لباس وضع قطع شریعت میں داخل نہیں، بلکہ عادات کی قسم سے ہیں، محدّثین نے ان کو شریعت قرار دینے کی غلطی کی ہے۔ایسے ہی دجّال وغیرہ کی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غلطی پر کہتا ہے۔کہ آپ معاذ اللہ دجال کو نہیں سمجھے، گویا قریب قریب مرزائیوں والا خیال ہے۔بلکہ ان سے بھی ترقی کر گئے ہیں۔چنانچہ مودودی صاحب کے اصل الفاظ جو حدیث دجال کا ذکر کر کے لکھتے ہیں یہ ہیں۔

کانا دجّال تو افسانے ہیں جس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔(رسالہ ترجمان القران 27/3)

غرض اس قسم کی خرافات اس کی بہت ہیں۔جن کو سن کر یا دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔اس کی تحریر اور چرب بیانی پر فریفتہ نہیں ہونا چاہئے۔اس کا لٹریچر اسلام اور شریعت مطہرّہ کے لیے سخت خطرناک ہے۔خدا اس سے بچائے۔اور اپنے دین کی حفاظت کرے۔

محدّثین اور فقہاء پر حملہ: مودودی صاحب کا خیال ہے۔کہ محدّثین وفقہاء نے عاداتِ نبوی کو سنت سمجھ کر اس بارے میں احادیث جمع کیں۔یہ انھوں نے غلط رویّہ اختیار کیا ہے۔کیونکہ یہ کوئی شرعی چیز نہیں جس کی اتباع کے ہم مأمور ہیں۔چنانچہ مودودی صاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

میں اسوہ اور سنّت اور بدعت وغیرہ اصطلاحات کے ان مفہومات کو غلط، بلکہ دین میں تحریف کا موجب سمجھتا ہوں، جو بالعموم آپ کے ہاں رائج ہیں۔(رسالہ ترجمان القرآن مئی جون 45ء)

یہ محدّثین اور فقہاء کی فہم پر حملہ ہے، قرآن میں ہے۔جو مومنوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرے،

"نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا"

اس کو ہم پھیر دیتے ہیں جدھر پھرے اور اس کا ٹھکانہ ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ" میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ ایک نہ ایک فرقہ ضرور حق پر رہے گا، اور ظاہر ہے۔ کہ وہ محدّثین فقہاء (سلف صالحین) ہیں۔

داڑھی کی سنت کے سلسلے میں مودودی صاحب فرماتے ہیں:

مگر میرے نزدیک یہی نہیں کہ یہ سنت کی صحیح تعریف نہیں ہے۔ بلکہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں۔ کہ اس قسم کی چیزوں کو سنّت قرار دینا اور پھر ان کے اتباع پر اِصرار کرنا ایک سخت قسم کی بدعت اوخطرناک تحریفِ دین ہے۔ (رسالہ ترجمان القران مئی جون 45ء)

یہاں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے والا حساب ہے، اور پھر اتنے پر بس نہیں بلکہ عمومیت کے ساتھ اس قسم کی تمام چیزوں کو سخت قسم کی بدعت اور خطرناک تحریفِ دین بتا رہا ہے۔ اس بنا پر انسان آزاد ہے۔ جس قسم کی چاہے حجامت بنوائے، جیسی وضع قطع چاہے اختیار کرے، انگریزی بال رکھے فطرت وسنّت انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کا بھی کوئی حرج نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا بھی کوئی حرج نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ دس باتیں فطرت اسلام سے ہیں۔ لبیں کٹانا، داڑھیاں چھوڑنا، مسواک کرنا، وضو کے وقت ناک میں پانی چڑھانا، ناخن کٹوانا، وضو کے وقت انگلیوں کے جوڑ دھونا، بغلیں اکھیڑنا، زیر ناف بال لینا، استنجا کرنا، وضو کے وقت کرلی (کلّی) کرنا، ایک حدیث میں داڑھی کی جگہ ختنے کا ذکر ہے اور ترمذی میں حدیث ہے آپ نے فرمایا چار چیزیں رسولوں کی سنتوں سے ہیں۔

حیا ختنہ مسواک نکاح

اگر کوئی صاحب جذبہ سنت کے تحت ان چیزوں کی پابندی او اِصرار کریں۔ تو یہ مودودی صاحب کے نزدیک سخت ترین بدعت اور خطرناک تحریفِ دین ہوگی۔

مجدّد کے معنی میں تبدیلی: حدیث میں ہے کہ ہر صدی کے سرے پر مجدّد ہوں گے، جو دین کی تجدید کریں گے۔ مودودی صاحب نے جہاں سنّت و بدعت کو بدلا ہے، وہاں مجدّد کے معنی پر بھی ہاتھ صاف کیا ہے۔ اور کوشش کی ہے۔ کہ اس حدیث کو اپنے اوپر چسپاں کریں۔

نہ میں یہ توقع رکھتا ہوں، کہ وہ اپنے مہدی ہونے کا اعلان کرے گا۔ بلکہ شاید اسے خود بھی اپنے مہدی موعود ہونے کی خبر نہ ہوگی۔

وہ خالص اسلام کی بنیادوں پر ایک نیا مذہبِ فکر (SCHOOL OF THOUGHT)

پیدا کرے گا، ذہنوں کو بدلے گا ایک زبردست تحریک اٹھائے گا، جو بیک وقت تہذیبی بھی ہوگی اور سیاسی بھی، جاہلیت اپنی تمام عادتوں کے ساتھ اس کو کچلنے کی کوشش کرے گی۔ مگر بالآخر وہ جاہل اقتدار کو الٹ کر پھینک دے گا، اور ایک ایسی زبردست اسلامی اسٹیٹ قائم کرے گا۔

مولانا صاحب

نے محدّثین اور فقہاء کے ظنّ کو اپنے روزمرّہ کی بول چال کا ظنّ سمجھ کر کس قدر گمراہی پھیلائی ہے کہ کوئی چیز بھی صحیح طریق پر نہیں رہ سکتی۔ یہ سب بے استادی کے نتائج ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہ

جماعت اسلامی کا نظریۂ حدیث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

عرصہ ہوا مولانا مودودی صاحب نے ایک مضمون ''مسلک اعتدال'' کے عنوان سے لکھا جس پر عامۃ المسلمین میں مولانا اور ان کی جماعت کے متعلق کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوئیں اور یہ قصہ اخبارات میں کافی دیر تک چلتا رہا کہ حجیت حدیث اور سنت رسول پر اعتماد کے متعلق جماعت اسلامی کا موقف کیا ہے؟ بحث ونظر کا یہ سلسلہ ابھی تھمنے نہیں پایا تھا کہ مولانا مودودی نے جیل سے تشریف لاتے ہی مختلف مقامات پر چند تقریریں فرما دیں۔ نیت کا علم تو اللہ کو ہے مگر ان تقاریر سے فضا میں تموج اور تیزی سی آ گئی۔

جماعت اسلامی کے جرائد نے اپنی قیادت کی حمایت میں جرأت اور تہور سے کام لے کر خاصی گرمی پیدا کر دی۔ غالباً ان حالات سے متاثر ہو کر کسی اہل حدیث نے کچھ سوالات کیے جن کا جواب مولانا اصلاحی کے قلم سے اکتوبر ۵۵ء کے ترجمان القرآن میں شائع ہوا۔ مولانا اصلاحی کے لب ولہجہ میں ممکن ہے کچھ فرق ہو، مقصد کے لحاظ سے مولانا اصلاحی کے نظریات، مولانا مودودی سے چنداں مختلف نہیں۔ حدیث کے متعلق دونوں بزرگ قریباً ایک ہی طرح سے سوچتے ہیں۔

جماعت اہل حدیث کے احساسات کا ایک خاص مقام ہے اور قریباً ایک صدی سے جس نہج پر ان حضرات نے فن حدیث اور سنت کی خدمت کی ہے اس کا یہ لازمی نتیجہ ہے۔ جماعت اسلامی کا طریق فکر اس سے مختلف ہے اس لیے اہل حدیث کا اس سے ناگوار تاثر بالکل قدرتی تھا اور ایک گونہ تصادم اس کا طبعی نتیجہ ان جوابات سے اس اہل حدیث سائل کی کہاں تک تسکین ہوئی! اس کا علم نہیں ہو سکا، لیکن میرے تاثرات یہ ہیں کہ ان جوابات سے نہ کوئی اہل حدیث مطمئن ہو سکتا ہے نہ عامۃ المسلمین، بلکہ خود مجیب بھی شاید مطمئن نہ ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذہنی انتشار

''مسلک اعتدال'' قریباً تیرہ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ پورا مضمون پڑھ لینے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مصنف علّام جو کچھ لکھ رہے ہیں اس پر خود بھی مطمئن نہیں۔ پورے مضمون میں ذہنی انتشار نمایاں ہے۔ اس مضمون کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلا حصہ:

پہلے حصہ میں مولانا منکرین حدیث سے اتفاق فرماتے ہیں کہ:

''احادیث ظنی تو ہیں اور ظنی چیز ثابت[1] شدہ نہیں ہوتی، لیکن کسی چیز کا ثابت شدہ نہ ہونا یہ کب معنی رکھتا ہے کہ وہ رد ہی کر دینے کے قابل ہو (تفہیمات ص ۳۱۲) اس لیے حادیث کو کلیتہً رد کر دینا درست نہیں۔''

ارشاد ہے:

---

1) معلوم نہیں مولانا کس زبان میں گفتگو فرما رہے ہیں؟ شرعی اصطلاح تو یہی ہے کہ غیر ثابت شدہ مسائل کو رد کر دیا جائے۔ پھر یہ ارشاد کہ ''ظنی چیز ثابت شدہ نہیں ہوتی اگر ظن بمعنی وہم ہے تو ارشاد درست ہے، لیکن قرآن حکیم نے ظن کو وہم کے مرادف صرف اس وقت فرمایا جب وہ حق کے مقابل ہو ان الظن لا یغنی من الحق شیئًا - قرآن میں ظن حقیقت ثابتہ کے معنی میں بھی استعمال ہوا:

{وَاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا} (الجن: ۱۲)

''یہ قطعی حقیقت ہے کہ ہم زمین میں نہ خدا تعالیٰ کو عاجز کر سکتے اور نہ ہی اس کی بارگاہ سے بھاگ سکتے ہیں۔''

{الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ} (البقرہ: ۴۶)

''انہیں یقین ہے وہ اللہ سے ملیں گے۔''

{وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ} (القیامۃ: ۲۸)

''اسے یقین ہوتا ہے کہ اب جدائی کا وقت ہے۔''

{اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ} (المطففین: ۴)

''کیا انہیں یقین نہیں کہ وہ اٹھائے جائیں گے۔''

{وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ} (یونس: ۲۴)

''ان کو یقین ہو گیا کہ وہ اس پر قادر ہیں۔''

راغب نے ظن کے متعلق ایک قاعدہ ذکر فرمایا ہے:

"الظن اسم لما یحصل عن امارۃ ومتی قویت الدت الی العلم ومتی ضعفت جدا لم یتجاوز حد التوھم ومتی قوی او تصور القوی استعمل معہ ان المشددۃ وان المخففۃ۔ الخ۔"

''ظن اس (علم) کا نام ہے جو علامات اور قرائن سے حاصل ہو جب یہ قرائن پختہ ہوں تو ان سے علم و یقین حاصل ہوتا ہے، کمزور ہوں تو وہم سے کم نہیں، جب یہ قرائن قوی ہوں یا ان کے قوی ہونے کا خیال ہو تو ان کے اَنْ مشددہ اور مخففہ استعمال ہوتے ہیں۔''

ظاہر ہے کہ ظن کو علی الاطلاق غیر ثابت شدہ کہنا قطعاً غلط ہے اور اس نظریہ پر جو نتائج مرتب ہونگے وہ بھی غلط ہی ہوں گے۔ اصل حکم ان امارات اور قرائن پر ہوگا جن سے ظن حاصل ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’ مظنونات کومن حیث الکل قبول کرلینا جس درجہ کی غلطی ہے اسی درجہ کی غلطی میں حیث الکل رد کردینا بھی ہے۔‘‘[1]

مولانا کا مشورہ یہ ہے کہ منکرین حدیث کو پورے ذخیرہ کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔(میرا خیال ہے منکرین حدیث سے پرویز پارٹی شاید مولانا کی تجویز سے اتفاق کرلے)

اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ:’’آحاد کو رد کرنے سے دین میں جامعیت نہیں رہے گی،قرآن سے متواتر احادیث سے اسلام کا مکمل نظام حیات نہیں مل سکتا،صرف آحاد ہی ہیں جو ہم تک ہدایات کا عظیم الشان ذخیرہ بہم پہنچاتی ہیں۔‘‘[2]

یہ انداز بیان کتنا ہی معذرت خواہانہ کیوں نہ ہو مگر درست ہے۔طریق ادا میں کتنی مسکنت اور کمزوری ہو مگر مجارات مع الخصم کے طریق پر مولانا نے جو فرمایا مناسب ہے۔طریق ادا سے اختلاف کیا جاسکتا ہے مگر جو فرمایا کافی حد تک صحیح ہے۔

دوسرا حصہ:

دوسرے حصہ میں مولانا ائمہ حدیث اور ان کی خدمات کی تعریف فرماتے ہیں۔حدیث کی حفاظت کے ذرائع کو بھی قرآن کی غیر معمولی حفاظت کے ذرائع کی طرح بے نظیر کہتے ہیں،اصولِ محدثین کی تعریف فرماتے ہیں لیکن اس پر بے اطمینانی کا اظہار فرماتے ہیں۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

’’وہ بہرحال تھے تو انسان ہی،انسانی علم کے لیے جو حدیں فطرۃً اللہ نے مقرر کررکھی ہیں ان سے آگے تو وہ نہیں جاسکتے تھے۔انسانی کاموں میں جو نقص فطری طور پر رہ جاتا ہے اس سے تو ان کے کام محفوظ نہ تھے۔‘‘[3]

اس کے بعد متبعین حدیث پر تنقید فرماتے ہیں کہ:

’’ان (محدثین) کی نگاہ میں احادیث کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کا جو معیار ہے ٹھیک ٹھیک اسی معیار کی ہم (اہل حدیث) بھی پابندی کریں۔مثلاً مشہور کو شاذ پر،مرفوع کو مرسل اور مسلسل کو منقطع پر لازماً ترجیح دیں۔‘‘[4]

ائمہ حدیث کی اصطلاح میں ظن،علم کے ایک خاص مرتبہ کا نام ہے۔متواتر سے بدیہی علم حاصل ہوتا ہے۔احاد میں جب قرائن صدق موجود ہوں۔ان قرائن کے قوت و ضعف کے پیشِ نظر جو علم حاصل ہو اسے وہ ظن سے تعبیر کرتے ہیں۔ائمہ نے اس علم کے متعلق فرمایا کہ یہ موجب عمل ہے پھر جن ائمہ نے تواتر میں عدد کے علاوہ اوصاف رواۃ کو بھی ملحوظ رکھا ہے یا جن روایات کو تلقی بالقبول کا مقام حاصل ہو ان سے علم نظری کا حاصل ہونا بھی مسلم ہے۔گویا یہ ایسا ظن ہے جس سے علم نظری حاصل ہوسکتا ہے۔مولانا غور فرمائیں آیا غیر ثابت شدہ چیز موجب عمل ہوسکتی یا اس سے علم نظری حاصل ہوسکتا ہے؟عام اہل قرآن ظن کو وہم کے مرادف سمجھ کر اسے غیر ثابت شدہ تصور کرتے ہیں۔مولانا نے ذہول یا مسامحت سے اسی غلط استعمال کی بنا پر ہر ظن کو غیر ثابت شدہ فرمادیا۔جب اس کے نتائج پر نظر پڑی تو غیر ثابت شدہ کو قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا گیا۔صلت علی الاسد وبلت عن النقد۔ائمہ فن کی اصطلاح کے مطابق ظن علم کے اس مرتبہ کا نام ہے جو بداہت سے کم ہو۔علم نظری اور اس کے جملہ مراتب اس میں شامل ہیں۔ان قرائن کی بنا پر محدثین نے قوۃ اور ضعف کے مراتب متعین فرمائے ہیں۔

1) تفہیمات ص 314۔

2) تفہیمات ص316۔ 3) تفہیمات ص۳۱۸۔ 4) تفہیمات ص۳۱۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بالکل بجا، مگر سوال یہ ہے کہ تواتر کی صورت میں جو یقین کا سرمایہ موجود ہے وہ بھی تو آخر انسان ہی ہیں، ان کے لیے بھی فطری حدود متعین ہیں۔ اگر یہ تنقید درست ہے تو قرآن اور سنت متواترہ کے یقین کو بھی ظن ہی کے مرادف سمجھنا چاہیے۔ گویا انسان کی فطری حدود کے اندر یقین کا وجود ناپید ہے۔ مولانا کے ذاتی خیالات یقیناً یہ نہیں ہونگے مگر ان کے استدلال کی انتہا یہی ہے۔ ائمہ حدیث اور ان کی مساعی اور فنِ حدیث کے متعلق مولانا نے جو کچھ ایک ہاتھ سے دیا تھا اسے دوسرے ہاتھ سے واپس لے لیا، بلکہ ان کے نزدیک انسانیت کی لغت میں یقین کا لفظ ایک بے معنی لفظ ہے۔

اصولِ حدیث کے متعلق اہل حدیث اور متبعین حدیث کی ترجمانی مولانا نے جس طرح فرمائی ہے وہ قطعاً غلط ہے۔ ائمہ حدیث اور متبعین حدیث نے کبھی یہ دعویٰ نہیں فرمایا کہ یہ اصول تنقید آخری ہیں، ان پر اضافہ ناممکن ہے، بلکہ ہماری نظر میں اصولِ حدیث ایک متحرک فن ہے، وہ بتدریج اس حد تک پہنچا جہاں وہ آج موجود ہے۔ اگر کسی معقول اصل کا اس میں اضافہ فرمایا جائے تو فن مین اس کی گنجائش ہے۔ البتہ یہ شکایت بجا ہے کہ آج تک اس میں اضافہ کی جو کوشش کی گئی اس کی بنیادیں ازبس کمزور ہیں اور اسے اصول کی حیثیت سے قبول کرنا سخت مشکل ہے ان میں تعمیر کے بجائے تخریب ہے۔ آپ نے اور آپ سے پہلے بھی بعض بزرگوں نے ''درایت'' کا نام لیا مگر اس کی اساسی حیثیت کیا ہے اس کا تذکرہ نہ ان حضرات نے کیا نہ آپ نے۔ بلکہ آپ خود بھی اس پر مطمئن نظر نہیں آتے۔ غرض حدیث اور فنِ حدیث کی مولانا نے جس قدر حوصلہ افزائی از راہِ عنایت فرمائی تھی اس کی عمارت آپ ہی کے مبارک ہاتھوں سے پیوند خاک ہوگئی اور جناب ہی کے قلم سے منکرین حدیث کا کیس مضبوط ہوگیا۔ وما ھی بادلۃ قارددۃ کسرت۔

تیسرا حصہ:

اس حصہ میں مولانا نے فقہاء اسلام کی بہت تعریف فرمائی، ان کو حق دیا کہ محدثین کے اصول کا تقاضا چاہے کچھ ہو مگر فقہا کو حق پہنچتا ہے کہ وہ ضعیف پر عمل کریں، مرسل کو ترجیح دیں، منقطع کو قبول کریں۔ مولانا یہاں قادیانی شاعری کا لبادہ زیب تن فرماتے ہیں۔ فقیہ کا تعارف اس انداز سے کراتے ہیں کہ:

''اس کی روح روحِ محمدی میں گم ہوجاتی ہے، اس کی نظر بصیرتِ نبوی کے ساتھ متحد ہوجاتی ہے، اس کا دماغ اسلام کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔''[1]

پھر فرماتے ہیں:

''اس مقام پر پہنچ جانے کے بعد انسان اسناد کا زیادہ محتاج نہیں رہتا، وہ اسناد سے مدد ضرور لیتا ہے مگر اس کے فیصلے کا مدار اسناد پر نہیں ہوتا۔ وہ بسا اوقات ایک غریب، ضعیف، منقطع السند، مطعون فیہ حدیث کو بھی لے لیتا ہے، اس لیے کہ اس کی نظر اس افتادہ پتھر کے اندر ہیرے کی جوت دیکھ لیتی ہے۔''.....الخ (ص ۳۲۴)

فقہائے اسلام کے مقام کی رفعت میں کلام نہیں لیکن ''مسلک اعتدال'' کے آخری صفحات میں جو کچھ فرمایا گیا ہے قطعی بے دلیل ہے اور

---

1) تفہیمات ص ۳۲۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محض شاعری، معاملہ صرف طریق فکر کے اختلاف کا ہے، نہ کوئی ہیرا ہے نہ جوت۔ مگر یہ محل جو شاعرانہ پروار سے تعمیر ہوا تھا اسے بھی پیوند خاک فرماتے ہیں، ارشاد ہوتا ہے:

''یہ چیز چونکہ سراسر ذوقی ہے اور کسی ضابطہ کے تحت نہیں آتی، نہ آسکتی ہے اس لیے اس میں اختلاف کی گنجائش پہلے بھی تھی اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔''.....الخ[1]

پھر یہ ہیرے کی جوت کیسے ہوئی؟ یعنی فقہائے اسلام کا طریق فکر بھی ذوقی ہے کوئی اصول نہیں۔

اب کوئی بتائے ان تیرہ صفحات میں مولانا نے ہمیں کیا دیا اور کون سی اعتدال کی راہ بتائی؟ منکرین حدیث دریافت کرتے ہیں کہ حضرت نے اس قدر ملامت کے بعد ہمیں کیا عنایت فرمایا؟ آپ اور ہم میں نقطۂ امتیاز کیا ہے۔

---

1) تفہیمات ص ۳۲۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا اصلاحی

مولانا اصلاحی مستند اور پختہ کار عالم ہیں، مولانا فراہی رحمۃ اللہ علیہ ایسے صاحب فکر سے انہوں نے استفادہ فرمایا ہے۔ آپ نے اپنے ارشادات میں قریباً وہی سب کچھ فرمایا ہے جو مسلک اعتدال میں کہا گیا ہے۔ مگر ذہن اور خیالات کی پراگندگی کو الفاظ کی سطح پر نمایاں نہیں ہونے دیا۔ لیکن فضا کی گرمی اور اخبارات کی تیز تنقیدات سے ذہن متاثر ہے۔ بعض مقامات پر لہجہ خاصا تند ہو گیا ہے۔ طبعی متانت اور فطری سنجیدگی کے باوجود مولانا بعض ایسی چیزیں فرما گئے کہ اگر نہ فرماتے تو بہتر ہوتا۔ ایک متین آدمی کے لیے اس قدر نیچے آجانا کوئی اچھی مثال نہیں۔

ایک ضروری وضاحت:

زیرِ قلم گزارشات سے مقصد کچھ اپنے مسلک کی وضاحت ہے اور کچھ ان بزرگوں کے ارشادات اور ان کے مضر اثرات کی نشاندہی، تاکہ یہ ظاہر ہو سکے کہ حدیث اور سنت کی حمایت میں وہ راہ صحیح ہے جسے جماعت اسلامی کی قیادت نے اختیار فرمایا، یا وہ مسلک درست ہے جس کی نشاندہی ائمہ حدیث اور سلفِ امت نے فرمائی ہے۔ اسلام کی وسعت اور ہمہ گیری ان حضرات کے طریق فکر سے ظاہر ہوتی ہے یا اہل حدیث کے طریق فکر سے جن مقاصد کی تحصیل اور تکمیل آپ حضرات برسوں سے فرما رہے ہیں اس کی کفالت اہل حدیث کا مسلک کر سکتا ہے یا آپ کے یہ محتاط اور منقبض خیالات۔

جہاں تک مولانا اصلاحی اور مولانا مودودی کی ذات کا تعلق ہے یا ان کی اصلاحی مساعی کا، میرے دل میں ان کے لیے پورا احترام ہے۔ گذشتہ ایام میں بعض اخباری اندازِ تحریر سے فضا میں جو تمازت پیدا ہو گئی تھی میں طبعاً اسے ناپسند کرتا ہوں۔ دین پسند جماعتوں کے تخاطب میں یہ ترشی کبھی نہیں آنی چاہیے اور موجودہ ظروف و احوال تو اس کے لیے قطعاً ناسازگار ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دین پسند جماعتیں جس قدر بھی باہم دست و گریباں ہونگی باطل کو اسی قدر فائدہ پہنچے گا۔

''مسلک اعتدال'' اور مولانا اصلاحی کے ارشادات پر کئی وجوہ سے گفتگو کی جا سکتی ہے، لیکن میں نے کوشش کی ہے کہ زیرِ قلم گزارشات، حدیث اور اس کے متعلقات تک محدود رہیں تاکہ اس موضوع پر ہم ایک دوسرے کو قریب سے سمجھ سکیں۔

''مسلک اعتدال'' آج سے کئی سال پہلے بھی پڑھا تھا، اب پھر پڑھا ہے، اس میں نہ کوئی علمی اور فنی خوبی ہے اور نہ کوئی اصلاحی نکتہ۔ مولانا اصلاحی نے کئی سال کے بعد اس کی نوک پلک کچھ درست فرمانے کی کوشش فرمائی ہے۔ قصورِ علم کے اعتراف کے ساتھ عرض ہے کہ اس میں بھی اطمینان کا کوئی سامان نہیں اور بے حد مناسب ہوگا کہ یہ بے مضمون تفہیمات سے بالکل قلم زن کر دیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث اور سنت

ائمہ حدیث اور فقہا رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث اور سنت کو خاص معانی میں بھی استعمال فرمایا ہے، لیکن جہاں وہ اصول اور ادلہ کا ذکر فرماتے ہیں وہ انہیں ہم معنی اور مرادف سمجھتے ہیں۔ عنوان اور ابواب میں تو بعض اوقات ''خبر'' کا لفظ بھی استعمال فرماتے ہیں جو ان دونوں سے عام ہے مگر مقصد وہی ہوتا ہے جسے عرف عام میں سنت یا حدیث کہا جاتا ہے۔ منکرین حدیث اسی معنی سے حدیث کا انکار کرتے ہیں۔ سنت پر جرح اور اعتراض کرتے ہیں۔ اصولِ حدیث اور اصول فقہ کی مختصرات اور مطولات پر ایک نظر ڈالیے، وہ ان الفاظ کے مصطلح مفہوم میں نہ سکیڑ پیدا کرتے ہیں نہ اپنے موقف سے سرِ مو انحراف۔ شکر اللہ مساعیھم۔ لیکن مولانا اصلاحی صاحب نے سنت کے مفہوم کو بالکل سکیڑ دیا ہے۔

سنت ائمہ سنت کی نظر میں:

(۱):... السنة وهي تطلق على قول الرسول عليه السلام وعلى فعله والحديث مختص بقوله۔

(تلويح على التوضيح ص ۳۰ قول كشور)

(۲):... يطلق لفظ السنة على ما جاء منقولا عن رسول الله ﷺ من قول او فعل او تقرير۔ (اصول الفقه للخضری ص ۲۵۷)

(۳):... السنة في عرف المحدثين وجهور اهل الشرع كل ما صدر عن الرسول ﷺ من قول او فعل او تقرير سواء صدر عنه باعتباره رسولا ام باعتباره انسانا من البشر۔

(فقه الاسلام حسن احمد خطيب ص ۶۹)

(۴):... (السنة) اما شرعا فهي قول النبي ﷺ وفعله وتقريره۔ (حصول المامول ص ۲۲)

(۵):... اما السنة فتطلق في الاكثر على ما اضيف الى النبي ﷺ من قول او فعل او تقرير فهي مرادفة للحديث عند علماء الاصول۔ (توجيه النظر للجزائری ص ۳)

(۶):... اما السنة فهي لغة الطريقة واصطلاحا مرادفة لحديث بالمعنى المتقدم الذي هو كل ما اضيف الى النبي ﷺ۔ (لقط الدرر ص ۴)

(۷):... والسنة ههنا ما صدر عن النبي ﷺ غير القران من قول ويسمى الحديث او فعل او تقرير۔

(القول المامول في فن الاصول ص ۷۸)

(۸):... والسنة هي المروية عن رسول الله قولاً و وفعلا۔ (رساله اصول لزين الدين الحلبي ۸۰۸ھ ص ۱۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۹):...والسنة ما ورد عن النبی ﷺ من قول غیر القران او فعل او تقریر۔

(قواعد الاصول لصفی الدین حنبلی ۶۸۴، ص ۹۱)

(۱۰):...والسنة لغة العادة و شریعة مشترك بین ما صدر عن النبی ﷺ من قول او فعل او تقریر و بین ما داظب علیه النبی ﷺ بلا وجوب۔ (تعریفات للجرجانی ص ۸۲)

(۱۱):...والسنة لغة العادة وھٰھنا ما صدر عن رسول الله ﷺ غیر القران من قول او فعل او تقریر کذا فی شرح المختصر۔ (ص ۶۶۔ ج: ۲۔ مسلم الثبوت)

(۱۲):...السنة ھی قول الرسول ﷺ او فعله۔ (منہاج للبیضادی ۶۸۵، ص ۶۱)

(۱۳):...وإنما اختار لفظ السنة دون لفظ الخبر کما ذکرہ غیرہ لان لفظ السنة شامل لقول الرسول وفعله علیه السلام۔ (کتاب التحقیق شرح الحسامی ص ۱۴۷)

(۱۴):...السنة شرعا ما نقل عن رسول الله ﷺ قولا او فعلا او اقرارا علی فعل۔ (نزھت الخاطر العاطر ص ۲۳۶ ج ۱)

(۱۵):...السنة تطلق علیٰ قول الرسول وفعله وسکوته وعلی اقوال الصحابة وافعالھم الخ۔ (نور الانوار ص ۱۷۳)

(۱۶):...السنن تنقسم ثلٰثة اقسام قول من النبی ﷺ و فعل منه علیه السلام او شی راٰہ فعلمه فاقر علیه۔ (احکام لابن حزم ص ۶۲)

(۱۷):...یطلق لفظ السنة علیٰ ما جاء منقولا عن النبی ﷺ علیٰ الخصوص مما لم ینص علیه فی الکتاب العزیز۔ (موافقات ج ۴ ص ۳)

اس مفہوم کا ذکر اہل علم کی مصنفات میں بکثرت موجود ہے۔ائمہ اسلام قرآن کے بعد سنت کو حجت شرعی سمجھتے ہیں اور سنت کا یہی مفہوم سمجھتے ہیں جو اوپر کے حوالوں میں مرقوم ہے۔بعض تعریفات میں معمولی تغایر ہے، اس کا مفہوم اہلِ علم سمجھتے ہیں۔ان تعریفات میں حدیث اور سنت کو ہم معنی ظاہر کیا گیا ہے اور آنحضرت کے قول وفعل اور تقریر سب کو شامل سمجھا گیا ہے اور اس معنی سے اسی کی حجیت محلِ نزاع ہے۔

ائمہ حدیث نے جو کتابیں سنت کے متعلق لکھی ہیں ان میں بھی قولی، فعلی اور تقریری سنت کا ذکر فرمایا ہے۔تمام کتب سنن شاہد ہیں کہ ان میں سنت کو اسی متعارف اور مصطلح معنی میں ذکر فرمایا گیا ہے اور معلوم ہے کہ سنت کے یہ دفاتر اور ان کے مصنفین کا علم وفضل امت میں مسلم ہے۔سنت کے متعلق ان کا نقطۂ نظر وہی ہے جس کا ذکر اوپر کی عبارات میں ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنت مولانا اصلاحی کی نظر میں:

جن حالات سے متاثر ہوکر مولانا اصلاحی نے ترجمان القرآن، اکتوبر ۵۵ھ میں زیر تنقید مقالہ سپرد قلم فرمایا ہے، اہل حدیث، اہل قرآن وغیرہ جماعتیں سب مولانا کے پیشِ نظر ہیں اور ان سب پر مولانا اپنا تفوق ظاہر فرمانا چاہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''حدیث اور سنت کا دین میں اصلی مقام واضح کرنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ مختصر طور پر وہ فرق واضح کردوں جو حدیث اور سنت کے درمیان میں سمجھتا ہوں لیکن عام طور پر لوگ اس کو ملحوظ نہیں رکھتے۔

حدیث تو ہر وہ قول یا فعل یا تقریر ہے جس کی روایت نبی ﷺ کی نسبت کے ساتھ کی جائے، لیکن سنت سے مراد نبی ﷺ کا صرف ثابت شدہ اور معلوم طریقہ ہے جس پر آپ ﷺ نے بار بار عمل کیا ہو جس کی آپ نے محافظت فرمائی ہو، جس کے حضور ﷺ عام طور پر پابند رہے ہوں۔''[1]

مولانا کی یہ تعریف منطقی ہے نہ عرفی وتاہم:

(۱):.....مولانا نے جو فرمانا تھا کھل کر فرمایا ہے۔ ان کی نظر میں جو اہمیت سنت کو حاصل ہے وہ حدیث کو نہیں۔

(۲):.....اور اہمیت بھی سنت کے اسی مفہوم کو جسے مولانا نے اپنے لیے متعین فرمایا ہے یا جس کی تعلیم جماعت اسلامی کو دینا اس وقت پیش نظر ہے۔

(۳):.....اور یہ بھی ظاہر ہے کہ سنت کے متعلق یہ مولانا کی اصطلاح ہے، عام طور پر لوگ اسے ملحوظ نہیں رکھتے۔

(۴):.....مولانا کی نگاہ ہمیں کسی دوسرے مفہوم پر سنت کا اطلاق درست نہیں، سنت کا منطوق ''صرف'' یہی ہے (حالانکہ مولانا اس مفہوم میں پوری امت سے مختلف ہیں)۔

جہاں تک میرا یقین ہے مولانا نہ منکر حدیث ہیں نہ ان کو سنت سے انکار، لیکن مولانا نے جس انداز سے بحث کا آغاز فرمایا ہے اس سے چور دروازے کھل سکتے ہیں اور منکرین حدیث کو اس سے کافی مدد مل سکتی ہے۔

(۵):.....مولانا نے سنت کی تعریف کو اس قدر سکیڑ دیا ہے کہ اس کا تعلق چند اعمال سے ہی ہوگا جن کا ثبوت آنحضرت e سے علی سبیل الاستمرار ہے جیسے نماز کے بعض ارکان، لیکن اقدار زکوٰۃ وغیرہ کے لیے شاید پھر خبر واحد ہی کا سہارا لینا پڑے۔

(۶):..... ہزار دفعہ فرمایا جائے کہ:

''اگر کوئی شخص اس (سنت) کو ماخذِ دین تسلیم نہیں کرتا تو میں اس کو مسلمان تسلیم نہیں کرتا۔''

سوال یہ ہے کہ اس ''سنت'' کی پہنائی ہے کہاں تک؟ اس کا احاطہ چند اعمال سے آگے نہیں بڑھے گا۔ پورا اسلام تو کسی دوسری جگہ ہی سے ثابت کرنا ہوگا۔ پھر اس ادعا کی ضرورت ہی کیا ہے؟

(۷):.....دعویٰ یہ ہے کہ اسلام زندگی کے تمام گوشوں میں رہنمائی کے فرائض انجام دیتا ہے لیکن جناب کی پیش کردہ تعریف کے لحاظ

---

1) ترجمان القرآن، اکتوبر ۵۵ء ص ۱۳۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے تو اس کا دائرہ اس قدر تنگ ہوگا کہ زندگی کے بعض اہم گوشے بھی شاید اس کی رہنمائی سے خالی رہیں۔ سیاسی اور معاشی امور میں رہنمائی تو بڑی بات ہے، عبادات اور معاملات میں بھی اسلام کی رہنمائی سے محروم ہونا پڑے گا۔ اخبار آحاد کے ساتھ معتزلہ کی طرح اگر سوتیلی ماں کا سلوک جاری رہا تو جہاد، تقسیم غنائم، جزیہ، محاربات ایسے اہم مسائل اور اسی قسم کے اکثر بین الاقوامی مسائل میں ہم اسلام کی رہنمائی سے محروم ہو جائیں گے۔ تکمیل دین ایک ایسا خواب ہو کر رہ جائے گا جس کی کوئی تعبیر نہیں۔ قرآن عزیز اور سنن متواترہ کے ساتھ اہل قرآن کی طرح اگر ضروری احکام کشید کرنے کی کوشش کی گئی تو استدلال کا جو انداز اختیار کرنا پڑے گا اس کی حیثیت سیاسی جوڑ توڑ سے زیادہ بہتر نہیں ہوگی۔

ادارۂ طلوعِ اسلام کے بعد ادارۂ ثقافت اسلامیہ:

انکار حدیث کے بعد ملک میں دو جماعتیں آپ کے سامنے ہیں۔ ان کا طریق استدلال نمایاں ہے ادارہ طلوع اسلام کراچی اور ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور۔ ان میں اکثریت منکرین حدیث کی ہے، ان میں جو حضرات کھلے طور پر حدیث کا انکار نہیں کرتے ان کا ذہنی رجحان انکار ہی کی طرف ہے۔ وہاں اسلام کے بنیادی حقائق کی تشریحات اس انداز سے کی گئی ہیں جس سے اسلام کے ارکان تک محفوظ نہیں رہ سکے۔ نہ نماز موجود ہے نہ روزہ، نہ حج ہے نہ زکوٰۃ، نہ توحید سلامت ہے نہ رسالت، نہ قیامت ہے نہ جزا اور سزا۔ پورا اسلام قریباً دنیا پرستی کا دوسرا نام ہو گیا ہے۔ ملاحظہ ہو رسالہ ''اسلام کی بنیادیں حقیقتیں'' مصنفہ خلیفہ عبدالحکیم۔ ''مقام حدیث'' از سید جعفر شاہ و ''نظامِ ربوبیت'' از پرویز وغیرہ۔

آج سے صدیوں پیشتر سنت اور حدیث کی حمایت میں ہم جہاں کھڑے تھے ائمہ حدیث کے حملوں نے معتزلہ، خوارج اور دوسرے مبتدع فرقوں کو شکست پر شکست دی تھی۔ ہمارے اسلاف کی تعمیری اور تخریبی مساعی نے اہل بدعت کو ناکام کرایا تھا۔

مولانا نے تعریف میں جو سکیڑ اور انقباض پیدا فرمایا ہے اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ ہم اپنے دعویٰ کے بہت سے حصوں سے خود ہی دست بردار ہو گئے۔ اگر ہماری ان فکری قیادتوں کی گریز پائی کا یہی حال رہا تو ہمیں اپنی شکست کا اعتراف کرنا چاہیے۔ ہم احاد کے قیمتی ذخیرہ سے خود بخود دستکش ہو گئے۔ یہ غیر محتاط احتیاط قلتِ مطالعہ کا نتیجہ ہے یا جبن اور بزدلی کا؟ اللھم انی اعوذبك من الجبن۔

(۹):.....اس تعریف سے شاید وہ مقصد بھی حاصل نہ ہو جس کے لیے یہ سکیڑ اور انقباض اختیار کیا گیا۔ میرا خیال ہے کہ اہل قرآن سے پرویز پارٹی شاید وقتی طور پر کسی قدر الفاظ کے ہیر پھیر سے آپ کے ساتھ اتفاق کرے، غالباً ان کے انکار حدیث اور آپ کے اقرار حجیت سنت پر، اس تعریف کے بعد کوئی نمایاں اثر نہیں پڑتا، کچھ اعتباری سا امتیاز رہ جائے گا۔

مقام بحث سے انحراف:

(۱۰):.....اس قسم کی تعریف مقام بحث سے ایک گونہ انحراف ہے۔ محل نزاع سنت کا وہی مفہوم ہے جس کا ذکر مختلف اہل علم کی مصنفات سے اوپر کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے سنت کی حمایت کا وہ مقام بدل لیا جس پر ہم قرون خیر سے آج تک قائم تھے۔ اس انحراف ادر حَیْدَہ کی جناب سے امید نہ تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۱):.....آنحضرت ﷺ کا عمل اور اس پر استمرار ثابت کرنے کے لیے تواتر کا ذخیرہ تو بہت ہی مختصر ہے، اگر آحاد پر اعتماد کیا جائے تو مولانا کے نقطۂ نظر سے اثبات الظن بالظن ہوگا اور بصورت اول زندگی کے عام گوشوں میں اس کا نتیجہ انکار حدیث ہوگا، کیونکہ دفاتر سنت میں جو کچھ ملتا ہے یہ تعریف اس پر صادق نہیں آتی۔ نیز مولانا کی یہ تعلیق ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ میں سنت کو حجت قطعی سمجھتا ہوں لیکن سنت کی تعریف یہ ہے کہ امام شافعی یا امام احمد کی حیثیت کے آدمی از اول تا آخر اسے روایت کریں۔ سنگین شروط کا نتیجہ معنی انکار ہی ہوگا۔

(۱۲):.....اس تعریف کے مطابق صوم عاشوراء جو غالباً آنحضرت ﷺ نے ایک ہی دفعہ رکھا، نماز تراویح جسے حضرت ﷺ نے رمضان میں صرف تین دن باجماعت ادا فرمایا۔ دعاء استفتاح کے مختلف صیغے جن پر مختلف اوقات میں عمل فرمایا، ایسے ہی دوسری عملی سنتیں جن پر استمرار ثابت نہیں یا جو زیر بحث ہے، اس تعریف میں کیسے شامل ہوں گی، ان کی سنیت سے انکار اس تعریف کے مطابق دشوار نہیں ہوگا۔

(۱۳):.....سنت کی تعریف میں بعض اہل علم کچھ قیود کے ساتھ عادات اور عبادات دونوں کو شامل سمجھتے ہیں، بعض صرف تعبدی امور ہی کو سنت میں داخل جانتے ہیں۔ یہ بحث اپنی جگہ محل نظر وغور ہے لیکن مولانا کی تعریف اس باب میں بھی خاموش ہے۔ عادات مستمرہ کو خارج کرنے کے لیے تعریف میں کوئی فصل نہیں۔ آپ کی اس تعریف کو زیادہ سے زیادہ اتنی اہمیت دی جاسکتی ہے کہ اگر کوئی عمل ان شرائط سے ثابت ہو جائے تو وہ بھی سنت ہوگا۔

(۱۴):.....اصطلاحات کے تعین کا ہر شخص کو حق حاصل ہے لیکن ان کو ائمہ کی متعینہ اصطلاحات کی جگہ نہیں دی جاسکتی۔ مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرے نزدیک صلوٰۃ کا مفہوم ربوبیت کبریٰ ہے اور آخرت سے مراد یوم الحساب نہیں بلکہ اسی دنیا میں کل کی فکر اور زندگی میں مستقبل کی فکر ہے اور ملائکہ سے مراد قدرت کے وہ کرشمے ہیں وہ اسی دنیا میں انسان کے لیے مسخر فرمائے گئے ہیں، صوم سے مراد جذبات پر صرف انضباط اور کنٹرول ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اپنی جگہ یہ چیزیں کتنی ہی مفید کیوں نہ ہوں مگر اس سے صوم وصلوٰۃ، ایمان بالآخرۃ اور ایمان بالملائکہ کے متعلق متعارف اور مصطلح مفہوم ثابت نہیں ہوگا۔ اسی طرح سنت کے متعلق ایک جدید اصطلاح کی حد تک تو اس پر غور ہوسکتا ہے لیکن وہ مابہ النزاع مسئلہ جس پر گفتگو چل رہی ہے اس سے حل نہیں ہوگا۔ جہاں تک میرا خیال ہے مولوی احمد دین امرتسری قریباً اسی نقطۂ نگاہ سے اعمالِ متعارفہ اور معمول بہا سنن کا انکار نہیں کرتے تھے، اذان، نماز، نکاح میں اسی متعارف طریق پر عمل کرتے تھے۔ برہان القرآن اور ان کی تفسیر میں اس کا ذکر بار بار ملتا ہے، حالانکہ مولوی احمد دین مسلمہ طور پر منکر حدیث تھے۔ امید ہے مولانا اس طریق بحث پر نظر ثانی فرمائیں گے، کیونکہ اس انحراف سے اصل مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

اثباتِ سنت کے طریقے:

سنت کی تعریف کے بعد مولانا نے فرمایا کہ سنت چار طریق سے ثابت ہوسکتی ہے۔ (۱) عملی تواتر (۲) اہل مدینہ کا تعامل (۳) خلفاء راشدین کا عمل (۴) آحاد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خبر متواتر اور تواتر عملی میں بھی فرق ہے مگر اس وقت اس بحث کی ضرورت نہیں، تواتر کی حجیت مسلم ہے، جو سنت تواتر سے ثابت ہو وہ بہر حال ثابت شدہ ہے لیکن تواتر سے کس قدر سنن ثابت ہو سکیں گی اس کا مختصر تذکرہ پہلے ہو چکا اور آئندہ بھی۔

احادیث پر گفتگو سے قبل تعامل اہل مدینہ اور سنت خلفاء راشدین کا معاملہ سامنے آتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں ہم تک اسناد اور درایت کے ذریعہ سے ہی پہنچیں گی جن میں زیادہ تر آحاد ہیں اس لیے اس کا مقام تو اخبار آحاد سے بھی فروتر ہونا چاہیے۔ آحاد کی ظنیت اگر شبہات کا سبب بن سکتی ہے تو یہاں بھی ظن ہی ظن ہے۔ مرفوع اور صحیح احاد سے گھبرانا اور اہل مدینہ کے تعامل سے استدلال معقول معلوم نہیں ہوتا۔ فر من المطر وقام تحت المیزاب کا معاملہ ہو جائے گا۔

مولانا نے اہل مدینہ کے کیس کو اپنے الفاظ میں بیان فرمایا کہ مدینہ منورہ تمام بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کا مرکز تھا۔ زندگی کے مختلف معاملات میں صحابہ جو کچھ کرتے تھے موالک اسے سنت کا ہم مرتبہ سمجھتے ہیں، کیونکہ ایسے وقت میں صحابہ سنت سے کیونکر الگ ہو سکتے ہیں، الخ مختصراً۔ اور نتیجہ کے طور پر فرماتے ہیں:

''میں مالکیہ کے اس نقطۂ نظر کو قابلِ لحاظ سمجھتا ہوں۔''

(۱):.....امام مالک کی جس قدرت کتابیں میری نظر سے گزری ہیں وہ لوگ اہل مدینہ کے عمل کو سنت کہنے کی جرأت نہیں کرتے، وہ جانتے ہیں کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اثبات کے لیے صحیح راہ سند ہے، شہریت کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ آج کل سند کے متعلق جن خطرات کا اظہار کیا جاتا ہے اس وقت یہ خطرات موجود نہ تھے۔

(۲):.....امام مالک ۹۳ھ کے قریب قریب پیدا ہوئے اور ۱۷۸ کے قریب انتقال فرمایا، عام طور پر کبار صحابہ رضی اللہ عنہم ۳۰ھ سے پہلے ہی دینی خدمات کے سلسلہ میں عراق، شام، فارس وغیرہ مفتوحہ ممالک کی طرف تشریف لے جا چکے تھے۔ دار الخلافہ ہونے کی وجہ سے مدینہ میں علوج کی کثرت ہو گئی تھی جو دنیوی مقاصد کے لیے مدینہ کو قریباً اپنا مسکن بنا چکے تھے، شہادت عثمانt اور بعد کے واقعات اور حوادث کا ایک سبب اہل الرائے اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی عدم موجودگی بھی تھی۔ ان حالات میں اہل مدینہ کے عمل کو کوئی اہمیت نہیں دی جا سکتی، بلکہ قرین قیاس تو یہ ہے کہ اس وقت کے عمل کو کوئی اہمیت نہ دی جائے۔

(۳):.....تمام دنیا کے لیے مدینہ ہو یا کوفہ، سنت ہی صحت عمل کی کسوٹی ہے۔ اب سنت کے لیے کسی شہر کو معیار قرار دینا معقول بات معلوم نہیں ہوتی۔ سنت اگر دیانتاً حجت ہے تو کسی شہر یا کسی فرد کا عمل اس کے لیے بنیاد نہیں ہو سکتا، گھوڑا ٹانگے کے پیچھے نہیں جوتا جا سکتا۔

(۴):.....کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی طریقہ تھا کہ سنت صحیحہ مل جانے کے بعد اپنے عمل کو بدل دیتے اور اپنی روش پر اصرار نہیں فرماتے تھے اس لیے اگر بالفرض صحابہ اس وقت مدینہ میں موجود بھی ہوتے تو بھی سنت ان پر حجت ہوتی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

''کیف أترك الخبر لاقوال اقوام لو عامرتهم لحاججتهم بالحديث''[1]

---

1) احکام للآمدی، ج۲ ص۱۶۵۔ 2) اعلام الموقعین، ج۲ ص۲۹۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''میں ان لوگوں کی اطاعت کیونکر کرسکتا ہوں اگر میں اس وقت موجود ہوتا تو سنت کے اعتماد پر ان سے بحث کرتا۔''

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں: "والسنة هی العیار علی العمل ولیس العمل عیارا علی السنة۔"[1]

''سنت معیار ہے کسی کا عمل معیار نہیں۔''

(۵):.....اصل مستند جب سنت ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم جہاں گئے ان کے پاس علم تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل کی تلقین فرمائی، عجیب بات ہے کہ جب یہ حضرات مدینہ میں ہوں تو یہ علم مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نزدیک حجت ہو، لیکن جب یہ علم کوفہ یا شام میں چلا جائے تو اس کی حجیت محل نظر ہو جائے۔

"والجدوان والمساکن والبقاع لاتثیر لها فی ترجیح الاقوال وانما التاثیر لاهلها وسکانها۔"[2]

''اینٹوں اور مکانات کو کسی بات کی ترجیح میں کیا دخل ہوسکتا ہے، اس کا تعلق تو وہاں کے رہنے والوں سے ہی ہونا چاہیے۔''

علوم صحابہ اور سنن نبویہ جہاں ہوں حجت ہوں گی۔

(۶):.....مدینہ میں بھی اہم علم باہم اختلاف فرماتے تھے۔موطا میں مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خود ان اختلافات کا ذکر فرمایا۔اس صورت میں بعض اہل مدینہ کے ارشادات دوسروں پر کیونکر حجت ہوں گے اور مولانا سنت ثابت کرنے کے لیے کن اقوال کو معیار قرار دیں گے۔موالک کے اس اصول کا لحاظ کیسے کیا جائے گا جب دونوں طرف اہل مدینہ موجود ہوں۔

اہل مدینہ اور ترکِ سنت:

(۷):.....اہل مدینہ بعض اہم سنتوں کو ترک کر چکے تھے مثلاً: (۱) ہاتھ باندھنا موالک میں رائج نہیں وہ کھلے ہاتھوں نماز ادا کرتے ہیں۔(۲) موالک سلام صرف ایک طرف پھیرتے ہیں، جمہور آئمہ کا مذہب ہے سلام دونوں طرف ہونا چاہیے۔(۳) مالکی نماز میں بسم اللہ پڑھنا ہی پسند نہیں کرتے۔(۴) رفع الیدین ایسی معروف سنت موالک میں معمول بہا نہیں۔(۵) تکبیرات میں جہر کا رواج مدینہ میں نہیں رہا تھا۔(۶) دعاء استفتاح بالکل ترک کی جارہی تھی، حضرت عمر t نے تعلیم کے لیے عرصہ تک اسے جہر فرمایا۔(مسلم) (۷) موالک میں رواج ہے کہ وہ صبح کی اذان وقت سے پہلے کہنا پسند کرتے ہیں، حالانکہ سنت صحیح اس کے خلاف ہے، اذان وقت ہی کے اظہار کا ذریعہ ہے۔(۸) مسجد میں جنازہ درست ہے لیکن موالک اسے جائز نہیں سمجھتے۔ابن حزم نے احکام ج ۲ میں اس قسم کے بیسیوں مسائل ذکر کیے ہیں جس میں اہل مدینہ کا عمل سنت کے خلاف ہے یا موالک ان سنن کے پابند نہیں جن کا مدینہ منورہ میں عرصہ تک رواج رہا۔اب دو ہی رائیں ہوسکتی ہیں، یا مالک خود اہل مدینہ کے عمل کو حجت نہیں سمجھتے تھے یا اہل مدینہ کا عمل سنت کے مطابق نہ تھا۔

(۸):.....ممالک اور شہروں کے اعمال اور عادات میں حکومت کو جہاں تک دخل ہے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔مدینہ میں جہاں خلفاء

---

3) اعلام ج۲ص۲۹۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راشدین اور ائمۃ ہدیٰ کا اثر رہا وہاں فاسق وفاجر حکام کا بھی اثر رہا۔حافظ ابن حزم لکھتے ہیں کہ:

''زمانۂ خیر کے بعد مدینہ میں عمرو بن سعید،حجاج بن یوسف،طارق،خالد بن عبداللہ قسری،عبدالرحمن بن ضحاک،عثمان بن حیان مری ایسے فاسق اور فاجر بادشاہوں کا دور رہا اور ان کے اخلاقی اثرات اور وحشت خیز بدعات سے بھی مدینۃ الرسول متاثر ہوا۔'' (احکام)

امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے زمانہ میں مدینہ اس ملی جلی تہذیب کا مظہر تھا۔معلوم نہیں مولانا موالک کے نقطہ نظر کو کہاں تک قابل لحاظ سمجھتے ہیں۔

(۹):......ایک صدی کے مختلف اثرات کے بعد مولانا اہل مدینہ کے عمل کو اس وہم یا ظن کی بنا پر سنت کی اساس قرار دیتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے ماخوذ ہوگا اور سنت صحیحہ سے اس لیے گھبراتے ہیں کہ خبر واحد ظنی ہے۔اوہام وظنون کو علوم پر ترجیح ہماری سمجھ میں نہیں آئی اور نہ ہی مولانا ایسے فہیم آدمی سے اس کی امید ہونی چاہیے۔ صلت علی الاسد و بلت عن النقد کی مثال اس سے زیادہ کیا ہوگی۔مولانا نے کس سادگی سے فرمادیا:

''اس طریقہ سے معلوم شدہ سنت کو اس علم سنت پر ترجیح دی گئی جو اخبار آحاد سے حاصل ہو۔''

مدینہ کے نام سے جذباتی اپیل تو کی جاسکتی ہے،علم وروایت کی دنیا میں اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔

(۱۰):......حقیقت یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ علیہ خود بھی اہل مدینہ کو یہ اہمیت نہیں دیتے جو اسے مولانا دے رہے ہیں۔وہ سنت صحیحہ کو اہل مدینہ کے عمل سے رد کرنے کے حق میں نہیں ہیں اگر ان کی نظر میں یہ عمل اس قدر اہم ہوتا تو وہ ہارون الرشید کی موطا مالک رحمہ اللہ علیہ کے متعلق پیش کش فوراً منظور فرما لیتے۔

"انہ شاور مالکا فی ان یعلق المؤطا فی الکعبۃ و یحمل الناس علی ما نیہ فقال لا تفعل فان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اختلفوا فی الضروع و تفرقوا فی البلدان و کل سنۃ مفت تامل وفقک اللہ یا ابا عبداللہ۔"[1]

''خلیفہ ہارون نے امام مالک رحمہ اللہ علیہ سے مشورہ کیا کہ موطا کو ملک کا قانون قرار دے کر کعبہ میں ٹکا دیا جائے تاکہ لوگ اس کے اتباع پر مجبور ہوں،امام مالک رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا،صحابہ t کا فروع میں اختلاف تھا اور وہ مختلف ممالک پھیل گئے،جو کچھ ان سے منقول ہے سب سنت ہے۔ہارون نے معاملہ سمجھ کر فرمایا،اللہ تمہیں خیر کی توفیق دے۔''

امام مالک رحمہ اللہ علیہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے علوم کو سنت سمجھتے ہیں۔علم مدینہ میں ہو یا کسی دوسرے شہر میں وہ اہل مدینہ کے علم کو سنت کی بنیاد نہیں سمجھتے،موطا میں عمل اہل مدینہ کا ذکر ترجیح اور تائید کے لیے ہے،اصل دلیل وہاں بھی سنت ہی ہے جس کا ثبوت اسی طریق سے ہوگا جو محدثین میں متعارف ہے۔مولانا نے جس انداز سے اہل مدینہ کے عمل کا ذکر فرمایا ہے متاخرین موالک یا مولانا ایسے وکلاء جو مقام چاہیں اسے عنایت فرمائیں،امام مالک رحمہ اللہ علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں ڈالی جاسکتی،امام قطعاً اس کے حق میں نہیں کہ اہل مدینہ کے عمل سے سنت صحیحہ کو رد کیا جائے۔یہ ایسی وکالت ہے جسے موکل پسند نہیں کرتا۔

(۱۱):......بقول امام ابن حزم تین سو کے قریب اہل علم مدینہ سے کوفہ اور ان اطراف میں آباد ہوگئے اور اسی کے پس وپیش شام میں

---

1) حجۃ اللہ ج ا ص ۱۱۶،اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۹۶،مفتاح السعادۃ تاشکبری زادہ ۹۶۲ھ ج ۲ ص ۸۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوران کی یہ ہجرت محض دینی اور تبلیغی ضرورتوں کے پیش نظر تھی، اس ایثار کی یہ کتنی سخت سزا ہوگی کہ ان کا عمل نہ حجت ہے نہ سنت کے لیے اساس، اور بعض دوسرے حضرات جو دینی یا دنیوی ضرورتوں کے ماتحت مدینہ میں آباد ہو گئے ان کے اعمال سنت نبوی کے لیے کسوٹی قرار پائے، اگر وطنی عصبیت کا دین میں یہ مقام ہو تو علم و دانش کی کیا قدر و قیمت رہ گئی۔

فما حب الدیار شققن قلبی

ولکن حب من سکن الدیارا

(۱۲):.....اگر انسانی اعمال کو محض شرف وطنیت کی بنا پر احادیث صحیحہ اور اخبار آحاد پر بے اعتمادی کا ذریعہ بنایا جائے تو انکار حدیث کے لیے ایک خطرناک باب کھل جائے گا۔ فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔

(۱۳):.....اس سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ غیر مدنی صحابہ کے پاس بھی علوم نبویہ کے ذخائر موجود تھے اور ان میں بعض ایسے بھی تھے جو اہل مدینہ کے پاس نہیں تھے۔ اس صورت میں اگر حدیث پر عمل کیا جائے تو اہل مدینہ کے عمل کی حیثیت کیا رہی؟ اور اگر اہل مدینہ کے عمل کو ترجیح دی جائے تو منکرین سنت نے آخر کیا جرم کیا؟ اس اصول سے حجیت حدیث کے مسلک کو مدد ملی یا انکار حدیث کی تائید ہوئی؟ اس کا فیصلہ مولانا ہی فرما سکتے ہیں۔

(۱۴) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں چند مقامات پر اہل مدینہ کے عمل کا ذکر فرمایا ہے ان کا اپنا انداز ترجیح کی حد تک ہے، الزام و حجت نہیں، بلکہ بعض مقامات پر تو یہ تذکرہ صرف اظہار واقعہ کے طور پر آیا ہے۔ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ ہارون الرشید کی تجویز موطا کی سرکاری حیثیت کے متعلق اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے انکار کے بعد فرماتے ہیں:

"وهٰذا یدل علیٰ ان عمل اهل المدینة لیس عندهٗ حجة لازمة لجمیع الامة وانما هو اختیار منه لما رای علیه العمل ولم یقل قط فی مؤطاه ولا غیره لا یجوز العمل بغیره بل یخبر اخبارا مجرداً أن هذا علی اهل بلده فانه وجزاه عن الاسلام خیرا ادعی اجماع اهل المدینة فی نیف واربعین مسلة۔"[1]

''اسی سے ظاہر ہے کہ اہل مدینہ کا عمل حجت نہیں، نہ ہی امت پر اسے قبول کرنا ضروری ہے، بلکہ مطلب صرف ایک واقعہ کا اظہار ہے۔ اہل مدینہ کے اجماع کا ذکر امام نے قریباً چالیس موقعہ پر فرمایا ہے۔'' سنت سازی کی توجیہ غالباً مولانا نے کسی مالکی کے بیان سے فرمائی یا اپنی ہی درایت سے جنم دے دیا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

مولانا اصلاحی گو اہل حدیث نہیں لیکن وہ کھلے ذہن سے سوچنے کے عادی ہیں۔ اگر وہ اعلام الموقعین ج ۲ اور احکام ابن حزم ج ۲ ملاحظہ فرمائیں تو وہ راقم سے اتفاق فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ

---

1) اعلام منیریہ، ج۲ ص ۲۹۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل مدینہ کے عمل کے اجزائے ترکیبی:

حافظ ابن قیم اہل مدینہ کے عمل کا پس منظر ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

"كان بحسب من فيها من المفتين والأمراء والمحتسبين على الاسواق ولم تكن الرعية تخالف هولاء فاذا افتى المفتون نفذه الوالى وعمل به المحتسب وصار عملا فهذا هو الذى لا يلتفت اليه لاعمل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وخلفائه والصحابة فذاك هو السنة فلا يخلط احدهما بالآخر نحن هذا العمل اشد تحكيما وللعمل بالاخر اذا خالف السنة اشد تركا وبالله التوفيق۔"[1]

''خلفاء راشدین اور صحابہ کا دور گذرنے کے بعد اہل مدینہ کا عمل کیا تھا مفتی کا فتویٰ، امیر کا حکم اور کوتوال کا احتساب، رعیت اس کی مخالفت نہیں کرتی تھی، لیکن یہ قطعاً قابل توجہ نہیں، آنحضرت خلفاء اور صحابہ کا عمل تو سنت ہے ہم ان کا فیصلہ قبول کرتے ہیں اور اس کے ساتھ دوسری کوئی چیز غلط نہیں کرنا چاہتے اور اس کے سوا جو عمل سنت کے خلاف ہوا اس کا حتماً انکار کرتے ہیں۔''

اس کے بعد حافظ ابن قیم نے ایسی سنتوں کا ذکر فرمایا جو خلفا اور صحابہ کے وقت موجود تھیں لیکن موالک نے ان پر عمل ترک کر دیا۔

یہی تذکرہ حافظ ابن حزم اس طرح فرماتے ہیں:

''بدزمانہ خیر تو گذر گیا۔ اس کے بعد مدینہ کے والی عمرو بن سعید، حجاج بن یوسف ایسے فاسق اور ظالم بھی بنے اور عمرو بن حزم اور عمر بن عبدالعزیز ایسے صالح اور نیک بھی اور اہل مدینہ کا عمل ان کے اثرات کا دوسرا نام تھا۔''مختصراً[2]

مصر بھی آج کل علم ''درایت'' کا گہوارہ ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے اہل مدینہ کے عمل کے متعلق ایک مصری عالم کی رائے بھی سن لیجئے شیخ حسن احمد الخطیب فرماتے ہیں:

"قالوا ان عمل اهل المدينة كعمل غيرهم من اهل الامصار فلا فرق بين عملهم وعمل اهل العراق والشام والحجاز وانما العبرة بالسنة فمن كانت معهم فهم اهل العمل المتبع وكيف يكون عمل بعضهم حجة على بعض اذا اختلف علماء المسلمين وقد انتقل اكثر اصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن المدينة وتفرقوا فى الامصار واكثر علماءهم صاروا الى الكوفة والبصرة والشام وانما الحجة فهى الاصل الذى يجب ان يرجع اليه وعمل مصر او بلد اصلا ولا معيارا فى التشريع" ملخصاً"[3]

''جمہور ائمہ کا خیال ہے کہ مدینہ کو عمل میں باقی شہروں پر کوئی مرتبہ نہیں، اختلاف کے وقت سنت کا اتباع اصل چیز ہے، کسی عالم کا قول دوسرے پر حجت نہیں۔ صحابہ مختلف ممالک میں پھیل گئے، سب کے پاس علم تھا اصل چیز سنت ہے کسی شہر کا عمل تشریع کی بنیاد نہیں قرار پا سکتا۔'' جمہور ائمہ اسلام کی عمل اہل مدینہ کے متعلق یہی رائے ہے۔

---

1) اعلام ج۲، ص۳۰۶۔ 2) الاحکام ج۲ ص۱۱۵۔ 3) فقہ الاسلام ص۱۷۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خبر آحاد[1]

خبر آحاد کے متعلق بہت سے فنی مباحث ہیں جن کی تفصیل اصول فقہ اور اصول حدیث کی ملبوطات میں پائی جاتی ہے۔ آحاد میں راویوں کی کوئی تعداد معین نہیں، متواتر کے علاوہ سب احاد ہیں۔ اگر خبر واحد میں یقین کے قرائن موجود نہ ہوں یا ضعف کے قرائن پائے جائیں، ایسی خبر سے قطعاً علم حاصل نہیں ہوگا۔

1) خبر کی دو قسمیں ہیں، متواتر اور احاد، متواتر کی حجیت پر سب عقلمند متفق ہیں البتہ سمنیہ اور براہمہ متواتر کو بھی حجت نہیں سمجھتے، ان کا خیال ہے کہ کسی خبر سے بھی یقینی علم حاصل نہیں ہوسکتا، جب افراد اور احاد سے یقین حاصل نہیں ہوتا تو متواتر انہی کے مجموعہ کا نام ہے، اس میں یقین کہاں سے آ گیا۔

متواتر کے سوا باقی سب آحاد میں خبر دینے والا ایک ہو یا دس بیس، اصطلاح میں یہ خبر واحد ہی ہوگی۔ متواتر کا وجود چونکہ نسبتاً کم ہے، دنیا اور دین کے تمام کاروبار کا انحصار خبر واحد پر ہے، دینی مسائل بھی اکثر خبر واحد ہی سے ہم تک پہنچے ہیں اور دنیا کی باہم اطلاعات میں بھی خبر واحد ہی کارفرما ہے، حکومت سے لے کر عوام الناس تک اگر خبر واحد پر اعتماد کرنا ترک کر دیں تو کاروبار کا پورا کارخانہ برباد اور تباہ ہو کر رہ جائے، تواتر کے عدد کا کسی کام کے لیے اجتماع ناممکنات سے ہے۔ اسی طرح انبیاءo وفود بھیجتے، ان وفود کی اطلاعات پر لڑائیاں لڑی جاتیں، ہزاروں جانیں ضائع ہو جاتیں مگر خبر واحد کی افادی حیثیت کبھی زیر بحث نہیں آئی۔

قرآن مجید میں فرمایا:

{إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ} (الحجرات:٦)

''جب کوئی فاسق فاجر آدمی بھی تمہیں اطلاع دے تو اس خبر کی تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ بعد میں ندامت اٹھانی پڑے۔''

فاسق کی خبر کو مسترد کرنے کا حکم نہیں دیا گیا البتہ تحقیق و تثبت کی تائید فرمائی گئی ہے۔ آیت میں وصف فسق کی تخصیص سے ظاہر ہے کہ ثقہ اور متدین آدمی کی اطلاع کے لیے یہ بھی چنداں ضروری نہیں، اس سے ظاہر ہے کہ خبر واحد کو دین اور دنیا کے معاملات میں کس قدر اہمیت حاصل ہے۔

منافقین کے ارجاف سے بچنے کے لیے یہ تجویز نہیں کہ ان کی باتوں پر اعتبار کرنا چھوڑ دو بلکہ یہ فرمایا ایسی خبریں اہل علم اور اہل استنباط کی طرف لوٹائی جائیں تاکہ وہ ان سے صحیح نتائج اخذ کر سکیں۔

تبلیغ و موعظت کی ضرورت کے پیش نظر فرمایا:

{لَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ} (التوبہ: ١٢٢)

یعنی ہر گروہ سے کچھ لوگ علم تفقہ کے لیے سفر کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈرائیں۔ طائفہ کا لفظ ایک اور اس سے زائد کے لیے مستعمل ہوتا ہے اور یہ خبر واحد ہی ہوگی، ان کے علم و اقتدار پر کوئی عددی پابندی نہیں لگائی گئی کہ جب تک وہ سو پچاس نہ ہو جائیں کوئی بات زبان سے نہ کہیں۔ معلوم ہے جب وہ کہیں گے تو قرآن عزیز کی ہدایت کے مطابق ان کے ارشادات پر لازماً اعتماد ہوگا، خبر واحد کی حجیت اور اعتماد کے متعلق قرآن عزیز کی یہ صراحت ہے۔ آنحضرت e پر بھی پابندی نہیں لگائی کہ جب تک مخاطبین کی تعداد حد تواتر تک نہ پہنچ جائے آپ کوئی لفظ زبان سے نہ فرمائیں، اگر خبر واحد شرعاً مستند نہ ہوتی تو آنحضرت کے ارشادات پر ضرور کوئی نہ کوئی پابندی لگائی جاتی۔ ظاہر ہے کہ خبر واحد شرعی حجت ہے۔

اس لیے ائمہ سنت نے تثبت اور تحقیق کے بعد اسے حجت مانا ہے، قرائن کے بعد اسے پوری اہمیت دی ہے اور جو اس سے ثابت ہوا سے علم کی حیثیت سے قبول فرمایا ہے۔ سلسلہ احادیث میں اکثر اخبار آحاد ہیں، ائمہ حدیث نے جہاں ضرورت محسوس کی، تحقیق اور تبین فرمایا، قرائن کی چھان پھٹک فرمائی ہے، اس کے لیے اصول وضع فرمائے اور اسے قبول فرمایا۔ یہی ممکن تھا امکان کی حدود سے آگے انسان کے اختیار کی چیز نہیں اس کا عمل اور علم سعی اور کوشش، ممکنات تک محدود ہے، اس سے زیادہ کی تکلیف نا ہے قدرت نے دی ہے نہ وہ اس کا مکلف ہے۔

خبر واحد اور اس پر بحث و نظر:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلی صدی ہجری اسلامی روایات کا مقدس دور ہے۔شریعت کی علمی اور عملی روایات اس وقت اپنے جوبن پر تھیں ۔ جو کچھ اس وقت ہوا اور اسلامی نقطہ نظر سے بہت حد تک احترام وقبول کا مستحق ہے۔ابن حزم فرماتے ہیں کہ پہلی صدی ہجری میں خبر واحد بلا انکار قبول کی جاتی تھی ۔ اہل سنت ،خوارج ،شیعہ ،قدریہ سب اسے قبول کرتے تھے۔ پہلی صدی کے بعد متکلمین معتزلہ نے اس میں اجماع امت کی مخالفت کی ۔(احکام الاحکام ج ا ص ۱۱۴)

شیخ محمد ابراہیم انوار الیمنی (۸۷۰ھ) فرماتے ہیں:

'وقد انعقد اجماع المسلمین علیٰ وجوب قبول الثقات فیما لایدخله النظر ولیس ذالك بتقلید بل عمل بمقتضی الادلة القاطعة الموجبة لقبول خبر الاحاد وهی محررة فی موضعها من الفن الاصولی ولم یخالف فی هٰذا الاثر ذمة یسیرة وهم متکلموا بغداد من المعتزلة والاجماع منطبق قبلهم وبعدهم علیٰ بطلان قولهم ۔" (الروض الباسم ص ۳۲)

''ثقات کی ایسی خبریں جن پر کوئی اعتراض نہ ہو ان کے قبول پر اہل اسلام کا اجماع ہے اور یہ تقلید نہیں بلکہ قطعی دلائل کا تقاضا ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ اخبار آحاد کا قبول اور ان سے احتجاج ضروری ہے۔ یہ مسئلہ فن اصول میں اپنی جگہ پر مرقوم ہے اور بغداد کے معتزلہ متکلمین کے سوا کسی نے مخالفت نہیں کی بلکہ اس پر اجماع پہلے بھی تھا، اب بھی ہے۔''

اخبارِ آحاد پر اعتراض عموماً ان لوگوں نے کیا جو انسانی نفسیات سے ناواقف اور ان کی حدود امکان سے ناآشنا تھے۔آج بھی اس میں وہی نیچر پرست شبہات کی راہیں پیدا کر رہے ہیں جو زمین پر بیٹھ کر آسمان کی باتیں کرنے کے عادی ہیں ۔ چنانچہ مختلف ادوار میں اخبار آحاد کے خلاف انہی حلقوں سے آواز اٹھی جو یا تو خود بدعت کے داعی تھے یا اہل بدعت سے ایک گونہ متاثر تھے۔

منکرین	کون سی احادیث کا؟	کب؟
(۱) خوارج	جو اہل بیت کے فضائل میں تھیں۔	۲۰۰ھ
(۲) شیعہ	جو احادیث صحابہؓ کے فضائل میں تھیں۔	۲۰۰ھ
(۳) معتزلہ اور جہمیہ	احادیث صفات	
(۴) قاضی عیسیٰ بن ابان اور ان کے اتباع	جو احادیث غیر فقیہ صحابہ سے مروی ہیں۔	۲۲۱ھ
(۵) متاخرین فقہاء سے قاضی ابوزید وبوسی وغیرہ	جو احادیث غیر فقیہ صحابہ سے مروی ہیں۔	۲۲۱ھ
(۶) اس کے بعد معتزلہ اور متکلمین کے ساتھ متاخرین فقہاء کی ایک مختصر سی جماعت	اصول اور فروع دونوں میں ان حضرات نے خبر واحد سے اختلاف کیا۔	۴۰۰ھ کے بعد
(۷) یورپین تہذیب سے مرعوب گروہ، مولوی چراغ علی، سرسیّد احمد خاں وغیرہ	یہ حضرات فن سے قطعاً ناواقف تھے ان کی تحقیق میں احادیث تاریخ کا ذخیرہ ہیں۔ جو ان کی نیچر کے موافق ہوا قبول کر لیا اور جو مخالف ہوا ترک کر دیا۔	۱۳۰۰ھ کے قریب قریب۔
(۸) مولوی عبداللہ چکڑالوی، مستری محمد رمضان گوجرانوالہ، مولوی حشمت علی لاہوری، مولوی رفیع الدین ملتانی۔	احادیث کا بالکلیہ انکار	۱۳۰۰ھ کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۹) مولوی احمد دین صاحب امرتسری، مسٹر غلام احمد پرویز۔ یہ حضرات سرسیّد سے متاثر ہیں لیکن جاہل اور غیر محتاط۔ مولوی احمد دین بعض متواتر اعمال کو مستثنیٰ سمجھتے تھے۔	ان کے نزدیک قرآن وحدیث اور پورا دین ایک کھیل ہے یا زیادہ سے زیادہ ایک سیاسی نظریہ جسے ہر وقت ہمیں بدلنے کا حق حاصل ہے۔	۱۴۰۰ھ
(۱۰) مولانا شبلی مرحوم، مولانا حمید الدین فراہیؒ، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا امین احسن اصلاحی اور عام فرزندان۔ ندوہ باستثنائے حضرت سیّد سلیمان ندوی۔	یہ حضرات حدیث کے منکر نہیں لیکن ان کے اندازِ فکر سے حدیث کا استخفاف اور استحقار معلوم ہوتا ہے اور طریقۂ گفتگو سے انکار کے لیے چور دروازے کھل سکتے ہیں۔	۱۴۰۰ھ، ۱۳۰۰ھ

یہ جدول میرے ذاتی مطالعہ کا نتیجہ ہے، مجھے اس کے کسی حصہ پر اصرار نہیں۔ میں ممنون ہوں گا اگر مجھے میری لغزش پر آگاہ کیا جائے۔ میرے خیال میں تحریک انکار حدیث تدریجی ارتقا سے اس مقام تک پہنچی ہے۔

تحقیق وتثبت کے بعد حدیث کا ٹھیک وہی مقام ہے جو قرآن عزیز کا ہے اور فی الحقیقت اس کے انکار کا ایمان ودیانت پر بالکل وہی اثر ہے جو قرآن عزیز کے انکار کا۔ قرآن عزیز کے الفاظ کی تاویل میں جب اختلاف ہو تو اس کے الفاظ کی قطعیت میں شبہ نہیں ہوگا، لیکن مفہوم کی تاویل اور اس کے تعین میں بحث رہے گی، جو تاویل قواعد صحیحہ اور علوم سنت کے خلاف ہوگی اس کے منکر کو قرآن کا منکر کہا جائے گا۔ اختلاف کسی تاویل کو اس فتویٰ سے بچا نہیں سکتا۔ ٹھیک اسی طرح جو احادیث قواعد صحیحہ اور ائمہ سنت کی تصریحات کے مطابق صحیح ثابت ہوں ان کا انکار کفر ہوگا اور ملت سے خروج کے مرادف، صرف اختلاف اور وہ بھی ایسے حضرات کا جو حقیقت سے آگاہ نہیں کسی حقیقت کو اپنے موقف اور مقام سے نہیں ہٹا سکتا۔

قرآن اختلافِ تاویل کے باوجود خدا کا کلام ہے اور شرعاً حجت، اسی طرح حدیث تحقیق وتثبت کے باوجود خدا کی طرف سے وحی ہے اور دین میں قرآن کے بعد حجت، امام عثمان سعید دارمی (۲۸۲ھ) فرماتے ہیں:

"ان ھٰذا الحدیث انما ھو دین بعد القران نقض الدارمی علی بشر المریسی۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"دلا ریب ان مجرد خبرا الواحد الذی لا دلیل علیٰ صدقه لا یفید العلم۔"[1]

''خبر واحد میں اگر صدق کے قرائن موجود نہ ہوں تو اس سے علم حاصل نہیں ہوگا۔''

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے کتب حدیث کے پانچ طبقات متعین فرمائے ہیں، آخر میں فرمایا:

"اما الطبقة الاولی والثانیه تعلیها اعتماد المحدثین وحوم حما هامر تعهم ومسر حهم الخ۔"[2]

''ائمہ حدیث کا اعتماد پہلے اور دوسرے طبقہ پر ہے یہی ان کے اعتماد کا محوری نقطہ ہے۔ تیسرا طبقہ جس میں بیہقی، طحاوی، مصنف ابن ابی شیبہ اور طبرانی وغیرہ کو شمار کیا ہے، اس سے صرف ماہرین فن استفادہ کر سکتے ہیں، یہ عوام کے استعمال اور استفادہ کی چیز نہیں۔ باقی طبقات سے اہل بدعت استدلال کرتے ہیں، اہل حدیث ان پر اعتماد نہیں کرتے۔''

کیونکہ ان طبقات میں صدق کے قرائن ناپید ہیں، ان کی اسانید میں خبط ہے، ان کے رجال کتابوں میں عموماً ناپید ہیں۔

صدق کے قرائن:

اگر آحاد کے متعلق صدق کے قرائن موجود ہوں، مثلاً اس کی سند صحیح ہو، امت نے اسے قبول کیا ہو، مصنف نے صحت کا التزام کیا ہو، امت نے الزام کو درست تسلیم کیا ہو، اہل علم نے ان کتب کی خدمت کی ہو، شرحیں لکھی ہوں، لغات کو حل کیا ہو، رجال کو منضبط کیا ہو، مقدمات و حواشی لکھے ہوں، غرض اعتماد کی نظر سے دیکھا ہو یا واحد عن واحد منقول ہو اور اس میں شرائط صحت پائی جائیں یا امت نے عملاً اسے قبول کر لیا ہو، رواۃ کی ثقاہت معلوم ہو، ان حالات میں اس سے بھی یقین حاصل ہوگا اور اس پر عمل بھی واجب ہوگا۔

علامہ آمدی نے خبر واحد کے متعلق بہت بسط سے لکھا ہے لیکن اہل ظاہر اور اہل حدیث کے مسلک کا ذکر بہت اجمال سے فرمایا ہے۔ الاحکام فی اصول الاحکام ابن حزم، صواعق مرسلہ علی الجہمیہ والمعطلہ میں دونوں مسلک تفصیل سے مرقوم ہیں۔ اسی سے اہل حدیث کا مسلک پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔

"القسم الثانی من الاخبار ما نقله الواحد من الواحد فهذا اذا تصل بروایة العدول الیٰ رسول الله ﷺ وجب العمل به ووجب العلم بصحته۔"[3]

''جب ایک راوی دوسرے سے اتصال کے ساتھ نقل کرے اور یہ عادل ہوں تو اس پر عمل بھی واجب ہے اور اس کی صحت پر یقین بھی ضروری ہوگا۔''

دوسرے مقام پر مرقوم ہے:

---

1) الرد علی المنطقین ص ۳۸۔ 2) حجۃ اللہ ج ۱، ص ۱۰۸۔

1) الاحکام، ج ۱ ص ۱۰۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"فصح بهذا اجماع الامة كلها على قبول خبر الواحد الثقة عن النبی ﷺ"[1]

خبر واحد صحیح کے قبول پر پوری امت کا اجماع ہے۔ پھر ج ۱ ص ۱۱۸ میں:

"وقد ثبت عن ابی حنیفة ومالك والشافعی راحمد وداؤد وجوب القول بخبر الواحد وهذا حجة علی من قلد احدهم فی وجوب القول بخبر الواحد"[2]

ائمہ اربعہ اور داؤد ظاہری سب خبر واحد کے قبول پر متفق ہیں اور یہ ان کے اتباع پر حجت ہے۔

متاخرین فقہاء:

ابن حزم متقدمین ائمہ کے اجماع کا ذکر فرمانے کے بعد متاخرین فقہاء کا ذکر فرماتے ہیں جو معتزلہ اور متکلمین سے متاثر ہو کر خبر واحد کو مشکوک نظروں سے دیکھنے لگے اور ظن[3] مصطلح کو حدود علم سے باہر سمجھنے لگے۔ امام نے دو اصول پر زور دیا ہے۔

(۱):..... وہ فرماتے ہیں کہ دین کامل ہے جیسے آیت {اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ} الخ سے ظاہر ہے، پھر اس کی حفاظت کا ذمہ خدا تعالیٰ نے لیا جو {اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ} سے واضح ہے۔ اگر متاخرین فقہاء کے خیال کے مطابق کامل دین پر ظنون واوہام غالب ہو جائیں اور حق اور باطل اس طرح آمیز ہو جائیں کہ امتیاز ناممکن ہو تو حفاظت کا وعدہ کس طرح پورا ہوا؟ کیونکہ ذکر کا لفظ کتاب اللہ اور سنت دونوں پر حاوی ہے۔ اگر متاخرین کا خیال مان لیا جائے تو:

"هذا انسلاخ من الدين وهدم للدين وتشكيك فی الشرائع۔"[4]

اس عقیدے کے بعد انسان دین سے بالکل خارج ہو جائے گا اور دین کی پوری عمارت پیوند خاک ہو کر رہ جائے گی۔

(۲):..... معلوم ہے کہ خبر واحد میں تمام شبہات سند کی وجہ سے ہیں۔ صحابہ t نے جب آنحضرت ﷺ سے سنا، اس وقت نہ تو سند تھی نہ کوئی شبہ گویا اللہ کی حفاظت یہیں ختم ہو گئی۔ مستقبل کے لیے اللہ تعالیٰ کوئی انتظام نہ فرما سکے بلکہ وضاع اور وجاہلہ دین پر غالب آ گئے۔ جب ایسا نہیں تو لازماً دین قیامت تک محفوظ ہو گا اور یہ احاد کی حفاظت سے ہی ہو گا۔

"فقد ثبت يقيناً ان خبر الواحد العدل عن مثله مبلغا عن مثله الی رسول الله ﷺ مقطوع به موجب للعمل والعلم معا۔"[5]

---

2) الاحکام ج ۱ ص ۱۱۴۔ 3) احکام۔

4) ائمہ اصول نے خبر واحد کو ظنی لکھا ہے، اس ظن کا محدثین کی اصطلاح میں یہ مطلب ہے کہ اس علم کا مرتبہ اس علم سے کم ہے جو متواتر سے حاصل ہوتا ہے، یہ ظن بمعنی وہم نہیں، جیسے منکرین حدیث نے سمجھا۔

5) احکام ج ۱ ص ۱۲۳۔

1) احکام، ج ۱ ص ۱۲۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یقیناً ثابت ہوا کہ حدیث صحیح متصل پر عمل واجب ہے اور اس کی صحت بھی یقینی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل حدیث کا مسلک

اہل حدیث کے نزدیک خبر واحد میں جب صدق کے قرائن پائے جائیں یعنی حدیث کی ثقاہت اور اتصال وغیرہ قرائن موجود ہوں تو وہ مفید علم ہوگی۔

"وعند بعض اهل الحديث يوجب العلم لانه يوجب العمل ولا عمل الا عن علم۔"[1]

عمل علم کی فرع ہے، جب علم ہی نہ ہو تو عمل کیسے ہوگا۔ اس لیے اہلحدیث کا مذہب ہے کہ خبر واحد سے علم اور یقین حاصل ہوگا۔ آمدی فرماتے ہیں:

"والمختار حصول العلم بخبره اذا احتفت به القراين وتمينع ذلك عادة دون القرائن۔"[2]

مختار مذہب یہی ہے کہ اگر قرائن موجود ہوں تو علم حاصل ہوگا ورنہ عادۃ منع ہے۔

"قال بعض اهل الحديث يوجب علم اليقين لما ذكرنا انه أوجب العمل ولا عمل من غير علم وقد ورد الاحاد فى احكام الآخرة مثل عذاب القبر وروية الله تعالىٰ بالابصار ولا حظ لذالك الا العلم۔"[3]

''بعض اہل حدیث نے کہا خبر واحد سے یقینی علم حاصل ہوتا ہے، کیونکہ جب عمل واجب ہے تو عمل علم کے بغیر کیسے ہوسکتا ہے اور آحاد میں عذاب آخرت اور عذاب قبر اور رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق جو کچھ وارد ہوا ہے، اس کا مقصد علم اور اعتقاد ہی تو ہے۔''

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اعمال میں تو خبر واحد سے استدلال درست ہے، مگر اصول وعقائد میں استدلال درست نہیں۔ اہل حدیث اعمال اور عقائد دونوں میں خبر واحد کو حجت سمجھتے ہیں۔

"ذهب أكثر أهل الحديث إلى أن الأخبار التى حكم أهل الصنعة بصحتها توجب علم اليقين بطريق الضرورة، وهو مذهب أحمد بن حنبل۔"[4]

''اہل حدیث اور امام احمد کا مذہب ہے کہ صحیح احادیث سے یقینی علم حاصل ہوتا ہے۔''

ابن قیم فرماتے ہیں:

''جو لوگ خبر واحد سے علم کی نفی کرتے ہیں وہ معتزلہ اور بدعتی فرقوں سے متاثر ہیں۔ بعض فقہاء اور ائمہ اصول بھی ان سے متاثر ہیں، لیکن سلف امت میں ان کا کوئی پیشرو نہیں۔ آئمہ سنت: امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے تلامذہ، امام داؤد، امام ابن حزم، حسین بن علی کرابیسی وغیرہ نے فرمایا کہ خبر واحد سے یقینی علم حاصل ہوتا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کسی آدمی کا

---

1) تنویح ص ۳۰۴۔ 2) الاحکام للآمدی، ج ۲ ص ۵۰۔

3) اصول بزووی ص ۶۹۱ ج ۲۔ 4) کشف الأسرار: ۲/۶۹۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذکر ہوا جو کہتا تھا کہ خبر واحد سے عمل واجب ہوتا ہے لیکن علم حاصل نہیں ہوتا۔ امام نے اسے ناپسند کیا اور فرمایا: میں نہیں جانتا یہ کیا بلا ہے؟''[1]

اس سے ظاہر ہے ائمہ اربعہ اور قدماء اس مسئلہ میں اہل حدیث کے ساتھ ہیں۔ خبر واحد پر بدگمانی اس وقت پیدا ہوئی جب متکلمین اور فلاسفہ نے اسلامی عقائد پر یورش کی متاخرین فقہاء اس سے متاثر ہو گئے۔

وجدان اور شعور:

علم اور یقین کا مسئلہ بہت حد تک وجدانی ہے۔ اس معاملہ میں صرف تعداد ہی نہیں، رجال کے اوصاف بھی موثر ہوتے ہیں، زہد وتقویٰ کی کمی کے باوجود جب ہم بااخلاق اور متدین آدمی سے کوئی خبر سن لیں تو ہم اپنے دل میں بہت زیادہ اطمینان محسوس کرتے ہیں، عامی یا غیر متدین آدمی متعدد بھی ہوں تو دل میں وہ یقین پیدا نہیں ہوتا، تعداد رواۃ کے اوصاف اور دوسرے قرائن سے علم ویقین میں اضافہ ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ جماعت اسلامی کی قیادت نے عام فرقوں کی طرح خبر واحد کی ظنیت کا وظیفہ شروع فرما دیا، حالانکہ دینی جماعتوں کا طریق فکر، بدعی فرقوں سے مختلف ہونا چاہیے۔ تعجب ہے جس جماعت کی دعوت اقامت دین ہو وہ رواۃ حدیث کا عام خبروں کے رواۃ سے موازنہ کرے۔

اعتزال وتجہم کے مغالطہ سے متاثر ہو جائے اور پھر اس کا اظہار ایسے وقت میں کرے جبکہ ملک میں اہل بدعت احادیث اور سنن کے خلاف ایک شور برپا کر رہے ہوں۔ حالانکہ اہل دیانت کی وجدانی کیفیت کو اہل دیانت ہی سمجھتے ہیں، اہل بدعت کے لیے اس کا سمجھنا مشکل ہے۔ ائمہ حدیث اس وجدان اور شعور کو اچھی طرح جانتے تھے، انہوں نے اوصاف رواۃ اور قرائن موافق اور مخالف اثرات کو ذہن میں رکھ کر فرمایا:

"والآحاد فی ھذا الباب قد تکون ظنونا بشروطھا فاذا قویت صارت علوما فاذا ضعفت صارت اوھاما وخیالات فاسدۃ۔"[2]

اخبار آحاد کبھی ظنی ہوتی ہیں کبھی علم ویقین کے مرادف اور کبھی اوہام اور فاسد خیالات۔

تلقی بالقبول:

امت کے قبول اور عمل سے بھی حدیث یقین کے مقام پر پہنچ جاتی ہے۔ حدیث انما الاعمال بالنیات، حدیث ذوق عسیلہ، صدقہ فطر، حرمت نکاح مع العمۃ والخالہ، حدیث حرمت رضاع مثل نسب، تعیین عشرہ مبشرہ، وغیرہ احادیث کو امت نے عملاً قبول کر لیا ہے۔ ابن تیمیہ فرماتے ہیں ان سے متواتر ہی کی طرح یقین حاصل ہوتا ہے۔

1) صواعق: ۲/۳۶۲۔ 2) ابن تیمیہ بحوالہ صواعق ج ۲ ص ۴۰۳۔

3) صواعق، ج۲، ص ۳۷۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اما السلف فلم یکن بینھم فی ذالك نزاع۔"[1]

سلف میں اس کے متعلق کوئی نزاع نہ تھی۔

بخاری اور مسلم کی احادیث کی صحت پر امت متفق ہے اور انہیں تلقی بالقبول کا مقام حاصل ہوا ہے۔ابن الصلاح فرماتے ہیں:

"لاتفاق الامة علی تلقی ما اتفقا علیه بالقبول وھذا القسم جمیعه مقطوع بصحته والعلم الیقینی النظریه واقع به۔"[2]

امت نے صحیحین کی متفقہ روایات کو اجماعاً قبول فرمایا،ان احادیث کی صحت قطعی ہے،اس سے علم نظری اور یقینی حاصل ہوتا ہے۔ہم مولانا اصلاحی کو قطعاً تکلیف نہیں دیتے کہ وہ ائمہ حدیث کو معصوم سمجھیں،لیکن امت کی عصمت پر تو غور فرمانا چاہیے۔امت کی تلقی ائمہ حدیث اور اہل حدیث کے نزدیک بیحد مضبوط قرینہ ہے،تلقی بالقبول اور احادیث صحیحین کے افادہ یقین کے متعلق دراسات اہلبیت میں نہایت نفیس اور مبسوط بحث موجود ہے جسے طول کی وجہ سے نظرانداز کیا جارہا ہے۔اہل تحقیق کے لیے وہ بحث بہت مفید ہوگی۔

متاخرین میں مولانا سید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ وقت نظر اور وسعت معلومات میں یگانہ روزگار تھے،بخاری کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

"حاصله انه یفید القطع اذا احتف بالقرائن کخبر الصحیحین علی الصحیح بید انه یکون نظریا ونسب الی احمد ان اخبار الاحاد تفید القطع مطلقا۔"[3]

"حاصل یہ ہے کہ خبر واحد میں اگر قرائن موجود ہوں تو اس سے علم یقینی ونظری حاصل ہوگا،امام احمد سے منقول ہے کہ اس سے قطعیت کا فائدہ حاصل ہوگا۔"

دراصل یہ اختلاف قرائن کے قوت اور ضعف پر موقوف ہے۔

اس اختلاف کا پس منظر:

انسان ماحول کا غلام ہے،معتزلہ اور ائمہ کلام اور دوسرے بدعی گروہوں کا تعلق عموماً شاہی درباروں سے رہا۔عباسی دربار تو ان مناظر بازیوں میں مشہور تھے۔وہاں یہ سب کچھ فتح وشکست اور دفتری اقتدار کے لیے ہوتا تھا۔ان حالات میں سخن سازی،غلط گوئی ہر چیز جائز سمجھی جاتی تھی تاکہ دربار میں اعزاز حاصل ہو۔ایسے وقت میں پارٹی بازی لازمی ہے اور جھوٹ سے پرہیز ناممکن۔فرد تو فرد ہے، جماعتیں غلط بیانی کرتی ہیں،اس ماحول میں خبر واحد پر اعتماد کون کرے اور کیوں کرے۔اس معاملہ میں معتزلہ اور متکلمین معذور ہیں۔

ائمہ حدیث کے بے نیازی:

---

1) ابن الصلاح ص ۱۲۔ 2) فیض انباھی، ج۴،ص ۵۰۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ائمہ حدیث کا ماحول اس سے بالکل مختلف تھا، درباروں سے بے نیاز، بادشاہوں سے نفرت، ہر چیز اللہ کی رضا اور خدمت دین کے لیے۔ ابن قیم نے فرمایا:

"کل احد یعلم ان اھل الحدیث اصدق اھل الطوایف کما قال ابن المبارك وجدت الدین لاھل الحدیث والکلام للمعتزلة والکذب للرافضة والحیل لاھل الرای۔"

''سب جانتے ہیں کہ اہل حدیث بہت سچے ہیں۔ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، دین اہل حدیث کے پاس ہے، باتیں بنانا معتزلہ کے پاس، جھوٹ روافض کی عادت اور اہل الرائے حیلوں کے عادی ہیں۔''

اس ماحول میں جہاں کوئی لالچ نہ ہو جھوٹ کیوں بولا جائے اور کون بولے، جو لوگ ان دونوں گروہوں کو برابر سمجھیں انہیں اس اختلاف میں تطبیق دینا مشکل ہوگا اور جو لوگ اس پس منظر کو سمجھتے ہیں، انہیں اس کے سمجھنے اور تطبیق دینے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ انسان جیسے ماحول میں رہے اس کی نفسیات اسی سانچے میں ڈھل جاتی ہیں۔ ولنعم ما قیل ع عن المرء لاتسئل وسل عن قرینه۔

احادیث سے استفادہ:

اس عنوان کے ماتحت ترجمان القرآن ص ۱۴۰ سے ص ۱۴۵ تک مولانا اصلاحی ایسے متین اور صاحب فکر کا قلم طنزیہ تعریفات کی طرف پھر گیا ہے، اگر مولانا یہ انداز اختیار نہ فرماتے تو ہم بھی مولانا کے ارشادات پر اور زیادہ غور کرتے، اپنے نقائص اور نازسائیوں کے متعلق ضرور سوچتے۔ اخبارات کے لب ولہجہ سے جو خلش مولانا کے ذہن میں تھی اس کا انتقام جماعت اور مسلک سے لینے کی کوشش فرمائی گئی۔ عفا اللہ عنا وعنه۔

مآخذ میں غلو اور تخرب:

جہاں تک ہمیں اپنے حالات کا علم ہے اپنی کمزوریوں کے اعتراف کے باوجود ذہن بحمد للہ بالکل صاف ہے، نہ کسی ماخذ کے لیے غلو ہے نہ تعصب، البتہ اپنے اسلاف کے کارناموں کا احترام ضرور ذہن میں ہے اسے تعصب سے تعبیر فرمایئے یا غلو سے، آپ اور آپ کے رفقاء ومختار ہیں، یہاں نہ ''تخرب'' ہے نہ ''تشیع'' نہ ''یک چشمی''۔ تمام مآخذ کو ان کی ترتیب ہی کے لحاظ سے مانتے ہیں، البتہ مقاصد کو ضرور پیش نظر رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے ہمارے ہاں تفقہ، درایت اور قیاس کا اپنی جگہ پر پورا پورا احترام ہے، لیکن سنن صحیحہ کو گو وہ آحاد ہی کیوں نہ ہوں، ہم ان حیلوں اور الفاظ کی ہیرا پھیری سے رد کرنا پسند نہیں کرتے، اعمالِ رجال خواہ وہ مدینہ میں ہوں یا خراسان میں، کوفہ میں ہوں یا شام میں، سنت صحیحہ کے ہم پایہ نہیں ہو سکتے۔ ہمارے ہاں اس وہم کی کوئی قیمت نہیں کہ فلاں شخص چونکہ مدینہ میں مقیم ہے اس لیے اس کے اعمال سنت ہیں، بلکہ ان سے سنت صحیح کو رد بھی کیا جا سکتا ہے۔ ہم بحمد اللہ مراتب کا احترام کرتے ہیں اور جناب کی نصیحت سے بہت پہلے یہ احترام موجود ہے۔ شاہ صاحب اور خطابی نے جمع حدیث کے متعلق جو شکوہ فرمایا ہے وہ اپنی جگہ پر درست ہے، سیوطی، ہیثمی، ابن ابی الدنیا، طبرانی، ویلمی وغیرہ نے جس طرح احادیث جمع فرمائی ہیں اس سے واقعی اہل حدیث کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلک اور سلف کی روش کو نقصان پہنچا ہے، اہل بدعت بلا تحقیق ان ذخائر سے استدلال کرتے ہیں، لیکن اس میں بھی فن کے لیے کوئی عصبیت نہیں، سیوطی، ہیثمی وغیرہ پر عصبیت کی بدگمانی نہیں کی جاسکتی۔ طریقۂ تصنیف کی ایک لغزش ہے، یہ حضرات خود بھی اس کے قائل نہیں کہ ان تصانیف میں جو کچھ جمع کیا گیا وہ سب مستند اور قابل عمل ہے۔ مولانا اطمینان فرمائیں کہ ہمارے ہاں یہ عیب نہیں۔

جناب کے ہاں دو تین ایسے بزرگ موجود ہیں جنہوں نے اہل حدیث کے ہاں تعلیم پائی ہے، ان سے دریافت فرمایئے کہ جماعت اسلامی میں شمولیت سے پہلے کبھی انہوں نے اندھا دھند احادیث کو بلا تحقیق قبول فرمایا؟ یا موضوع اور مقلوب روایات کو قابل عمل سمجھا؟ اب اگر جماعتی عصبیت ان کے اذہان پر غالب نہیں آ گئی تو وہ آپ کو بتائیں گے کہ اہل حدیث میں بحمداللہ یہ دھاندلی نہیں ہے، بلکہ ائمہ جرح وتعدیل اور نقد ونظر کے افکار سے استفادہ یہاں کا شعار ہے۔

اول تو ہم قرآن اور حدیث، قرآن اور عقل سلیم، حدیث اور عقل سلیم میں تعارض کے قائل ہی نہیں، لیکن اگر بظاہر کہیں تعارض محسوس ہو تو اصول کی حد تک یقیناً یہی بات ہے کہ حدیث کا درجہ قرآن عزیز کے بعد ہی ہونا چاہیے۔ اصولِ حدیث میں تطبیق، ترجیح، توقف کی ساری صورتیں موجود ہیں۔ کما فصل فی موضعہ۔

ہاں استدلال اور اخذ مسائل کے وقت ہمارے نزدیک حدیث وحی ہے اور اسی طرح آنحضرت ﷺ کو اس کا علم دیا گیا جیسے قرآن کا۔ آنحضرت ﷺ نے قرآن کے الفاظ ہم تک پہنچائے اور احادیث کا مفہوم، اور ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس باب میں پوری امانت اور صحیح دیانت سے کام لیا۔ یہی حال صحابہ کا تھا، ہمیں ان کے علم ودیانت پر پورا یقین ہے۔

"عن حسان ابن عطیة کان جبریل ینزل بالقران والسنة ویعلمه ایاها کم یعلمه القران۔"[1]

''جبریل قرآن اور سنت دونوں کو لے کر نازل ہوتے، آنحضرت کو سنت بھی قرآن کی طرح سکھاتے۔''

اس لحاظ سے ہم وحی میں تفریق کے قائل نہیں۔ قرآن اور حدیث دونوں ماخذ ہیں اور بیک وقت ماخذ ہیں۔ اسی لحاظ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ((اوتیت القران ومثله معه۔))

صلت وحرمت اور بعض دوسرے مسائل میں سنت کو جو مستقل حیثیت حاصل ہے اس پر ہمیں پورا یقین ہے۔ اس مقام پر جناب کا یہ ارشاد بالکل مجمل ہے:

''دین میں ان (احادیث) کی اصلی جگہ قرآن کے بعد ہے نہ کہ اس سے پہلے یا اس کے برابر، اگر کوئی شخص یہ ترتیب الٹ کر ان کو قرآن سے پہلے کر دے یا قرآن کے برابر کر دے تو وہ اسی غلو میں مبتلا ہو جائے گا جس میں اہل ظاہر مبتلا ہوئے جنہوں نے ہر حدیث کو حدیث متواتر بنا کے رکھ دیا۔''

اس چیستان کی تشریح فرمایئے، ہماری نظر میں تو کوئی ایسا آدمی نہیں ''جو حدیث ہی کو سب کچھ سمجھے، قرآن اور اجتہاد کو نظر انداز کر

---

1) صواعق ص ۳۴۰ ج ۲۔ شاطبی ج ۴، جامع بیان العلم ابن عبدالبر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دے۔''[1]

نہ ہم نے کوئی ایسا آدمی دیکھا جو تعارض کے وقت یا طریقہ ثبوت کے لحاظ سے حدیث کو قرآن سے مقدم سمجھے، نہ کوئی ایسا آدمی ملا جو ہر حدیث کو متواتر سمجھے، اہل ظاہر سے ابن حزم کی کتابیں اہل علم کی نظر میں ہیں۔ محلی چھپ چکی، الاحکام بازار میں موجود، جمہرۃ الانساب ملتی ہے۔ ہمیں تو ان دعاد کی صداقت مشتبہ معلوم ہوتی ہے۔ بچارے اہل ظاہر پر کھلی تہمت ہے۔ مولانا ایسے متین آدمی کے قلم سے ایسے الفاظ نہ نکلتے تو بہتر ہوتا۔ وہ قیاس کے سوا باقی تمام مآخذ کو مانتے ہیں۔

غایت یہی ہے کہ بعض ناموں سے خاص طریق فکر کے ساتھ تعلق ظاہر ہونا اور ایک مسلک کے ساتھ ربط، مثلاً ایک شخص جماعت اسلامی میں داخل ہوتا ہے اس کا یہ مطلب تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ یہ شخص مولانا مودودی کی قیادت کو موجود قیادتوں سے بہتر سمجھتا ہے، ان پر اسے زیادہ اعتماد ہے، اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوگا کہ وہ مولانا مودودی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ یا ائمہ پر ترجیح دیتا ہے۔ ایک اہل حدیث کے متعلق یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ حنفی یا شافعی طریق فکر کی بجائے ائمہ حدیث کے طریق فکر کو ترجیح دیتا ہے۔ عملی زندگی میں ائمہ حدیث پر اعتماد کرتا ہے، مگر یہ بدگمانی کیوں کی جائے کہ وہ حدیث ہی کو حجت سمجھتا اور قرآن اور اجتہاد کو نظر انداز کرتا ہے۔ ان صفحات میں مولانا کا طریق بحث بہت دلخراش اور ثقاہت سے گرا ہوا ہمیں متانت اور سنجیدگی سے شکوہ ہے کہ اس نے مولانا کا ساتھ کیوں چھوڑ دیا۔

دوسری شرط:

استفادہ کی دوسری شرط میں مولانا نے فرمایا کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو معصوم نہ سمجھے'' یا اللہ! یہ کس نے کہا؟ کب کہا؟ کیسے کہا؟ واقعہ صرف اس قدر ہے کہ ائمہ حدیث نے تنقید حدیث کے متعلق صدیوں محنت فرمائی، احادیث کی صحت، ضعف، حسن، ارسال، انقطاع، شاذ، ومقبول کے متعلق کچھ عقلی، کچھ لغوی اور عرفی فیصلے فرمائے، ان فیصلوں کو صدیوں سے اہل علم قبول فرما رہے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کی بلا وجہ مخالفت نہ کی جائے، اگر اختلاف ہو تو دلیل سے کیا جائے، اہل فن کے فیصلوں کی روشنی میں کیا جائے۔ اس کا نام عصمت نہیں، اس بدگمانی کے لیے ائمہ حدیث اور مسلک اہل حدیث میں کوئی گنجائش نہیں۔ پورے وثوق اور پوری ذمہ داری سے گذارش ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کے متعلق عصمت کا خیال تک نہیں محدثین بھی انسان ہیں اور جماعت اسلامی کی قیادت بھی انسان۔ البتہ اسی تعصب سے اختلاف ہے کہ ایک جماعت اپنی عقیدت مندی سے کسی اپنے بزرگ یا قائد کو خدا کا مزاج شناس سمجھ لے یا ''رسول'' کا مزاج شناس تصور کرے، پھر اسے اختیار دے دے کہ اصولِ محدثین کے خلاف جس حدیث کو چاہے قبول کرے، جسے چاہے رد کرے، یا کوئی عالم قائد بلا وجہ کسی موضوع یا مختلق، مرسل یا منقطع حدیث کے متعلق یہ دعویٰ کر دے کہ میں نے اس میں ''ہیرے کی جوت دیکھ لی ہے۔'' یہ مضحکہ خیز پوزیشن ہمیں یقیناً ناگوار ہے۔ ہم ان شاء اللہ آخری حد تک اس سے مزاحمت کریں گے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان ہوائی حملوں سے بچانے کی کوشش کریں گے۔

ہمیں معلوم ہے، ہیرا ملے یا اس کی جوت، یہ صرف وہی جوہری جان سکتے ہیں جن کا اوڑھنا بچھونا سنت ہے ان کا شب روز کا مشغلہ

---

2) ترجمان ص ۱۴۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنت ہے، مزاج شناسی انہی کا حصہ ہے، اور اصولاً ان کو یہ حق بھی پہنچتا ہے۔ مولانا فرمائیں متعصب وہ لوگ ہیں جو قواعد اور اصول کا احترام کرتے ہیں یا وہ حضرات جو مفت میں جوہری بن جائیں یا ان کے دوست انہیں مزاج شناس رسول ﷺ بنا دیں۔

ان ھی الا اسماء سمیتموھا أنتم اباء کم ما انزل اللہ بھا من سلطان۔

یہ فن کی قدر اور ہنر کے احترام کا مسئلہ ہے، اس میں عصمت کی کوئی بات نہیں۔ یہ ترجمانی غلط ہے اور بالکل غلط اور انتقامی جذبہ کی پیداوار۔ مولانا نے اس مقام پر اہل فن پر جو شبہات پیدا فرمائے ہیں، اخبار آحاد کے خلاف جو احتمالات پیدا کیے اور انسانی فہم میں جن غلط فہمیوں کی نشاندہی فرمائی ہے اسے ممکن سمجھنے کے بعد عرض ہے کہ جو لوگ آج صدیوں کے بعد ان اغلاط پر مواخذہ کریں گے، ان اغلاط اور غلط فہمیوں کی ٹوہ لگائیں گے آیا مولانا اور ان کے رفقاء ان کے متعلق عصمت کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ وہ یقین فرما سکتے ہیں کہ ان مواخذات میں کوئی لغزش نہیں؟ یقیناً آپ ایسا نہیں فرمائیں گے، تو خدارا فرمایا جائے کہ آپ ظن کو صدیوں کے ظن سے ٹکرا کر ایک ظنی نتیجہ پر پہنچتے ہیں، اسے ''ہیرے کی جوت'' یا ''رسول کی مزاج شناسی'' سے تعبیر فرماتے ہیں اور اگر اصحاب فن کے بروقت فیصلے اور صدیوں کی محنت کے نتائج پر اعتماد کیا جائے۔ اس کا نام آپ کی اصطلاح میں عصمت کا دعویٰ ہے۔ مالکم کیف تحکمون۔

متقدمین ائمہ کی تنقید اور دلائل پر یقین کرے تو عصمت کی پھبتی اور آج اپنی معلومات کی روشنی میں صدیوں بعد کوئی ظنی فیصلہ ان قانونی فیصلوں کے خلاف کرے اس کا نام ہیرے کی جوت۔ یہ جرأتیں آپ پر تنقید کرنے والوں کے لیے بدگمانی کی راہ کھولتی ہے۔

فاحفظ وقیت فتحت قدمك ھوۃ

کم قد ھوی فیھا من الانسان

وقت کی ضرورت:

ایسے وقت میں جب کہ حدیث اور سنت کے خلاف لادینی حلقوں میں ایک طوفان بپا ہے، اس قسم کی کمزور اور بے اصل باتیں کرنا مناسب نہیں۔ یہ وقت باہم خطابات کی تقسیم کا نہیں اور نہ ہی بحث سے اس طرح پہلوتہی کرنا اس وقت قرین مصلحت ہے۔ یہ معذرت کا انداز اور چور دروازوں کی طرف رہنمائی نہ حدیث کی خدمت ہے نہ سنت کی حمایت پچھلے دنوں مولانا مودودی کی ایک دو بے محل تقریروں سے اخبارات میں کچھ ہنگامہ ہوا تو ہمارے بعض ''اہل حدیث'' دوست جواب جماعت اسلامی کے ہو چکے ہیں، مولانا کے نظریہ کی دیانتہً کھلی حمایت تو نہ کر سکے مگر اس طرح پردہ پوشی فرمائی کہ ''پہلے علماء میں بھی بعض ایسا کہتے تھے۔''

بعض حضرات ''مزاج شناسی'' کے حوالوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے، حالانکہ مناسب یہ تھا کہ مسلک اعتدال ایسی تحریروں سے مولانا کو بھی روکا جاتا۔ جماعتی تعلقات کا احترام بے شک کیا جائے لیکن حق کا احترام اور سنت کی حمایت وقت کی شدید ترین ضرورت ہے جسے کسی صورت بھی نظر انداز نہیں ہونا چاہیے۔ دنیا میں اسلامی نظام بپا ہونے کی بھی صرف یہی صورت ہے کہ سنت پر جس محاذ سے حملہ ہو، دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مدافعت کی جائے اپنی انصاف پسندی اور وسعت ظرف کے ثبوت میں معذرت کا انداز ضرورت وقت کے بالکل خلاف ہے، خود مولانا کو بھی ایسے خوشامد پسند حضرات سے بچنا چاہیے جن کو صرف یہی فکر ہو کہ ان کی وفاداری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشتبہ ہو جائے۔

رُواۃ کی عصمت:

راوی نہ معصوم ہیں نہ آج تک کسی نے ان کی عصمت کا دعویٰ کیا، نہ ایسا ممکن ہے، البتہ مجموعی لحاظ سے فن حدیث پر عصمت کا ظن غالب ہے۔ جس طرح حفاظت کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عنایت فرمائی کہ وہ قرآن کو محفوظ رکھ سکیں، یعنی ہر حافظ معصوم نہیں۔ لیکن قرآن کے حفظ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی، اسی طرح حفاظ حدیث کو اللہ تعالیٰ نے توفیق مرحمت فرمائی کہ وہ اس کی حفاظت فرما سکیں۔ اجماع امت میں ہر فرد معصوم نہیں لیکن بحیثیت مجموعی اجماع میں مجتہدین کو عصمت کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔

تلقی بالقبول میں بھی یہی صورت ہے۔ اگر حدیث دین ہے تو اس کی حفاظت کا ذمہ دار حق تعالیٰ کو ہونا چاہیے۔ یہ حفاظت، حفاظ حدیث ہی کی معرفت سے ہوئی ہے، اس لیے مجموعی حفاظت اور اجتماعی عصمت سے ان کو یقیناً حصہ ملا ہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اگر اس سے کوئی چیز ضائع ہو چکی ہے تو اس کی ضرورت نہ تھی اور جس چیز کی ضرورت تھی اسے محفوظ رکھنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے ائمہ حدیث کو عطا فرمائی۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔

حدیث کو تنقیدی نگاہ سے پڑھنے کا مطلب:

اسی عنوان میں مولانا نے فرمایا کہ ہر حدیث پر تنقید ضروری نہیں ''تنقید کی ضرورت وہاں پیش آتی ہے جہاں کوئی ایسی حدیث آجاتی ہے جو سنتے ہی طبیعت کو کھٹکتی ہے جو دین کے مسلمات اور شریعت کے معروفات کے خلاف معلوم ہوتی ہے جس کو عقل عام قبول کرنے سے اول وہان میں ابا کرتی ہے'' الخ۔ اس ضمن میں مثال کے طور پر مولانا نے تین احادیث کا ذکر فرمایا ہے (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین مرتبہ جھوٹ بولنے کی روایت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرآن کی آیات کے ساتھ تلك الغرانيق العلى کے الفاظ پڑھ دینے کی روایت، یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ملک الموت کو تھپڑ مارنے کی روایت)۔

مولانا نے جو فرمایا ایک مدتک مناسب ہے، لیکن مولانا ہر ناپسندیدہ مقام پر بیچارے اہل ظاہر کا ذکر فرما دیتے ہیں، شاید اس لیے کہ اس طریق فکر کا ہمارا مسلک میں کوئی موید نہیں۔ جہاں تک اہل ظاہر کی کتابوں کا تعلق ہے ان میں یہ چیز موجود نہیں جسے مولانا اہل ظاہر کی طرف نسبت فرما رہے ہیں۔ اہل ظاہر سے بعض مقامات پر لغزش ہوئی ہے لیکن وہ اتنے گئے گزرے نہیں جس طرح جناب کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے۔ ظاہری سکولِ فکر کے دو بزرگ عام طور پر مشہور ہیں، ابن حزم اندلسی اور امام داؤد ظاہری۔ یہ لوگ قیاس کو حجت شرعی تو بے شک نہیں جانتے لیکن حدیث میں ان کا مقام ہم ایسے مدعیان علم وعقل، سے کہیں بلند ہے۔ اس انداز تنقید سے احتیاط مناسب ہے جو مولانا اصلاحی نے اختیار فرمایا ہے۔

تین احادیث:

جن تین احادیث کے متعلق مولانا نے فرمایا ہے کہ عقل عام ان کے قبول سے اباء کرتی ہے۔ مناسب تو یہ تھا کہ ایسی مثالیں ذکر کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی بجائے مولانا اپنے رفقاء سے مشورہ فرما کر ایک ایسا مجموعہ شائع فرما دیتے جس میں وہ تمام احادیث جمع کر دی جاتیں جو مولانا کی طبیعت کو کھٹکتی ہیں یا عقل عام ان کے قبول سے اباء کرتی ہے، تاکہ کم عقل لوگ اندازہ کر سکتے کہ ایسی احادیث کی مقدار کہاں تک ہے اور کس کس عقل مند کی عقل کو یہ احادیث کھٹکتی ہیں۔ ممکن ہے کسی کی سمجھ میں کچھ آتا تو وہ آپ سے کچھ عرض کر سکتا۔ عقل اور احادیث میں جب بھی جنگ بپا کرنے کی کوشش کی گئی، اہل علم نے تطبیق کی صورت پیدا کر دی اور باہم صلح ہو گئی۔ اعلام الموقعین، تاویل مختلف الحدیث یا مشکل الآثار، ایسی کتابیں ان شبہات کے پیش نظر لکھی گئیں اور اپنے وقت میں بہت حد تک کامیاب ثابت ہوئیں۔

مولانا نے جن احادیث کا مثال کے طور پر ذکر فرمایا ہے ان کے متعلق مختصراً گذارش مناسب معلوم ہوتی ہے۔ حدیث غرانیق باتفاقِ محدثین اصول محدثین کے مطابق ساقط الاعتبار ہے اور جن الفاظ سے ائمہ حدیث نے اسے قابل استناد سمجھا ہے وہ نہ طبیعت کو کھٹکتی ہے نہ عقل عام اس سے اباء کرتی ہے۔ معاریض ابراہیم علیہ السلام کی روایت اکثر حدیث میں مروی ہے، اس کی سند اصول محدثین کے مطابق صحیح ہے۔ ائمہ حدیث سے فنی طور پر کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔

(الف) تعجب ہے ائمہ حدیث سے یہ حدیث نہ کسی کی طبیعت میں کھٹکی نہ ان کی ''عقل عام'' نے اس سے اباء کیا۔

(ب) متقدمین فقہا وسنت سے بھی کسی نے اس پر اشتباہ کا اظہار نہیں کیا۔ غالباً امام رازی پہلے آدمی ہیں جن کے مزاج پر یہ حدیث گراں گذری اور انہوں نے دبے لفظوں میں اس کے انکار کی کوشش کی، لیکن امام نے اس چیز پر غور نہیں فرمایا کہ ان رواۃ سے اور بھی بہت سی روایات مروی ہیں۔ جس عیب کی بنا پر اسے رد کیا جائے گا اس کا اثر باقی احادیث پر بھی پڑے گا یہ رد نتائج کے لحاظ سے آسان نہیں۔

(ج) ابن قتیبہ ۲۷۶ھ نے ابراہیم بن سیار نظام جیسے معتزلی کے شبہات کا ذکر کیا ہے۔ نظام کہتے ہیں کہ اکابر صحابہ نے (حذیفہ بن یمان) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جھوٹ بولا۔ ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ تعریض توریہ درست ہے اور بعض اوقات جھوٹ کی بھی اجازت ہے۔ اس ضمن میں الزام کے طور پر انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان معاریض کا بھی ذکر فرمایا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نظام ایسے غالی معتزلی کو بھی اس وقت اس حدیث پر اعتراض نہ تھا نہ ہی یہ اس کی عقل میں کھٹکتی تھی۔[1]

(د) معتزلہ اور متکلمین عقل کی پرستش اصول اور عقاید کے مسائل میں تو کرتے تھے، صفات باری کے مباحث میں سنت ان کی عقول پر گراں گزرتی تھی۔ فروع میں ان کی عقلوں سے اس احساس کا دباؤ کم ہو جاتا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ مسائل بھی ظنی ہیں۔ ان پر ظنی دلائل سے استدلال صحیح ہے۔ آج کے عقل پرست حضرات نہ اصول میں حدیث کو معاف فرماتے ہیں نہ فروع میں۔ عقول پر یہ اباء یا کھٹکا دراصل موسم کی بات ہے۔

(ھ) فقہا وحدیث اور ائمہ اور شراح حدیث اس امر پر قریباً متفق ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جھوٹ نہیں بولا۔ قرآن وسنت صراحۃً اس پر شاہد ہیں کہ یہ جو کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تعریض اور توریہ کے طور پر فرمایا اور یہ طریقہ گفتگو ادبیات کی جان ہے۔ دینی،

---

1) تاویل مختلف الحدیث ص ۴۲۔۵۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیاسی، کاروباری طبقے سب اس کا کھلے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ حافظ ابن قیم نے جس اختصار اور سنجیدگی سے اس کا تذکرہ فرمایا ہے اہل تحقیق کے لیے اس میں تسکین کا سامان موجود ہے۔

"فان قیل کیف سماها ابراهیم کذبات وهی توریة و تعریض صحیح... وقد فتح الله الکریم بالجواب عنه۔ فنقول الکلام له نسبتان، نسبة الی المتکلم وقصده وارادته ونسبة الی السامع وافهام المتکلم ایاه مضمونه۔ فاذا اخبر المتکلم بخبر مطابق للواقع و قصد افهام المخاطب ایاه صدق بالنسبتین فان المتکلم ان قصد الواقع وقصد افهام المخاطب فهو من الجهتین وإن قصد خلاف الواقع وقصد مع ذالك افهام المخاطب خلاف ما قصد بل معنی ثالثا لا هو الواقع ولا هو المراد فهو کذب من الجهتین بالنسبتین معا۔ وان قصد و معنی مطابقا صحیحا وقصد مع ذالك النعمیة علی المخاطب وافهامه خلاف ما قصده فهو صدق بالنسبة الی قصده کذب بالنسبة الی افهامه ومن هذا الباب التوریة والمعاریض۔

وبهذا اطلق علیها ابراهیم الخلیل علیہ السلام اسم الکذب مع انه الصادق فی خبره ولم یخبر الا صدقا فتامل الخ۔"[1]

"امام کا مطلب یہ ہے کہ سچ اور جھوٹ کی تشخیص میں نفس الامر اور متکلم کے قصد اور ارادہ کا بھی دخل ہے اس لحاظ سے اس کی تین صورتیں ہونگی۔ متکلم صحیح اور واقع کے مطابق کہے اور مخاطب کو وہی سمجھانا چاہیے جو فی الحقیقت ہے۔ یہ دونوں لحاظ (واقعہ اور ارادہ) سے سچ ہے اور اگر متکلم خلاف واقعہ کہے اور مخاطب کو اپنے مقصد سے آگاہ نہ کرنا چاہے بلکہ ایک تیسری صورت پیدا کر دے نہ وہ صحیح ہو نہ ہی متکلم کا مطلب اور مراد ہو، یہ دونوں لحاظ سے جھوٹ ہوگا۔ اگر متکلم صحیح اور نفس الامر کے مطابق گفتگو کرے لیکن مخاطب کو اندھیرے میں رکھنا چاہے اور اپنے مقصد کو اس پر ظاہر نہ ہونے دے، اسے تعریض اور توریہ کہا جاتا ہے۔ یہ متکلم کے لحاظ سے صدق ہے اور تفہیم کے لحاظ سے کذب ہے۔ اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے کذب فرمایا۔ درآں حالیکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا وہ حقیقت میں صحیح تھا۔ شناعت عامہ سے بچنے کے لیے یہی مناسب طریق تھا۔"

نامناسب نہ ہوگا، یہاں اگر حافظ ابن قیم کے استاذ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی "صدق وکذب خبر" سے متعلق نفیس تحقیق پیش کر دی جائے۔

والجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ص ۲۸۸ ج ۴ میں فرماتے ہیں:

"والخبر تارة یکون مطابقا لمخبره کالصدق المعلوم انه صدق و تارة لا یکون مطابقاً لمخبره کالکذب المعلوم انه کذب وقد تکون المطابقة فی عنایة المتکلم وقد یکون فی افهام المخاطب واذا کان اللفظ مطابقا لما عناه المتکلم ولم یطابق افهام المخاطب فهذا ایضا قد یسمی کذبا وقد لا یسمی ومنه

---

1) مفتاح دار السعادة ص ۳۹ ج ۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

المعاریض لکن یباح للحاجۃ۔ ملخصاً"

(و) بعض اہل علم نے دوسری راہ بھی اختیار فرمائی ہے، ان کا خیال ہے کہ کذب ہر حال میں حرام نہیں۔ بسا اوقات ضرورۃً شارع نے اس کی اجازت دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس۔"[1]

احادیث میں بعض مصالح کا صراحۃً بھی ذکر آیا ہے۔ ابن حزم کا رجحان الفصل میں اسی طرف ہے۔ نئے لوگوں سے حسن احمد الخطیب نے ''فقہ الاسلام'' میں اس مسلک کا ذکر فرمایا ہے:

"ومن ذالك اباحتهم الكذاب اذا ترتب على الصدق مفسدة عظيمة وقد فصل الحموى فى الاشباه الكلام فى ذالك فقال ماخلاصتهٗ ان الكذاب يجوز فى ثلثه مواضع۔ فى الاصلاح بين الناس وفى الحرب وعلى الزوجة لاصلاحها الخ ويرادبذالك استعمال المعاريض لا الكذاب الصريح ونقل ان الكذاب يباح لاحياحق الخ۔"[2]

کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے مگر زندگی میں ایسے مواقع آتے ہیں جب انسان پوری صداقت کا اظہار نہیں کرسکتا۔ اگر وہ اس کے اظہار پر اصرار کرے تو اس کی راہ میں مزید مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں جس میں دیانت کو نقصان پہنچ سکتا ہے، جس کا قائم رکھنا ضروری ہے۔ اپنے ذاتی مقاصد کے لیے تو واقعی اس رخصت سے استفادہ معصیت ہے لیکن دینی اور ملی ضرورتوں کے لیے یہ گنجائش ناگریز ہے۔ اذا ابتلی احدکم ببلیتین فلیختر اھونھما میں بھی یہی اصل کارفرما ہے۔

''طلوع اسلام'' کے پہلے صفحہ پر جو کچھ مرقوم ہے اس کے لیے زیادہ سے زیادہ نرم لفظ ''معاریض'' ہی ہوسکتا ہے، لیکن چونکہ ان کا مقصد حمایت کی بجائے دین کی تخریب ہے جسے کھلے طور پر کہنے کی جرأت نہیں ہوئی اس لیے تعریضات کی زبان اختیار کی گئی ہے۔

کوثر نیازی گجرانوالہ آئے، جلسہ میں شورش ہوئی، جلسہ بمشکل ہوسکا تسنیم نے جو روداد شائع کی، اہل گجرانوالہ اس کی حقیقت سے واقف ہیں، مناسب ہے کہ ایسے مواقع پر تعریض کی اجازت دے دی جائے ورنہ تسنیم کو کاذب کہنا ہم پر گراں ہوگا۔

(ز) تعریض کی راہ زندگی کا ایسا لازمہ ہے کہ اس سے بچنا سخت مشکل ہے۔ آپ اپنا یہی مضمون ملاحظہ فرمائیے، آپ نے سوال ۲ کا جواب دیتے ہوئے معذرت فرمائی ہے کہ ''جماعت اسلامی سنت کی کیوں اب تک کوئی نمایاں خدمت نہیں کرسکی۔'' جماعت کا کام بہت آگے بڑھ جاتا لیکن جو حضرات اپنے آپ کو حدیث کی خدمت کا ٹھیکیدار سمجھے ہوئے ہیں، ان کو یہ غم کھانے لگا کہ اگر جماعت نے یہ کام سنبھال لیا تو پھر وہ کس چیز کا نام لے لے کر کچھ لوگوں کو اپنے اردگرد جمع رکھ سکیں گے۔

مولانا کی تعریض:

---

1) ترمذی۔

2) ص ۲۳۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا! اس سے قطع نظر کہ آپ ایسے متین اور عالم آدمی کے لیے یہ ظن تشنیع کا انداز مناسب ہے یا نہیں، یہ تو جناب کو بھی معلوم ہے اور ہم بھی جانتے ہیں کہ اس ملک میں حدیث کی خدمت کا کوئی ٹھیکہ نہیں، جس چیز کو آپ مخاطب سے چھپانا چاہتے ہیں وہ اہم اور نمایاں خدمات ہیں جو کتاب وسنت کی اشاعت میں جماعت اہل حدیث سے ظاہر ہوئیں، دروس، مکاتب اور مطابع کے ذریعہ لاکھوں آدمی قرآن اور حدیث کے فیضان سے مستفیض ہوئے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جماعت اسلامی اس راہ میں لفاظی کے سوا کچھ نہیں کرسکی لیکن آپ سائل کے سامنے یہ ظاہر کرنا پسند نہیں فرماتے بلکہ اسے اندھیرے میں رکھنے کے لیے ''ٹھیکیدار'' کی تعریض اختیار فرمائی ہے میں تو اسے تعریض ہی کہوں گا۔ لیکن اگر آپ میں جرأت ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اعتراف فرمایئے کہ میں نے جھوٹ بولا ہے۔ تفنن برطرف تعریضات سے اعراض فرما کر انکار حدیث کے لیے چور دروازے بنانے کی جرأت نہ پیدا کیجئے۔ آپ ایسے اہل علم بزرگوں کو جب آپ کے اتباع یہ حیلے بناتے دیکھیں گے تو ان کی جرأتیں اور بڑھ جائیں گی۔

زنند لشکر یانش ہزار مرغ بہ سیخ

ختم نبوّت کی تحریک میں آپ حضرات کا موقف ''عقل عام'' کی رسائی سے بالا تھا، آپ کے بیانات سب اسی نوعیت کے تھے۔ لوگ انہیں جھوٹ دھوکہ کہتے ہیں۔ معلوم ہے کہ عوام کے سامنے اپنی جماعت کو بچانے اور لغزشوں کو چھپانے کے لیے یہ تعریضی بیانات دینے کے لیے آپ مجبور تھے۔

''عقل عام'' کے تقاضے جب عقل عوام سے ٹکرانے لگیں تو مشکلات سے مخلصی کے لیے تعریضات کی راہ کھلی رہنی چاہیے۔ اگر اسے خیالی تصوف اور تصوری زہد وورع سے روکا گیا تو زندگی میں ایک ایسا خلا نمودار ہوگا جیسے پاٹنا ناممکن ہوگا۔

ہجرت کے سفر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ تعریض فرما کر ''رجل یھدینی السبیل'' دانش مندی کی انتہاء فرمادی اور زبان اور ادب میں ایک مفید اضافہ فرمایا۔ آپ حضرات بھی عجیب ہیں، ایک طرف تو چاہتے ہیں کہ لوگ کھلے ذہن سے سوچیں۔ جب سوچنے کا وقت آجاتا ہے تو آپ پر مصنوعی تصوف کا حملہ ہوجاتا ہے اور آپ عقل عام کی گود میں پناہ لیتے ہیں اور دوسروں پر طعن فرمانا شروع کردیتے ہیں۔

(ح) میرا ذاتی تجربہ معاریض ابراہیمی علیہ السلام کے متعلق یہ ہے کہ جب تک بچپن غالب تھا اور عقل ناتمام تھی، کذب کا نام سن کر تشویش ہوتی۔ اساتذہ اور رفقاء سے بحث ہوتی رہی۔ جب سے تجربہ کی زندگی میں قدم رکھا، عمل نے تمام شبہات دور کردیئے، تعریض اور توریہ کو عملی دنیا کے ماحول پر محیط پایا۔ انبیاء نے بوقت ضرورت اسے استعمال فرمایا، صلحاء کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ پس ہماری ''عقل عام'' کو تو اس حدیث سے کوئی کھٹکا محسوس نہیں ہوتا، بلکہ دین کی تکمیل پر مزید یقین ہوتا ہے کہ اس میں اس زاویہ کے لیے بھی رہنمائی کا سامان موجود ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھپڑ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس عنوان پر کچھ عرض کرنے سے قبل مولانا اوران جیسے ''محققین کی خدمت میں گذارش ہے کہ یہ مسئلہ بھی کچھ آج نہیں چھڑا، تیسری صدی ہجری مُن ''درایت'' کے ہیرو حضرات معتزلہ اس حدیث کو بھی مشکوک بنانے کی کوشش میں مصروف تھے اور حدیث پاک کے محافظ اللہ تعالیٰ نے محدثین کو توفیق دی کہ وہ اس حدیث کا صحیح مطلب بتا کر ان لوگوں کے دانت کھٹے کر دیں۔ چنانچہ اس زمانے کے جن محدثین نے اس حدیث کا جواب دیا، ان میں مشہور محدث حافظ ابوحاتم محمد بن حبان (المتوفی ۳۵۴ھ) بھی ہیں۔ آپ نے اپنی صحیح میں یہ عنوان قائم کیا ہے:

''ذکر خبر شنع به علی منتحلی سنن المصطفیٰ ﷺ من حرم التوفیق لادراك معناهٗ''

یعنی ''اس حدیث کا ذکر جس کو ان لوگوں نے جو اس کے معنی کی حقیقت تک پہنچنے سے محروم ہیں، محدّثین پر طعن کا ذریعہ بنالیا ہے۔''

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اسی لطمہ والی حدیث کو ذکر کر کے لکھتے ہیں:

((ان الله جل وعلا بعث رسول الله ﷺ معلما الخلقه، فانزله موضع الابانة عن مراده نبلغ ﷺ رسالته وبین عن ایاته بالفاظ مجملة ومفسرة عقلها عنه اصحابه اوبعضهم وهٰذا الخبر من الاخبار التی یدرك معناه من لم یحرم التوفیق لاصابة الحق، وذاك ان الله جل وعلا ارسل ملك الموت الیٰ موسیٰ رسالة ابتلاء واختیار وامره ان یقول له: اجب ربك۔ امر اختبار وابتلاء لا امر ایرید الله جل وعلا امضاءه کما امر خلیله، صلی الله علیٰ نبینا وعلیه، یذبح ابنه امر اختبار وابتلاء دون الامر الذی اراد الله جل وعلا امضاءه فلما عزم علیٰ ذبح ابنه وتله للجبین، فداه بالذبح العظیم وقد بعث الله جل وعلا الملئکة الیٰ وسله فی صور لا یعرفونها کدخول الملئکة علی ابراهیم ولم یعرفهم حتی اوجب منهم خیفة و کمجی جبریل إلیٰ رسول الله ﷺ وسؤاله ایاه عن الایمان والاسلام فلم یعرفه المصطفیٰ ﷺ حتیٰ ولیٰ فکان مجی ملك الموت الیٰ موسیٰ علی غیر الصورة التی کان یعرفه موسیٰ علیہ السلام علیها وکان موسیٰ غیوراً فرأی فی داره رجلا لم یعرفه فشال یده فلطمه، فاتت لطمته علی فقی عینه التی فی الصورة التی یتصور بها لا الصورة التی خلقه الله علیها ولما کان المصرح عن نبینا ﷺ فی خبر ابن عباس حیث قال: امنی جبریل عند البیت مرتین، فذکر الخبر وقال فی اخره هذا وقتك ردقت الانبیاء تبلك۔ کان فی هٰذا الخبر البیان الواضح ان بعض شرائعنا قد یتفق بعض شرائع من قبلنا من الامم۔ ولما کان من شریعتنا ان من فقا عین الداخل داره بغیر اذنه اوالناظر فی بیته بغیر امره من غیر جناح علیٰ فاعله ولا حرج علیٰ مرتکبه اللاخبار الجمة الواردة فیه کان جائزا اتفاق هذه الشریعة شریعة موسیٰ باسقاط الحرج عمن فقا عین الداخل داره بغیرا ذنه فکان استعمال موسیٰ هٰذا الفعل مباحاله ولا حرج علیه فی نعله فلما رجع ملك الموت الیٰ ربه واخبره بما کان من موسیٰ فیه امره ثانیاً بامر اخر امر اختبار وابتلاء۔ کما ذکرنا قبل۔ اذا قال الله له: ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شئت فقع يدك على متن ثور فلك بكل ما غطت يدك لكل شعرة سنة، فلما علم موسىٰ كليم الله صلى الله علىٰ نبينا و عليه، انه ملك الموت، رانه جاره بالرسالة من عند الله، طابت نفسه بالموت، ولم يستهمل، وقال فالان فلو كانت المرة الاولىٰ عرفه موسىٰ انه ملك الموت لا ستعمل ما استعمل فى المرة الاخرى عند تيقنه وعلمه به۔

عند قول من زعم أن أصحاب الحديث حمالة الحطب در عاة الليل! يجمعون مالا ينتفعون به ويردون مالا يوجرون عليه! ويقولون بما يبطله الاسلام! اجهلاً منه بمعانى الاخبار وترك التفقه فى الاثار معتمداً فى ذالك على رايه المنكوس وتياسه المعكوس!!))[1]

یعنی ''اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ کی اپنی مخلوق کی تعلیم اور اسے اپنے ارادہ سے آگاہ کرنے کے لیے مبعوث فرمایا چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور اس کی آیات کی کبھی بالاختصار اور کبھی بالتفصیل ایسی وضاحت فرمائی جسے تمام یا بعض صاحب فہم وذکار صحابہ نے سمجھ لیا۔ یہ حدیث بھی منجملہ ان احادیث کے ہے جن کا معنی ہر وہ شخص سمجھ سکتا ہے جو معرفت حق کی توفیق سے محروم نہیں ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس بطور آزمائش ملک الموت کو یہ کہہ کر بھیجا کہ موسیٰ علیہ السلام سے کہو ''موت کے لیے تیار ہو جائے'' مگر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نافذ کرنے کے لیے نہیں بلکہ محض آزمائش اور امتحان کے لیے تھا۔ ایسا ہی ایک آزمائشی حکم اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کو بھی دیا کہ وہ اپنے جان سے زیادہ عزیز بیٹے کو ذبح کر دیں۔ وہ حکم بھی نافذ کرنے کے لیے نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے منہ کے بل زمین پر گرایا تو خداوند کریم نے ان کی بجائے ذبح کرنے کے لیے ایک دنبہ بھیج دیا۔ علاوہ ازیں بعض اوقات اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو انبیاء علیہم السلام کے پاس ایسی صورت میں بھیجا جسے وہ نہیں پہچانتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے مہمان انسانوں کی شکل میں آئے اور ان کے کھانا نہ کھانے سے حضرت خلیل الرحمن خوف زدہ بھی ہوئے۔ اسی طرح ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جبریل علیہ السلام مسافر آدمی کی صورت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے ایمان، اسلام اور احسان کے متعلق سوالات کیے۔ آپ ﷺ نے چلے جانے کے بعد انہیں پہچانا۔ اسی طرح ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس غیر معروف شکل میں آئے۔ موسیٰ علیہ السلام ایک اجنبی آدمی کو یوں بلا اجازت اندر آتے دیکھ کر برداشت نہ کر سکے اور غیرتِ طبعی سے متاثر ہو کر اس کے منہ پر طمانچہ دے مارا جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی جو اس کی حقیقی آنکھ نہ تھی بلکہ ظاہری صورت کی عارضی آنکھ تھی۔ امامت جبریل علیہ السلام کی حدیث میں آنحضرت ﷺ نے تصریح فرمائی ہے کہ نماز سے فراغت کے بعد جبریل علیہ السلام نے کہا:

((هٰذا وقتك ووقت الانبياء قبلك۔))

''آپ کے علاوہ آپ سے پیشتر وانبیاء کی نماز کے اوقات بھی یہی تھے۔''

---

1) تعليق المسند الامام احمد ص ٦٦۔ ٦٧۔ ج ١٤ طبع مصر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اس شریعت کے بعض احکام پہلی شریعتوں کے بعض احکام سے موافق ہیں جیسے ہماری شریعت میں بلا اجازت گھر میں داخل ہونے یا بلا اذن مکان میں جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑنے پر کوئی گناہ اور مواخذہ نہیں۔ بہت ممکن ہے موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی بلا اجازت گھر میں داخل ہونے والے کی آنکھ پھوڑنا جائز ہو اور اس بارہ میں صاحب مکان پر کوئی گناہ اور ملامت نہ ہو اور موسیٰ علیہ السلام نے اس شرعی حکم کی تعمیل میں یہ فعل کیا ہو۔ پھر جب فرشتے نے ان کے اس سلوک کی اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر شکایت کی تو دربارِ الٰہی سے اسے ایک دوسرا آزمائشی حکم دے کر بھیجا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام سے کہو ''اگر آپ مرنا نہیں چاہتے تو بیل کی پیٹھ پر ہاتھ رکھیے، جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئیں، ہر بال کے عوض میں آپ کی عمر میں ایک سال کا اضافہ ہو جائے گا۔ اب کلیم اللہ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ یہ ملک الموت ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام موت لے کر حاضر ہوا ہے۔ چنانچہ اب آپ برضا و رغبت مرنے کے لیے تیار ہو گئے اور فرمانے لگے ''میں ابھی واصل بحق ہونا چاہتا ہوں۔''

مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام پہلی دفعہ مالک الموت کو نہیں پہچان سکے۔ اگر انہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ ملک الموت ہے تو یقیناً ان کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو دوسری مرتبہ کیا۔

یہ ہے اس حدیث پاک کا مطلب جسے اپنی الٹی سمجھ اور معکوس قیاس پر اعتماد کرنے کی وجہ سے احادیث اور آثارِ نبویہ (علیٰ صاحبا الف الف تحیۃ) کو سمجھنے کی توفیق سے محروم شخص نہ سمجھ سکا اور الٹا محدثین کرام پر ''رطب و یابس جمع کرنے اور رات کی تاریکی میں ٹامک ٹوئیاں مارنے'' کا الزام لگا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعلق یہ حدیث معتزلہ کی طرح ہمارے مولانا کو بھی ''قتل عام'' کے خلاف معلوم ہوئی۔ حالانکہ بقول حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ وہ ایک ابتلا تھا جسے یوں ہی ختم ہونا تھا۔

ظاہر ہے کہ موت کا وقت کم و بیش نہیں ہوتا۔

{إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ} (یونس:۴۹)

ملک الموت آئے اور تھپڑ کھا کر چلے گئے، شکایت کی، اتنی دیر موسیٰ u زندگی کی بہاریں گذارتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ملک الموت قبل از وقت آزمائش کے لیے انسانی شکل میں آئے، حضرت موسیٰ کے سامنے ایک ایسا مطالبہ رکھا اس وضع میں جس کا ان کو حق نہ تھا، اس کی پاداش ملی، یہی قدرت کا منشا تھا۔ انبیاء کی زندگی میں ایسے مرحلے آتے ہیں جو عقل عام کی رسائی سے بالا ہوتے ہیں۔ جو شخص اسے عقل عام کے پیمانوں سے ناپنا شروع کر دے گا وہ ناکام ہوگا۔ اس کی تسکین اسی صورت میں ہوگی کہ وہ اس کا انکار کرے اور عقل کے لیے تسکین کا بے حقیقت سامان پیدا کرے۔

انبیاء کے معجزات اور ملاء اعلیٰ کے ساتھ ان کے تعلقات یہ عقل عام کا مسئلہ نہیں، یہاں خواص کی عقلیں بھی حیران رہ جاتی ہیں۔ اگر طبیعت مطمئن ہو سکے تو شارع کے الفاظ میں ہی اسے قبول فرمایئے ورنہ جو جی میں آئے فیصلہ فرمایئے، اسے اگر عقل کی سان پر چڑھایا گیا تو سان ٹوٹے گی یہ واقعات قائم رہیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مؤدبانہ گذارش:

مولانا کے ارشادات کا جب یہ مقام جس میں تین احادیث پر شبہ فرمایا گیا ہے تو مجھے بے حد دکھ ہوا مولانا کے ان ارشادات کے متعلق جب کچھ لکھنے کی کوشش کی تو طبیعت رنج اور افسوس کے جذبات سے لبریز ہوگئی اس لیے قلم رکھ دیا، میں نہیں چاہتا تھا کہ مولانا کے احترام کے خلاف نوک قلم سے کوئی فقرہ نکل جائے، آج مدت کے بعد قلم اٹھایا۔ سنت نبوی کے متعلق جذبات میں آج بھی دکھ اور قلق موجود ہے اتنی پوزیشن کے لوگ کس بے پروائی سے سنت کے متعلق جو منہ میں آئے کہہ جاتے ہیں۔ اس وقت اگر کوئی ناخوشگوار لفظ قلم سے نکلا تو صمیمِ قلب سے اس کے لیے معذرت چاہتا ہوں۔ مقصد طعن و تشنیع نہیں۔ اس دورِ فتن میں سنت اور علوم نبویہ کے خلاف ایسے الفاظ فی الواقع ناگوار ہیں۔ مولانا پر طنز قطعاً مقصود نہیں سنت کے ساتھ محبت اور قلب کا سنت سے ربط پریشانی خیالات کے اظہار کا موجب ہوا۔

گفتگوئے عاشقاں در باب رب
جذبہ عشق است نے ترک ادب

مولانا کے ارشادات کے بعض حصص اور مودودی صاحب کا ''مسلک اعتدال'' قطعاً اس قابل نہیں کہ ان کی اشاعت کی جائے، ان میں کچھ صحیح ہے وہ بھی غلط انداز سے کہا گیا ہے۔ مسلک اعتدال میں تو دماغ کے کباڑ خانہ نے خیالات اس بے اعتدالی سے اگل دیئے ہیں کہ اگر کوئی منکر حدیث بھی لکھتا تو یہی کچھ لکھتا۔

ائمہ حدیث کے مناقشات:

مولانا نے محدّثین کے باہمی مناقشات کو اہل قرآن سے بھی زیادہ نمایاں فرمایا ہے اور اس انداز سے فرمایا کہ شاید مولانا ملت کو کوئی عجیب اور نئی چیز عنایت فرما رہے ہیں۔ مولانا غور فرمائیں یہ انسانی مزاج کی ایک کمزوری ہے، فن رجال کو چھوڑیئے، کوئی فن اس سے خالی نہیں۔ شعر و سخن، ادب، نحو اور قواعد، معانی، بیانِ فقہ اور اصول فقہ کس فن میں یہ مناقشات نہیں؟ بقول جناب ائمہ تفسیر میں بھی یہ کمزوری موجود ہے اور آپ کی جماعت اور علماء کے افادات سے دست بردار ہو جانا چاہیے؟ جب سے علم رجال وضع ہوا ہے اس قسم کا ذخیرہ موجود ہے اور اس کے باوجود اس میں حق و باطل کا امتیاز غیر مشتبہ طور پر کیا جا سکتا ہے اور کیا گیا ہے۔ پھر اس بے ضرورت مواد کو حدیث کے دفاع کے موقعہ پر ذکر کرنے کی کیوں ضرورت محسوس ہوئی؟ جہاں آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کچھ کہنے کا موقع تھا وہیں آپ نے شرم سے نظر نیچی فرمالی، جہاں تن کر چلنے کا موقعہ تھا آپ سر بسجود ہو گئے۔

عبداللہ چکڑالوی، خواجہ احمد دین امرتسری، مستری رمضان گجرانوالہ، محبوب شاہ گجرانوالہ، سید عمر شاہ گجرات، شیخ عطاء اللہ وکیل، مفتی محمد دین وکیل گجرات، ملتان کے منکرین حدیث، ڈیرہ غازی خاں کے اہل قرآن اور ادارۂ طلوع اسلام کے ارباب قیادت، اور ادارۂ ثقافت اسلامیہ کے ملحدین کے نظریات میں بعد المشرقین اور ان کا باہمی برسوں کا جوت پیزار کسے معلوم نہیں لیکن کبھی انہوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا؟ نماز، زکوٰۃ، حج کے متعلق جو پراگندہ خیالی اور اس کے متعلق جو بدعملی ان اساطین الحاد وفسق میں موجود ہے اس کا کبھی انہوں نے اعتراف کیا۔ پھر مولانا مودودی کو کیا مصیبت ہے کہ امام بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مخالفانہ آراء وافکار کا اشتہار دیں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اعمش رحمۃ اللہ علیہ کی چشمک کا نوحہ فرمائیں۔

اس سے اصل فن اور اس کی خوبیوں پر آخر کیا اثر پڑتا ہے اور ان مقدسین میں جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، اگر سو پچاس میں کسی وقت (بشرط صحت سند) کوئی شکر رنجی یا مناقشہ ہوا بھی ہو تو پورے فن پر اس کا کہاں تک اثر پڑ سکتا ہے؟ میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ اول تو آپ حضرات سنت سے دفاع کی یہ ذمہ داری لیتے ہی کیوں ہیں، آپ کے ہاں مولوی عبدالغفار حسن صاحب ایسے دو ایک حضرات اور بھی موجود ہیں جو غالباً آپ کی جماعت کے مزاج اور اس کے نظم کے احترام کی وجہ سے خاموش ہو جاتے ہیں، انہیں اجازت مرحمت فرمائیے، وہ اس موضوع پر لکھیں اور اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق لکھیں۔ جماعت کے اجتماعی مزاج سے انہیں مستثنیٰ فرمایا جائے۔ میرا خیال ہے وہ یہ فریضہ بہتر طور پر ادا فرما سکتے ہیں۔ یہ فرض کفایہ اچھا ہے ان پر ڈال دیا جائے۔

احاد کے متعلق اختلاف اور خرابی کا پہلا دور:

یوں تو زمانہ نبوت ہی میں ایسا عنصر موجود تھا جو آنحضرت کی تفصیلی ہدایات، تربیت اور آپ کے احتساب سے گھبراتا تھا کبھی غنائم کی تقسیم کے سلسلہ میں یہ ذہن نمایاں ہوتا۔

((ان هٰذا قسمة لم يرد به وجه الله۔))[1]

کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف غلول کی نسبت کرتے، مختلف طور پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تنفر پیدا کرنے کی کوشش کرتے رأيت المنافقين يسدون عنك صدودا۔ منافق آپ کی خدمت میں آنے سے گھبراتے اور بدکتے ہیں۔ لیکن دانش منداور سلجھی ہوئی طبائع کی موجودگی میں اس ذہن کو ابھرنے کی توفیق نہ مل سکی۔ حضرت علیt کی خلافت میں ان لوگوں کو کچھ کھل کر کہنے اور اجتماعی طور پر شرارت کرنے کا موقعہ ملا، اس کی تفصیل احادیث اور ادب کی کتابوں میں ملتی ہے۔

اس ذہن کی تنظیم:

لیکن دوسری صدی میں معتزلہ کی وجہ سے اس ذہن نے ایک باقاعدہ اور اصولی شکل اختیار کر لی۔ مگر خوارج اور یہ حضرات کھل کر حدیث کا انکار نہ کر سکے۔ فضائل اہل بیت کا انکار خوارج نے کیا اور احادیث صفات کا انکار حضرات معتزلہ نے کیا اور احادیث مناقب کا انکار شیعہ نے کیا۔ اس کے علاوہ یہ حضرات احادیث کو پورا پورا احترام کرتے تھے۔ معتزلہ فروع میں شیعہ ہیں، بعض حنفی اور شافعی۔ وہ اپنے اپنے اماموں کی طرح فروع میں احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ اسی طرح خوارج میں آج بھی حدیث پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔

الجامع الصحیح کے نام سے حکومت مسقط کی طرف سے حدیث کی ایک کتاب خوارج میں موجود ہے جسے وہ بڑی عقیدت سے

---

1) احمد۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھتے ہیں۔خوارج کے اس جزوی انکار کا تذکرہ سنت کی کتابوں میں بھی ملتا ہے۔اعتزال کی سرپرستی عباسی حکومت نے کی۔ اس فتنہ نے قریباً دوسری صدی میں سر اٹھایا۔اس لیے انکار حدیث کے متعلق یہ چور دروازہ قریباً دوسری صدی میں کھلا۔ان کا زیادہ زور ان احادیث پر تھا جو صفات باری تعالیٰ کے متعلق ان کے مزعومات کے خلاف تھیں اور حدیث کے متعلق رزق کی سلامتی کا یہ حال ہے کہ وہ متواتر احادیث کو بھی آحاد کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔نصوصِ قرآنیہ کی تاویل اس طرح کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ بھی اسے سن پائیں تو انہیں حیرت ہو۔

دے تویل او حیراں ہمی ساخت
خدا و جبرئیل و مصطفیٰ را

آحاد پر اشتباہ دوسری صدی کے شروع میں:

یہ لوگ قرونِ خیر میں تو موجود نہ تھے، ان کی نشاندہی وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو ان سے سابقہ پڑا۔ابن حزم فرماتے ہیں:

"وایضا فان جمیع اهل الاسلام کانو اعلی قبول خبر الواحد الثقة عن النبی ﷺ یجری علیٰ ذالك کل فرقة فی علمها کاهل السنة والخراج والشیعة والقدریة حتی حدث متکلموا المعتزلة بعد المائة من التاریخ فخالفوا الاجماع فی ذالك۔"[1]

''تمام مسلمان اگر راوی ثقہ ہو تو خبر واحد کو قبول کرتے تھے۔اہل سنت، خارجی، شیعہ، قدریہ کا یہی خیال تھا یہاں پہلی صدی کے بعد معتزلہ متکلمین کی جماعت پیدا ہوئی اور انہوں نے اس اجماع امت کی مخالفت کی۔''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق بن راہویہ خبر واحد صحیح جو کچھ ثابت ہو اس سے انکار کو کفر سمجھتے تھے۔ابن قیم ایک مقام پر ان لوگوں پر اس طرح سے تعجب فرماتے ہیں۔''یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی احادیث کو اس لیے نہیں مانتے کہ (وہ احاد ہیں) ان سے علم حاصل نہیں ہوتا، اور ذہنی خیالات اور باطل شبہات کو قبول کر لیتے ہیں جو معتزلہ، جہمیہ اور فلاسفہ سے منقول ہیں اور ان کا نام براہین عقلیہ رکھ لیتے ہیں۔''[2]

ابن قیم نے صواعق مرسلہ کی دوسری جلد کے قریباً ایک سو زائد صفحات معتزلہ کے اسی نظریہ کے خلاف لکھے ہیں جو انہوں نے خبر واحد کے متعلق ظاہر کیا اور اسی نظریہ کے سہارے پر سیکڑوں سنن صحیحہ کا انکار کیا۔حق کی جستجو کرنے والوں کو اس کی طرف توجہ کرنا چاہیے۔ حدیث کے متعلق تحقیقی مطالعہ کے لیے موافقات کا باب السنۃ، احکام ابن حزم کا باب السنۃ او صواعق مرسلہ کا یہ مقام ضرور دیکھنا چاہیے۔

---

1) الاحکام ص ۱۱۴۔ 2) صواعق، ج ۲ ص ۳۷۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرا دور:

معتزلہ کے اس حملہ سے صرف اہل حدیث اور حنابلہ محفوظ تھے۔ احناف، موالک، شوافع، شیعہ سے بعض اہل علم اعتزال سے متاثر تھے۔ وہ فروع میں احادیث کو مانتے، احاد کی ظنیت پر یقین کرتے۔ احناف سے بشر مریسی (۲۲۸ھ) تو کھلے معتزلی ہیں۔ قاضی عیسیٰ[1] بن مصنف کتاب التحقیق شرح حسامی نے ان کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا ہے:

ابان (۲۲۱ھ) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ مولانا عبدالحی نے فوائد الہیہ میں ان کا مختصر ترجمہ لکھا ہے۔ ابن ندیم نے فہرست میں لکھا ہے کہ ان کا تعلق سپاہ خاندان سے تھا۔ پھر علمی شغل اختیار فرمایا۔ خطیب نے صراحت کی ہے کہ وہ خلق قرآن کے قائل تھے۔

"قال عیسیٰ بن ابان وعبد الجبار من المعتزلةً"[2]

ان قرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ قاضی عیسیٰ بن ابان کا رجحان بھی اعتزال کی طرف تھا۔ ان کی وجہ سے فروع میں بھی اخبار احاد کو اشتباہ کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ چنانچہ عادل وضابط راوی اگر فقیہ نہ ہو تو اس کی روایت مقبول نہیں ہوگی بلکہ قیاس کو اس روایت پر ترجیح دی جائے گی۔

"واما روایة منلم یعرف بالفقه ولکنه معروف بالعدالة والضبط مثل ابی هریرة وانس بن مالك فان وافق القیاس عمل به وان خالفه لم یترك الا بالضرورة۔"[3]

''عادل اور ضابط راوی اگر فقیہ نہ ہو جیسے ابو ہریرہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما، ان کی روایت اگر قیاس کے موافق ہو تو قبول کی جائے گی ورنہ اسے ضرور ترک کر دیا جائے گا۔''

قاضی عبدالعزیز بن احمد شارح اصول بزودی فرماتے ہیں ''حدیث کو قیاس پر مقدم کرنے کے لیے ہم نے جو فقہ راوی کی شرط لگائی، یہ صرف عیسیٰ بن ابان کا مذہب ہے اور قاضی ابوزید دبوسی نے اسے پسند کیا اور مصراۃ اور عرایا کی حدیث کو اسی اصول پر تخریج کیا ہے اور

---

1) قاضی عیسیٰ بن ابان کا مسلک متقدمین ائمہ احناف میں مقبول نہ تھا جیسے اصول بزدوی اور اس کی شرح سے ظاہر ہے۔ متاخرین احناف بھی اسے اپنا فطر یہ سمجھ کر اس سے استفادہ کرتے رہے اور مصراۃ وعیرہ کی روایات کو رد کرتے رہے۔ آج کل بعض نو آموز اور کم سواد حضرات اس غلط اور منحوس نظریہ کو حضرت امام سیدنا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی منسوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اس نظریہ کی کچھ آبرو رہ جائے یہ روایت ابومطیع بلخی سے مروی ہے۔ روایت بالکل من گھڑت اور وضعی ہے اس کی نسبت حضرت امام کی طرف بالکل جھوٹ ہے۔ ابومطیع بلخی ائمہ نقد کے نزدیک ناقابل اعتماد ہیں۔ ذہبی فرماتے ہیں وہ آثار کے ضبط دہی ہیں، ابن معین نے فرمایا وہ راشی ہیں، نسائی نے انہیں ضعیف کہا، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ان سے روایت درست نہیں۔ ابوداؤد نے کہا یہ متروک الروایۃ اور جہمی ہیں۔ ابن عدی نے کہا ان کا ضعف ظاہر ہے۔ ابن حبان نے فرمایا یہ مرجہ کا سردار ہے، اسے سنت سے بغض ہے اور اس میں غلب بیانی کرتے ہیں۔ ان کا انتقال ۱۹۵ھ میں ہوا۔ (میزان الاعتدال، ایضاً تاریخ خطیب ص ۲۲۳) یہ نسبت قطعاً غلط وضعی اور مختلق ہے۔ آج کل کے بعض نو خیز طلبۃ العلم نے اسے نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس اثر کے متعلق باقی باحث دوسرے وقت مذکور ہوں گے۔ سردست اس قدر اظہار مقصود ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کی طرف اس جہمی نظریہ کی نسبت غلط ہے۔

2) ص ۱۷۵۔ 3) اصول بزودی، ج ۲، ص ۶۹۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہت سے متاخرین نے اسے اپنالیا۔امام ابوالحسن کرخی اور باقی قدار احناف اس کے خلاف ہیں۔وہ فرماتے ہیں عادل اور ضابط راوی کی حدیث بہرحال قیاس پر مقدم ہوگی اور اکثر علماء کا یہی خیال ہے۔خود حضرت امام ابوحنیفہ ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔[1] یہ قاعدہ اصولِ فقہ کی قریباً تمام کتابوں میں مرقوم ہے۔قدماءِ احناف نے اسے پسند نہیں فرمایا۔ویسے بھی یہ قول غلط ہے، قاضی عیسیٰ بن ابان ایسے بزرگ، حضرت ابوہریرہ اور انس رضی اللہ عنہما جیسے بزرگوں کو جو برسوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے، جن کی ماوری زبان عربی ہے، غیر فقیہ کہہ دیں، عجیب ہے۔حالانکہ وہ خود نہ عرب ہیں نہ علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا تفقہ معلوم ہے، اکابر صحابہ مسائل میں ان کی طرف رجوع فرماتے تھے۔گورنر تک کے عہدوں پر فائز رہے۔خود ائمہ احناف نے ان کی احادیث کو خلاف قیاس قبول فرمایا۔کشف الاسرار، کتاب التحقیق وغیرہ مبسوطات میں اس کی تفصیل مل سکتی ہے۔اس کے باوجود متاخرین احناف میں انکار حدیث کے لیے جزوی طور پر یہ چور دروازہ کھولا گیا۔

احاد کو ترک کرنے کے لیے ایک راہ پیدا ہوئی، لیکن اس میں اس قدر احتیاط رکھی گئی کہ وہی احادیث متروک ہوں گی جن کے راوی فقیہ نہ ہوں۔(یہاں فقہ سے مراد یہ ہے کہ وہ راوی عربی زبان کو اچھی طرح جانتا ہو، روایت بالمعنی میں غلطی نہ کرے)۔فقیہ رواۃ کی روایات رائے کے موافق ہوں یا مخالف، قاضی عیسیٰ بن ابان اور ان کے اتباع اسے قبول کرتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ رائے کا دروازہ بند نہیں ہونا چاہیے۔کہیں نہ کہیں اس کے لیے گنجائش نکلنی چاہیے۔اس احتیاط کے باوجود ان کا یہ مذہب قدماء احناف میں قبولیت حاصل نہ کرسکا۔امام ابوحنیفہ، امام یوسف، امام محمد رحمۃ اللہ علیہم اور حضرت امام کے مشہور تلامذہ قاضی عیسیٰ بن ابان سے ان کی اس احتیاط کے باوجود ان کو اختلاف ہے۔صحیح وہی راہ ہے جسے جمہور ائمہ سنت نے اختیار فرمایا۔قاضی عیسیٰ بن ابان کے مسلک میں اعتزال کی بو آتی ہے اور ائمہ حدیث کا نقطہ نظر تو قدماء اور اکابر احناف سے بھی مختلف ہے۔

تیسرا دور:

متاخرین احناف میں قاضی عیسیٰ بن ابان کے مسلک پر عمل ہونے لگا۔فقہ اور اصول فقہ میں اسی کی بنا پر فروع اور اصول تخریج کیے گئے۔بعض جگہ سریح احادیث کی بھی بعید از کار تاویلات کی گئیں۔عینی شرح کنز میں نکاح حلالہ کے افادہ تحلیل کا ذکر فرمایا حدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہ کی تاویل اس طرح فرمائی گئی لعلہ اراد باللعنۃ الرحمۃ۔[2]

یعنی حدیث میں لعنت سے شاید رحمۃ مراد ہو۔غرض متاخرین کی تصانیف میں اعتزال کو کافی دخل ہوگیا۔اصولِ فقہ میں سب سے پہلی تصنیف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔

"اول من صنف فیہ الامام الشافعی۔"[3]

---

1) کشف الاسرار، ج ۲، ص ۴۰۳۔

2) عینی بر حاشیہ کنز کشوری۔ 3) کشف الظنون، ج ۱، ص ۸۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد جب اصولی فقہ فن کی صورت میں مدون کیا گیا تو اس میں اہل حدیث اور معتزلہ نے بہت کچھ لکھا۔

"واکثر التصانیف فی اصول الفقه لاهل الاعتزال المخالفین لنا فی الاصول ولاهل الحدیث المخالفین لنا فی الفروع۔"[1]

''اصول فقہ میں معتزلہ نے زیادہ کام کیا، وہ اصول اور عقائد میں ہمارے مخالف ہیں، یا پھر اہل حدیث نے تصانیف کیں، وہ فروع میں ہم سے مختلف ہیں۔''

معتزلہ کا اثر عقاید تو تھا ہی فقہیات بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکے۔

"بعضهم یزعم ان بناء المذهب علیٰ هذه المحاورات الجدلیة المذکورة مبسوط السرخسی والهدایة والتبین ونحو ذالك ولا ان اول من اظهر ذالك فیهم المعتزلة ولیس علیه بناء مذهبهم۔"[2]

''بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہدایہ، تبین، مبسوط سرخسی میں جو جدلی مباحثات پائے جاتے ہیں، حنفی مذہب کی بناء ان پر ہے، انہیں معلوم نہیں کہ یہ معتزلہ کی مہربانی ہے۔ حنفی مذہب ان پر مبنی نہیں۔''

غرض دوسرے دور میں فروع اس سے متاثر ہوئے اور عقاید بعد اعمال پر اس کا اثر پڑا۔

فقہ راوی:

دوسرے مقام پر شاہ صاحب نے فرمایا:

''محققین کی یہ پختہ رائے ہے کہ عدل اور ضبط کے بعد راوی کے لیے فقہ کی شرط یہ صرف عیسیٰ بن ابان کا مذہب ہے اور بہت سے متاخرین اس میں ان کے ساتھ ہیں، امام کرخی اس کے خلاف ہیں اور قدماء احناف سے بھی یہ مذہب منقول نہیں۔ ان کی رائے ہے کہ حدیث بہرحال مقدم ہے۔''[3]

غرض رائے اور قیاس کی دھاندلی متاخرین میں ہے، یہ قدماء میں نہ تھی۔ قدماء کی اس احتیاط کے باوجود ائمہ حدیث نہ متقدمین کی روش پر مطمئن تھے، نہ متاخرین کے طریق پر، یہ حضرات دونوں جگہ حدیث اور سنت کے صافی چشموں کو مکدر پاتے تھے۔ شعبی فرماتے ہیں:

"لقد بغض الیٰ هولاء الارائیون المسجد حتی انه لا بغض الی من کناسته داری قالوا من هم قال الحکم وحماد اصحابه۔"[4]

جو لوگ اس وقت اس محتاط روش پر مطمئن نہیں وہ آج کل نیچر پرستی پر کیسے مطمئن ہو سکتے ہیں۔ آج کے اہل حدیث حضرات سب کچھ دیکھتے ہیں اور ان کی سلفیت پر کوئی آنچ نہیں آتی۔

---

1) کشف الظنون، ج۱، ص۸۹۔ ابجد العلوم، ج۲، ص۳۲۵۔ 2) حجة الله ص۱۶۰ ج۱۔

3) حجة الله ص۱۶۱ ج۱۔

4) مختصر بیان العلم ابن عبدالبر ص۱۴۶ ج۲۔ القول المفید للشوکانی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اکل امرء تحسبینی امراء
ونار توقد باللیل ناراً

ہمیں یقیناً معلوم ہے کہ ائمہ اربعہ حدیث کو حجت مانتے ہیں، اسے دین کا ماخذ سمجھتے ہیں اور اسی تعریف سے حجت سمجھتے ہیں جو ائمہ سنت اور عامۃ المسلمین میں مسلم ہے، ایک دوسرے کو مسلمان سمجھنے کے باوجود اہل حدیث کو احناف، شوافع، موالک اور حنابلہ کی فقہیات سے اختلاف ہے، وہ ان سکول ہائے فکر میں حدیث اور سنت کی تقدیس کو اس قدر محترم اور محفوظ پاتے ہیں۔

چوتھا دور:

انگریز کی آمد کے بعد جب ملک میں تعلیمی نظام تقسیم ہوا۔ دینی تعلیم حضری تعلیم سے الگ ہوگئی۔ سکولوں اور کالجوں کا طریق فکر مذہبی مدارس سے مختلف ہوگیا۔ عیسائی مبلغ اپنی حکومت کی سرپرستی میں ہندوستان میں چھا گئے۔ علماء اور مذہبی مدارس تو ان سے کیا متاثر ہوتے، انگریزی تعلیم اور اس کی حمایت کرنے والے ان سے بہت حد تک متاثر ہوئے۔ سید احمد خاں مرحوم سے لے کر سکولوں کے طلبہ اور اساتذہ تک اس کے اثر سے نہ بچ سکے، ان میں سے بعض حضرات کی اسلام سے وابستگی واقعی خلوص پر مبنی تھی۔ ان لوگوں نے عیسائی شبہات کے جواب میں پورے زور سے قلم اٹھایا، ذہن چونکہ متاثر تھا، قلم لڑکھڑا گیا۔

''امہات المومنین''، ''خطبات احمدیہ''، ''تفسیر احمدی'' (مصنفہ سید احمد خاں) میں یہ چیز نمایاں ہے۔ جو حدیث مقاصد کے خلاف آئی اڑا دی گئی جہاں کسی آیت کا مفہوم یا کوئی معجزہ نیچر سے منحرف ہوا اس کا حلیہ اس طرح بگاڑا، تاویل اور تحریف میں ایسا ترادف پیدا کیا جس پر ملائکہ بھی حیران ہوگئے، حکومت کو بھی اس سے فائدہ ہوا، ۱۸۵۷ء کے مظالم سے جن دلوں میں انتقام کی آگ جل رہی تھی انہیں ایک وقتی مشغلہ ہاتھ آ گیا، اس طریق فکر کے اثرات ملک میں مختلف انداز میں ظاہر ہوئے۔

اربابِ قادیان پر تاویل کا فیضان ہوا۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی کو انکار حدیث کا سبق ملا۔ مولانا شبلی اور مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ ایسے اساطین علم وفضل بھی تھوڑے بہت اس سے متاثر ہوئے۔ مولانا فراہی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کے جو اجزاء عربی میں شائع ہوئے ہیں ان میں حدیث سے بہت کم استفادہ فرمایا گیا ہے، تورات اور انجیل کے رائج الوقت نسخوں سے کافی استفادہ کیا گیا ہے۔

درایت اور تفقہ:

مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرۃ النعمان میں محدثین کے طریق فکر پر کڑی تنقید فرمائی، فقہائے کوفہ رحمۃ اللہ علیہ کے طریق فکر کی اس عنوان سے حمایت فرمائی کہ اگر وہ آج زندہ ہوتے تو شاید اس جدید انداز کی وکالت کو کبھی پسند نہ فرماتے۔ مولانا نے حدیث کا انکار نہیں فرمایا لیکن عقل کو درایت اور تفقہ کے نام سے اس قدر اہمیت دی جس سے حدیث اور ائمہ حدیث کے مسلک کو انکار کے قریب قریب نقصان پہنچا، اور باستثنائے چند ایک اہل علم کے تمام ندوہ کے متعلقین میں یہ مرض پایا جاتا ہے۔ اس حلقے میں یہ غلطی عام ہے کہ ائمہ حدیث فقیہ نہ تھے، تنقید حدیث کے لیے جو اصول وضع کیے گئے ہیں ان میں درایت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے، اصول درایت کے مطابق تنقید فقہاء نے فرمائی، اور اب بھی ہر ایک کو حق ہے کہ اس نقطہ نظر سے حدیث پر تنقید کرے، جسے چاہے رکھ لے اور جسے چاہے ردی کی ٹوکری میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈال دے۔ انا اللہ۔

پھر درایت کا مفہوم ایسا عام بیان فرمایا جس سے حدیث کا قتل عام ہوسکتا ہے۔ سیرۃ النعمان میں مولانا فرماتے ہیں:

''درایت سے یہ مطلب ہے کہ جب کوئی واقعہ بیان کیا جائے تو اس پر غور کیا جائے، وہ طبیعت انسانی کے اقتضاد، زمانہ کی خصوصیتیں، منسوب الیہ کے حالات اور دیگر قرائن عقلی کے ساتھ کیا نسبت رکھتا ہے۔''

''اقتضائے طبیعت'' وہی نیچر کا ترجمہ ہے۔ سرسید کا بھی یہی خیال تھا کہ نیچر کے خلاف کوئی چیز مقبول نہیں ہوسکتی۔

اس میں درایت کا مفہوم اس قدر آزاد کر دیا گیا ہے کہ اس پر کوئی پابندی نہیں رہی۔ اقتضائے طبیعت کی حد؟ اور اس اقتضاد کا معیار کیا ہے؟ اور عقلی قرائن کی تعیین کون کرے، کیسے کرے؟ زمانہ کی خصوصیات نصوص کی راہ میں حائل ہوسکتی ہوں تو پرویز کے جرم پر بھی نظر ثانی ہوجانی چاہیے۔

عقل کو اس قدر وسیع اختیارات نہ قاضی عیسیٰ بن ابان نے دیئے تھے نہ معتزلہ کو یہ حوصلہ ہوا تھا۔ یہ گنوار کے ہاتھ کسوٹی اور پاگل کے قبضے میں تلوار دے دی گئی ہے، جو ان کے جی میں آئے کریں، دین کا خدا حافظ۔

آگے بڑھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ درایت کا مفہوم اہل علم کی زبان سے بھی سن لیا جائے تاکہ آج کی درایت اور پرانی درایت میں فرق ظاہر ہو سکے۔

"العلم بدراية الحديث هو علم باحث عن المعنى المفهوم من الفاظ الحديث وعن المراد منها مبنيا على قواعد العربية وضوابط الشريعة ومطابقا لاحوال النبى ﷺ". 1

"مفتاح السعادة و مصباح السيادة تاشکبری زادہ صاحب کشف الظنون، اصولِ حدیث اور درایت حدیث کو ایک ہی فن تصور فرماتے ہیں (ص ۲۶۶ ج ۱)۔ درایت حدیث میں حدیث کے مطلب اور مراد سے عربی قواعد اور شریعت کے ضوابط اور آنحضرت ﷺ کے حالات کے مطابق بحث کی جاتی ہے۔''

اس درایت میں، اور جو درایت آج کل ہمارے بازار میں بک رہی ہے بڑا فرق ہے۔ مصطلح درایت میں علم ہے، بصیرت ہے۔ ہمارے بازار کی درایت میں ذہنی آوارگی ہے اور پریشان خیالی ہے۔ شریعت میں عموماً اور حدیث میں خصوصاً اس قسم کی بے قاعدگی اور آوارگی کو جگہ نہیں دی جانی چاہیے۔ سرسید احمد خاں مرحوم نے اسی درایت کے حوصلہ پر جھٹکے اور حلال کو برابر کر دیا تھا۔ وہ دونوں کو حلال سمجھتے تھے۔

مولانا مودودی اور مولانا اصلاحی:

مولانا اصلاحی اور مولانا مودودی کا سکولِ فکر مولانا شبلی اور سرسید کے سکولِ فکر سے ملتا جلتا ہے۔ یہ حضرات بھی تفقہ اور درایت کے غائبانہ عاشق ہیں، مگر یہ ظاہر نہیں فرماتے کہ ان کے ہاں درایت کا کیا مفہوم ہے۔ مولانا شبلی نے جب درایت کی بحث چھیڑی تو اہل

---

1) ابجد العلوم ص ۳۳۶ ج ۲۔ ایضاً۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث علماء نے ان کا اس طرح تعاقب فرمایا کہ اس بحث کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہا۔ فقہاء اور محدثین کی خدمات کو پوری طرح واضح فرمایا۔ مولانا عبدالعزیز اسلم آبادی کی حسن البیان، مولانا ابویحییٰ شاہجہان پوری کی الارشاد، اور مولانا عبدالسلام مبارک پوری کی سیرۃ البخاری میں یہ موضوع اس طرح چھان پھٹک کر رکھ دیا گیا کہ آئندہ اس پر تفصیلاً لکھنے کی کسی کو جرأت نہ ہوسکی۔

مودودی صاحب نے ''دانش مندی'' سے کام لیا، درایت کو گول مول کر دیا، کچھ نہیں فرمایا کہ درایت سے ان کی کیا مراد ہے اور وہ کون سے اصول ہیں جو فقہاء نے اس کے متعلق وضع فرمائے، البتہ محدثین پر تنقید فرماتے ہوئے ارشاد ہے:

''وہ (محدّثین) بھی زیادہ سے زیادہ یہی کہتے تھے کہ اس حدیث کی صحت کا ظن غالب ہے، مزید برآں یہ ظن غالب جس بنا پر ان کو حاصل ہوتا تھا وہ بلحاظ روایت تھا نہ بلحاظ درایت، ان کا نقطۂ نظر زیادہ تر اخباری ہوتا ہے، فقہ ان کا اصل موضوع نہ تھا۔ الخ[1]

مولانا اصلاحی مدظلہ تنقید حدیث کے منصب کو اور بھی کھلا رکھنے کی کوشش فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو:

''وہ (نقاد حدیث) اخلاقی، اعتبار سے بھی اتنا بلند ہو کہ اس نے دین بازی کو اپنا مشغلہ نہ بنا رکھا ہو، وہ حدیث پر نقد و تبصرہ کا اہل ہے۔ یہ منصب نہ ہر ملائے مکتبی کا ہوسکتا ہے نہ دفتر کے کلرکوں کا۔''[2]

پھر فرماتے ہیں مشائخ کی اسانید، رسمی علوم کی تحصیل، مدارس کی تعلیم سے بھی یہ اہلیت حاصل نہیں ہوتی کہ حدیث پر تنقید کر سکے بلکہ:

''میرے نزدیک آدمی کے علم و فضل کی بہترین سند اور بہترین شہادت اس کے اپنے کارنامے اور اس کی دینی خدمات ہیں۔''

اصولاً کارناموں کی اہمیت سے انکار نہیں لیکن اس معیار کے خطرات کو مولانا نے محسوس نہیں فرمایا۔ مرزا غلام احمد، عنایت اللہ خاں المشرقی اور پرویز وغیرہ حضرات تنقید کا حق اور حدیث کے رد و قبول میں حکم کی حیثیت کارناموں ہی کی بنا پر اپنا حق سمجھتے ہیں۔ آپ رسمی علوم اور مشائخ کی اسانید کو نظر انداز فرما کر بعض اعتراضات سے بچ گئے ہیں مگر کارناموں اور خدمات کے عموم سے ایک دوسری مصیبت کی ذمہ داری آپ نے اپنے سر لے لی ہے۔ یہ آوارہ مزاج حضرات ''کارناموں اور خدمات'' کو اس طرح پھیلائیں گے کہ عوام کو ان کی گرفت سے بچنا مشکل ہوگا۔ مودودی صاحب کو بچا کر پورے فن کو مصیبت میں ڈالنا مناسب نہ ہوگا۔ حفظت شیئًا وغابت عنك اشیاء۔ معیار ''کارنامے اور خدمات'' ٹھہرا۔ ان کی نوعیت تو دس پانچ سال میں ہمیشہ بدلتی رہتی ہے۔

خدمات اور کارنامے:

خدمات اور کارنامے اگر حدیث پر تنقید کا معیار قرار دیئے جائیں تو ان کے لیے کوئی پابندی ہونی چاہیے۔ ہمارے آخری دور میں نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبدالحی لکھنوی، مرزا غلام احمد، مولوی احمد رضا صاحب تصنیف و تالیف کے لحاظ سے مشہور ہیں، کیا ان سب کو حدیث پر تنقید کا حق دیا جائے گا۔ درس و تدریس کے مشاغل میں سید احمد خاں مرحوم، مولانا سید نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

---

1) مسلكِ اعتدال ص ۳۱۹۔
1) ترجمان جلد ۴۵ عدد ۲ ص ۱۴۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ناتونوی رحمۃ اللہ علیہ کے کارنامے اور خدمات دنیا کو معلوم ہیں لیکن تنقید کا حق کون سی خدمات اور کارناموں کے بعد دیا جائے گا؟

درایت اور کارناموں کو اگر کھلا اور آزاد کر دیا گیا تو یہ انکار حدیث کا پیش خیمہ ہوگا۔ مولانا مودودی اور آپ کی روشنی سے حدیث پر نقد میں ایسی فوضویت اور آوارگی کا راستہ کھول دے گی جس کی مضرت انکار حدیث سے کم نہیں ہوگی۔ اس آوارگی کا اندازہ چند پڑھے لکھے حضرات سے نہیں لگانا چاہیے جو آپ کے آگے پیچھے پھرتے پھراتے رہتے ہیں اور نہ ان چند اہل حدیث رفقاء سے جو جماعتی پابندیوں کی وجہ سے منقار زیر پر رکھنے پر مجبور ہیں، جماعتی مصالح کی بنا پر وہ اپنا عندیہ کھل کر نہیں کہہ سکتے۔ اس کا اندازہ ان عوام سے لگانا چاہیے جو ملک کے اطراف واکناف میں آپ کا لٹریچر پڑھتے ہیں۔ جب وہ حریم قیادت سے یہ سنیں گے کہ ائمہ حدیث اصولِ درایت سے محروم تھے، ان کا نقطہ نظر اخباری تھا، فقہی نہ تھا، جب انہیں معلوم ہوگا کہ مشائخ کی اسانید، مدارس کی تعلیم سے تنقید حدیث کی اہلیت نہیں پیدا ہوتی، تو وہ اپنے ذہن میں ائمہ اور دینی تعلیم کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے؟ وہ جب آپ کی زبان سے سنت کی محتاط اور سکڑی ہوئی تعریف سنیں گے، اخبار آحاد کی ظنیت کا وظیفہ سنیں گے تو اس ماخذ کے متعلق ان کے حسن ظن کو کس قدر ٹھیس لگے گی۔ حریم قیادت میں آنے کے بعد آپ کی ذمہ داریاں ''مکتبی ملا'' سے کہیں زیادہ ہوگئی ہیں جو فرمانا ہوا سے بہت سوچیے۔

یہ ہر درایت سے فن حدیث میں مہارت حاصل ہوتی ہے نہ ہر کارنامے اور خدمت سے انسان ''رسول کا مزاج شناس'' بن سکتا ہے۔ اس کے لیے وہی لوگ موزوں ہو سکتے ہیں، حدیث جن کا سب وروز کا مشغلہ ہے جن کے عزیز اوقات قال اللہ و قال الرسول کے شغل میں بسر ہوتے ہیں۔ قیادت پیشہ حضرات نہ ہیرا پہچانتے ہیں نہ جوت۔

مزاج شناسی اور جوت:

مولانا مودودی نے مسلک اعتدال میں اصول حدیث اور ان کے قواعد کو ظنی اور انسانی مساعی کا نتیجہ کہہ کر اس کے مقام کو ہلکا کر کے ''دین کے سسٹم''، ''مزاج شناسی'' اور ''ہیرے کی جوت'' پر نقد حدیث کا انحصار فرمایا اور پھر اسے ذوقی کہہ کر حدیث اور اس کی تنقید کو اس قدر بے اصول کر دیا کہ اس مسکین فن پر ہر منچلا زبان درازی کر سکے اور مولانا اصلاحی نے کارناموں اور خدمات کو معیار قرار دے کر اسے اور بھی کھلا کر دیا۔ یہ کشادگی نہ قاضی عیسیٰ بن ابان کے مسلک میں تھی نہ متاخرین فقہاء میں اس کی ''جوت'' کچھ تو معتزلہ سے ملتی ہے اور کچھ سرسید کی نیچر پرستی سے۔ بچارے اہل حدیث جو متاخرین فقہاء اور قاضی عیسیٰ بن ابان سے شاکی تھے وہ آپ کے ان تنقیدی جود وسخا پر کیسے مطمئن ہوتے۔ آپ حضرات کی یہ ساری کوششیں اس لیے تھیں کہ آپ ظن سے محفوظ رہ سکیں، لیکن جہاں اس وقت تشریف فرما ہیں وہاں ظن ہی ظن ہے۔ درایت ظنی، قیاس ظنی، علت ظنی، اس کا طرد وعکس ظنی، مزاج شناسی ظن محض اور ہیرے کی جوت ظنی، محدثین کا بااصول فن آپ کی نظر میں اس لیے نہ بچ سکا کہ یہ انسانی کوشش ہے جو اپنی فطری حدود سے آگے نہیں جا سکتی، لیکن ''درایت'' اور ''دین کا سسٹم'' اور ''شریعت کا مزاج'' قیاس اور اس کی علل، یہ بھی تو انسانی مساعی کے نتائج ہونگے، باقاعدہ ظن سے بھاگ کر آپ ذوقی اور بے قاعدہ ظن کے زیر سایہ آگئے۔ مسلک اعتدال کی تلاش میں بے اعتدالی کا شکار ہو گئے۔ ولتنظر نفس ما قدمت لغد۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احادیث میں یقین اور ظنّ :

ائمہ حدیث کی نظر میں قرآن عزیز اور متواتر احادیث سے یقین حاصل ہوتا ہے اور متواتر احادیث کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، تواتر لفظی، تواتر معنوی، تواتر عملی کی تعداد سنت کے دفاتر میں کثرت سے موجود ہے لیکن دین کے تمام شعبوں میں تواتر نہیں پایا جاتا بلکہ اس کے لیے آحاد ہی کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ آحاد سے جو علم حاصل ہوتا ہے اسے بعض اہل علم نے ظن سے تعبیر کیا۔ گویا تواتر سے دوسرے مرتبہ پر جو علم حاصل ہوتا ہے اسے اصطلاحاً ظن کہا جاتا ہے ظن زندگی کے تمام شعبوں میں پایا جاتا ہے۔ دینی اعمال کا فائدہ ظنی ہے، دنیا کے کاروبار اور ان کے نتائج ظنی ہیں، لعنت ظنی ہے، الفاظ کی دلالت ظنی ہے، کعبہ کی سمت کا فیصلہ بعض اوقات ظن سے کیا جاتا ہے، جس ظن پر پوری زندگی کا انحصار ہے اسے نہ شرع نظر انداز کر سکتی ہے نہ عرف اور رواج۔ قرآن مجید نے اس ظن کو مستند سمجھا اور اس پر احکام مرتب فرمائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک ظنی اطلاع پر مصر سے ہجرت کی، ایک لڑکی کی اطلاع پر مصر میں اسی جگہ پہنچے جہاں مدت تک قیام فرمایا، واپسی پر طور کا نظارہ ایک ظن کی بنا پر دیکھا اور نبوت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محض امید کی بنا پر فلسطین میں قیام فرمایا اور ایسے ہی گمان کے پیش نظر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بمع حضرت ہاجرہ حجاز رضی اللہ عنہا کے دیرانہ میں اقامت کا حکم دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر کے صلہ میں جیل سے رہائی ملی اور اس کے ظنی عواقب کے پیش نظر حکومت سے سرفراز ہوئے۔ کنعان سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے خبر واحد کی بنا پر مصر کے سفر کی تیاری فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تیہہ کی زندگی اس گمان پر اختیار فرمائی کہ بنی اسرائیل کو کسی وقت آرام ملے گا۔ غرض قرآن حکیم نے اخبار آحاد اور ظنی اطلاعات کو اس استناد کے ساتھ بیان فرمایا گویا اس میں وثوق اور یقین پایا جاتا ہے۔

عز بن عبدالسلام نے القواعد الکبریٰ کے شروع میں وضاحت سے لکھا ہے کہ دنیا اور آخرت کے معاملات کا بہت حد تک ظن پر انحصار ہے، اس لیے امت نے ظن کی اصطلاح استعمال فرمانے کے باوجود آحاد اور ظنیات کو دین میں اسی قدر اہمیت دی ہے جس طرح ایک مستند چیز کو اہمیت دی جانی چاہیے۔ ظن کے اس اصطلاحی مطلب کو سمجھ لینے کے بعد یہ خیال کرنا کہ شریعت میں ظن کے لیے کوئی گنجائش نہیں، غلط ہے اور محض ایک وہم۔ بلکہ مظنونات کو ''غیر ثابت شدہ'' کہنا یا سمجھنا بھی غلط ہے، اس میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ظنیات کا مقام تواتر کے بعد ہے یا ظنون مصطلحہ تواتر سے متعارض نہیں ہو سکتے۔

فنِ حدیث اور عقل :

یہ بھی صحیح نہیں کہ احادیث کی تنقید میں درایت کو اہمیت نہیں دی گئی، یا محدثین کا نقطۂ نظر اخباری تھا فقہی نہ تھا، بلکہ جہاں تک عقل اور درایت کا مقام ہے اس کا پورا پورا احترام فرمایا گیا ہے۔ اہل حدیث اور فقہاء کے طریق فکر میں اختلاف کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ ائمہ حدیث تفقہ سے بے خبر تھے، اختلاف تو خود فقہائے عراق میں بھی موجود ہے۔ علامہ دبوسی کی تاسیس النظر سے ظاہر ہے کہ فقہاء رحمۃ اللہ علیہ میں اصولی اختلافات موجود ہیں۔ یہ سب طریق فکر کا نتیجہ ہے، نہ فقہاء حدیث سے بے بہرہ ہیں نہ ائمہ حدیث فقہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بے خبر۔ اختلاف کی وجہ صرف طریق فکر میں اختلاف ہے، اور نہ درایت اور ہیرے کی جوت سے یہ جوہری کوئی بھی بے خبر نہ تھا، رحمهم الله رحمته واسعةً۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں:

"قال وقد تدبرت ما امكنني عن ادلة الشرع فما رأيت قياسا صحيحا يخالف حديثا صحيحا كما ان المعقول الصحيح لا يخالف المنقول الصحيح بل متىٰ رأيت قياسا يخالف اثرا فلا بد من ضعف احدهما الخ۔"[1]

"حسبِ امکان میں نے شرعی دلائل پر غور کیا ہے۔ میں نے صحیح قیاس کو صحیح حدیث کے خلاف نہیں پایا، جس طرح عقل صحیح، نقلِ صحیح کے کبھی خلاف نہیں ہوتا۔ جب قیاس کسی اثر کے خلاف ہوتا ہے ان میں ایک ضرور ضعیف ہوتا ہے، لیکن قیاس صحیح اور فاسد میں تمیز کرنا آسان نہیں۔"

اسی قسم کی صراحت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے جسے طوالت کی وجہ سے نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ قیاس اور عقل ایک چیز نہیں ہے، قیاس بھی عقل کے خلاف ہو سکتا ہے، اس لیے اصولِ فقہ کے قواعد کو عقلی اصول سمجھنا قطعاً غلط ہے۔ یہ اصول ایک خاص طریق فکر کی ترجمانی کرتے ہیں جس کی وضاحت شاہ صاحب نے حجۃ اللہ، انصاف، عقد الجید، وغیرہ میں فرمائی ہے۔ اس لیے اصول فقہ کو اصول عقلیہ سمجھنا کم فہمی ہے اور سادگی۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ما احسن قول القائل اذا رأيت الحديث يباين المعقول او يخالف المنقول اويناقض الاصول فاعلم انه موضوع۔"[2]

ابوبکر طیب نے فرمایا، وضع کی یہ بھی نشانی ہے کہ وہ عقل کے خلاف ہو اور اس کی کوئی توجیہ نہ ہو سکے اور جو حدیث حس اور مشاہدہ کے خلاف ہو وہ بھی موضوع ہوگی، قرآن مجید اور سنت متواتر کے خلاف ہو، یہ بھی موضوع ہوگی، اجماع کے خلاف ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔[3]

سخاوی نے فتح المغیث میں اس کے قریب قریب فرمایا ہے۔

مولانا اصلاحی اور مودودی صاحب کے مضامین میں نقد حدیث کے متعلق جن نکات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، محدثین کی نظر اس سے بہت آگے ہے۔ یہ کس مسخرے نے آپ حضرات کو بتایا کہ محدثین نے اصول درایت کو نظر انداز فرمایا، یا ان کا نقطہ نظر صرف اخباری تھا۔ پوری وثوق سے عرض کروں گا کہ نقد حدیث کے متعلق فقہاء عراق نے عقل کی روشنی میں آج تک کوئی اصل وضع نہیں فرمایا۔ یہ مولانا شبلی

---

1) اعلام الموقعین ص ۴ ج ۲۔

2) تدریب شرح تقریب ص ۱۰۰۔ 3) تدریب الراوی ص ۹۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرحوم اور مولانا مودودی کا ایک خواب ہے جس کی کوئی تعبیر نہیں۔ یہ ایک ایسا تخیل ہے جس کا نفس الامر سے کوئی تعلق نہیں۔ تنقید حدیث کے متعلق آج تک جو کچھ ہے عقلی ہو یا نقلی، روایت کے نقطہ نظر سے ہو یا درایت کے لحاظ سے، سب ائمہ حدیث کی مساعی کا مرہونِ منت ہے، یہ میرا خیال نہیں، آج سے چند سال قبل مولانا عبدالجبار عمر پوری، مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا عبدالسلام مبارک پوری، نے پوری آواز سے اس کا اعلان کیا۔ یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ ان کے اتباع و احقاد یہ سب کچھ دیکھتے اور جانتے ہیں لیکن خاموشی پر مجبور ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اصول اور قیاس میں ائمہ عراق کی کوششیں قابل صد ہزار تحسین ہیں، ان کی موشگافیاں علمی حلقوں سے داد حاصل کر چکی ہیں، لیکن معلوم ہے کہ وہ عقل کے اصول نہیں بلکہ وہ ایک خاص طریق فکر کی تخریجات ہیں جن کی غیر معقولیت جماعت اسلامی کے حلقوں میں بھی مسلم ہے۔ حال ہی میں مولانا اصلاحی کا ایک پرمغز مقالہ زکوٰۃ کی تملیک کے متعلق شائع ہوا جس میں احناف کے مسلک پر کھلی اور کڑی تنقید فرمائی گئی تھی، مولانا مودودی نے اپنے رسالہ پردہ میں بعض فقہی مسائل پر بڑی بے لاگ تنقید فرمائی تھی۔ یہ خیال ہمارے اور آپ کے حلقوں میں مسلم ہے، اس لیے اس بحث میں آپ حضرات کا وقت ضائع کرنا مناسب نہیں۔

اصل نزاع:

بحث اس میں نہیں کہ فہم اور تنقید حدیث میں محدثین کے نزدیک عقل اور درایت کو دخل ہے یا نہیں، پورے دین کا خطاب عقلمندوں سے ہے۔ بحث اس میں ہے کہ آیا ہر مدعی عقل کو یہ اجازت دے دی جائے کہ وہ کتاب وسنت کو اپنی عقل کی سان پر رکھ کر پرکھنا شروع کر دے اور جو حکم اس معیار پر پورا نہ اتر سکے اس کا انکار کر دیا جائے یا اسے مآخذ کے لیے تعصب سے تعبیر فرما کر حقارت کی نگاہ سے ٹھکرا دیا جائے، آیا عقل و درایت کو احادیث اور سنت کے اس قتل عام کی اجازت ہونی چاہیے؟ ائمہ اور حفاظِ حدیث اور آج کے گنہگار اہل حدیث اس کے مخالف ہیں اور انشاء اللہ رہیں گے، الفاظ کی تعبیر میں تنوع اور اسالیب کلام میں ہیرا پھیری سے حقائق نہیں بدل سکتے۔ جدید قیادتوں کے طریق فکر اور اہل حدیث کے طریق فکر میں بین اور کھلا اختلاف ہے، قدم اٹھانے سے پہلے پوری طرح سوچنا چاہیے اور جدید نظریات کے احتساب سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ مسائل چھان پھٹک اور بحث ونظر سے حل ہوتے ہیں، زبان درازی سے نہیں۔ میری رائے میں مولانا مودودی اور مولانا اصلاحی کے نظریات نہ صرف مسلک اہل حدیث کے خلاف ہیں، بلکہ یہ نظریات تمام ائمہ حدیث کے خلاف ہیں۔ ان میں آج کے جدید اعتزال وتجہم کے جراثیم مخفی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آخری گذارش

مولانا نے سائل کا جواب نمبر وار دیا ہے، میں نے ضروری مباحث کو لے لیا ہے اور اپنے مسلک کی حسبِ ضرورت وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے۔ نمبر ۶، ۷ کے متعلق بعض چیزیں کہی جاسکتی تھیں، لیکن میں نے اسے نظر انداز کر دیا۔ اس میں جماعت اسلامی کی تعریف میں مبالغہ آمیزی ہے جماعتی پراپیگنڈا اور دعایت ہے، اس کا مولانا کو حق حاصل ہے۔ حضری دعوت اور دعایت کا یہی طریق ہے اور بعض حصص میں مولانا مودودی صاحب سے عشق اور ان کے محاسن کا تذکرہ، ان کے علم، طریق کار اور جرأت کا اشتہار ہے۔ گو اس میں کتنا ہی مبالغہ اور تمارح ہو مگر کسی نظم کے ساتھ وابستگی کا یہ لازمی نتیجہ ہے، اس کا مولانا کو پورا حق ہے۔ اصل موضوع پر بقدرِ ضرورت گذارش کرنے کے بعد یہ چیزیں میرے موضوع سے باہر ہیں۔ اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔

ان گذارشات کو یہاں ختم کرتے ہوئے طویل سمع خراشی کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ انتہائی اختصار کے باوجود گذارشات خاصی طویل ہوگئی ہیں اور مکرر گذارش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں، میرے دل میں دونوں بزرگوں کے لیے پورا احترام ہے۔ لیکن میں نے اپنے مسلک کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے اگر کوئی لفظ آپ حضرات کی شان کے خلاف ہو تو بصمیم قلب اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ لیکن اپنے مسلک کو کسی مصلحت پر قربان کرنا میرے لیے مشکل ہے۔ واما حب لیلی فلا اتوب۔

ہندوستان کے مسلمانوں پر!

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کے جو احسانات ہیں ان کو رہتی دنیا کبھی نہ بھولے گی:

☆ انہوں نے سب سے پہلے قرآن مجید کا ترجمہ شائع کیا۔

☆ انہوں نے اس تاریک دور میں حدیث کو رواج دیا جب کہ کوئی حدیث کا نام تک نہ جانتا تھا۔

☆ ان کے زہد اور اتقا کی بدولت ہزار ہا انسان اسلام لائے۔

بلاشبہ وہ ایک عالم باعمل شخصیت کا بہترین نمونہ تھے۔

حیات ولی

مقدس ہستی کی مفصل؟ حیات ہے جس میں آپ کے آباؤ اجداد آپ کے اساتذہ حرمین اور بعد کی زندگی کے مکمل حالات مندرج ہیں۔ یہ کتاب آپ میں بھی اتقا پیدا کرنے کا ایک موثر ذریعہ ثابت ہوسکتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ داؤد راز رحمہ اللہ کی کتاب

''تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث''

ایک جائزہ

ظفر الحسن مدنی

داعی مرکز الدعوۃ والارشاد، دبی

خطیب دائرۃ الشؤون الاسلامیہ، شارجہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الحمدللہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، وبعد:

1947ء میں تقسیم ملک کے نتیجے میں بہت سے اہل علم پاکستان چلے گئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدرسے خالی ہو گئے، مسجدیں ویران ہوگئیں، اس دورِ قحط الرجال میں ذمہ داران مسجد اہلحدیث مومن پورہ بمبئی نے مولانا حکیم عبدالشکور صاحب اور مولانا شیخ الحدیث عبدالجبار شکراوی صاحب رحمہم اللہ سے درخواست کی کہ مولانا محمد داؤد راز صاحب کو ہمارے یہاں دینی خدمات کرنے کی اجازت دیں تو بہت ہی بہتر ہوگا، مولانا حکیم عبدالشکور مرحوم نے ان کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور راز صاحب کو بمبئی جانے کی اجازت دے دی، مولانا عبدالجبار صاحب شیخ الحدیث تحریر فرماتے ہیں کہ: جماعت اہلحدیث بمبئی نے حکیم صاحب اور میرے نام خط لکھا اور درخواست کی کہ مولانا داؤد راز کو ہمیں دے دیجئے، یہاں ایک اچھے عالم کی شدید ضرورت ہے جو امامت وخطابت کے فرائض انجام دے سکے، ان کی درخواست پر ہم نے مولانا موصوف کو بمبئی بھیج دیا، آپ نے وہاں کی جماعت سنبھالا اور مفوضہ خدمات بحسن خوبی انجام دیتے رہے، اہل جماعت ان سے خوش رہے اور ان کے مواعظ حسنہ سے مستفیض ہوتے رہے، دوران قیام بمبئی میں مولانا موصوف نے تصنیف وتالیف کا کام بھی شروع کیا، اللہ تعالی نے آپ کو تحریر وتقریر ہر دو کا بہت اچھا ملکہ عطا فرمایا تھا، اہل جماعت کی دعوت پر ہر جگہ تشریف لے جاتے، اور فی البدیہ تقریر دلپزیر کرتے اور حاضرین جلسہ سے خراج تحسین حاصل کرتے۔

بمبئی میں مدت قیام اور اہم کارنامے:

مولانا راز صاحب رحمہ اللہ کا بمبئی میں بارہ سال قیام رہا، امامت وخطابت کے علاوہ تصنیف وتالیف کا بہترین کام کیا، بمبئی کے قیام میں آپ نے اخبار اہلحدیث امرتسر کے چوالیس سالہ فائلوں سے بڑی عرق ریزی کے ساتھ فتاوی ثنائیہ کو ترتیب دے کر دو جلدوں میں شائع کیا جو جماعتی حیثیت سے آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

مولانا موصوف نے اپنے قیام بمبئی میں بڑی لگن، شوق، محنت اور تندہی سے منتخب حواشی اور ثنائی ترجمہ والا قرآن مجید شائع کیا، جس کے آج تک کئی ایڈیشن ہندو پاک میں شائع ہو چکے ہیں، مولانا کا یہ کارنامہ ان شاء اللہ قیامت تک جاری وساری رہے گا، اللہ تعالی قبول فرمائے۔

مولانا نے اس ترجمہ اور حواشی کی ضرورت واہمیت اور اغراض ومقاصد، اس راہ میں درپیش پریشانیوں اور حالات وماحول کا تذکرہ خود اپنے قلم سے ''گذارشات مرتب'' کے عنوان سے اسی مترجم ومحشی قرآن کے شروع میں دو صفحوں میں بیان کیا ہے۔

- **خالص اسلام**

بمبئی میں قیام کے دوران ایک بڑی اہم تصنیف مولانا داؤد راز رحمہ اللہ کی ''خالص اسلام'' ہے، یہ کتاب منکرین حدیث، خصوصا ڈاکٹر غلام جیلانی برق، مؤلف ''دو اسلام کے حدیث دشمنی'' خیالات کا مکمل ومدلل ردّ ہے، کتاب دو اسلام کے متعلق مولانا عبدالجلیل سامرودی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’اس میں شک نہیں کہ برق جیلانی نے کتاب ’’دو اسلام‘‘ لکھ کر جو گندگی پھیلایا ہے خدا ہی اسے سمجھے، اس کا جواب مولانا راز صاحب نے تیار کر دیا ہے، کتاب پہنچی مطالعہ کیا، دل بہت ہی خوش ہوا ہے، بے ساختہ زبان حال سے دعا نکلی ’اللہ یبارك فی علمه وعمله. فإن الله یبارك فیمن یبارك‘‘ ہمارے مولانا نے جس حسن اسلوبی اور متانت سے جواب تحریر فرمایا ہے اور سرکوبی کی ہے اس کو اہل فن ہی خوب سمجھ سکتے ہیں، واقعی صرف قابل تحسین ہی نہیں بلکہ صد قابل تحسین ہے،

جزی اللہ مؤلفه عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء‘۔ [1]

اس کے علاوہ بھی مولانا نے دفاع حدیث اور ردّ مودودیت کے متعلق بڑی ہی مفید کتابیں تصنیف کی:

- **جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث**

اس کتاب میں مولانا راز صاحب نے اسلامی جماعت اور مسلک اہلحدیث، دونوں جماعتوں میں کیا فرق ہے اس کی وضاحت کی ہے، اور دونوں جماعتوں کے بنیادی اختلافات میں نمایاں فرق دکھلایا ہے۔

دفاع حدیث اور اہل حدیث میں راز صاحب نے اس کے علاوہ بھی کئی کتابیں لکھی ہیں:

- **تحریک اسلامی کا پس منظر**
- **عقائد مودودیت، اخبار کوثر کا مدلل جواب**
- **ارباب دیوبند اور اہلحدیث**

بمبئی میں قیام کے دوران راز صاحب مرحوم نے امامت وخطابت اور تصانیف گراں قدر کے علاوہ اور بہت ساری ملّی، مذہبی اور جماعتی خدمات انجام دیں۔

مولانا مختار احمد ندوی مرحوم کہتے تھے کہ:

’مولانا داؤد راز صاحب نے مسجد اہلحدیث مومن پورہ کے منبر سے شہر اور مضافات کو توحید وسنت کا جو انقلاب آفریں پیغام دیا ہے اسے تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا جائے گا‘ [2]۔

بمبئی میں قدم رکھتے ہی مولانا داؤد راز مرحوم کا ایک بڑا زندہ جاوید کارنامہ یہ ہے کہ جماعت کے مخلص علماء جماعت کی سست رفتاری سے بہت ہی بے چین تھے، مولانا راز مرحوم کو اس کا بڑا احساس تھا، آپ نے جمعیت اہلحدیث بمبئی میں بیداری کی روح پھونکی جس سے صوبائی جمعیت کی تشکیل عمل میں آئی، جمعیت کے آئین وقوانین مرتب کر کے کام کی رفتار کو تیز کرنے کا پروگرام طے کیا جس سے جمعیت اہلحدیث بمبئی پر ترقی کے راستے کھلے، اور جو کچھ اس وقت بمبئی میں دینی چہل پہل نظر آرہی ہے وہ سب راز صاحب ہی کی جد

---

1) اخبار اہل حدیث ج 5، نمبر 17، ص 18

2) نور الایمان ج 3، نمبر 1، ص 14

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وجہد کا ثمرہ ہے۔[1]

1958ء میں مولانا بمبئی سے دہلی تشریف لائے، اور تادم حیات تصنیف وتالیف، دعوت وتبلیغ، جماعتی اور علمی کاموں میں مشغول رہے، بروز بدھ 3/صفر/1402 مطابق 2/دسمبر/1981 میں وفات پائے۔

فتنۂ مودودیت اور علمائے اہلحدیث

جب سید ابوالاعلی مودودی نے احادیث رسول پر عموماً اور صحیح بخاری پر خصوصاً تنقید شروع کی اور انکار حدیث کے سارے چور دروازے کھولنے لگے تو علمائے اہلحدیث کے بہت سے اکابر میدان میں آئے اور تحفظ سنت اور مودودی صاحب کے سارے اعتراضات کے مدلل اور دندان شکن جوابات لکھے، جن میں سے چند یہ ہیں:۔

1- شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ 1948ء نے ''خطاب بہ مودودی'' نامی رسالہ لکھا۔

2- شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل گجرانوالہ 1968ء نے فورا ''جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث'' لکھا۔

3- مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ 1985ء ''تنقید المسائل'' نامی 200 صفحات کی ایک علمی کتاب لکھی۔

4- مولانا حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ 1964ء نے اسی وقت ''سید ابوالاعلی مودودی کا مخصوص نظریہ حدیث'' نامی کتاب لکھی۔

5- خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤوف جھنڈانگری صاحب رحمہ اللہ 1420ھ/1999ء نے ''نصرۃ الباری فی بیان صحۃ البخاری'' نامی کتاب لکھی،

پہلے ہمارے استاذ محترم مولانا آزاد رحمانی املوی رحمہ اللہ کی فرمائش پر الھدی کے بخاری نمبر، مدرسہ احمدیہ سلفیہ، دربھنگہ کے لیے لکھا تھا، پھر مولانا داؤد راز اور شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل گجرانوالہ کے مشورے اور ان کے گراں قدر مقدمہ کے ساتھ کتاب کی شکل میں منظر عام پر آئی۔

اسی طرح جھنڈانگری صاحب نے حجیت حدیث اور ردّ منکرین پر ایک تفصیلی کتاب ''صیانۃ الحدیث'' نامی دو حصوں میں لکھی، مولانا جھنڈانگری رحمہ اللہ اپنی ان دونوں کتابوں کے متعلق کہتے تھے:

روز قیامت ہر کس کی در دست گیرد نامۂ من نیز حاضر میشوم نصرت وصیانت در بغل

6- الاعتصام، لاہور نمبر۔

7- الھدی، بخاری نمبر، احمدیہ سلفیہ، دربھنگہ۔

8- مولانا داود راز رحمہ اللہ کی کتاب ''تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث''۔

---

1) تراجم علمائے حدیث میوات، مؤلف: مولانا محمد اسرائیل ندوی، ص152

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب ''تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث'' کا سبب تالیف

ہندوستان کے مختلف علاقوں سے مولانا داؤد راز رحمہ اللہ کے پاس اہلحدیث حضرات نے جماعت اسلامی کے ظلم وزیادتی اور فتنہ مودودیت سے پریشان ہوکر اور ان کی نازیبا حرکتوں سے تنگ آکر متعدّد خطوط لکھے تاکہ لوگوں کو اس جماعت کے فتنوں اور مودودی صاحب کے ملحدانہ افکار وعقائد سے سب کو آگاہ کیا جائے، اور جو لوگ اس سے متأثر ہوکر گمراہی کی راہ پر چل رہے ہیں انہیں اس کی حقیقت معلوم ہوجائے، ان تمام وجوہات کی بنا پر داؤد راز صاحب مرحوم نے یہ کتاب تالیف کی، جن میں چند خطوط یہ ہیں:۔

1- مولانا محمد احسان اللہ سلفی، مدرس مدرسۃ الہدی، بابوان، پورنیہ، بہار:

''محترم المقام مولانا محمد داؤد صاحب راز زید مجدہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آج کل ہندوستان اور پاکستان میں ایک نئی جماعت قادیانی جماعت کے مانند ظاہر ہوئی ہے اور اپنا نام اسلامی جماعت رکھا ہے۔ ہمارے اطراف میں اکثر اہل حدیث ہیں اور سب کے سب مودودی بن گئے ہیں۔ جو تعلیم یافتہ علماء اس میں داخل ہوچکے ہیں ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تم لوگوں کو اسلامی جماعت کی طرف کیوں بلاتے ہو اپنی جماعت اہل حدیث کی طرف کیوں نہیں بلاتے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ آج اہل حدیث کا شیرازہ منتشر ہے اب اہل حدیث کسی کام کے نہیں رہے۔ اس لیے ہم لوگ اس طرف جارہے ہیں، تو میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ کیا مولانا ثناء اللہ (مرحوم) کے ساتھ ساتھ اہل حدیث بھی مدفون ہوچکا ہے۔ اگر جواب نفی میں ہے تو آج تک اہل حدیث نے کیا کیا ہے مودودیت کی تردید میں کتنی کتابیں لکھی ہیں میرے اس علاقے کے اکثر اہل حدیث نے عقائد مودودیت کو قبول کرلیا ہے صرف تنہا فدوی کہاں تک روکے، اس لیے عرض ہے کہ اگر جماعت کو بچانا ہے تو فوراً کاروائی کی جائے زیادہ کیا لکھوں جواب سے ضرور فدوی کو مطلع کریں''۔

کتبہ احقر العباد محمد احسان اللہ سلفی مدرس مدرسہ الہدی بابوان

ڈاکخانہ بسمتیہ بازار بھایہ سوناپور پورنیہ بہار ۲۲ ذی القعدہ ۱۳۷۶ھ

2- محمد شمس الہدی، ٹیلیگرافٹ ڈی۔ٹی۔او، مظفر پور، بہار:

''مولانا اپنی دلی کیفیت کیا بیان کروں، جماعت اہل حدیث ایک بہت بڑے امتحان سے گذر رہی ہے۔ پورے بہار میں مودودی تحریک کے فتنے نے علمائے اہل حدیث کو اپنے دام میں لے لیا۔ سب تو نہیں مگر اکثر وبیشتر ان کے دام میں آچکے ہیں اور جو نہیں آئے ہیں وہ متاثر ضرور ہیں۔ مجھے تو اب یہ خوف معلوم ہوتا ہے کہ جماعتی رونا کس کے آگے روؤں سب مشتبہ نظر آتے ہیں اور کیا تحریر کروں اللہ ہم کو آپ کو اور سب دینی بھائیوں کو اس فتنے سے محفوظ رکھے''

فقط

20 نومبر 56ء

احقر محمد شمس الہدی ٹیلیگرافٹ ڈی۔ٹی۔او مظفر پور بہار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

3- نڑدول ویسٹ گوداوری کا خط:

مولانا داؤد راز رحمہ اللہ لکھتے ہیں:۔

'یہ سطریں لکھ ہی رہا تھا کہ جماعت اہل حدیث نڑدول کے ایک مخلص بھائی کا ایک ملفوف گرامی موصول ہوا۔محترم نے لکھا ہے کہ یہاں اہل حدیث کی ایک چھوٹی سی جماعت ہے،اس میں سے بھی چند احباب جماعت اسلامی کے پھندے میں پھنس چکے ہیں۔جنہوں نے ایک اہل حدیث مدرسہ سے فتویٰ بھی منگایا اور وہ فتویٰ جماعت اسلامی کی موافقت میں ہے محترم بھائی نے فتویٰ کی نقل بھی بھیجی ہے جس پر کئی اساتذہ جامعہ کے دستخط منقول ہیں۔

مفتی حضرات نے جماعت اسلامی کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے اس کی حقانیت کے دلائل معلوم کرنے کے لیے کتاب ''کیا جماعت اسلامی حق پر ہے'' کو مطالعہ کرنے کی ہدایت کی ہے۔ان حضرات نے لکھا ہے کہ جماعت اسلامی کے خلاف جو کچھ کہا جاتا ہے وہ سب بے بنیاد الزامات ہیں۔غالباً ان بزرگوں کی نظروں سے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مدظلہ کا مقالہ ''جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث'' گذرا ہوگا۔اگر مولانا اسمٰعیل صاحب نے بھی بے بنیاد الزامات ہی سے کام لیا ہے،تو کاش یہ مفتی حضرات عقیدت مندی سے بالا ہوکر پروفیسر محمد سرور صاحب کی معرکتہ الآرا کتاب ''مولانا مودودی کی تحریک اسلامی'' ہی سامنے رکھ لیتے۔بہرحال مفتی حضرات نے جس کتاب پر فتوی کی بنیاد رکھی ہے اور جس کے مطالعہ کے لیے مستفتی کو ہدایت فرمائی ہے اس کتاب کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے ہم بھی ناظرین کرام سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ مندرجہ ذیل مضمون کو بغور پڑھ کر اس کتاب کی حقیقت معلوم کرلیں۔

فتویٰ مذکورکا پورا جواب اسی تفصیل سے معلوم ہوجائے گا۔

فسوف تریٰ اذا انکشف الغبار أتحت رجلك فرس ام حمار

''کیا جماعت اسلامی حق پر ہے'' نام کی ایک کتاب ہمارے پیش نگاہ ہے۔یہ کتاب ہمارے محترم دوست مولانا عبدالرحیم صاحب اشرف کی تازہ تصنیف ہے۔مولانا عبدالرحیم اشرف مرکزی جماعت اسلامی کی مجلس شوری کے رکن اور ہفت روزہ ''المنبر'' لائل پور کے مدیر شہیر ہیں۔جب سے انہوں نے جماعت اسلامی سے اپنا رشتہ جوڑا ہے اس وقت سے اپنے قول وعمل کی تمام مساعی کا رخ جماعت ہی کی تعمیر وتبلیغ کی طرف موڑ دیا ہے اور اپنی ہمدردیوں اور وابستگیوں کا مرکز ومحور اسی کو قرار دے رکھا ہے۔

درمیان میں البتہ ایسا عرصہ ان پر گذرا ہے جب کہ یہ جماعت اسلامی کے طریق کار سے غیر مطمئن ہوگئے تھے اور اس کے کام کی رفتار کو غیر مطمئن قرار دینے لگے تھے،اسی اثناء میں انہوں نے جالندھر کے ایک بزرگ مستری محمد صدیق صاحب مرحوم سے مل کر جماعت اسلامی کا ایک 'فارورڈ بلاک' بھی قائم کیا تھا لیکن ان کے فارورڈ بلاک کی گاڑی آگے نہ بڑھ پائی اور یہ دوبارہ پھر اسی جماعت اسلامی میں واپس آگئے۔جسے یہ رجعت پسندوں کا ایک گروہ قرار دے چکے تھے۔اب ان کی ہر نوع کی ہمدردیاں اسی ''گروہ رجعت پسند'' سے وابستہ ہیں اور اس میں اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ جماعت اسلامی پر جو اعتراض اس کے مؤسسین تک کھلے دل سے برداشت کر لیتے ہیں وہ اعتراضات مولانا عبدالرحیم اشرف کے نزدیک قطعی ناقابل برداشت ہیں اور یہ اس سلسلہ میں اپنے علم کلام کے اسلحہ سے مسلح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو کر ہر ایک سے مقابلہ و مبارزہ کے لیے میدان کارزار میں آدھمکتے ہیں۔ زیر نظر کتاب ''کیا جماعت اسلامی حق پر ہے'' ان کی اسی تیزی طبع اور شدت احساس کا نتیجہ ہے۔

اس کتاب کا مفاد یہ ہے کہ اشرف صاحب نے چند سوالات مرتب کیے اور پاکستان ہندوستان اور عرب ممالک کے بعض علماء کی خدمت میں بھیج دیے اور ان سے درخواست کی کہ وہ ان سوالات کی روشنی میں جماعت اسلامی کے عقیدہ و عمل کی درستگی کے بارے میں اپنے خیالات ظاہر فرمائیں۔ ان حضرات علماء کرام نے جو جواب مرحمت فرمائے ان کو شائع کر کے انہوں نے جماعت اسلامی کے لٹریچر میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ ہم اپنے دوست کی اس محنت ترتیب کی قدر کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں اس صاف گوئی پر معاف فرمایا جائے، اگر ہم یہ عرض کریں کہ بعض وجوہ کی بناء پر یہ کتاب ناقص ہے۔ اگرچہ جماعت اسلامی کے حضرات اس پر بہت مسرور ہیں اور اسے اس صدی کا بہت بڑا کارنامہ قرار دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے دفاع کے سلسلے میں اس سے مضبوط مورچہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ مگر ہماری دانست میں یہ مورچہ نہایت کمزور اور یہ محاذ دفاعی اعتبار سے قطعی ناقابل اعتماد ہے۔

فاضل مرتب اور جماعت اسلامی کے خوش فہم حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ کسی جماعت کے صدق و کذب کا فیصلہ فتوے نہیں کیا کرتے بلکہ اس کے اعمال و کردار ہی اس کو جانچنے اور پرکھنے کا اصل پیمانہ اور آخری معیار ہوتے ہیں۔ اگر آپ فتووں پر انحصار کریں گے تو اس کا کیا جواب ہوگا کہ آپ کے حق میں اگر بیس فتوے ہوں اور مخالفت میں پچاس تو آخری اور حتمی فیصلہ کسے قرار دیا جائے گا؟ تعداد فتاویٰ کے لحاظ سے آپ کو یقیناً یہی کہنا پڑے گا کہ بیس پر پچاس اہل علم کی رائے بہر حال راجح ہوگی! یہ فتوی بازی کی مہم دراصل احساس کہتری اور کمتری کی علامت ہے۔ جن لوگوں میں کردار کی طاقت اور عمل کی قوت موجزن ہوتی ہے وہ فتووں کی پرواہ نہیں کرتے اور ایک ثانیہ کے لیے بھی یہ نہیں سوچتے کہ لوگوں کی ان کے بارے میں کیا رائے ہے۔

اگر آپ میں حق و صداقت کی مقدار کی کمی ہے تو یقین جانیے، فتووں کی یہ کمک آپ کی قطعی ممد و معاون نہیں ہو سکتی۔ آپ آج بھی نہیں کل بھی نہیں۔

''لیکن اگر آپ اپنے قول و عمل میں صادق ہیں تو اپنی صداقت و حقانیت کا پروانہ حاصل کرنے کے لیے علماء کے بابِ علم و تحقیق پر کیوں دستک دیتے ہیں؟''

بالخصوص ایسی صورت میں آپ کی پوزیشن بالکل مضحکہ خیز ہو جاتی ہے جب کہ آپ اپنے حلقے کے سوا کسی دوسرے کے علم و تحقیق کے سرے سے قائل ہی نہیں۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ آپ نے پاکستان و ہندوستان کے جن اہل علم کی طرف رجوع فرمایا ہے وہ بیشک معزز و محترم ہیں، مگر ان میں کی اکثریت اہل علم کے نزدیک غیر متعارف ہے اور ان کی حیثیت زیادہ تر مقامی ہے۔

پاکستان کے دیوبندی علماء میں سے ہمارے نزدیک مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا مفتی محمد حسین، مولانا احتشام الحق، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا خیر محمد، مولانا احمد علی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا سید عطاء اللہ بخاری اور بریلوی حضرات میں سے مولانا سید ابو الحسنات محمد احمد قادری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مولانا سید ابوالبرکات اصحاب علم وفتوی ہیں۔

اہل حدیث میں سے مولانا حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی، مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی، مولانا محمد یونس دہلوی، مولانا شرف الدین دہلوی، مولانا سید داؤد غزنوی، مولانا حافظ عبدالستار دہلوی، مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مسند افتاء پر فائز ہیں اور ان کا علم ومطالعہ عوام وخواص کے نزدیک ہر لحاظ سے قابل اعتماد ہے۔خود دلائل پور میں جہاں یہ کتاب لکھی جاتی ہے مولانا محمد صدیق اور مولانا تاج محمود موجود ہیں۔لیکن ان میں سے کسی بزرگ کا نام کہیں کتاب میں نظر نہیں آتا۔

اسی طرح ہندوستان میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا قاری محمد طیب، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا حفیظ الرحمن سیوہاروی، مولانا محمد میاں صاحب، مولانا عبدالوہاب آروی، مولانا سید تقریظ احمد صاحب افتاء مسائل میں حجت وسند ہیں، لیکن خوردبین لگانے سے بھی ان میں سے کسی کا نام نظر نہیں آتا۔بلکہ ان میں سے اکثر کا ذکر مخالف فریق میں ملتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ان کے نام مفتی حضرات میں کیوں شامل نہیں؟ جب کہ پاک وہند کے عوام پر ان کی علمیت وشخصیت کا بے پناہ اثر ہے، تو آپ کو ان سے استفتاء کرنا چاہیے تھا اور لوگوں کو بتانا چاہیے تھا کہ دیکھو اتنے بڑے بڑے ذی علم حضرات ہمارے ساتھ ہیں۔کیا آپ کو ان کے علم وتحقیق پر اعتماد نہیں؟ یا یہ آپ سے متفق نہیں؟ اگر آپ کو ان کے علم پر اعتماد نہیں ہے تو ان سے بڑا عالم آپ کو برصغیر پاک وہند میں اور کون ملے گا جس سے آپ استصواب کریں گے، اور اگر ان کو آپ سے اتفاق نہیں ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ کسی علمی اور تحقیقی امر میں ہمارے خیال میں تو آخری رائے ان ہی حضرات کی ہوسکتی ہے اور یہی کتاب میں نظر نہیں آتے۔اگر آپ ان کی رائے سے بے نیاز ہیں تو یہ بہت بڑا علمی وتحقیقی حادثہ ہے۔

تیسری گذارش یہ ہے کہ آپ نے علماء عرب سے مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کی حقانیت کے جو فتوے حاصل کیے ہیں، کیا آپ نے ان کو اپنا پورا لٹریچر اردو سے عربی میں منتقل کرکے بھیج دیا تھا؟ یا چند ایک سوال ہی مرتب کرکے بھیجے تھے؟ اگر چند ہی سوال بھیجے تھے تو آپ کے لیے کسی طرح بھی اخلاقی وعلمی طور پر جائز نہیں تھا۔جب کہ علماء کو اعتراض آپ کے پورے لٹریچر پر ہے تو آپ نے چند سطروں میں سوال کیوں مرتب کیا؟ جب وہ اردو جانتے ہی نہیں تو ان کا فتویٰ اس چیز کے متعلق جو پوری کی پوری اردو میں ہے، کیا حیثیت رکھتا ہے؟ پھر جماعت اسلامی اور اس کے لٹریچر کے بارے میں آخری رائے وہی دے سکتے ہیں جن کو اس سے واسطہ پڑا ہے۔یعنی پاکستان کے علمائے کرام یا ہندوستان کے علماء دین۔ایک چیز جو عربی میں ہے ہی نہیں اس کے متعلق علمائے عرب کی رائے ہرگز قطعی اور حتمی نہیں ہوسکتی!۔۔۔

اگر آپ ضروری سوالات علمائے عرب سے کرنے پر ہی بضد تھے، تو حضرت مولانا محمد علی لکھوی، مولانا عبدالمجید الحریری اور مولانا عبدالحق بھاولپوری مدینہ منورہ میں موجود تھے ان سے استفسار کرتے، کیونکہ یہ اردو جانتے ہیں اور آپ کا لٹریچر بھی انہوں نے پڑھا ہوگا، زیادہ نہیں تو کم از کم ان علماء سے تو ان کی معلومات اس باب میں زیادہ ہی ہوں گی جو اردو کے ایک حرف تک سے واقف نہیں۔

علاوہ ازیں آپ نے عرب ممالک کے علماء کے پاس جو سوالات مرتب کرکے بھیجنے کی زحمت گوارا فرمائی۔کیا پاکستان اور ہندوستان میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علماء نہیں بستے تھے؟ جن حضرات علمائے کرام کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے، وہ بھی تو آپ کو صحیح جواب دینے کی اہلیت رکھتے ہوں گے۔ یہ علماء عرب کا نام کیا لوگوں پر رعب ڈالنے کے لیے تو نہیں لیا جا رہا؟

ایک اور گزارش یہ ہے کہ بعض دفعہ سوال کی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ ایک ہی سوال کے دو مختلف و متضاد جواب ہو سکتے ہیں اور اس کا انحصار سوال مرتب کرنے پر ہوتا ہے، اس لیے اپنے متعلق جو سوال آپ مرتب کریں گے، وہ قطعی اور آخری نہیں ہو سکتے۔ اس کی صورت صرف یہ ہے کہ ہر طبقہ و خیال کے وہ علماء سوال مرتب کریں جنہوں نے آپ کا پورا لٹریچر پڑھا ہے اور وہ آپ کے طریق کار کی تکنیک سے بھی واقف ہیں، نیز انہیں قرآن و حدیث اور فقہ و اصول پر بھی عبور و استحضار ہے۔ پھر یہ صرف جماعت اسلامی کے دستور میں سے ایک ٹکڑا لے کر نہیں، تمام کتابیں دیکھ کر سوالات ترتیب دیں اور ان کے عربی میں تراجم کر کے اسلامی ممالک کے علماء سے اس کے متعلق استفسار کریں۔ وہ سوالات بھی آخری ہوں گے اور جوابات بھی! ورنہ آپ کا یہ انداز جو آپ نے اس کتاب میں اختیار کیا ہے، لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے تو ''مفید'' ہو سکتا ہے، احقاقِ حق کے لیے ہرگز نہیں۔[1]

مولانا داؤد راز صاحب مرحوم کی کتاب ''تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث'' علماء کی نظر میں

جماعت اسلامی اور اس کے بانی مودودی صاحب کی حقیقت اور ان کے عقائد و افکار کو پہچاننے کے لئے راز صاحب رحمہ اللہ کی یہ کتاب ہمیشہ ایک اہم مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، جب سے یہ کتاب تالیف ہوئی ہے اس وقت سے لیکر آج تک اس موضوع پر لکھنے والے ہمیشہ اس کے حوالہ دیتے رہے ہیں اور معلومات کا ایک بڑا خزانہ سمجھا ہے، اور جب شائع ہوئی تو لوگوں نے اس کی مدح سرائی اور تعریف بھی کی ہے:

1- کتاب ''جماعت اسلامی کی شیعہ دوستی'' کے مؤلف نے مولانا راز مرحوم کی کتاب کا حوالہ دیا ہے، اور اس کی عبارات بطور حجت کے نقل کی ہیں۔

''جماعت اسلامی کی شیعہ دوستی'' کے مؤلف نے اپنی کتاب کا ضمیمہ بھی مولانا داؤد راز مرحوم کی کتاب ہی سے نقل کیا ہے اور عنوان یہ رکھا ہے: 'جواز متعہ اور مولانا مودودی' [از مولانا محمد داؤد راز رحمہ اللہ]۔

2- کتاب ''مودودی صاحب علمائے اہلحدیث کی نظر میں'' کے مؤلف نے اپنی اس کتاب کی تالیف میں مولانا راز رحمہ اللہ کی کتاب ''تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث'' سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے، اور کئی مقامات پر طویل عبارتیں بطور حجت نقل کی ہیں۔

3- مولانا راز رحمہ اللہ نے اپنا یہ مقالہ لکھ کر شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل صاحب گجرانوالہ رحمہ اللہ سے اس پر پیش لفظ تحریر کرنے کی اپیل کی تو مولانا اسماعیل گجرانوالہ رحمہ اللہ نے اس پر پیش لفظ لکھتے ہوئے مولانا راز اور ان کے اس مقالہ ''تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث'' کے متعلق لکھا کہ:

---

1) 'تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث، ص 87-92

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’پیش نظر مقالہ دیکھ کر طبیعت پھر متاثر ہوئی اور جنون میں بہت کچھ کہہ دیا معلوم نہیں یہ گذارشات کہاں کہاں ناخوشگوار اثرات پیدا کریں گے ۔لیکن "اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ " آپ نوجوان ہیں آپ کا قلم بحمد اللہ سیال ہے۔ زبان میں قوت گویائی موجود ہے، دونوں نعمتوں سے فائدہ اٹھائیے، سوتوں کو جگائیے، اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو کامیاب فرمائے۔

کنونت کہ چشم است اشکے ببار　　　زباں در دہاں است عذرے بیار
کنوں باید ت عذر تقصیر گفت　　　نہ چوں نفس ناطق زگفتن بخفت

میں گزارش کروں گا کہ اصول حدیث اور ائمہ حدیث کے ارشادات کی روشنی میں آپ حضرات اسی نہج پر مزید مسلک اہل حدیث کو تفصیلاً شائع فرمائیں مسلک اہل حدیث کی تائید اور جدید نظریات کے اغلاط کی نشاندہی فرمائیں۔

اس سے جماعت کے لٹریچر میں مزید اضافہ ہوگا۔ واللہ یعینکم علی نوائبہ

کام شروع کرنے کے لیے ان شاء اللہ امید ہے اس مقالہ سے حرکت پیدا ہوگی اس کے بعد چند اور مخلص نوجوان بھی لکھنا شروع کریں اصول حدیث اور شیخین کی تصنیفات میں اس طرح کا کافی مواد موجود ہے یہ کام کے لیے ایک نیا میدان ہوگا‘۔

مودودی صاحب کے چند وہ انحرافات جن کا ردّ مولانا داود راز رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ’’تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث‘‘ میں کیا ہے (مسائل مبحوث عنھا)

1- ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے نزدیک عبادت کا تصور:

ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے جو عبادت کا معنیٰ ومفہوم بتایا ہے، ہم اہلحدیث اور دنیا کے تمام مسلمانوں کو اس سے اختلاف ہے، کیونکہ اس میں عبادت کی تخفیف وتوہین ہے، اور دعوت انبیاء علیہم السلام کے مخالف ہے،

مودودی صاحب عبادت کا معنیٰ اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

’انسان خواہ وہ خدا کا قائل ہو یا منکر خدا کو سجدہ کرتا ہو یا پتھر کو خدا کی پوجا کرتا ہو یا غیر کی چاہے وہ اپنے اختیار سے کسی اور کی پوجا کر رہا ہو وہ خدا ہی کی عبادت ہے۔۔۔۔الخ‘ [1]

’مولانا صاحب یا ان کے کوئی حواری اس عبارت کی خواہ کچھ بھی تاویل کریں اس کو امر تکوینی کے تحت لے آئیں یا کھینچ تان کر کچھ اور بنانے کی سعی فرمائیں مگر اس عبارت کے مذکورہ بالا الفاظ اس قدر بھونڈے ہیں کہ قرآن مجید کی پیش کردہ توحید اور جملہ انبیائے کرام کے پیش فرمودہ ارشادات کی روشنی میں ان الفاظ کے مطابق عقیدہ وعمل اکبر الکبائر گناہ کی فہرست میں آجاتا ہے۔ اگر مولانا کے اس ’’تصور‘‘ کو صحیح مان لیا جائے تو دہریت اور شرک وبت پرستی کو گناہوں سے تعبیر کرنا ایک سراسر حماقت آمیز خیال بن کر رہ جائے گا اسی

---

1) تفہیمات، ص 43

www.KitaboSunnat.com

لیے مولانا کی اس تشریح پر مشہور صحافی و انقلابی بزرگ حافظ علی بہادر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

'اسلام میں عبادت کا تصور کے عنوان سے انہوں نے جو مقالہ تفہیمات میں شائع کیا ہے وہ غلط فہمیوں پر مبنی ہے اسلام میں عبادت کا تصور وہ نہیں ہے جو مولانا (مودودی) نے پیش کیا ہے انہوں نے عبادت کی ایک خود ساختہ تشریح کر کے بت پرستی تک کو اللہ کی عبادت میں شامل کر لیا ہے اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان کے نزدیک عبادت اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی، اور ان کے نزدیک چوری، زنا کاری، قمار بازی سب عبادت کے تصور میں آجاتے ہیں قرآن مجید کی جو آیات انہوں نے پیش کی ہیں ان میں سے ایک سے بھی عبادت کا یہ تصور ثابت نہیں ہوتا۔۔۔الخ' [1]

مزید افسوس ناک چیز یہ ہے کہ مولانا اپنے غلط مزعومات کے سانچے میں قرآن پاک کو ڈھالنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، ان کی مؤلفات میں جگہ جگہ یہ رنگ نمایاں ہے، شاید ایسے ہی حضرات کے لیے کہا گیا ہے:

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں' [2]

2- فرشتوں کے متعلق ابوالاعلی مودودی کا عقیدہ:

اس حقیقت پر روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں کہ وجود ملائکہ پر ایمان و یقین لانا اسلام میں ایمانیات کا ایک رکن اعظم ہے، قرآن و احادیث میں ذکر ملائکہ سے بھری ہوئی ہیں، اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ ملائکہ اللہ پاک کی نورانی مخلوق ہیں، ان کی شان یہ ہے: "لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ" التحریم :6

مگر ملائکہ کے متعلق مودودی صاحب اپنا عقیدہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

'اسلامی اصطلاح میں جس کو فرشتہ کہتے ہیں وہ تقریباً وہی چیز ہے جس کو ہندوستان و یونان وغیرہ ممالک کے مشرکین نے دیوی دیوتا قرار دیا ہے۔' [3]

مودودی صاحب نے 'اسلامی فرشتہ' مشرکین کے مزعومہ دیوی دیوتاؤں کو قرار دیا ہے، مودودی صاحب کے اس باطل خیال کے مطابق فرشتے مذکر و مؤنث ہر دو قسم کے ہیں، کیونکہ وہ دیوی اور دیوتا ہیں۔

3- مہدی موعود کے متعلق مودودی صاحب کا باطل عقیدہ:

تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ آخری زمانہ میں امام مہدی موعود کا ظہور ہوگا، احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے امام مہدی کے ظہور اور ان کی صفات کا تفصیلی ذکر کیا ہے، محدثین نے تمام احادیثوں کو جمع کیا ہے، مگر مودودی صاحب امام مہدی موعود کا تعارف اس طرح کراتے ہیں:۔

---

1) ہلال نور، مجریہ 4 جون 1951

2) تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث، ص 56-57

3) تجدید و احیائے دین، ص 10

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

'وہ بالکل جدید ترین طرز کا لیڈر ہوگا، وقت کے تمام علوم جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہوگی۔۔۔ مسلمانوں میں جو لوگ الامام المہدی کی آمد کے قائل ہیں، وہ بھی ان مجتہدین سے جو اس کے قائل نہیں، اپنی غلط فہمیوں میں کچھ پیچھے نہیں ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ الامام المہدی کوئی اگلے وقتوں کے مولویانہ وصوفیانہ وضع وقطع کے آدمی ہوں گے۔۔۔ مجھ کو معاملہ بالکل برعکس نظر آتا ہے، میرا اندازہ یہ ہے کہ آنے والا اپنے زمانہ میں بلکل جدید طرز کا لیڈر ہوگا۔۔۔ وہ اپنے عہدے کے تمام جدیدوں سے بڑھ کر جدیدی ثابت ہوگا۔۔۔ نہ میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنے مہدی ہونے کا اعلان کرے گا، بلکہ شاید اسے خود بھی اپنے مہدی موعود ہونے کی خبر نہ ہوگی۔۔۔ وہ خالص اسلام کی بنیادوں پر ایک نیا مذہب فکر (school of thaught) پیدا کرے گا، ذہنیتوں کو بدلے گا، ایک زبردست تحریک اٹھائے گا، جو بیک وقت تہذیبی بھی ہوگی اور سیاسی بھی، جاہلیت اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اس کو کچلنے کی کوشش کرے گی، مگر بالآخر جاہلی اقتدار کو الٹ کر پھینک دے گی اور ایک ایسی زبردست اسلامی اسٹیٹ قائم کرے گی' [1]۔

مولانا داود راز رحمہ اللہ اس پر فرماتے ہیں:۔ [2]

'حضرت مولانا مودودی صاحب نے جس طور پر بھی مہدی موعود کا تعارف کرایا ہے ناظرین کرام کے سامنے ہے، یہ بھی خوب کہا کہ مہدی موعود دنیا میں تشریف فرما ہوں گے، اور تمام عمر تحریک چلاتے ہوئے انتقال فرما جائیں گے، مگر حال یہ ہوگا کہ خود ان کو بھی خبر نہ ہوگی کہ میں ہی مہدی موعود ہوں اور نہ لوگوں کو اطلاع ہو سکے گی، ہاں ان کے انتقال فرما جانے کے بعد لوگ جان لیں گے کہ یہی مہدی موعود تھا وغیرہ وغیرہ، اب ایک طرف آپ مہدی موعود کے بارے میں احادیث واردہ کو رکھ لیجئے دوسری طرف مولانا مودودی کے پیش کردہ تعارف کو آپ کو آسمان وزمین جتنا فرق نظر آئے گا، انصاف کی بات تو ہے کہ مولانا کے یہ جملہ اشارے ''خود مابدولت'' کی طرف ہیں مگر موصوف پر واضح ہونا چاہیے۔

ہر مدعی کے واسطے دار ورسن کہاں

مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی ایسے ہی خواب نظر آنے لگے تھے کہ بعد میں چھلانگ لگا کر تخت نبوّت ہی پر قابض ہونے کا پروپیگنڈہ کرنے لگے مگر ہوا یہ کہ:

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم گئے دونوں جہاں سے خدا کی قسم

مستقبل کا مؤرخ دیگر مدعیان مہدویت کے متعلق بھی کچھ ایسا ہی بیان لکھنے پر مجبور ہوگا۔

ستبدی لك الأيام ما كنت جاهلا ويأتيك بالأخبار من لم تزود

علامہ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:۔

"اعلم أن أحاديث الدجال، ونزول عيسى عليه السلام متواترة، يجب الإيمان بها، ولا تغتر بمن يدعي فيها أنها أحاديث آحاد، فإنهم جهال بهذا العلم، وليس فيهم من تتبع طرقها ولو فعل لوجدها متواترة

---

1) تجدید واحیائے دین، ص31-32

2) تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث، ص58-59

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كما شهد بذلك أئمة هذا العلم كالحافظ ابن حجر وغيره، ومن المؤسف حقا أن يتجرأ البعض على الكلام فيما ليس من اختصاصهم لا سيما والأمر دين وعقيدة" [1]۔

4- کانا دجال کا فتنہ اور مودودی صاحب:

تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ آخری زمانہ میں قیامت سے پہلے کانا دجال کا خروج ہوگا جو سب سے بڑا فتنہ ہوگا، اور تمام انبیاء سابقین علیہم السلام اور ساری امم سابقہ کا اجماعی عقیدہ تھا۔

چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ما من نبي إلا وقد أنذر أمته الأعور الكذاب، ألا إنه أعور وإن ربكم ليس بأعور مكتوب بين عينيه ك ف ر" [2]۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ 'وفي الباب عن عمران بن حصين و نافع بن عتبة و أبي برزة و حذيفة بن أبي أسيد و أبي هريرة و كيسان و عثمان بن أبي العاصي و جابر و أبي أمامة و ابن مسعود و عبد الله بن عمرو و سمرة بن جندب و النواس بن سمعان و عمرو بن عوف و حذيفة بن اليمان'

مگر مودودی صاحب نے تمام انبیاء اور ساری امم سابقہ اور پوری امت محمد ﷺ کی مخالفت کرتے ہوئے عقیدہ خروج دجال کی تکذیب کی اور اس کو ایک افسانہ قرار دیتے ہوئے اس طرح بیان کیا:

'یہ کانا دجال وغیرہ افسانے ہیں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے، ان چیزوں کو تلاش کرنے کی ہمیں کوئی ضرورت بھی نہیں، عوام میں اس قسم کی جو باتیں مشہور ہیں ان کی کوئی ذمہ داری اسلام پر نہیں ہے، اور ان میں سے کوئی چیز اگر غلط ثابت ہو جائے تو اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا'[3]

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

'حضور کو اپنے زمانے میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد ہی میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانے میں ظاہر ہو، لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضور ﷺ کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا، اب ان چیزوں کو اس طرح نقل و روایت کئے جانا کہ گویا یہ بھی اسلامی عقائد ہیں نہ تو اسلام کی صحیح نمائندگی ہے اور نہ اسے حدیث ہی کا صحیح مفہوم کہا جا سکتا ہے، جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں اس قسم کے معاملات میں نبی کے قیاس و گمان کا درست نہ نکلنا ہرگز منصب نبوّت پر طعن کا موجب نہیں ہے'[4]

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:۔

'ان امور کے متعلق مختلف باتیں حضور سے احادیث میں منقول ہیں، وہ دراصل آپ کے قیاسات ہیں جن کے بارہ میں آپ خود

---

1) حاشية العقيدة الطحاوية، تحقيق العلامة الالبانی، ص565

2) الترمذی فی الفتن، باب ما جاء فی قتل عیسی بن مریم الدجال (2245)، وصحّحه الالبانی، صحیح الجامع 997/2

3) ترجمان القرآن، رمضان وشوال 1364ھ

4) ترجمان القرآن، ربیع الاوّل 1365ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شک میں تھے۔[1]

مولانا داؤد راز صاحب رحمہ اللہ اس کی تردید میں لکھتے ہیں[2]:۔

'یہ عقیدہ کہ آخر زمانہ میں قریب قیامت ایک ''کانا دجال'' پیدا ہوگا جو دجل کی اشاعت میں سرگرم ہتھیاروں سے لیس ہوگا، جمہور امت کا مسلمہ عقیدہ ہے، دجال کی حدیث صحیح بخاری شریف میں آٹھ مرتبہ آئی ہے اور صحیح مسلم شریف میں سترہ مرتبہ آئی ہے، نماز کی دعاؤں میں ایک مستند و مشہور دعا ہے جو آخر تشہد میں پڑھنی مسنون ہے۔

(اللهم إني أعوذبك من عذاب القبر وأعوذبك من فتنة المسيح الدجال)

گویا شارع علیہ السلام نے ہر نماز میں مسیح دجال کے فتنے سے بچنے کی دعا سکھلائی ہے، ان جملہ حقائق کے باوجود مولانا مودودی صاحب جیسے 'مزاج شناس رسول'' کی جسارت دیکھئے بڑے دھڑلے کے ساتھ آپ فرماتے ہیں:

'یہ کانا دجال وغیرہ افسانے ہیں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔۔۔'

افسانہ وہ ہوتا ہے جو غیر معتبر غیر محقق چیز لوگوں کی زبانوں پر گشت کرنے لگ جائے، مولانا مودودی صاحب کانا دجال کو افسانہ قرار دیتے ہیں، بخاری و مسلم وغیرہ کتب احادیث میں ۲۵ مرتبہ یہ احادیث جو متعلق دجال منقول ہیں سب محض افسانے ہیں، اس سے بھی آگے مزید جسارت ملاحظہ ہو جس میں خود رسول اللہ ﷺ ہی کی ''اصلاح'' فرمانے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں:

'حضور کو اپنے زمانے میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد ہی میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانے میں ظاہر ہو، لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضور ﷺ کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا۔۔۔''

''مزاج شناس رسول'' کی یہ جسارت کہ دجال کی آمد کے بارے میں حضور ﷺ کا اندیشہ صحیح نہ تھا ایسی نہیں ہے کہ اسے یوں ہی نظر انداز کر دیا جائے، مولانا ایک مذہبی آدمی ہیں اور آپ کا دعویٰ ہے کہ ''جس چیز کو لے کر ہم اٹھے ہیں وہ عین اسلام اور اصل اسلام ہے'' (اخبار تسنیم ۲۲/ جمادی الاول ۱۳۷۴ھ)

مولانا کی یہ جسارت پتہ دے رہی ہے کہ مذہب اسلام کے بارے میں آپ ایسے مقام پر ہیں جہاں آپ کو خود پیغمبر ﷺ کی اصلاح کا بھی حق پہنچتا ہے، مولانا نے اپنی اس جسارت کو ایک دفعہ نہیں بلکہ متعدد مرتبہ جرأت و دلیری کے ساتھ حوالہ قلم کیا ہے۔

ترجمان القرآن فروری ۱۹۴۶ء میں آپ فرماتے ہیں:

'ان امور کے متعلق مختلف باتیں حضور سے احادیث میں منقول ہیں وہ دراصل آپ کے قیاسات ہیں جن کے بارہ میں آپ خود شک میں تھے۔'

لیجئے مولانا نے ایک ایسا چور دروازہ کھول دیا کہ اب تعلیمات اسلام کے بارے میں ارشادات رسول ﷺ جو کسی کے مزاج کے خلاف ہوں ان سب کو ''آپ کے قیاسات'' کہہ کر ردّ کیا جا سکتا ہے، قرآن مقدس میں رسول اللہ کی شان یہ بیان کی گئی ہے ''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ

---

1) ترجمان القرآن فروری ۱۹۴۶ء

2) تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث، ص 59-60

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ "النجم:3-4 ہمارے رسول اپنی خواہش اور قیاسات سے نہیں بولتے ان کا ہر قول وحی الٰہی پر مبنی ہوتا ہے، ''دجال موعود'' کے بارے میں آپ کے ارشادات بہت واضح ہیں، روایتاً ان کی صحت کا اقرار خود مولانا مودودی صاحب کو بھی ہے آیت بالا کے تحت حضور ﷺ نے یہ ساری خبریں وحی الٰہی کے تحت دی ہیں، مگر مولانا صاحب موصوف جو پتھر میں ہیرے کی جوت ملاحظہ فرمالیا کرتے ہیں ان سب کو آپ کے ''غلط قیاسات'' قرار دے رہے ہیں، ناظرین کرام خصوصاً وابستگان تحریک انصاف سے بتلائیں کہ شانِ رسول کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے کیا عدل کا یہی تقاضا ہے کہ مولانا کے ان ملحدانہ نظریات کو یوں ہی نظر انداز کر دیا جائے اور کیا یہی وہ اصلی اسلام ہے جسے لے کر مولانا اٹھے ہیں؟ اور کیا الٰہی حکومت ایسے ہی الحاد پرور خیالات پر تعمیر ہوگی؟ کیا نظام ہائے باطلہ سے ٹکر لینے کے یہی ''لچھن'' ہیں۔

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کی دیکھیں ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

5- حدیث مجدّد کی تکذیب:

آبو ذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها"[1]۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر وقت اس امت میں اللہ تعالی مجدّد دین پیدا کرتا رہے گا۔

شرّاح احادیث اور علمائے اسلام لکھتے ہیں کہ: وہ مجدّد سنت کو بدعت سے جدا کرے گا، علم دین کو پھیلائے گا، اہل علم کی مدد کرے گا، اہل بدعت کی کمر ہمت کو توڑے گا، وہ علوم دین کا جامع ہوگا، اس حدیث رسول ﷺ کا اوّلین مصداق اللہ تعالی نے امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو بنایا، اور پھر ان کے بعد ہر صدی میں مجدّد دین پیدا ہوتے رہے، جیسا کہ علمائے اسلام و مؤرخین عظام نے ہر صدی میں نام بنام ان کو معہ ان کے حالات اور خدمات کے تحریر فرمایا ہے۔

مگر مودودی صاحب کا نظریہ اس کے متعلق یہ ہے، جیسا کہ خود لکھتے ہیں:۔

'تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجدد کامل نہیں پیدا ہوا ہے، قریب تھا کہ عمر بن عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہو جاتے مگر وہ کامیاب نہ ہوسکے، ان کے بعد جتنے مجدد پیدا ہوئے، ان میں سے ہر ایک نے کسی خاص شعبے یا چند شعبوں ہی میں کام کیا اور مجدد کامل کا مقام ابھی تک خالی ہے'

مولانا ازہر صاحب مرحوم اس پر تعلیق لکھتے ہیں کہ[2]:

'مولانا کا ارشاد صاف بتلا رہا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور بعد کے جملہ مجدّد دین سب ناقص تھے اور آنحضرت ﷺ نے جو ہر صدی کے سرے پر ایک مجدّد کی پیشن گوئی فرمائی تھی وہ آج چودھویں صدی تک مجدّد کامل کی شکل میں صحیح ثابت نہ ہوسکی، یہ تجدید و احیائے

---

1) أبوداود في الملاحم، باب ما يذكر في قرن المائة (4291)، أبو عمرو الداني في الفتن، الحاكم 520/4، البيهقي في المعرفة، ص52، الخطيب في التاريخ 61/2، الهروي في ذم الكلام، الصحيحة (599).

2) تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث، ص62-63

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دین کے جذبات میں غالباً ''تفوق'' کا خواب ہے، تاریخ کے جملہ مجدّدین کا مقام گرا کر ہی تو یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوسکتا تھا جس کے لیے مولانا نے یہ جرأت فرمائی، سچ ہے:

بت کریں آرزو خدائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

6) جواز متعہ

باتفاق اہل سنت والجماعت متعہ حرام ہے، تمام علمائے امت کا اس پر اجماع ہے، مگر مودودی صاحب نے ترجمان القرآن، بابت ماہ اگست 1955ء کے صفحہ 371 پر اپنی ''ترجمانی تفسیر'' تفہیم القرآن میں سورۃ المؤمنون کی آیت ''فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ'' المؤمنون:7 کے ذیل میں متعہ کے جواز کا فتوی دے دیا، اور پھر اس کے جواز کے اثبات کیلئے کئی طرح کے بیکار قسم کے مفروضہ قائم کئے، اور اس پر اِصرار کرنے کے ساتھ ساتھ ایسی ایسی مثالیں دیں جن کا آج تک خارج میں کہیں اور کبھی بھی وجود دستیاب نہیں۔

ردّ میں مولانا داؤد راز رحمہ اللہ نے کئی صفحات لکھے ہیں[1]، جن میں مودودی کے تمام عقلی دلائل کا تار پور بکھیر کر رکھ دیا ہے۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ مودودی صاحب نے جب ''ترجمان القرآن'' ماہ اگست 1955ء، ص379، ج4، عدد6 میں متعہ کو جائز قرار دیا، اور اس کی وجہ سے مودودی کے خلاف ایک ہنگامہ کھڑا ہوا اور چاروں طرف سے آواز اٹھی تو مودودی صاحب نے اس عبارت کو نکال دیا۔

7) عادات نبوی اور اسوۂ رسول ﷺ کو سنت سمجھنا دین میں بدترین تحریف ہے:

اللہ تعالی قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کے اسوہ اپنانے کی تاکید اور اس کو راہ نجات و کامیابی قرار دیتے ہوئے مؤمنوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا'' (الأحزاب:21)

اتباع سنت کی تاکید وفضیلت بتائی ہے اور سنت سے اعراض کرنے کی شدید وعید (ومن رغب عن سنتی فلیس منی) سنائی، اسی طرح بدعات کے ایجاد اور اتباع محدثات کی وعید (وکلّ محدثة بدعة، وکلّ بدعة ضلالة، وکلّ ضلالة فی النار) سے ترھیب وتخویف کی ہے۔

مگر مودودی صاحب کہتے ہیں:۔

'میں اسوہ اور سنت اور بدعت وغیرہ اصطلاحات کے ان مفہومات کو غلط بلکہ دین میں تحریف کا موجب سمجھتا ہوں، جو بالعموم آپ

---

1) تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث، ص63-68

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرات کے ہاں رائج ہیں۔۔۔آپ کا یہ خیال کہ نبی ﷺ جتنی بڑی داڑھی رکھتے تھے اتنی ہی بڑی داڑھی رکھنا سنت رسول یا اسوۂ رسول ہے یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ عادات رسول کو بعینہٖ وہ سنت سمجھتے ہیں جس کے جاری اور قائم کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام مبعوث کیے جاتے رہے ہیں۔ مگر میرے نزدیک صرف یہی نہیں کہ یہ سنت کی صحیح تعریف نہیں ہے بلکہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس (داڑھی جیسی) قسم کی چیزوں کو سنت قرار دینا اور پھر ان کے اتباع اور اصرار کرنا ایک سخت قسم کی بدعت اور خطرناک تحریف دین ہے[1]۔'

مودودی صاحب کا یہ نظریہ تمام اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے، اور ترک سنت اور اتباع بدعت ومحدثات کی کھلی دعوت ہے، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آج تک تمام علماء وفقہاء اور پوری امت مسلمہ گمراہی میں تھی، اور بدعات وضلالت اور دین کی تحریف میں مبتلا تھی۔

مولانا راز صاحب رحمہ اللہ مودودی کے اس نظریہ اور ملحدانہ عقائد کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں[2]:۔

'چونکہ آج کل فیشن پرست مسلمانوں کے لیے داڑھی بھی ایک وبال جان بنی ہوئی ہے، اسی لیے حضرت مولانا مودودی صاحب جیسے ''مزاج شناس رسول'' کا اولین کام یہی ہوتا تھا کہ ''داڑھی رکھنا'' جیسے ناقابل برداشت سنت کے کاموں کے سنت ہونے سے انکار کر دیں بس پھر میدان صاف ہے۔

داڑھی کے بوجھ نہ برداشت کرسکنے والے نازک طبع حضرات کو مولانا کا بہت بہت مشکور ہونا چاہیے، آپ نے نہ صرف داڑھی کے جھنجھٹ سے ان کو نجات دلائی بلکہ ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' آپ نے غریب داڑھی رکھنے والے عاشقان سنت رسول ﷺ ہی کو بدعتی اور دین کے محرف قرار دے دیا، مولانا کو اس خدمت واقامت دین پر جس قدر بھی مبارکباد دی جائے کم ہے، جن دنوں مولانا صاحب نے اپنے ان فتاووں کو شائع فرمایا آپ کے بہت سے مقلدین نے ان پر عمل کرتے ہوئے اپنی اچھی خاصی داڑھیوں کو کانٹ چھانٹ کر کے مختصر کرلیا'۔

جماعت اسلامی کے تاسیسی اجلاس میں شریک مولانا اِسحاق بھٹی مرحوم لکھتے ہیں کہ:۔

'اس اجلاس کے انعقاد کے دن سے پہلے کبھی کسی ایسے عالم دین اور مبلغ اسلام کو دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا، جس کی داڑھی اور سر کے بال مولانا مودودی کے سے انداز کے ہوں، یہ بات ذہن میں تیزی سے گردش کرنے لگی کہ مولانا اپنے اور ان علمائے کرام کے خیال کے مطابق اس دور کے برصغیر میں اسلام کے واحد اور منفرد مبلغ ہیں، جو انگریزوں کے زیر نگیں اس خطۂ ارض میں اسلامی احکام نافذ کرنے کے علم بردار ہیں، لیکن ان کی ہیئت ان سب سے مختلف ہے، جو نہایت ادب سے ان کے حضور دوزانو بیٹھے ہیں اور ان میں سے بعض کو تو اپنے علم وفضل اور عمل وکردار کے اعتبار سے اس ملک میں نمایاں حیثیت حاصل ہے، آپ بیک جنبش زبان اسے میری ''تنگ نظری'' پر بھی محمول کرسکتے ہیں اور نہایت آسانی سے میری ''کم ظرفی'' اور ذہن کا ''چھوٹا پن'' بھی قرار دے سکتے ہیں، مگر اس وقت یہ بات میں

---

1) ترجمان مئی/جون 45ء

2) تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث، ص 69-70

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے شدت سے محسوس کی، اس کے بعد تو بہت سے ایسے حضرات کو بھی دیکھا اور ان سے تعلقات استوار ہوئے جو واقعتاً ''مولانا'' تھے اور روزانہ شیو کرتے تھے[1]۔

8) حدیث کی صحت اور حجیت و قبولیت کے لئے درایت، ذوق سلیم، مزاج شناس رسول وغیرہ جیسے ہفوات اور باطل اُصول وضوابط کی اختراع وایجاد کے ذریعہ انکار حدیث اور ردّ سنت کے چور دروازے کھولنا:

مودودی صاحب جمہور امت مسلمہ اور محدّثین وفقہائے اسلام کے مسلمہ اُصول وضوابط کے خلاف حدیث کی صحت، حجیت اور قبولیت کے نئے خود ساختہ اُصول ایجاد کر کے منکرین حدیث چکڑالوی، پرویزی حتی کہ مرزائیوں کی راہ اختیار کرنا۔

چنانچہ مسٹر غلام پرویز لکھتے ہیں: 'مولانا مودودی صاحب بھی تو میری طرح منکر حدیث ہیں، پھر بھی مجھ کو ہی کیوں برا بھلا کہا جاتا ہے[2]'۔

آج تک پرویز کے اس چیلنج کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

مولانا داؤد راز رحمہ اللہ نے اس باطل نظریہ کی مدلّل تردید کی اور حقائق کی اچھی طرح وضاحت کی ہے[3]۔

9) کیا کوئی اہلحدیث جماعت اسلامی میں شامل ہونے کے بعد اہلحدیث رہ سکتا ہے؟ (ایک نہایت خطرناک وہم کا ازالہ):

مولانا داؤد راز صاحب رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کی بھی خوب وضاحت کی اور ثابت کیا ہے کہ جماعت اسلامی میں شامل ہونے کے بعد اہلحدیث کا اہلحدیث باقی رہنا ناممکن ہوتا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں[4]:۔

'اس تحریک میں جس قدر بھی افراد شامل ہوئے ان میں بھی ہر قسم کے لوگ ہیں۔ بعضے اچھے خاصے مخلص متدین حضرات بھی ''تحریک کے خوش نما مقاصد'' کی بنا پر اس سے وابستہ ہیں ایسے ہی بھائی کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تحریک کے نیک مقاصد کے ساتھ ہیں۔ مولانا مودودی صاحب کے ذاتی عقائد وخیالات ومجتہدات سے ہم کو غرض نہیں ہے ہم ان کے مقلد نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ ایسے مخلصین کا یہ کہنا اگرچہ بہترین جذبات کا نتیجہ ہے مگر ان کی خدمت میں باادب گذارش کروں گا کہ وہ فریب میں گرفتار ہیں، کوئی بھی تحریک ہو اس کے بانی کے ذاتی خیالات، عقائد وافکار کا اس پر پورا اثر ہونا لازمی امر ہے۔ بعض لوگوں نے خاکسار تحریک کے متعلق بھی یہی کہا تھا کہ ہم کو نفس تحریک سے مطلب ہے مشرقی صاحب کے ذاتی خیالات وافکار سے ہم کو مطلب نہیں۔ ایک وہم کا ازالہ کے لیے خود مودودی صاحب نے فرمایا تھا کہ:

---

1) مولانا مودودی اور جماعت اسلامی، ص19

2) تفصیل: طلوع اسلام، کراچی 2 اپریل 1955ء

3) تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث، ص70-82

4) تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث، ص48-52

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''رہی یہ بات کہ ہمیں صرف سپاہی بننے کی مشن مطلوب ہو یا فوجی نظم درکار ہے لیڈر کے خیالات سے سروکار نہیں یہ ایک سراسر لغو بات ہے جسے کوئی صاحب عقل ایک لمحہ کے لیے بھی باور نہیں کرسکتا۔آپ کسی تحریک میں شامل ہوں اور اس کے لیڈر سے متاثر نہ ہوں یہ ناممکن ہے،لیڈر کی روح پوری تحریک کی روح ہوتی ہے اور پیروؤں میں آپ سرایت کرتی ہے۔کوئی شخص اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔'' ۱

مولانا مودودی کی اس تحریر کے مطابق یہ ناممکن ہے کہ آپ نفس تحریک جماعت اسلامی میں شریک ہوں اور مولانا مودودی صاحب کے ذاتی عقائد وافکار سے آپ متاثر نہ ہوں۔مثل مشہور ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔مولانا کی تحریک میں جس قدر بھی افراد شریک ہیں ان کا تجزیہ کر لیجئے۔مولانا موصوف کے عقائد وآزادانہ خیالات سے ان میں بیشتر پورے طور پر متاثر ہیں۔آج ان کو نہ متقدمین ومتاخرین کی تفاسیر قرآن سے سروکار ہے نہ صحیح بخاری شریف ومسلم شریف سے نہ ہدایہ وشرح وقایہ سے،بس ان کے لیے مولانا مودودی صاحب اور ان کے رفقائے کار کا مہیا کردہ ''لٹریچر'' بس ہے۔رات دن ان کا یہی اوڑھنا اور یہی بچھونا ہے ان کے خیالات وعقائد سے پورے طور پر متاثر ہیں۔ان کے خیال میں آج تک ساری امت اسلام کو نہ سمجھ پائی۔اس چودھویں صدی میں اسلام کی صحیح تعبیر مولانا مودودی صاحب اور ان کے رفقائے کار نے پیش فرمائی ہے اور بس۔

اس تحریک سے منسلک ہونے والے بیشتر افراد کے قلوب میں یہ خیالات اس حد تک جاگزیں ہو چکے ہیں کہ وہ اپنے ''مزعومات'' کے خلاف ایک لفظ تک سننے کے لیے تیار نہیں ہیں قرآن پاک کی کوئی آیت رسول پاک ﷺ کی کوئی حدیث اس مقام پر ان کو گوارا نہیں بلکہ اپنے مزعومات کے لیے وہ لڑنا،مرنا،مدافعت میں قلم اٹھانا،علمائے نقاد کی توہین وتذلیل وتحمیق کرنا کارہائے ثواب جانتے ہیں۔ جیسا کہ دیباچہ میں ایشیا کے حوالے سے کچھ نمونے درج کیے جا چکے ہیں۔جماعت اسلامی کے ''صالحین'' کی تہذیب ومتانت کے جن حضرات کو مزید نمونہ جات درکار ہوں وہ اس تحریک کے ایک ادبی ماہنامہ ''چراغ راہ'' نامی بابت ماہ اگست 1955ء کا مطالعہ کرلیں جس میں ''انہیں کچھ نہ کہو'' کے عنوان سے علمائے اسلام کی بلا امتیاز واستثناء دل کھول کر تضحیک کی گئی ہے۔کسی عارف نے کہا ہے:

بدنہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

چلتے چلاتے آپ مذکورہ بالا ''گالی نامہ'' کے مطالعہ کا شوق فرمائیں تو رسالہ ''مودودیت کا عکس'' شائع کردہ مکتبہ نوائے پاکستان لاہور بھی مطالعہ فرمالیں جس میں اس ''گالی نامہ'' کا اچھا خاصا ردالعمل آپ کی نظر سے گزرے گا۔

امیر جماعت اسلامی ہند کی وارننگ:

جو لوگ یہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم جماعت اسلامی میں شامل ہو کر بھی اہل حدیث یا اپنے اور کسی دوسرے سابقہ مسلک پر رہ سکتے ہیں اور ہمیں اس جماعت کے اکابر کے ذاتی خیالات سے کیا مطلب ہے؟ایسے لوگ غلطی پر ہیں،اکابر جماعت اسلامی کے افکار وخیالات ہی اس جماعت کا ''مزاج'' ہے اور جو بھی اس جماعت میں داخل ہو اس کو بہر حال اپنا سابقہ مسلک ترک کر کے جماعت کے مزاج سے ہم

---

1) رسالہ خاکسار تحریک از مولانا مودودی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آہنگ ہونا پڑے گا۔جیسا کہ امیر جماعت اسلامی ہند کی مندرجہ ذیل وارننگ سے صاف ظاہر و باہر ہے آپ فرماتے ہیں:

''بہت سے رفقاء ایسے ہیں جن کا تعلق جماعت میں داخل ہونے سے پہلے مسلمانوں کے مختلف قسم کے مذہبی یا سیاسی اداروں سے رہا ہے اور انہی سے کٹ کر جماعت میں آئے ہیں اگر چہ میں محسوس کرتا ہوں کہ جماعت میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے جماعتی مزاج سے اپنے کو ہم آہنگ بنانے کی پوری پوری کوشش کی ہے لیکن ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن میں ابھی غیر شعوری طور پر ان جماعتوں کے تعلق کے کچھ نہ کچھ اثرات موجود ہیں یہ چیز غلط بھی ہے اور تحریک کے لیے مضر بھی۔اس لیے اس طرح کے رفقاء کو پورا اہتمام کام میں لا کر اپنے کو ان (سابقہ جماعتوں کے) اثرات سے پاک کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔جب آپ جماعت اسلامی میں داخل ہو چکے ہیں تو آپ کی تمام دلچسپیوں کا محور صرف جماعت کے مقاصد ہونے چاہئیں۔'' [1]

اور بھی واضح لفظوں میں:

امیر جماعت اسلامی ہند کے بیان بالا سے بھی زیادہ واضح لفظوں میں وہ بیان ہے جو مولوی ابوسعید عبدالعزیز صاحب چک ۵۵/۵ رحیم یار خاں بہاولپور کے متعلق وہاں کے امیر حلقہ نے دیا ہے۔مولوی صاحب موصوف جو مسلک اہل حدیث رکھتے ہوئے جماعت اسلامی سے وابستہ ہو گئے تھے ان سے کہا گیا:

''تم اہل حدیث ہوتے ہوئے جب کہ جماعت میں داخل ہو چکے ہو اب جماعت میں داخل ہونے کے بعد تم اپنے مسلک کی تبلیغ کرنے کے مجاز نہیں اور نہ تم کسی بھی اختلافی مسئلہ میں بحث کر سکتے ہو۔جماعت میں داخل ہونے کے بعد تم نظم جماعت کی پابندی کے ماتحت کسی بھی صاحب بدعت کو اور کسی بھی صاحب منکر کو منکر سے نہ روکو صرف اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ہی کی دعوت دو اس طرح سے خود بخود اصلاح ہو جائے گی،تم تبلیغ مسلک کے متعلق اپنے بیوی بچوں تک سے بھی کچھ نہیں کہہ سکتے۔'' [2]

اس قسم کے مزید شواہد جمع کیے جائیں تو ایک علیحدہ دفتر تیار ہو جائے۔مگر ہمارا مقصد صرف ایسے فریب خوردہ بھائیوں کو آگاہ کرنا ہے جو ''نیمے دروں و نیمے بروں'' کی پالیسی اختیار کر کے ''آدھا تیتر آدھا بٹیر'' بنے ہوئے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ بیک وقت دو گھوڑوں پر سواری نہیں کر سکتے۔عقل مند کو اشارہ کافی ہے۔

---

1) زندگی،اگست 51

2) اخبار الاعتصام،گجرانوالہ،مجریہ 51/5/15

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے ردّ میں مولانا داود راز رحمہ اللہ کے علاوہ علمائے اہلحدیث کی بعض اہم تالیفات

1) مولانا امرتسری رحمہ اللہ کی کتاب ''خطاب بہ مودودی''

مولانا عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

'بیسوی صدی کی پانچویں دہائی میں جب مشہور صاحب قلم اور صاحب فکر عالم مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے چودہری غلام پرویز اور علماء اہلحدیث کے درمیان اعتدال کی راہ ڈھونڈنے اور باطل اور حق دونوں کو ایک سطح پر رکھ کر دونوں کے درمیان زبردستی حکم بننے کی کوشش کی تو علامہ امرتسری رحمہ اللہ کی ادا شناس نظر اور حقیقت فہم شخصیت اس دام ہم رنگ زمین کے پیچھے چھپے ہوئے فتنہ کو بھانپ گئی، اور آپ نے خطاب بہ مودودی کے نام سے اہلحدیث امرتسر کے 1944ء اور 1945ء کے شماروں میں ایک اہم فکری اور تجزیاتی مقالہ آٹھ قسطوں میں لکھا اور حدیث نبوی اور اس کے مستند ذخیرہ کو مودودی صاحب نے جس ہوشیاری کے ساتھ شکوک وشبہات کا شکار بنانا چاہا تھا، شیخ الاسلام علامہ امرتسری رحمہ اللہ نے اس کا پردہ چاک کر کے رکھ دیا، مزید برآں مودودی صاحب کی تحریک نے جو لٹریچرز اصلاح کے نام سے نکالنا شروع کئے تھے اس کے پیچھے مخفی فتنوں اور ان کے مکروفریب، انداز واسلوب کی قلعی علامہ امرتسری نے اپنے اس مقالہ میں مختصر لیکن بڑی کمال کے ساتھ کھول دی ہے۔'[1]

مولانا عطاء اللہ صاحب بھوجیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

'مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری کی ژرف نگاہی قابل داد تھی کی اسلام پر عموماً اور مسلک اہلحدیث پر خصوصاً جب اور جس انداز سے بھی حملہ ہوتا وہ اس کو تاڑ جاتے اور اپنے مخصوص طریقے سے کامیاب دفاع کرتے تھے، مودودی صاحب کا مضمون ''مسلک اعتدال'' جب پہلے پہلے چھپا، موصوف نے اس پر نوٹس لیا اور متنبہ کیا کہ یہ سرسید احمد خان کی صداء بازگشت ہے اور اس میں انکار حدیث کے جراثیم موجود ہیں'۔[2]

شیخ الاسلام مولانا امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

'مولانا مودودی کی تقریر کو ہم بغور پڑھتے ہیں، تو بے ساختہ منہ سے نکل جاتا ہے کہ مولانا کا مسلک اعتدال نہیں، بلکہ اعتزال ہے، اعتزال سے ہماری مراد وہ مقصد نہیں ہے جس سے معتزلہ فرقہ مشتق ہے، بلکہ اصلی معنی اعتزال مراد ہے، اس لفظ کے معنی علیحدگی کے ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ موصوف اپنی تحریرات میں عموماً مرزا صاحب قادیانی کا تتبع کرتے ہیں، یعنی مرزا صاحب قادیانی اپنی تحریروں میں کسی فن کی اصطلاحات کے پابند نہیں رہتے، بلکہ بزبان غالب حال سے کہتے ہیں:

کوشے جاناں سے خاک لائیں گے　　اپنا کعبہ الگ بنائیں گے'[3]

---

1) مجموعہ مقالات مولانا عبدالحمید رحمانی 2/268

2) تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث، ص66

3) خطاب بہ مودودی، ص13-14

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

2) علامہ نبیل شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل صاحب کی کتاب ''جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث''

شیخ الحدیث محمد اسماعیل صاحب گجرانوالہ رحمہ اللہ 1968ء نے ''جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث'' نامی کتاب لکھی جس کی تفصیل یہ ہے کہ مسٹر غلام پرویز نے حدیث کے خلاف پہلا مضمون ''شخصیت پرستی'' کے عنوان سے مولانا مودودی کے رسالہ ترجمان القرآن میں چھپایا تھا، اور مولانا مودودی صاحب نے فی الجملہ اس کی تائید فرمائی تھی، اور وہ تائید مسلک اعتدال کی نوعیت کی تھی، سید مودودی صاحب پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ جب آپ ختم نبوّت کی تحریک کے زمانہ میں جیل سے رہا ہوئے تو مودودی صاحب مسٹر غلام پرویز کے رسالہ طلوع اسلام کے جواب میں برکت علی محمڈن ٹاون ہال لاہور میں خطاب فرمایا، مودودی صاحب کی تقریر کا عنوان تو حمایت اور حجیت حدیث پر تھا، مگر دوران تقریر حضرت امام بخاری اور ان کی الجامع الصحیح کی احادیث پر تنقید اور شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش میں تھی، مودودی صاحب کی اس تقریر پر الاعتصام نے گرفت کی کہ آپ نے حدیث نبوی کے دفاع پر خطاب فرمانے کا اشتہار میں وعدہ کیا تھا، مگر آپ تو امام بخاری اور ان کی صحیح پر برس پڑے، نتیجہ یہ ہوا کہ جماعت اسلامی کے جنود مولانا مودودی کی حمایت میں سینہ سپر ہو گئے، اور سب سے آخر میں مولانا امین احسن اصلاحی نمودار ہوئے، انھوں نے جماعت کے رسالہ ''ترجمان القرآن'' میں ایک طویل مضمون تحریر کیا، جس میں صحیح احادیث میں تشکیک پیدا کرنے کے لیے خوب داد تحقیق دیا، اس مضمون کا لب ولہجہ بھی ان کی روایتی سنجیدگی سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔

اس موقعہ پر شیخ الحدیث محمد اسماعیل صاحب گجرانوالہ سے گزارش کی گئی کہ آپ سید مودودی صاحب کے مسلک اعتدال اور اصلاحی صاحب کے انتصار ودفاع دونوں کا ایک ساتھ علمی جائزہ لیں، تاکہ غلط فہمیوں کے بادل چھٹ جائیں، اور مغالطوں کے پردے چاک ہو جائیں، مولانا موصوف نے عدیم الفرصتی کے باوجود اس درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور ایک مدلل اور علمی مقالہ لکھا جو الاعتصام کی کئی اشاعتوں میں بالاقساط شائع وطبع ہوا، علمی حلقوں میں حضرت کا یہ محققانہ مقالہ از حد پسند کیا گیا اور اہل علم کے اصرار پر کتابی صورت میں شائع ہوا۔[1]

3) مولانا حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ کی کتاب ''سید ابوالاعلیٰ مودودی کا مخصوص نظریہ حدیث''

مولانا حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ 1964ء نے ''سید ابوالاعلیٰ کا مخصوص نظریہ حدیث'' نامی کتاب لکھی، جس میں تفصیلی اور مدلل ردّ کیا ہے، اور اس موضوع پر قلم اٹھانے کی ضرورت کیوں ہوئی اس کی وجہ یہ ہے کہ فضل حق قریشی ہاشمی، کلرک محکمہ بہبودی حیوانات میانوالی صاحب نے محدث روپڑی کے پاس ایک سوالنامہ بطور استفتاء کے بھیجا، جس میں لکھا کہ آج سنت رسول اللہ ﷺ پر جس انداز سے مختلف اطراف سے حملے کئے جارہے ہیں آپ اس سے بخوبی واقف ہیں، منکرین حدیث تو خیر حد سے گذر گئے ہیں، مگر باوجود اہل سنت کہلوانے کے کچھ لوگ اس مقدس ذخیرہ پر نقطہ چینی کر کے عامۃ المسلمین کے دلوں سے حدیث کی عظمت کو گھٹا رہے ہیں، پچھلے دنوں ایک حنفی المذہب مولوی سے حجیت حدیث کے موضوع پر گفتگو ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ:

---

1) مخدوم العلماء مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ ص114

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

1) مذہب حنفیہ میں جو مقام روایت کا ہے وہی درایت کا بھی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ انہوں نے اپنی دلیل میں مولانا مودودی کا مسلک اعتدال والا مضمون اور ان کے نظریہ کی طرف توجہ دلائی، میں خود بھی مولانا سے تھوڑا بہت متاثر ہوں مگر مسلک اعتدال میں جو کچھ انہوں نے فرمایا وہ مجھے پسند نہیں آیا۔

2) مولانا مودودی کا حجیت حدیث کے متعلق نظریہ کس حد تک قابل برداشت ہے، یعنی محدّثین کے نقطۂ نظر سے یہ نظریہ کس حد تک صحیح ہے۔

3) یہ بھی فرمائیں کہ کم از کم اہل حدیث اور حنفی المذہب لوگوں کے نقطۂ نظر سے کن اشخاص کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ احادیث راویان احادیث اور مصنفین کتب احادیث پر جرح وتنقید کریں۔

4) براہ مہربانی یہ بھی سمجھائیں کہ مولانا مودودی صاحب نے احادیث اور کتب احادیث پر جس انداز سے بحث کی ہے، کیا ان سے قبل بھی کسی سے ایسا ہوا؟ عیسیٰ بن ابان کا بھی یہ تو نہ تھا، مولانا مودودی صاحب نے ترجمان القرآن ماہ مئی 1955ء کے صفحہ 63 پر فرمایا کہ:

''ایک گروہ روایت پرستی میں غلو کر کے اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اسے بخاری ومسلم کے چند راویوں کی صداقت زیادہ عزیز ہے، اور اس بات کی پرواہ نہیں ہے کہ اس سے ایک نبی پر جھوٹ کا الزام عائد ہوتا ہے، آگے چل کر فرماتے ہیں کہ: اور نہ فن حدیث کے نقطۂ نظر سے کسی حدیث کی سند کا مضبوط ہونا اس بات کا مستلزم ہے کہ اس کا متن خواہ کتنا ہی قابل اعتراض ہو مگر اسے ضرور آنکھیں بند کر کے مان لیا جائے، کیونکہ سند کے قوی اور قابل اعتماد ہونے کے باوجود بھی اسباب ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی وجہ سے ایک متن غلط صورت میں نقل ہو جاتا ہے، اور ایسے مضامین پر مشتمل ہو جاتا ہے کہ جن کی قباحت خود پکار رہی ہوتی ہے کہ یہ باتیں نبی ﷺ کی فرمائی ہوئی نہیں ہو سکتیں، اس لئے سند کے ساتھ متن کو دیکھنا بھی ضروری ہے، اور اگر متن میں واقعی کوئی قباحت ہو تو پھر اس کی صحت میں خواہ مخواہ اصرار کرنا صحیح نہیں ہے، آگے چل کر فرماتے ہیں: کیا یہ کوئی معقول بات ہے کہ جس حدیث کا متن ایسی باتوں پر مشتمل ہو کہ اس کو ہم نبی ﷺ کی طرف منسوب کرنے پر صرف اس لئے اصرار کریں کہ اس کی سند مجروح نہیں ہے، اس طرح کی افراط پسندیاں معاملے کو بگاڑ کر اس تفریط تک نوبت پہنچا دیتی ہیں جس کا مظاہرہ منکرین حدیث کر رہے ہیں، کیا یہ مذکورہ الفاظ بھی کسی حد تک قابل قبول ہیں، اگر نہیں تو کوئی ثبوت؟ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی۔ کہ کسی روایت کی سند کو قوی تصور کر کے بھی قبول نہ کرنا کوئی معنی رکھتا ہے۔ سند کے قوی ہونے کے بعد تو چھان بین کرنے کا مطلب اس کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ صاحب قرآن کے الفاظ پر جرح ہو جو میرے خیال میں کسی طرح بھی جائز نہیں، آپ برائے مہربانی مفصل طور پر سمجھائیں کہ سند کے قوی ہونے کے باوجود کون سے ایسے اسباب ہو سکتے ہیں جن کی وجہ سے ایک متن غلط صورت میں نقل ہو جاتا ہے۔

بخاری ومسلم کے قطعی طور پر صحیح ہونے پر امت کا اجماع ہے، مگر ان کے متعلق بھی ایسے الفاظ استعمال کرنا کیا ان کی عظمت پر چوٹ نہیں؟!

---

1) سید ابوالاعلیٰ مودودی کا مخصوص نظریہ حدیث، ص 2-4

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس خط اور استفتاء کے جواب میں علامہ رو پڑی رحمہ اللہ نے اپنا یہ علمی مقالہ شائع کیا جو آج ''سید ابو الاعلی مودودی کا مخصوص نظریہ حدیث'' کے نام سے شائع و مطبوع ہے جس میں مودودی اور جماعت اسلامی کے عقائد و انحرافات بیان کے گئے ہیں اور ان سے لوگ واقف ہو رہے ہیں۔

4- خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤوف جھنڈانگری رحمہ اللہ کی کتاب ''نصرۃ الباری فی بیان صحۃ البخاری''

جن لوگوں نے مودودی صاحب کے ردّ میں کتابیں لکھیں ان میں خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤوف صاحب جھنڈانگری رحمہ اللہ نے بھی ''نصرۃ الباری فی بیان صحۃ البخاری'' نام کی ایک کتاب لکھی ہے جو مقبول اور عام ہے۔

مولانا عبدالرؤوف جھنڈانگری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:۔

'محترم ناظرین! تمہید اس قدر عرض کئے بغیر چارہ نہیں کہ فتنۂ انکار حدیث اس زمانہ کی وہ پرفتن تحریک ہے جس نے سینکڑوں، ہزاروں بندگان خدا کو خدا کا باغی، رسول اللہ ﷺ کا منکر اور حدیث کا دشمن بنا دیا ہے، اس فتنۂ عظیم کے انسداد و استیصال کے لئے علمائے اسلام بروقت پوری طاقت و توجہ اور پوری مستعدی مبذول فرمائیں۔

یہ کتنی عجیب بات ہے کہ قرآن پہنچانے والے کے منصب رسالت و تعلیم کتاب و حکمت اور اس کی تشریح و توضیح کو تسلیم کرنے سے گریز کیا جاتا ہے، یہ کس قدر تضاد خیالی اور عقل و فہم کے لئے کتنی موجب حیرت بات ہے کہ الفاظ قرآنی کی روایت و تبلیغ کی حد تک تو حضور ﷺ سچے، لیکن ان کے مطالب کے بیان اور ان کی تفصیل و عملی توضیح کے معاملہ میں وہی حضور ﷺ ناقابل اطمینان ہو جائیں، یا للعجب!

فتنۂ انکار حدیث کے اس پرآشوب دور میں جماعت اسلامی کے سب سے بڑے لیڈر مولانا مودودی کی ایک تقریر ان کی جیل سے آزادی اور رہائی کے معاً بعد ایسی ہوئی کہ منکرین حدیث کو اس سے بڑی تقویت پہنچی، جس طرح منکرین حدیث احادیث نبویہ کی صحت کو مشتبہ و مشکوک و ناقابل اطمینان بتلاتے ہیں اور اسے بزعم خود دو صدی بعد کی تصنیف و تدوین سمجھ کر ناقابل اعتبار ٹھہراتے ہیں، اس طرح مودودی صاحب کے نزدیک صحاح ستہ بلکہ بخاری کی صحت بھی (خدانخواستہ) مستند و قابل اعتبار نہیں، فکلاھما سیّان۔

پس ان حالات و مقتضیات کی موجودگی میں بڑی ضرورت تھی کہ فتنۂ انکار حدیث خصوصاً انکار صحۃ بخاری کے خلاف علمی و تاریخی مواد کے ساتھ تحقیقی مضامین و مقالات کی اشاعت کا ایک وسیع ترین سلسلہ قائم رکھا جاتا تاکہ ناواقف مسلمانوں کی جماعت اور روشن خیالوں کا گروہ اس گمراہی اور دجل و فریب کی دلدل سے باہر نکل کر اطاعت خدا اور اطاعت رسول ﷺ پر قائم رہ سکے۔

ادارۂ الہدی احمدیہ سلفیہ نے انہی خیالات کے تحت بخاری نمبر نکالنے کا اعلان کیا، الہدی کے مدیر مولانا آزاد رحمانی املوی کی استدعا پر میں صحیح بخاری کے سلسلہ میں ایک مقالہ لکھا جو الہدی کے بخاری نمبر میں 46 صفحات پر شائع ہوا۔ (الہدی، مارچ 1956ء)۔

اب ضروری تنقیح و تہذیب اور بیشتر مواد و معلومات کے اضافہ و الحاق کے بعد اس مقالہ کو میں نے نصرۃ الباری کے نام سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب کی شکل میں مرتب کیا ہے۔[1]

'نصرۃ الباری فی بیان صحۃ البخاری' کے سبب تالیف کے متعلق خطیب الاسلام جھنڈا نگری لکھتے ہیں:۔

'یہ رسالہ جو آپ کے زیر نظر ہے پہلے ایک مقالہ تھا، جسے مولانا آزاد رحمانی صاحب مدیر الہدیٰ کی فرمائش پر میں نے الہدیٰ کے بخاری کے لئے 1955ء کے اوائل میں لکھا تھا، جسے دیکھ کر گرامی قدر مولانا محمد داؤد راز صاحب، خطیب بمبئی اور شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ نے اسے بصورت رسالہ شائع کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ میں نے اس مشورہ کے پیش نظر اس مقالہ میں مزید عرق ریزی کر کے کامل تنقیح وتہذیب سے کام لیتے ہوئے اپنی حد تک ترتیب وتہذیب میں پوری سعی وکوشش کر کے اس کا مسودہ تیار کیا اور اپنے بزرگ بھائی نخبۃ الاقران فخر الاماثل حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔

آپ نے کثیر مشاغل کے باوجود اس پر ایک بہترین مقدمہ لکھا اور پورے مسودہ پر بھی نظر ثانی فرمائی، اور خبر واحد اور جرح وتعدیل کی بحثوں میں اختصار کا خاص طور پر مشورہ دیا، میں نے ان مباحث کو انتہائی مختصر کر کے بلکہ بعض جگہ صرف حوالوں پر اکتفاء کرتے ہوئے اس کو کتابی شکل میں ناظرین کے سامنے پیش کر دیا'۔[2]

ہندوستان میں اسلام کے نام پر اٹھنے والی تحریکیں اور مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کا ایک جامع تبصرہ

شیخ الاسلام مولانا امرتسری رحمہ اللہ اپنی کتاب ''خطاب بہ مودودی'' میں ''تحریکات زمانیہ'' کے عنوان سے ہندوستان کی چار تحریکوں پر ایک بڑا قیمتی تبصرہ کیا ہے، جو ہم سب کیلئے باعث عبرت اور غور وفکر ہے، لکھتے ہیں:۔

'ہمارے ملک ہندوستان میں ہمارے سامنے کئی تحریکیں اٹھیں، ہم نے ان سب کو غور سے دیکھا تو ان کی ابتدا اور انتہا میں فرق پایا، بانیٔ تحریک ابتدا میں نہایت مستحسن الفاظ سے تحریک شروع کرتے رہے ہیں، مگر تھوڑی دور چل کر اپنی روش کو بدل دیا، علمائے اسلام ان کی ابتدا کو دیکھ کر ان کے ساتھ ہوتے رہے، مگر جونہی انہوں نے اپنی روش میں تبدیلی کی تو علماء کی روش میں بھی تبدیلی آ گئی، پہلی تحریک علیگڈھ سے اٹھی، جس کے محرّک سرسید احمد خان مرحوم تھے، یہ تحریک انگریزی تعلیم کی ترقی کے لئے تھی، اس لئے مسلمان اس کے حامی کار ہوئے، مگر جب سرسید احمد خان مرحوم نے مسلمانوں کے عقائد میں دخل دینا شروع کیا تو بگاڑ شروع ہو گیا۔

دوسری تحریک قادیان سے اٹھی، جس کے محرّک مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہوئے، جن کا پہلا اشتہار براہین احمدیہ کے متعلق شائع ہوا، جو اچھی خاصی جلد کی شکل میں مطبوع ہے، اس میں اس تحریک کے محرّک نے یہ دعوی کیا کہ میں ایک کتاب موسومہ ''براہین احمدیہ'' شائع کروں گا، جس میں قرآن اور اسلام کی صداقت کے تین سو زبردست دلائل ہونگے، اس اشتہاری پروگرام کو دیکھ کر بہت سے علماء اور دیگر حامیان اسلام اس تحریک کے مؤید ہو گئے، مگر تھوڑی دور چل کر اس محرّک نے اپنا پہلو بالکل بدل دیا، تین سو زبردست دلائل میں سے ایک دلیل بھی مکمل شائع نہیں کی، حالانکہ کتاب کی پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں، اب تو مصنف کا بھی خاتمہ ہو گیا

---

1) نصرۃ الباری فی بیان صحۃ البخاری، ص 19-20۔

2) نصرۃ الباری فی بیان صحۃ البخاری، ص 6

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے،ان سب کو دیکھنے سے بے ساختہ منہ سے نکلا اور نکلتا ہے:

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

نبوت محمدیہ کے اثبات کے بجائے نبوت مرزائیہ کے اثبات میں سارا وقت لگا دیا،یعنی جو تحریک ابتدا میں سنہری شکل میں نمودار ہوئی تھی وہ خاتمہ پر نہایت بھونڈی صورت اختیار کر گئی،میرے علم اور تحقیق میں اسلامی تحریکوں میں کوئی تحریک ایسی نہیں جس کی ابتدا اور انتہا اتنی مختلف ہو جتنی کی قادیانی تحریک کی ہوئی،کیونکہ قادیانی محرّک نے اپنی تحریک کو آگے چل کر خود ہی تبدیل کر دیا،اس لئے علماء بھی ان سے بدک کر الگ ہو گئے،اور یہ شعر انہوں نے قادیانی محرک کے حق میں پڑھنا شروع کیا جو عرب کے شاعر نے اپنی محبوبہ کے حق میں لکھا ہے:

لا یغرنك ما منت وما وعدت إن الأمانی والأحلام تضلیل

یعنی قادیانی وعدے سراسر خواب یا سراب ہیں جن کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔

تیسری تحریک ہمارے سامنے خاکساروں کی اٹھی،جس کے بانی مسٹر عنایت اللہ خان مشرقی کہلاتے تھے،یہ صاحب امرتسر کی پیدائش اور امرتسر کے رہنے والے تھے،ان کے والد بٹالہ کے زرگر خاندان میں پیدا ہوئے،غریبی کی حالت میں امرتسر آ گئے،حاجی نظام الدین مرحوم جو ہمارے استاد مولانا احمد اللہ مرحوم کے خسر اور خان محمد شاہ رئیس امرتسر کے خلیرے بھائی تھے،انہوں نے ان کی پرورش وتربیت کی اور تعلیم دلوائی،تعلیم کے بعد انہوں نے سرکاری ملازمت اختیار کی،کلرک آف دی کورٹ کے منصب تک پہنچ کر پنشن یاب ہو گئے،آپ کا نام منشی عطا محمد صاحب تھا،آپ عقیدۃً سرسید احمد خان کے معتقد تھے،اس بنا پر انہوں نے مرزا قادیانی کو خط لکھا کہ اپنی مسیحیت کا ثبوت قرآن مجید سے پیش کرو،اسی کے جواب میں مرزا صاحب نے کتاب 'شہادۃ القرآن' لکھی تھی،مرحوم مجھ سے بھی مراسم الفت رکھتے تھے،آپ کے صاحبزادہ عنایت اللہ خان مشرقی بعد تعلیم انگلستان سے واپس آ کر خاکساری تحریک کے بانی ہوئے،چونکہ ہندوستان انگلستان کے لحاظ سے مشرق کی طرف ہے،اس لئے آپ نے اپنا لقب علامہ مشرقی رکھا،جن کو ہماری اصطلاح میں لیڈر مشرقی کہا جاتا ہے،لیڈر مشرقی نے عسکری تحریک اٹھائی،یعنی یہ دعوی کیا کہ میں مسلمانوں کو فوجی تربیت دے کر فوجی نظام میں لانا چاہتا ہوں، فوجی نظام کوئی ایسی مکروہ تحریک نہ تھی کہ کوئی اس کی مخالفت کرتا،اس لئے شروع شروع میں بہت سے نوجوان لڑکے اس میں شریک ہو گئے،اور بازاروں میں فوجی گشت کرتے نظر آنے لگے،بہت سے شہروں میں ان کے جلسے ہوئے،جن کا نام وہ اپنی اصطلاح میں کیمپ رکھتے تھے،اس تھوڑی سی کامیابی سے مشرقی لیڈر کے دماغ میں کچھ تغیر پیدا ہوا تو انہوں نے علمائے اسلام کے عقائد میں تصرف کرنا اور ان میں بُرے الفاظ میں دخل دینا شروع کر دیا،علماء کی مذمت میں کئی چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے،جن میں ایک کا نام ''مولوی کا مذہب'' رکھا،بازاروں میں ان رسالوں کو بیچنے والا یوں پکارتا:''مولوی کا مذہب قیمت ایک پیسہ''،جب یہاں تک نوبت پہنچی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو کہ علمائے اسلام میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا،چنانچہ چاروں طرف سے علمائے اسلام ہتھیار سنبھال کر کھڑے ہو گئے،ان کے خلاف پے در پے تحریریں نکلنی شروع ہو گئیں،صورت حال یہ ہو گئی گویا یہ شعر ان پر صادق آیا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سودا نہ نکل گھر سے کہ ہیں ڈھونڈتے تجھے لڑکے پھرے ہیں پتھروں سے دامن بھرے

اسی ضمن میں میں نے بھی ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے ''خاکساری تحریک پر ایک نظر''، اس کتاب میں مشرقی صاحب کے مقالات اور غلط خیالات کا کافی جواب دیا، مگر ان کی تحریک عسکریت کی مخالفت نہیں کی، بلکہ صاف لکھا کہ آپ اپنی کوشش کو اسی تحریک پر مرکوز رکھتے تو ہم بھی مخالف نہ ہوتے، جو کچھ مخالفت ہوئی ہے آپ کی طرف سے ہوئی ہے:

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے نہ کھلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

ان تینوں تحریکوں کا ذکر میں نے بطور مثال کیا ہے، علمائے اسلام کو ان تحریکات کے متعلق معتوب کرنے والا غور کرے کہ بے انصافی کس کی طرف سے ہوئی ہے، پس ذرا انصاف سے کہئے نکالا کس نے شر پہلے۔

چوتھی تحریک ہمارے سامنے مودودی تحریک ہے، اپنی تحریک کے متعلق موصوف نے ایک رسالہ موسومہ دستور شائع کیا ہے، اس میں جو مضمون ہے وہ دو حصوں پر منقسم ہے، ایک حصہ اصلاح عقائد کے متعلق ہے، وہ تو گویا کتاب 'تقویۃ الایمان'' مصنفہ مولانا شہید قدس سرہ سے ماخوذ ہے، اس لئے کوئی مسلمان بالخصوص اہل حدیث اس کی مخالفت نہیں کرسکتا، دوسرا حصہ ان تعلقات کے متعلق ہے جو ہندوستانیوں کو موجودہ حکومت سے ہے، ان کے متعلق بانیٔ تحریک مودودی کا ارشاد ہے کہ ہر قسم کے تعلقات حکومت سے توڑ دیں، مثلاً خطابات (خان بہادری وغیرہ) ترک کردیں، ملازمتیں چھوڑ دیں، وکالت کا پیشہ بھی ترک کردیں، بلکہ اسمبلی کی ممبری بھی چھوڑ دیں، الغرض پورا عدم تعاون کریں، ہمارے خیال میں یہ حصہ قابل غور ہے، کیونکہ ہم قرآن مجید میں یہ پاتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کافر بادشاہ کے ماتحت انتظام سلطنت کرتے تھے، کسی ایک نبی کا فعل بھی ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے، مگر اس بحث کو ہم طول دینا نہیں چاہتے، کیونکہ ہماری دلی تمنا ہے کہ خدا وہ دن لائے کہ ہندوستان اسلام کے نور بالکلیہ منور ہوجائے، اس لئے ہماری دلی دعا ہے:

ہند کو اس طرح اسلام سے بھر دے اے شاہ کہ نہ آئے کوئی آواز بجز اللہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیخ الحدیث حافظ عبداللہ روپڑی صاحب رحمہ اللہ کا ایک جامع تبصرہ

اسی طرح مولانا عبداللہ صاحب محدث روپڑی نے اپنی کتاب 'سید ابوالاعلی مودودی کا مخصوص نظریہ حدیث'' [1] کے شروع میں ''امت مسلمہ اور جماعت اسلامی'' کے نام سے بڑی ہی اہم باتیں لکھیں، ہیں جو قابل غور ہیں، لکھتے ہیں:

'امت مسلمہ اور جماعت اسلامی، یہ دونوں کیسے پیارے نام ہیں، مگر ان کے تحت جو کچھ ہو رہا ہے وہ دشمنی اسلام ہے، پہلا فرقہ تو منکر حدیث ہے، کلام الٰہی کے ساتھ اپنی رائے سے کھیل رہا ہے، اور حدیث جو قرآن کی تفسیر ہے اس کا مذاق اڑا رہا ہے، اور دوسرے نے مرزائی چال اختیار کر رکھی ہے، ظاہرا قرار اور اندر سے انکار۔

مرزا غلام احمد نے صحت حدیث کی یہ شرط کی تھی کہ میری وحی کے موافق ہو اور مودودی نے یہ شرط کی ہے کہ میرے نزدیک وہ صحیح ہے جو میرے ذوق کے موافق ہو۔

گمراہ فرقے اسی طرح لیبل اچھا لگا کر گمراہی پھیلاتے ہیں۔

رافضی، شیعان علی، معتزلہ، اہل العدل والتوحید، مرزائی احمدی، منکرین حدیث، امت مسلمہ اور مودودی جماعت اسلامی وغیرہ۔

جن فرقوں کے ظہور کو کافی عرصہ گزر گیا ہے ان کی گمراہی کا پردہ چاک ہو چکا ہے، مگر مودودیت نے ابھی ابھی جنم لیا ہے، اس لئے یہ پردہ اخفا میں ہے، عوام تو کجا کئی خواص بلکہ کئی مولوی بھی اس کو سراہتے ہیں جس سے یہ فتنہ دن بدن زور پکڑ رہا ہے، یہاں تک کہ کئی مولوی اس میں شامل ہو گئے ہیں، اس وقت علمائے حقانی کا اہم فریضہ ہے کہ اس کا استیصال کریں اور لوگوں کو اس گمراہی سے بچائیں'۔

---

1) ص1

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم صحیح اور سب غلط

اہل باطل ہمیشہ اپنے مشن، اپنے باطل افکار ونظریات اور اپنے ملحدانہ انحرافات کو صحیح ثابت کرنے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کیلئے جو سب سے پہلا طریقہ اختیار کرتے ہیں وہ یہ ہوتا ہے کہ ہم صحیح اور سب غلط ہیں، خصوصا جب کہ اقتدار کا حصول اور اس میں سیاسی مقاصد شامل ہوں، مخالفین پر بہتان تراشی کرنا، تہمتیں لگانا، ان کو تنقید کا نشانہ بنانا، طرح طرح کے الزامات لگانا، حقائق کو چھپانا اور اپنے فضائل وکمالات کا چرچا کرنا۔

مودودی صاحب جماعت اسلامی کے بانی وامیر اور ان کے اندھے مقلدین واتباع نے جب دین کے نام پر اپنی یتیم سیاسی جماعت قائم کرنے کا ارادہ کیا تو انھوں نے بھی یہی راستہ اختیار کیا۔

چنانچہ جب 1937ء میں مودودی صاحب نے اپنے رسالہ ترجمان القرآن میں ایک نیا سلسلۂ مضامین شروع کیا جس کا عنوان تھا ''مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش''۔

مودودی صاحب کے یہ مقالات جو ترجمان القرآن میں 1937ء سے 1941ء تک مسلسل شائع ہوتے رہے، بلاشبہ یہ مقالات زوردار تھے، اس زمانے میں ان کی قلم کی روانی پورے جوبن پر تھی، ایک نہج خاص سے انہوں نے ہندوستان کی سیاسی جماعتوں کے افکار وکردار کا کھل کر تجزیہ کیا اور اس موضوع سے متعلق اپنے علم کلام کا تمام سرمایہ، ہنرمندی، بے حد سلیقہ شعاری اور نہایت فراخ دلی سے بلا جھجھک صفحات قرطاس کی وسعت پذیر دامن میں ڈال دیا، کانگریس کو آڑے ہاتھوں لیا، مسلم لیگ اور اس کی قیادت کو ہدف تنقید بنایا، جمعیت علمائے ہند کے لئے، مجلس احرار کو لتاڑا، غرض ہر چھوٹی بڑی سیاسی جماعت کو نشانۂ نقد وجرح بنایا، بالخصوص مسلم لیگ اور کانگریس کی مخالفت میں تمام تر زور قلم صرف کر دیا، اور یہی دو سب سے بڑی ملک گیر جماعتیں تھی جو آزادئ وطن کے لئے سرگرم عمل تھیں، کانگریس بلاتفریق مذہب وملت تمام ہندوستان کے باشندوں کی ترجمانی وقیادت کے دعوے دار تھی اور مسلم لیگ دس کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کرتی تھی اور انگریزں اور ہندوؤں کی دو مضبوط طاقتوں سے برسر پیکار تھی اور اس دور میں اسکا یہ بہت بڑا کارنامہ تھا، مسلم لیگ اور کانگریس میں جو باہمی اختلاف تھا، وہ اور نوعیت کا تھا، غیر ملکی حکمرانوں کو نکالنے میں دونوں متفق تھیں، کانگریس میں جو مسلمان شامل تھے وہ خاص طور پر مولانا کے قلم کے زد میں رہے۔

مودودی صاحب نے اس سلسلۂ مضامین میں کئی مقامات پر ریلوں، درختوں اور فصلوں کی مثالیں دی ہیں، مثلا یہ کہ بعض قائدین اسلام مسلمانوں کی خدمت کا دعوی تو کرتے ہیں، مگر خود ان کے عمل وکردار میں اسلام کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی۔ جس راہ پر یہ مسلمانوں کو لے جانا چاہتے ہیں، وہ صحیح راہ نہیں ہے۔ اس کی مثال وہ اس طرح دیتے ہیں کہ جو ریل گاڑی پشاور جارہی ہے، وہ پشاور ہی جائے گی، کراچی نہیں جائے گی، نیم کے درخت پر آم نہیں لگیں گے، جَو بوئے جائیں گے تو جَو ہی اگیں گے، گندم نہیں اگے گی، اسی طرح ان کی کوشش چونکہ غیر اسلامی ہیں، لہذا ان سے اقامت دین اور غلبہ اسلام کی راہ ہموار نہیں ہوگی اور ہندوستان کے مسلمان صحیح منزل پر نہیں پہنچ سکیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ یاد رہے کہ مودودی صاحب ان دنوں جن سیاسی جماعتوں کے زعماء وعمائد کو ہدف تنقید ٹھہرا رہے تھے، ان میں سے کسی بزرگ نے کبھی کسی اخبار میں یا تقریر میں ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ حالانکہ ان کے اخبارات بھی تھے اور مقرر بھی ہر جماعت کے ایک دوسرے سے بڑھ کر تھے۔ ان کا کردار ملاحظہ ہو کہ سخت ترین تنقید اور شدید مخالفت کو بھی کوئی اہمیت نہیں دی۔

مودودی صاحب نے ان مضامین ومقالات میں ہندوستان کی انگریزی حکومت کی مخالفت پر زیادہ زور نہیں دیا۔ ان کے تجزیئے اور مثالیں پڑھ کر ذہن میں دو باتیں آتی ہیں:

1) ایک یہ کہ ملک کی سیاسی جماعتیں اگرچہ الگ الگ پروگرام رکھتی ہیں اور ان کی تگ وتاز کے میدان بعض معاملات میں ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں، تاہم اس ملک سے انگریز کو نکالنے اور آزادی حاصل کرنے کے بنیادی مسئلے پر سب کا اتفاق ہے۔ ان جماعتوں کی مخالفت کا منطقی نتیجہ انگریز کی حمایت ہے۔

2) دوسری بات یہ ذہن میں آتی ہے کہ درختوں، ریلوں اور فصلوں کی مثال انسانوں پر صادق نہیں آتی، کیونکہ ان کی فطرت الگ الگ ہے۔ درخت کی فطرت یہ ہے کہ جس قسم کا درخت ہوگا اسی قسم کا پھل دے گا۔ ریل گاڑی کی فطرت یہ ہے کہ جس طرف جا رہی ہے اسی طرف رواں دواں رہے گی۔ لیکن انسان کی فطرت اس سے بالکل مختلف ہے۔ اسلام کا ایک بہت بڑا مخالف انسان اسلام قبول کر سکتا ہے اور کر لیتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے گھر سے نکلتے ہیں اور آپ ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کر کے واپس لوٹتے ہیں۔ اسی طرح ایک نہایت پاک باز مسلمان اسلام ترک کر کے کفر کی راہ اختیار کر سکتا ہے اور کر لیتا ہے، اس کی مثالیں تاریخ میں موجود ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کفر وشرک کے دلدل میں پھنسے ہوئے انسانوں کے لئے تو اللہ سے دعا فرماتے ہیں کہ وہ اسلام کی صاف ستھری راہ پر گامزن ہو جائیں، لیکن جو اونٹ اور گھوڑے مکہ سے مدینہ کی طرف جا رہے ہیں، ان کے لیے دعا نہیں فرماتے کہ ان کا رخ مدینہ کے بجائے مکہ کی طرف ہو جائے، نہ کھجور کے درخت کے لیے اللہ کے حضور دست دعا دراز کرتے ہیں کہ اسے کھجور کے بجائے انار یا انگور کے پھل سے لاد دیا جائے، اس لئے کہ یہ فطرت کے خلاف ہے۔[1]

جماعت اسلامی کی تاسیسی میٹنگ کی کہانی مولانا بھٹی صاحب مرحوم کی زبانی

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: 25 اگست 1941ء میں میری ملاقات مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اور کرم فرما مولانا حکیم عبداللہ روڑی والے سے لاہور میں ہوئی تو مولانا حکیم عبداللہ روڑی صاحب نے بتایا کہ کل 26 اگست 1941ء مولانا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے ہمیں اجلاس میں شریک ہونے کے لئے بلایا ہے، مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب کو مودودی صاحب نے شرکت کی دعوت نہیں دی تھی، مگر مولانا حکیم عبداللہ نے اصرار کیا اور ان کو بھی شرکت کی دعوت دی، وہ تیار ہو گئے تو ان دونوں بزرگوں نے مجھے بھی دعوت دی تو میں بھی ساتھ ہو لیا، مولانا مودودی صاحب اسلامیہ پارک میں رہتے تھے، جب مولانا کے مکان پر ہم لوگ پہنچے

---

1) ملاحظہ ہو: مولانا مودودی اور جماعت اسلامی، مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ، ص 5 تا 9۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو دیکھا کہ دیگیں کھڑک رہی ہیں، چاول پک رہا ہے، اور گوشت بھنا جا رہا ہے، اس کی مہک نے ہمارا استقبال کیا تو لطف آ گیا، دیگوں سے ذرہ ہٹ کر پندرہ بیس آدمی کھڑے باتیں کر رہے تھے، یہ حضرات اجلاس میں شرکت کی غرض سے ملک کے مختلف شہروں سے تشریف لائے تھے، اجلاس کے انتظار میں تھے کسی نے آواز لگائی کہ تمام حضرات تشریف لے آئیں، اجلاس شروع ہونے والا ہے، جب ہم لوگ اندر گئے تو دیکھا کہ ایک درمیانے درجہ کی کوٹھی کے ایک کمرہ میں جو زیادہ بڑا ہے نہ اتنا چھوٹا دری بچھی ہوئی ہے اور ایک کرسی اور ایک چھوٹی سی میز رکھی ہوئی ہے، دیکھا کہ مجلس میں مولانا منظور احمد نعمانی، مولانا علی میاں ندوی، مولانا سید محمد جعفر پھلواری، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا حکیم عبداللہ روڑی جیسے بڑے بڑے لوگ موجود ہیں، میں مولانا حکیم عبداللہ اور مولانا عطاء اللہ کے درمیان بیٹھا ہوا تھا، مولانا منظور احمد نعمانی کرسی کے بالکل قریب بائیں جانب دری پر بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں کمرے کے دائیں جانب کے دروازے کا پردہ ہلا اور السلام علیکم کی آواز آئی، ایک خوبصورت شخص کمرے میں داخل ہوئے اور خالی پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئے، ان کے ہاتھ میں کچھ کاغذات تھے جو میز پر رکھے دیئے، ان کا حلیہ اور لباس جو پہنے ہوئے تھے اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے، گورا اور سرخ رنگ، موٹی چمک دار آنکھوں پر نظر کی عینک، بارعب چہرے پر پھیلی ہوئی اتنی سی چھوٹی چھوٹی داڑھی جیسے یکم ذی الحجہ سے دس ذی الحجہ تک حصول ثواب کی غرض سے شیو بڑھائی گئی ہو، ننگا سر اور اس پر انگریزی کٹ کے سیاہ گھنے اور قدرے بڑے بال، گھٹا ہوا جسم اور میانہ قد۔۔۔علی گڑھی طرز کا کھلے پائچے کا سفید لٹھے کا پائجامہ، باریک ململ کا تازہ استری کیا ہوا کرتہ، اور کرتہ کے نیچے بغیر بازو کے بنیان جو کرتے کے اندر سے صاف دکھائی دے رہی تھی۔۔۔ان کی آمد پر کوئی شخص کھڑا نہیں ہوا، البتہ ان کے سلام کے جواب میں وعلیکم السلام سب نے کہا، یہ تھے مولانا ابوالاعلی مودودی صاحب۔

تمام شرکائے مجلس کمرے کے اندر چاروں طرف دری پر بیٹھے تھے، اور مولانا کرسی پر تشریف فرما تھے، تشکیل ہونے والی جماعت کا لائحہ عمل، نصب العین، اغراض ومقاصد اس میں شامل ہونے والوں کے مدارج (ہمدرد، متفق، رکن) ان کا دائرہ کار اور ان کے فرائض وغیرہ تمام امور کی تفصیل جو مطبوعہ شکل میں تھی مولانا نے پڑھنا شروع کی اور حاضرین اجتماع نہایت توجہ اور انہماک سے سننے لگے سب کی نظریں مولانا کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں، اور مولانا نہایت وقار واطمینان اور پر اعتماد لہجے میں آہستہ آہستہ پڑھتے جا رہے ہیں، تمام الفاظ آسانی سے فہم کی گرفت میں آ رہے تھے، اسی ماحول کو دیکھ کر میرا ذہن تین باتوں کی طرف گیا:

1) اس اجلاس کے انعقاد کے دن سے پہلے کبھی کسی ایسے عالم دین اور مبلغ اسلام کو دیکھنے کا تفاق نہیں ہوا تھا جس کی داڑھی اور سر کے بال مولانا مودودی کے سے انداز کے ہوں۔ یہ بات ذہن میں تیزی سے گردش کرنے لگی کہ مولانا اپنے اور ان علمائے کرام کے خیال کے مطابق اس دور کے برصغیر میں اسلام کے واحد اور منفرد مبلغ ہیں، جو انگریزوں کے زیر نگیں اس خطہ ارض میں اسلامی احکام نافذ کرنے کے علم بردار ہیں، لیکن ان کی ہیئت ان سب سے مختلف ہے جو نہایت ادب سے ان کے حضور دوزانو بیٹھے ہیں اور ان میں سے بعض کو تو اپنے علم وفضل اور عمل وکردار کے اعتبار سے اس ملک میں نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ آپ بیک جنبش زبان اسے میری ''تنگ نظری'' پر بھی محمول کر سکتے ہیں اور نہایت آسانی سے میری ''کم ظرفی'' اور ذہن کا ''چھوٹا پن'' بھی قرار دے سکتے ہیں، مگر اس وقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ بات میں نے شدّت سے محسوس کی۔اس کے بعدتو بہت سے ایسے حضرات کو بھی دیکھا اور ان سے تعلقات استوار ہوئے جو واقعتا ''مولانا'' تھے اور روزانہ شیو کرتے تھے۔

2) طول وعرض کے اعتبار سے درمیانہ سا کمرہ ہے اور تمام لوگ نیچے دری پر بیٹھے ہیں، جن میں جلیل القدر علمائے دین بھی ہیں اور متعدّد علمی کتابوں کے مصنف بھی، مگر مولانا مودودی چند افراد کی اس مجلس میں کرسی پر تشریف فرما ہیں، میں نے اپنے ذہن وفکر کے مطابق ان اصحاب علم وفضل کے حق میں اسے ''سوئے ادب'' سمجھا اور خیال کیا کہ مولانا نیچے بیٹھ کر یہ تحریر پڑھیں تو بھی آسانی سے سب حضرات ان کی آواز سن اور سمجھ سکتے اور اس سے پورا استفادہ کر سکتے ہیں۔

3) اس سے پیشتر مجھے معلوم نہ تھا کہ کچھ مواقع ومقامات ایسے بھی ہوتے ہیں جہاں چھپی ہوئی تحریر حاضرین مجلس کو سنائی جاتی ہے، ذہن میں آیا کہ مولانا یہ جو کچھ سنا رہے ہیں، یہ مطبوعہ مواد ہے، ہزاروں نہیں تو چار پانچ سو کی تعداد میں تو اسے چھاپا ہی گیا ہوگا، یہ سب پڑھے لکھے لوگ بیٹھے ہیں، انہیں ایک ایک کاپی دے دی جائے، خود ہی آرام سے پڑھ لیں اور جس معاملے میں جس کی جو رائے ہو بیان کر دے۔

اجلاس کے تمام مراحل طے ہو جانے کے بعد مولانا مودودی صاحب نے مولانا منظور احمد نعمانی صاحب سے دعا کرنیکی اپیل کی، دعا کے بعد سارے حاضرین مجلس ذہنی وقلبی طور پر بڑے مطمئن ہوئے کہ ہم ستر پچھتر آدمیوں کے یہاں سے رخصت ہو جانے کے بعد غلامی میں جکڑے ہوئے ہندوستان میں اسلام غالب اور نافذ ہو جائے گا۔

جماعت اسلامی کے تاسیسی اجلاس میں شمولیت سے ہماری معلومات میں بہت زیادہ اضافہ ہوا، مثلا معلوم ہوا کہ تجدید ایمان کسے کہتے ہیں؟ پتہ چلا کہ لٹریچر کا اطلاق کس چیز پر ہوتا ہے۔۔۔پہلی دفعہ مشاہدہ میں آیا کہ ایسے اہل علم کے لئے بھی مولانا کا لفظ بولا اور لکھا جاتا ہے جن کی داڑھی مجیب الرحمن شامی کی داڑھی سے صرف دس یا پندرہ دن بڑی ہو، سب سے بڑی بات جو احاطہ معلومات میں آئی یہ تھی کہ جس ملک پر ایسی غیر مسلم طاقت حکمران ہو جس نے مسلمان حکومت ختم کر کے ملک حاصل کیا ہو اور حکمرانی کی بنیاد اسلام دشمنی اور مسلمان دشمنی پر رکھی ہو اور اس جابر وظالم حکومت سے آزادی حاصل کرنے کے لیے جو جماعتیں سرگرم عمل ہوں ان کی مخالفت کر کے غلام ملک میں اسلام کو غالب کیا جا سکتا ہے، اور اسلامی نظام نافذ کیا جا سکتا ہے، اس سے پہلے ہم یہ سمجھتے تھے کہ کسی آزاد اور مسلمان ملک میں بھی اسلام نافذ کرنا بہت مشکل ہے۔[1]

---

1) مزید تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو: مولانا مودودی اور جماعت اسلامی، مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ، ص 19 تا 26۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصادر شریعت اور مودودی صاحب

امت مسلمہ کے نزدیک کتاب وسنت شریعت کے دو مصادر ہیں اور انہیں دونوں سے اسلام مکمل ہوتا ہے، شریعت پر عمل کرنے کیلئے دونوں لازم وملزوم ہیں اور دونوں ہی منزل من اللہ ہیں، جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: " وَ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ‌ؕ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا " النساء:113

رسول اللہ ﷺ انہیں دونوں (کتاب وسنت) کی تعلیم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیتے تھے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

" وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ "۔ الجمعة:2

اور دنیا سے جاتے وقت انہیں دونوں چیزوں کو چھوڑ کر گئے اور امت کو خوب مضبوطی سے پکڑنے اور ان پر عمل کرنے کی تاکید اور وصیت کر کے گئے: ترَكتُ فيكم أمرينِ لَن تضلُّوا ما تمسَّكتُم بِهما : كتابَ اللَّهِ وسنَّةَ رسولِهِ

صحابہ کرام اور تابعین اسی پر قائم رہے مگر بعد میں کچھ لوگ مختلف اسباب کی بنا پر شریعت کے مصدر ثانی حدیث کا انکار اور ان کی صحت میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگے تاکہ لوگوں کو صراط مستقیم اور دین صحیح سے دور کردیں اور اسکا نام انھوں نے تحقیق رکھ دیا، اور دوسروں کو اور خود کو بھی شریعت کی بہت ساری چیزوں سے آزاد کرلیا، مگر جب بھی دنیا میں کسی نے انکار حدیث کا فتنہ اٹھایا تاکہ حدیث کی صحت وحجیت میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش یا احادیث کی اسانید کو غیر معتبر قرار دے، یا روایت وعقل پرستی کا بہانہ بنا کر حدیث کے ردّ کرنے کی کوشش کی تو علمائے اہلحدیث نے حدیث کے تحفظ کیلئے بھرپور دفاع کیا اور سنت کے خلاف اٹھنے والوں کا قلع قمع کردیا اور اعداء حدیث وسنن کے خلاف سارے مکروفریب کی قلعی کھولی اور امت کو گمراہی سے بچایا، اور کسی دجال و مکار کے دجل ومکر کو چلنے نہیں دیا، جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "يَحمِلُ هذا العلمَ من كلِّ خلَفٍ عُدُولُهُ، ينفونَ عنه تحريفَ الغالينَ، وانتحالَ المُبطِلينَ، وتأويلَ الجاهِلينَ"۔

اسی حدیث نبوی کا مفہوم مولانا حالی رحمہ اللہ نے کچھ اس طرح بیان کیا ہے[1]:

گروہ ایک جویا تھا علم نبی کا　　لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا　　کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کئے جرح وتعدیل کے وضع قانون
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں
اسی دھن میں آساں کیا ہر سفر　　اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو
سنا خازن علم دیں جس بشر کو　　لیا اس سے جا کر خبر اور اثر کو

1) انوار المصابیح 1/30

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر آپ اس کو پرکھا کسوٹی پہ رکھکر
دیا اور کو خود مزا اس کا چکھ کر

کیا فاش راوی میں جو عیب پایا　　مناقب کو چھانا مثالب کو بتایا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا　　ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا

طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ صوفی کو چھوڑا، نہ ملا کو چھوڑا

رجال اور اسانید کے جو ہیں دفتر　　گواہ ان کی آزادگی کے ہیں یکسر
نہ تھا ان کا احسان یہ ایک اہل دیں پر　　وہ تھے اس میں ہر قوم وملت کے رہبر

لبرٹی میں جو آج فائق ہیں سب سے
بتائیں کہ لبرل بنے ہیں وہ کب سے

ابھی دور اخیر میں فتنہ مودودیت نے جنم لیا اور مودودی صاحب نے اجماع امت کی مخالفت کرتے ہوئے بہت سی احادیث کا انکار کیا، اصول حدیث اور اسانید کو غیر معتبر اور غیر قابل اعتماد قرار دیا، اور عقل پرستی درایت اور ذوق طبع کو اصول بنا کر حدیث کے خلاف لب کشائی کی اور انکار حدیث کا دروازہ کھولا جس سے امت میں بڑا اختلاف وانتشار پیدا ہوا تو علمائے اہلحدیث نے ان کے خلاف زبان وقلم اٹھانا اور احادیث کا دفاع کرنا اپنا فریضہ سمجھا۔

شیخ الحدیث علامہ نبیل محمد اسماعیل صاحب گجرانوالہ نے لکھا کہ:

عرصہ ہوا مودودی صاحب نے ایک مضمون ''مسلک اعتدال'' کے عنوان سے لکھا، جس پر عامۃ المسلمین میں مولانا اور ان کی جماعت کے متعلق کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوئی، اور یہ قصہ اخبارات میں کافی دیر تک چلتا رہا کہ حجیت حدیث اور سنت رسول پر اعتماد کے متعلق جماعت اسلامی کا موقف کیا ہے؟

بحث ونظر کا یہ سلسلہ ابھی تھمنے نہیں پایا تھا کہ مودودی صاحب جیل سے تشریف لاتے ہی مختلف مقامات پر چند تقریریں فرمادیں، نیت کا علم تو اللہ کو ہے، مگر ان تقاریر سے فضا میں تموج اور تیزی سی آگئی، جماعت اسلامی کے جرائد نے اپنی قیادت کی حمایت میں جرأت اور تہور سے کام لیکر خاصی گرمی پیدا کردی، غالبا ان حالات سے متأثر ہو کر کسی اہلحدیث نے کچھ سوالات کئے جن کا جواب مولانا اصلاحی کے قلم سے اکتوبر 1955 کے ترجمان میں شائع ہوا، مولانا اصلاحی کے لب ولہجہ میں ممکن ہے کچھ فرق ہو، مقصد کے لحاظ سے مولانا اصلاحی کے نظریات مودودی صاحب سے چنداں مختلف نہیں، حدیث کے متعلق دونوں بزرگ ایک ہی طرح سوچتے ہیں۔

جماعت اہلحدیث کے احساسات کا ایک خاص مقام ہے اور تقریبا ایک صدی سے جس پنج پر ان حضرات نے فن حدیث کی خدمت کی اس کا یہ لازمی نتیجہ ہے، جماعت اسلامی کا طریقہ فکر اس سے مختلف ہے، اس لیے اہلحدیث کا اس سے ناگوار تاثر بالکل قدرتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا اور ایک گونہ تصادم اس کا نتیجہ تھا، ان جوابات سے اہلحدیث مسائل کی کہاں تک تسکین ہوتی؟ اس کا علم نہیں ہوسکا، لیکن تاثرات یہ ہیں کہ ان جوابات سے نہ کوئی اہلحدیث مطمئن ہوسکتا ہے نہ عامۃ المسلمین، بلکہ خود مجیب بھی شاید مطمئن نہ ہوں؟۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''مولانا مودودی اور جماعت اسلامی'' [1] میں لکھتے ہیں:۔

'1953ء میں مرزائیوں کے خلاف جو تحریک شروع ہوئی تھی، اس میں دوسرے بہت سے لوگوں کے ساتھ مولانا مودودی کو بھی گرفتار کرلیا گیا تھا، اور پھر 1955ء کے اپریل یا مئی میں وہ جیل سے رہا کئے گئے تھے، رہائی کے بعد انہوں نے پہلی تقریر برکت علی ہال (لاہور) میں 15 مئی کو حجیت حدیث کے موضوع پر کی، دن کے تقریباً دس بجے کا وقت تھا، ہال سامعین سے بھرا ہوا تھا، صحن میں بھی لوگ موجود تھے اور باہر سڑک پر بھی کافی تعداد میں کھڑے تھے، میں اور ملک نصر اللہ خاں عزیز صحن میں تھے اور دونوں ساتھ ساتھ کھڑے تھے، جب یہ سطور لکھی جارہی ہیں، اس واقعے پر ساڑھے پینتیس برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے، لیکن مولانا کی تقریر کے بہت سے الفاظ اب تک ذہن میں محفوظ ہیں، ان میں سے چند وہ الفاظ جو آگے چل کر ایک لمبی بحث کا باعث بنے، مندرجہ ذیل ہیں:

''کوئی شریف آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حدیث کا جو مجموعہ ہم تک پہنچا ہے، وہ قطعی طور سے صحیح ہے، مثلاً بخاری جس کے بارے میں اَصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے، حدیث میں کوئی بڑے سے بڑا غلو کرنے والا بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں جو چھ سات ہزار احادیث درج ہیں وہ ساری کی ساری صحیح ہیں''

مولانا ایک عرصہ کے بعد جیل سے رہا ہو کر آئے تھے اور لوگ خاموشی اور توجہ سے ان کی تقریر سن رہے تھے، پھر موضوع بڑا اہم تھا، حجیت حدیث۔۔۔۔۔ یہ الفاظ مولانا نے مجمع عام میں کہے تھے، اور بہت سے لوگوں نے سنے تھے۔۔۔''

---

1) ص81-82-83

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

داستان درایت وتفقہ راوی

مولانا مودودی صاحب اور بعض دیگر معاصرین یا ان سے پہلے جن حضرات نے احادیث کو ردّ کرنے یا ان میں تشکیک پیدا کرنے کے لئے تفقہ راوی اور روایت کا اُصول گڑھا اور جمہور محدّثین اور فقہائے اسلام کے خلاف جو راہ اختیار کی ہے اس کی ایک طویل داستان ہے۔

شیخ الحدیث علامہ محمد اسماعیل گجرانوالہ رحمہ اللہ نے اس کے چار اَدوار تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں، چوتھے دور کے متعلق لکھتے ہیں کہ[1]:

'انگریز کی آمد کے بعد جب ملک میں تعلیمی نظام تقسیم ہوا۔ دینی تعلیم عصری تعلیم سے الگ ہوگئی۔ سکولوں اور کالجوں کا طریق فکر مذہبی مدارس سے مختلف ہوگیا۔ عیسائی مبلغ اپنی حکومت کی سرپرستی میں ہندوستان میں چھا گئے۔ علماء اور مذہبی مدارس تو ان سے کیا متاثر ہوتے، انگریزی تعلیم اور اس کی حمایت کرنے والے ان سے بہت حد تک متاثر ہوئے۔ سید احمد خاں مرحوم سے لے کر سکولوں کے طلبہ اور اساتذہ تک اس کے اثر سے نہ بچ سکے، ان میں سے بعض حضرات کی اسلام سے وابستگی واقعی خلوص پر مبنی تھی۔ ان لوگوں نے عیسائی شبہات کے جواب میں پورے زور سے قلم اٹھایا، ذہن چونکہ متاثر تھا، قلم لڑکھڑا گیا۔

''امہات المومنین''، ''خطبات احمدیہ''، ''تفسیر احمدی'' (مصنفہ سید احمد خاں) میں یہ چیز نمایاں ہے۔ جو حدیث مقاصد کے خلاف آئی اڑا دی گئی جہاں کسی آیت کا مفہوم یا کوئی معجزہ نیچر سے منحرف ہوا اس کا حلیہ اس طرح بگاڑا، تاویل اور تحریف میں ایسا ترادف پیدا کیا جس پر ملائکہ بھی حیران ہو گئے، حکومت کو بھی اس سے فائدہ ہوا، ۱۸۵۷ء کے مظالم سے جن دلوں میں انتقام کی آگ جل رہی تھی انہیں ایک وقتی مشغلہ ہاتھ آگیا، اس طریق فکر کے اثرات ملک میں مختلف انداز میں ظاہر ہوئے۔

اربابِ قادیان پر تاویل کا فیضان ہوا۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی کو انکار حدیث کا سبق ملا۔ مولانا شبلی اور مولانا حمید الدین فراہی رحمہ اللہ ایسے اساطین علم وفضل بھی تھوڑے بہت اس سے متاثر ہوئے۔ مولانا فراہی رحمہ اللہ کی تفسیر کے جو اجزاء عربی میں شائع ہوئے ہیں ان میں حدیث سے بہت کم استفادہ فرمایا گیا ہے، تورات اور انجیل کے رائج الوقت نسخوں سے کافی استفادہ کیا گیا ہے۔

درایت اور تفقہ:

مولانا شبلی رحمہ اللہ نے سیرۃ النعمان میں محدّثین کے طریق فکر پر کڑی تنقید فرمائی، فقہائے کوفہ رحمہم اللہ کے طریق فکر کی اس عنوان سے حمایت فرمائی کہ اگر وہ آج زندہ ہوتے تو شاید اس جدید انداز کی وکالت کو کبھی پسند نہ فرماتے۔ مولانا نے حدیث کا انکار نہیں فرمایا لیکن عقل کو درایت اور تفقہ کے نام سے اس قدر اہمیت دی جس سے حدیث اور ائمہ حدیث کے مسلک کو انکار کے قریب قریب نقصان پہنچا، اور باستثنائے چند ایک اہل علم کے تمام ندوہ کے متعلقین میں یہ مرض پایا جاتا ہے۔ اس حلقے میں یہ غلطی عام ہے کہ ائمہ حدیث فقیہ نہ تھے،

---

1) جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث، ص 76-81

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنقید حدیث کے لیے جو اصول وضع کیے گئے ہیں ان میں درایت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے، اصول درایت کے مطابق تنقید فقہاء نے فرمائی، اور اب بھی ہر ایک کو حق ہے کہ اس نقطۂ نظر سے حدیث پر تنقید کرے، جسے چاہے رکھ لے اور جسے چاہے ردی کی ٹوکری میں ڈال دے۔ انا للہ۔

پھر درایت کا مفہوم ایسا عام بیان فرمایا جس سے حدیث کا قتل عام ہو سکتا ہے۔ سیرۃ النعمان میں مولانا فرماتے ہیں:

''درایت سے یہ مطلب ہے کہ جب کوئی واقعہ بیان کیا جائے تو اس پر غور کیا جائے، وہ طبیعت انسانی کے اقتضاد، زمانہ کی خصوصیتیں، منسوب الیہ کے حالات اور دیگر قرائن عقلی کے ساتھ کیا نسبت رکھتا ہے۔''

''اقتضائے طبیعت'' وہی نیچر کا ترجمہ ہے۔ سرسید کا بھی یہی خیال تھا کہ نیچر کے خلاف کوئی چیز مقبول نہیں ہو سکتی۔

اس میں درایت کا مفہوم اس قدر آزاد کر دیا گیا ہے کہ اس پر کوئی پابندی نہیں رہی۔

اقتضائے طبیعت کی حد؟ اور اس اقتضاد کا معیار کیا ہے؟ اور عقلی قرائن کی تعیین کون کرے، کیسے کرے؟ زمانہ کی خصوصیات نصوص کی راہ میں حائل ہو سکتی ہوں تو پرویز کے جرم پر بھی نظر ثانی ہو جانی چاہیے۔

عقل کو اس قدر وسیع اختیارات نہ قاضی عیسیٰ بن ابان نے دیئے تھے نہ معتزلہ کو یہ حوصلہ ہوا تھا۔ یہ گنوار کے ہاتھ کسوٹی اور پاگل کے قبضے میں تلوار دے دی گئی ہے، جو ان کے جی میں آئے کریں، دین کا خدا حافظ۔

آگے بڑھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ درایت کا مفہوم اہل علم کی زبان سے بھی سن لیا جائے تا کہ آج کی درایت اور پرانی درایت میں فرق ظاہر ہو سکے۔

"العلم بدراية الحديث هو علم باحث عن المعنى المفهوم من ألفاظ الحديث وعن المراد منها مبنيا على قواعد العربية وضوابط الشريعة ومطابقا لأحوال النبي صلى الله عليه وسلم"[1]

''مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ، طاشکبری زادہ صاحب کشف الظنون، اصولِ حدیث اور درایت حدیث کو ایک ہی فن تصور فرماتے ہیں (ص ۳۶۶ ج ۱)۔ درایت حدیث میں حدیث کے مطلب اور مراد سے عربی قواعد اور شریعت کے ضوابط اور آنحضرت ﷺ کے حالات کے مطابق بحث کی جاتی ہے۔''

اس درایت میں، اور جو درایت آج کل ہمارے بازار میں بک رہی ہے بڑا فرق ہے۔ مصطلح درایت میں علم ہے، بصیرت ہے۔ ہمارے بازار کی درایت میں ذہنی آوارگی ہے اور پریشان خیالی ہے۔ شریعت میں عموماً اور حدیث میں خصوصاً اس قسم کی بے قاعدگی اور آوارگی کو جگہ نہیں دی جانی چاہیے۔ سرسید احمد خاں مرحوم نے اسی درایت کے حوصلہ پر جھٹکے اور حلال کو برابر کر دیا تھا۔ وہ دونوں کو حلال سمجھتے تھے۔

---

1) ابجد العلوم، ص 436

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا مودودی اور مولانا اصلاحی:

مولانا اصلاحی اور مولانا مودودی کا اسکولِ فکر مولانا شبلی اور سرسید کے اسکولِ فکر سے ملتا جلتا ہے۔ یہ حضرات بھی تفقہ اور درایت کے غائبانہ عاشق ہیں، مگر یہ ظاہر نہیں فرماتے کہ ان کے ہاں درایت کا کیا مفہوم ہے۔ مولانا شبلی نے جب درایت کی بحث چھیڑی تو اہل حدیث علماء نے ان کا اس طرح تعاقب فرمایا کہ اس بحث کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہا۔ فقہاء اور محدّثین کی خدمات کو پوری طرح واضح فرمایا۔ مولانا عبدالعزیز اسلم آبادی کی حسن البیان، مولانا ابو یحییٰ شاہجہان پوری کی الارشاد، اور مولانا عبدالسلام مبارک پوری کی سیرۃ البخاری میں یہ موضوع اس طرح چھان پھٹک کر رکھ دیا گیا کہ آئندہ اس پر تفصیلاً لکھنے کی کسی کو جرأت نہ ہو سکی۔

مودودی صاحب نے ''دانش مندی'' سے کام لیا، درایت کو گول مول کر دیا، کچھ نہیں فرمایا کہ درایت سے ان کی کیا مراد ہے اور وہ کون سے اصول ہیں جو فقہاء نے اس کے متعلق وضع فرمائے، البتہ محدّثین پر تنقید فرماتے ہوئے ارشاد ہے:

''وہ (محدثین) بھی زیادہ سے زیادہ یہی کہتے تھے کہ اس حدیث کی صحت کا ظن غالب ہے، مزید برآں یہ ظن غالب جس بنا پر ان کو حاصل ہوتا تھا وہ بلحاظ روایت تھا نہ بلحاظ درایت، ان کا نقطۂ نظر زیادہ تر اخباری ہوتا ہے، فقہ ان کا اصل موضوع نہ تھا۔ الخ [1]

مولانا اصلاحی مدظلہ تنقید حدیث کے منصب کو اور بھی کھلا رکھنے کی کوشش فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو:

''وہ (نقاد حدیث) اخلاقی، اعتبار سے بھی اتنا بلند ہو کہ اس نے دین بازی کو اپنا مشغلہ نہ بنا رکھا ہو، وہ حدیث پر نقد و تبصرہ کا اہل ہے۔ یہ منصب نہ ہر ملائے مکتبی کا ہو سکتا ہے نہ دفتر کے کلرکوں کا۔'' [2]

پھر فرماتے ہیں مشائخ کی اسانید، رسمی علوم کی تحصیل، مدارس کی تعلیم سے بھی یہ اہلیت حاصل نہیں ہوتی کہ حدیث پر تنقید کر سکے بلکہ:

''میرے نزدیک آدمی کے علم و فضل کی بہترین سند اور بہترین شہادت اس کے اپنے کارنامے اور اس کی دینی خدمات ہیں۔''

اصولاً کارناموں کی اہمیت سے انکار نہیں لیکن اس معیار کے خطرات کو مولانا نے محسوس نہیں فرمایا۔ مرزا غلام احمد، عنایت اللہ خاں المشرقی اور پرویز وغیرہ حضرات تنقید کا حق اور حدیث کے ردّ و قبول میں حکم کی حیثیت کارناموں ہی کی بنا پر اپنا حق سمجھتے ہیں۔ آپ رسمی علوم اور مشائخ کی اسانید کو نظرانداز فرما کر بعض اعتراضات سے بچ گئے ہیں مگر کارناموں اور خدمات کے عموم سے ایک دوسری مصیبت کی ذمہ داری آپ نے اپنے سر لے لی ہے۔ یہ آوارہ مزاج حضرات ''کارناموں اور خدمات'' کو اس طرح پھیلائیں گے کہ عوام کو ان کی گرفت سے بچنا مشکل ہو گا۔ مودودی صاحب کو بچا کر پورے فن کو مصیبت میں ڈالنا مناسب نہ ہو گا۔ حفظت شیءً او غابت عنک اشیاء. معیار ''کارنامے اور خدمات'' ٹھہرا۔ ان کی نوعیت تو دس پانچ سال میں ہمیشہ بدلتی رہتی ہے۔

خدمات اور کارنامے:

خدمات اور کارنامے اگر حدیث پر تنقید کا معیار قرار دیئے جائیں تو ان کے لیے کوئی پابندی ہونی چاہیے۔ ہمارے آخری دور میں نواب

---

1) مسلک اعتدال، ص319

2) ترجمان، جلد45، عدد2، ص148

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

صدیق حسن خاں رحمہ اللہ، مولانا عبدالحی لکھنوی، مرزا غلام احمد، مولوی احمد رضا صاحب تصنیف وتالیف کے لحاظ سے مشہور ہیں، کیا ان سب کو حدیث پر تنقید کا حق دیا جائے گا۔ درس وتدریس کے مشاغل میں سید احمد خاں مرحوم، مولانا سید نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ اور نا تونوی رحمہ اللہ کے کارنامے اور خدمات دنیا کو معلوم ہیں لیکن تنقید کا حق کون سی خدمات اور کارناموں کے بعد دیا جائے گا؟

درایت اور کارناموں کو اگر کھلا اور آزاد کر دیا گیا تو یہ انکار حدیث کا پیش خیمہ ہوگا۔ مولانا مودودی اور آپ کی روشنی سے حدیث پر نقد میں ایسی فوضویت اور آوارگی کا راستہ کھول دے گی جس کی مضرت انکار حدیث سے کم نہیں ہوگی۔ اس آوارگی کا اندازہ چند پڑھے لکھے حضرات سے نہیں لگانا چاہیے جو آپ کے آگے پیچھے پھرتے پھراتے رہتے ہیں اور نہ ان چند اہل حدیث رفقاء سے جو جماعتی پابندیوں کی وجہ سے منقار زیر پر رکھنے پر مجبور ہیں، جماعتی مصالح کی بنا پر وہ اپنا عندیہ کھل کر نہیں کہہ سکتے۔ اس کا اندازہ ان عوام سے لگانا چاہیے جو ملک کے اطراف واکناف میں آپ کا لٹریچر پڑھتے ہیں۔ جب وہ حریم قیادت سے یہ سنیں گے کہ ائمہ حدیث اصولِ درایت سے محروم تھے، ان کا نقطۂ نظر اخباری تھا، فقہی نہ تھا، جب انہیں معلوم ہوگا کہ مشائخ کی اسانید، مدارس کی تعلیم سے تنقید حدیث کی اہلیت نہیں پیدا ہوتی، تو وہ اپنے ذہن میں ائمہ اور دینی تعلیم کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے؟ وہ جب آپ کی زبان سے سنت کی محتاط اور سکڑی ہوئی تعریف سنیں گے، اخبار آحاد کی ظنیت کا وظیفہ سنیں گے تو اس ماخذ کے متعلق ان کے حسن ظن کو کس قدر ٹھیس لگے گی۔ حریم قیادت میں آنے کے بعد آپ کی ذمہ داریاں ''مکتبی ملا'' سے کہیں زیادہ ہوگئی ہیں جو فرمانا ہو اسے بہت سوچیئے۔

یہ ہر درایت سے فن حدیث میں مہارت حاصل ہوتی ہے نہ ہر کارنامے اور خدمت سے انسان ''رسول کا مزاج شناس'' بن سکتا ہے۔ اس کے لیے وہی لوگ موزوں ہو سکتے ہیں، حدیث جن کا شب و روز کا مشغلہ ہے جن کے عزیز اوقات قال اللہ وقال الرسول کے شغل میں بسر ہوتے ہیں۔ قیادت پیشہ حضرات نہ ہیرا پہچانتے ہیں نہ جوت۔

آخر میں قارئین مقالہ کو ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہم نے اپنے اس مقالہ میں مولانا راز مرحوم کی کتاب ''تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث'' کے متعلق مختلف باتیں لکھنے کے ساتھ ساتھ کچھ دوسری مزید باتیں بھی پیش کی ہیں، جیسے کہ جماعت اسلامی کی تاریخ تاسیس اور دیگر کچھ چیزیں، اس سے ہمارا مقصد مقالہ کو طول دینا نہیں تھا، بلکہ مقصد صرف افادہ واستفادہ عام ہے، اور یہ واضح کرنا مقصد ہے کہ راز صاحب نے جب یہ کتاب لکھی تو اس وقت فتنہ انکار احدیث کتنے روپ سے پھیلا ہوا تھا اور مودودی صاحب اور ان کی جماعت اسلامی خدمت دین اور اقامت حکومت الہیہ جیسے ناموں اور عناوین سے اسلام کی جڑیں کس قدر کھوکھلی کر رہے تھے اور فتنہ مودودیت کے کیسے کیسے لوگ شکار ہو رہے تھے۔

صوبائی جمعیت اہلحدیث کے دورہ تدریبیہ برائے ائمہ ودعاۃ منعقدہ بتاریخ 22 / اکتوبر/ 2017 جامع مسجد اہلحدیث کپاڑیا نگر، کرلا ممبئی میں جب شرکت کا ارادہ کیا تو میں نے عزیزم سہیل انصاری (جو کہ جامع مسجد اہلحدیث مومن پورہ ممبئی کے ذمہ داروں میں سے ہیں) کو اطلاع دی (تاکہ وہ خطبہ جمعہ جامع مسجد اہلحدیث مومن پورہ میں رکھ لیں)، کیونکہ ان کو اور مسجد کے ذمہ داران کو ہم سے کافی عرصہ سے یہ شکایت تھی کہ ہم نے کافی عرصہ سے ان کی مسجد میں خطبہ جمعہ نہیں دیا، جس کی وجہ صرف یہ تھی کہ جب بھی ممبئی جاتا تو صوبائی جمعیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہلحدیث کے منتظمین اور احباب حفظھم اللہ ورعاھم دعوتی وتبلیغی مصلحت کے پیش نظر جہاں مناسب سمجھتے وہاں خطبہ جمعہ رکھ لیتے تھے، میری اس اطلاع پر انھوں نے بے انتہا خوشی کا اظہار کیا اور پھر تھوڑی ہی مدت میں دوبارہ ٹیلیفون پر مجھ سے رابطہ کیا تاکہ میرا مزید پروگرام معلوم کریں اور ممبئی ائیر پورٹ سے لینے اور قیام کے انتظامات کریں، اور پھر انھوں نے فوراً ٹیلیفون اپنے ماموں شیخ عبدالجلیل مکی حفظہ اللہ کو پکڑا دیا اور انھوں نے ہونے والی سیمینار بعنوان ''حیات وخدمات علامہ داؤد راز رحمہ اللہ'' کی اطلاع دی اور ان پر مقالہ لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا، جس کی وجہ سے میں نے تمام ٹرسٹیان مسجد اور جماعت کے تمام ذمہ داران کی خواہش کی قدر اور ان کی حوصلہ افزائی کے پیش نظر یہ مقالہ لکھا ہے، یقیناً یہ ان احباب کا بہت ہی عظیم الشان اقدام ہے، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمارے بھائیوں کی اس خدمت کو قبول فرمائے، اور ہمارے جماعتی احباب کو مزید اس طرح کے کاموں کی توفیق دے اور سب کے لیے مشعل راہ بنائے۔

آمین

تم الفراغ منہ فی

1/صفر/1439ھ

19/11/2017ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ازمولانا محمد داؤد راز مرحوم

عقائد وافکارِ مودودی

عقائد وافکارِ مولانا مودُودی صاحب: بقول مولانا مودُودی صاحب تحریک کے لیڈر کے خیالات وافکار پوری تحریک کی جان ہوتے ہیں اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ مولانا موصوف کے عقائد وافکار اور مزید روشنی میں آجائیں۔ تاکہ ناظرین کرام تحریک جماعتِ اسلامی کے مزاج سے روشناس ہو جائیں۔ کسی انسان کے عقائد وافکار کو معلوم کرنے کا بہترین طریقہ اس کی خود نوشت کتابیں ہی ہوتی ہیں۔ ان ہی سے مصنّف کے افکار روشن ہوتے ہیں۔ مولانا صاحب موصوف صاحبِ تصانیف کثیرہ ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ بعض موضوعات پر مولانا نے اہم ترین قلمی نوادرات مہیّا فرمائے ہیں۔ مگر مثل مشہور ہے کہ سوار ہی ٹھوکر کھایا کرتے ہیں۔ مولانا نے اپنی کتابوں میں اپنے افکار پیش فرماتے ہوئے بعض جگہ بڑی خطرناک ٹھوکریں کھائی ہیں، اگر مولانا کو ان کا احساس ہو جاتا تو شاید ان میں اور علماء اسلام میں یہ موجودہ "علمی جنگ" برپا نہ ہوتی مگر ہوا یہ کہ مولانا نے جو کچھ لکھ دیا وہ کالوحی من السماء قرار پایا۔ اور یہی خیال بنائے فساد ٹھہرا۔ بہرحال ہم مختصر لفظوں میں مولانا کے کچھ افکارِ عالیہ جو محلِ نزاع ہیں درج ذیل کر کے انصاف پسند حضرات سے علم و دانش کے نام پر انصاف کی اپیل کرتے ہیں، مشہور قول ہے اور صحیح بھی کہ "الرجال یعرفون بالحق لا یعرف بالرجال" حق کی پڑتال کے لئے شخصیتیں کسوٹی نہیں بلکہ شخصیتوں کی پڑتال کے لئے حق کسوٹی ہے"۔

بھول خطا انسانی فطرت ہے صرف انبیاء اللہ کی مقدّس جماعت ہے جن کی اللہ پاک خود براہِ راست اغلاط سے حفاظت فرماتا ہے۔ ان کے علاوہ کوئی انسان کتنے ہی بڑے روحانی درجے والا ہو اس سے یقیناً غلطی کا امکان ہے۔ جب بزرگانِ دین رح آئمہ کرام رحمتہ اللہ علیہ پر تنقید کی جاسکتی ہے تو مولانا مودُودی کے غلط افکار پر انکا یا انکے اصحاب ارادت کا تنقید سے نہ صرف گھبرانا بلکہ اس کی وجہ سے مغلوب الغضب ہو کر تحریروں وتقاریر میں "اول فول" پر اُتر آنا انتہائی کمزوری کی دلیل ہے۔ جس کے ثبوت میں اس تحریک کے لٹریچر سے کافی مواد پیش کیا جاسکتا ہے۔

اسلام میں عبادت کا تصوّر: مولانا مودودی صاحب اپنے مہیّا کردہ لٹریچر کی مایہ ناز کتاب تفہیمات ص 43 میں اسلام میں عبادت کا تصوّر بیان فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

"انسان خواہ وہ خدا کا قائل ہو یا منکر خدا کو سجدہ کرتا ہو یا پتّھر کو، خدا کی پوجا کرتا ہو یا غیر کی، چاہے وہ اپنے اختیار سے کسی اور کی پوجا کر رہا ہو، وہ خدا کی عبادت ہے"۔ الی آخرہ

مولانا صاحب یا ان کے کوئی حواری اس عبارت کی خواہ کچھ بھی تاویل کریں اس کو امرِ تکوینی کے تحت لے آئیں یا کھینچ تان کر کچھ اور بنانے کی سعی فرمائیں، مگر اس عبارت کے مذکورہ بالا الفاظ اس قدر بھونڈے ہیں کہ قرآن مجید کی پیش کردہ توحید اور جملہ انبیائے کرام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پیش فرمودہ ارشادات کی روشنی میں ان الفاظ کے مطابق عقیدہ وعمل اکبر الکبائر گناہ کی فہرست میں آجاتا ہے۔اگر مولانا کے اس "تصور" کو صحیح مان لیا جائے تو دہریت اور شرک و بت پرستی کو گناہوں سے تعبیر کرنا ایک سراسر حماقت آمیز خیال بن کر رہ جائے گا۔اسی لئے مولانا کی اس تشریح پر مشہور صحافی و انقلابی بزرگ حافظ علی بہادر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

"اسلام میں عبادت کا تصور" کے عنوان سے انھوں نے جو مقالہ تفہیمات میں شائع کیا ہے وہ غلط فہمیوں پر مبنی ہے۔اسلام میں عبادت کا تصور وہ نہیں ہے جو مولانا مودودی نے پیش کیا ہے،انھوں نے عبادت کی ایک خود ساختہ تشریح کر کے بُت پرستی تک کو اللہ کی عبادت میں شامل کرلیا ہے۔اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ ان کے نزدیک عبادت اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی،اور ان کے نزدیک چوری،زنا کاری،قمار بازی سب عبادت کے تصور میں آجاتے ہیں۔قرآن مجید کی جو آیات انھوں نے پیش کی ہیں ان میں سے ایک سے بھی عبادت کا یہ تصور ثابت نہیں ہوتا" .الی آخرہ.(ہلالِ نو مجریہ 4 جون 51ء)

مزید افسوسناک چیز یہ ہے کہ مولانا اپنے غلط مزعومات کے سانچے میں قرآن پاک کو ڈھالنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ان کی مؤلفات میں جگہ جگہ یہ رنگ نمایاں ہے۔

شاید ایسے ہی حضرات کے لئے کہا گیا ہے۔

خود بدلتے نہیں،قرآں کو بدل دیتے ہیں

فرشتوں کے متعلق: اس حقیقت پر روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں کہ وجودِ ملائکہ پر ایمان ویقین لانا اسلام میں ایمانیات کا ایک رُکن اعظم ہے۔

قران پاک واحادیث،ذکر ملائکہ سے بھری ہوئی ہیں۔اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ ملائکہ اللہ پاک کی نورانی مخلوق ہیں ان کی شان یہ ہے "لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یومرون" وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ ہر وقت اطاعتِ الٰہی میں سرگرم رہتے ہیں"۔اب "ملائکہ" کے بارے میں مولانا مودودی صاحب کا عقیدہ ملاحظہ ہو،فرماتے ہیں:۔

"اسلامی اصطلاح میں جس کو فرشتہ کہتے ہیں وہ تقریباً وہی چیز ہے جس کو ہندوستان و یونان وغیرہ ممالک کے مشرکین نے دیوی دیوتا قرار دیا ہے"۔(تجدد واحیائے دین ص 10)

مولانا نے "اسلامی فرشتہ" مشرکین کے مزعومہ دیوی دیوتاؤں کو قرار دیا ہے"۔مولانا کے اس خیال باطل کے مطابق فرشتے مذکر و مونث ہر دو قسم کے ہیں،کیونکہ وہ دیوی اور دیوتا ہیں۔الغرض یہ اسلامی فرشتے کی ایسی تعبیر ہے جو مولانا ہی جیسے مجدّد دین و "مزاج شناس رسول وہیرے کی جوت پتھر میں پالینے والے" بزرگ کی قلم سے سرزد ہوسکتی ہے۔مزید تفصیلات کا یہاں موقع نہیں۔ مولانا کے مزعومات باطلہ پر صرف چند اشارے کرنا مقصود ہیں۔

تا سیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مہدی موعود کے بارے میں: احادیث واردہ کی بناء پر قرن اوّل سے آج تک جملہ اہلِ اسلام اوصافِ مخصوصہ کے ساتھ ایک مہدی موعود کے وجود پر جو آخر زمانہ میں ظاہر ہونا ہے، عقیدہ رکھتے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ مولانا مودودی صاحب اس مہدی کا تعارف بایں طور کراتے ہیں۔

"وہ بالکل جدید ترین کالیڈر ہوگا، وقت کے تمام علوم جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہوگی (اِلی) مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی جدّتوں کے خلاف مولوی وصوفی صاحبان ہی پہلے شورش برپا کریں گے (الی) شاید اُسے خود بھی مہدی موعود ہونے کی خبر نہ ہوگی اور اس کی موت کے بعد اس کے کارناموں سے دُنیا کو معلوم ہوگا کہ یہی خلافت کو منہاج النبوّت پر قائم کرنے والا تھا. مہدویت دعویٰ کرنے کی چیز نہیں، کرکے دکھانے کی چیز ہے (الی) وہ خالص اسلام کی بنیادوں پر ایک مذہبِ فکر پیدا کرے گا۔ ذہنیتوں کو بدلے گا۔ ایک زبردست تحریک اٹھائے گا۔" (تجدید واحیائے دین ص 31 تا ص 32)

حضرت مولانا مودُودی صاحب نے جس طور بھی مہدی موعود کا تعارُف کرایا ہے۔ ناظرین کرام کے سامنے ہے۔ یہ بھی خوب کہا کہ مہدی موعود دنیا میں تشریف فرما ہوں گے، اور تمام عمر تحریک چلاتے ہوئے انتقال بھی فرما جائیں گے مگر حال یہ ہوگا کہ خود ان کو بھی خبر نہ ہوگی کہ میں ہی مہدی موعود ہوں اور نہ لوگوں کو اطلاع ہو سکے گی، ہاں ان کے انتقال فرما جانے کے بعد لوگ جان لیں گے کہ یہی مہدی موعود تھا وغیرہ وغیرہ۔ اب ایک طرف آپ مہدی موعود کے بارے میں احادیث واردہ کو رکھ لیجئے، دوسری طرف مولانا مودُودی کے پیش کردہ تعارف کو، آپ کو آسمان وزمین جتنا فرق نظر آئے گا۔ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ مولانا کے یہ جملہ اشارے "خود ما بدولت" کی طرف ہیں مگر موصوف پر واضح ہونا چاہیئے۔

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی ایسے ہی خواب نظر آنے لگے تھے کہ بعد میں چھلانگ لگا کر تختِ نبوّت ہی پر قابض ہونے کا پروپیگنڈہ کرنے لگے مگر ہوا یہ کہ۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم گئے دو جہاں سے خدا کی قسم

مستقبل کا مورّخ دیگر مدّعیانِ مہدویت کے متعلق بھی کچھ ایسا ہی بیان لکھنے پر مجبور ہوگا۔

ستبدی لك الايام ما كنت جاهلا : ويأتيك بالأخبار من لم تزوّد

"دجّال" کے بارے میں احادیث واردہ کی تکذیب: یہ عقیدہ کے آخرِ زمانہ میں قریبِ قیامت ایک "کانا دجّال" پیدا ہوگا جو دجل کی اشاعت میں سرگرم ہتھیاروں سے لیس ہوگا۔ جمہور امّت کا مسلّمہ عقیدہ ہے۔ دجّال کی حدیث صحیح بخاری شریف میں آٹھ مرتبہ آئی ہے اور صحیح مسلم شریف میں سترہ مرتبہ آئی ہے۔ نماز کی دُعاؤں میں ایک مُستند ومشہور دُعا ہے جو آخرِ تشہّد میں پڑھنی مسنون ہے اللهم انی اعوذبك من عذاب القبر واعوذبك من فتنة المسيح الدّجال. گویا شارع علیہ السلام نے ہر نماز میں مسیح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دجّال کے فتنے سے بچنے کی دعا سکھلائی ہے۔

ان جملہ حقائق کے باوجود مولانا مودودی صاحب جیسے "مزاج شناس رسول" کی جسارت دیکھئے بڑے دھڑلّے کے ساتھ آپ فرماتے ہیں:

"یہ کانا دجّال وغیرہ افسانے ہیں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے، ان چیزوں کو تلاش کرنے کی ہمیں کوئی ضرورت بھی نہیں۔عوام میں اس قسم کی جو باتیں مشہور ہیں،ان کی ذمہ داری اسلام پر نہیں ہے اور ان میں سے کوئی چیز اگر غلط ثابت ہو جائے تو اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا"۔(ترجمان القرآن رمضان وشوّال 1364ھ)

افسانہ وہ ہوتا ہے جو غیر معتبر غیر محقّق چیز لوگوں کی زبانوں پر گشت کرنے لگ جائے مولانا مودودی صاحب کانا دجّال کو افسانہ قرار دیتے ہیں۔بخاری ومسلم وغیرہ کتب احادیث میں 25 مرتبہ یہ احادیث جو متعلّق دجّال منقول ہیں سب محض افسانے ہیں۔اس سے بھی آگے مزید جسارت ملاحظہ ہو۔جس میں خود رسول اللہ علیہ الصّلوٰۃ والسلام ہی کی "اصلاح" فرمانے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔فرماتے ہیں۔

"حضور کو اپنے زمانے میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجّال آپ کے عہد ہی میں ظاہر ہو جائے یا آپ بعد کسی قریبی زمانے میں ظاہر ہو،لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت کر دیا کہ حضور کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا۔اب ان چیزوں کو اس طرح نقل روایت کئے جانا کہ گویا یہ بھی اسلامی عقائد ہیں نہ تو اسلام کی صحیح نمایندگی ہے اور نہ اسے حدیث ہی کا صحیح مفہوم کہا جاسکتا ہے۔جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں اس قسم کے معاملات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قیاس وگمان کا درست نہ نکلنا ہرگز منصب نبوّت پر طعن کا موجب نہیں ہے"۔(ترجمان القرآن ربیع الاول 1365ھ)

"مزاج شناس رسول" کی یہ جسارت کہ دجّال کی آمد کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا ایسی نہیں ہے کہ اسے یوں ہی نظر انداز کر دیا جائے۔مولانا ایک مذہبی آدمی ہیں اور آپ کا دعویٰ ہے کہ جس چیز کو لے کر ہم اٹھے ہیں وہ عین اسلام اور اصل اسلام ہے (اخبار تسنیم 23 جمادی الاوّل 1374ھ)

مولانا کی یہ جسارت پتہ دے رہی ہے کہ مذہبِ اسلام کے بارے میں آپ ایسے مقام پر جہاں آپ کو خود پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی اصلاح کا بھی حق پہنچتا ہے۔مولانا نے اپنی اس جسارت کو ایک دفعہ نہیں بلکہ متعدّد مرتبہ بڑی جرأت و دلیری کے ساتھ حوالۂ قلم کیا ہے۔

ترجمان القرآن فروری 1946ھ میں آپ فرماتے ہیں:

"اِن اُمور کے متعلق مختلف باتیں حضور سے احادیث میں منقول ہیں وہ دراصل آپ کے قیاسات ہیں جن کے بارے میں آپ خود شک میں تھے"۔

لیجئے مولانا نے ایک ایسا چور دروازہ کھول دیا کہ اب تعلیماتِ اسلام کے بارے میں ارشاداتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کسی کے مزاج کے خلاف ہوں ان سب کو "آپ کے قیاسات" کہہ کر رد کیا جاسکتا ہے۔قرآنِ مقدّس میں رسول اللہ کی شان یہ بیان کی گئی ہے۔ "وما

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی " ہمارے رسول اپنی خواہش اور قیاسات سے نہیں بولتے ،ان کا ہر قول وحی الٰہی پر مبنی ہوتا ہے۔

" دجال موعودہ" کے بارے میں آپ کے ارشادات بہت واضح ہیں ۔روایتہً ان کی صحت کا اقرار خود مولانا مودُودی صاحب کو بھی ہے۔ آیت بالا کے تحت حضور صل اللہ علیہ وسلم نے یہ ساری خبریں وحیِ الٰہی کے تحت دی ہیں،مگر مولانا صاحب موصوف" جو پتّھر میں ہیرے کی جوت" ملاحظہ فرمالیا کرتے ہیں ان سب کو آپ کے" غلط قیاسات" قرار دے رہے ہیں ۔ناظرین کرام خصوصاًوابستگانِ تحریک انصاف سے بتلائیں کہ شانِ رسول کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے کیا عدل کا یہی تقاضا ہے کہ مولانا کے ان ملحدانہ نظریات کو یوں ہی نظر انداز کر دیا جائے اور کیا یہی وہ اصلی اسلام ہے جسے لیکر مولانا اُٹھے ہیں؟اور کیا الٰہی حکومت ایسے ہی الحاد پرور خیالات پر تعمیر ہوگی ؟کیا نظام ہائے باطلہ ٹکّر لینے کے یہی" لچھن" ہیں ۔

آپ ہی اپنے ذرا جور وستم کو دیکھیں ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

حدیث مجدّد کی تکذیب: پہلے حدیث شریف ملاحظہ فرمالیجئے جناب نبی کریم صلی اللہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا" (رواہ ابوداؤد) یعنی بیشک اللہ عزوجل اس امّت کے لئے ہر صدی کے سرے پر ایک ایسا شخص کھڑا کرے گا جو اس امت کے لئے دین اسلام کی تجدید کرے گا۔اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں اس حدیث کی شرح میں علمائے اسلام لکھتے ہیں کہ وہ مجدّد سنّت کو بدعت سے جدا کرے گا۔علم دین کو پھیلائے گا،اہلِ علم کی مدد کرے گا،اہل بدعت کی کمرِ ہمّت توڑے گا،وہ علومِ دین کا جامع ہوگا۔اس حدیثِ رسول کا اوّلین مصداق اللہ پاک نے امیر المؤمنین خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کو بنایا اور پھر اُن کے بعد ہر صدی میں مجدّدِ دین پیدا ہوتے رہے جیسا کہ علمائے اسلام ومؤرخین عظام نے ہر صدی میں نام بنام ان کو معہ ان کے حالات اور خدمات کے تحریر فرمایا ہے۔اس بارے میں مولانا مودُودی صاحب کی گُل افشانی ملاحظہ ہو۔ ارشاد ہوتا ہے۔

" تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجدّدِ کامل نہیں پیدا ہوا ہے۔قریب تھا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ اس منصب پر فائز ہو جاتے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے،ان کے بعد جتنے مجدّد پیدا ہوئے ان میں سے ہر ایک نے کسی خاص شعبے یا چند شعبوں ہی میں کام کیا اور مجدّدِ کامل کا مقام ابھی تک خالی ہے"۔(تجدید واحیائے دین ص 31 طبع چہارم)

مولانا کا ارشاد صاف بتلا رہا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ اور بعد کے جملہ مجدّدین سب ناقص تھے اور آنحضرت صلی اللہ علی وسلم نے جو ہر صدی کے سرے پر ایک مجدّد کی پیشگوئی فرمائی تھی وہ آج چودھویں صدی تک مجدّدِ کامل کی شکل میں صحیح ثابت نہ ہو سکی۔یہ تجدید واحیائے دین کے بات میں غالباً "تفوق" کا خواب ہے۔تاریخ کے جملہ مجدّدین کا مقام گرا کر ہی تو یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکتا تھا جس کے لئے مولانا نے یہ جرات فرمائی،سچ ہے۔

بت کریں آرزو خُدائی کی شان ہے تیری کبریائی کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جوازِ مُتعہ: ایک متعیّن مدّت کے لئے مقررہ رقم کے عوض کوئی مرد کسی عورت سے اس کی عصمت کا سودا کر لے یہ "متعہ" کہلاتا ہے اور شریعت اسلامیہ میں اہل السنّت والجماعت کے ہاں یہ "متعہ" قطعاً حرام ہے، اس کے جواز کے لئے کوئی بھی گنجائش قطعاً نہیں ہے۔ مگر ہمارے محترم مولانا مودودی صاحب نے ایک مرتبہ اس کے جواز کا بھی فتوٰی دے ڈالا۔ مولانا موصوف نے اس سلسہ میں جو انداز اور دلچسپ دلائل پیش فرمائے ہیں وہ "الاعتصام" لاہور کی روایت سے ہمارے سامنے ہیں۔ اس لئے بجائے اس کے کہ ہم تفصیلات کو پیش کریں مناسب جانتے ہیں کہ مولانا موصوف کے دلائل کو ادارہ "الاعتصام" لاہور کے تبصرہ رسمیت ذیل میں درج کر دیں۔ مثل مشہور ہے "صاحب البیت ادری بمافیہ" اہلِ پاکستان مولانا کو جس قدر سمجھ سکتے ہیں ہم دور دراز رہنے والے بھلا کہاں سمجھ سکتے ہیں۔ بہرحال اخبار مذکور مجریہ 18 ربیع الاوّل 1375ھ میں بسُرخی "مزاج شناس رسول" کی جسارت "متعہ کے جواز پر ڈرامائی استدلال" منجانب ادارہ، مندرجہ ذیل تفصیلات حوالہ قلم کی گئی ہیں۔

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کچھ دنوں سے عجیب عجیب اور پُرلطف تحقیقات فرمانے لگے ہیں۔ چند روز ہوتے ہیں انھوں نے صحیح بخاری کی صحّت و استناد کے بارے میں یہ انکشاف کیا تھا کہ:

"کوئی شریف آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں جو چھ سات ہزار احادیث درج ہیں وہ ساری کی ساری صحیح ہیں"۔

اب اگست کے ترجمان القرآن میں انھوں نے اپنی "ترجمانی تفسیر" تفہیم القران میں سورہ مومنون کی ابتدائی آیات کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے۔ "فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ" کے ذیل میں "متعہ" کے جواز کا فتوی ارشاد فرمایا۔

آگے بڑھنے سے پیشتر مناسب ہوگا کہ سورہ مومنون کی ابتدائی آیات پر ایک نظر ڈال لی جائے تاکہ مولانا مودودی کے "جوازِ متعہ" کا موقف واضح ہو سکے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ﴿۷﴾

ترجمہ: "یقیناً کامیاب ہو گئے ایمان والے جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں، جو نکمّی باتوں پر دھیان نہیں دیتے، جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے، سوائے اپنی بیویوں کے اور اپنی لونڈیوں کے جو لوگ ان (دو ذرائع) کے سوا کوئی اور ذریعہ (اپنے جنسی تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے) اختیار کریں۔ وہ (حدود شریعت سے) تجاوز کرنے والے ہیں۔

ایک بار آپ یہاں پھر رکیئے اور پیشِ نظر آیات پر دوبارہ غور فرمائیے بالخصوص آخری آیت کے معنی و مطلب کی وسعتوں کو ذہن و فکر کے زاویوں میں لائیے اور پھر بتائیے کہ کیا یہ آیت اس امر کی قطعی وضاحت کناں نہیں ہے کہ "بیوی" اور "ملک یمین" کے سوا قرآن نے جنسی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اور تمام دروازے مسلمان پر کلیتہً بند کر دیئے ہیں، خواہ وہ متعہ ہو یا کچھ اور!

لیکن داد دیجئیے "مزاج شناس رسول" کی "درایت" کی کہ اُن کے نزدیک قرآن کی یہ نصّ صریح تحریمِ متعہ پر کوئی وزنی دلیل نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔بلکہ اُن کے خیال میں متعہ کے ساتھ بعض ایسی چیزیں بھی جائز ہیں جن کا نام لیتے ہوئے بھی کسی بھلی مجلس میں شرم آتی ہے۔

معلوم نہیں، مولانا مودُودی کو "متعہ" سے کیا دلچسپی ہے کہ اس کو ثابت کرنے کے لئے انھوں نے اجتہاد وفکر کا پورا سرمایہ میدانِ تحقیق میں جھونک دیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ شریعتِ مطہرّہ سے اس کا جواز ثابت کرنے میں ناکام رہے ہیں۔مگر قربان جائیے اُن کی محنت وکاوش کے کہ اس کے باوجود اُنھوں نے ہمّت نہیں ہاری اور اس وقت تک میدان نہیں چھوڑا جب تک کہ ایک وسیع سمندر میں مسافروں سے بھرا ہوا ایک جہاز توڑ کر انھوں نے متعہ کے جواز کی صورت پیدا نہیں کر دی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

"فرض کیجیئے کہ ایک جہاز سمندر میں ٹوٹ جاتا ہے اور ایک مرد وعورت کسی تختے پر بہتے ہوئے ایک ایسے سُنسان جزیرے پر جا پہونچتے ہیں جہاں کوئی آبادی موجود نہ ہو، وہ ایک ساتھ رہنے پر مجبور ہیں اور شرعی شرائط کے مطابق ان کے درمیان نکاح بھی ممکن نہیں، ایسی حالت میں ان کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ باہم خود ہی ایجاب وقبول کر کے اس وقت تک کے لئے عارضی نکاح کر لیں جب تک کہ وہ آبادی میں نہ پہونچ جائیں یا آبادی اُن تک نہ پہونچ جائے۔کم وبیش ایسی ہی اضطراری صورتیں اور بھی ہوسکتی ہیں۔مُتعہ اِسی اضطراری[1] حالتوں کے لئے ہے"۔ (ترجمان القرآن بابتہ ماہ اگست 55ء 379 ص)

دیکھا آپ نے مولانا مودُودی کو متعہ کا جواز ثابت کرنے کے لئے کتنا دُور کا چکّر کاٹنا پڑا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ چودہ سو سال کی اسلامی تاریخ میں ایک واقعہ بھی اس قسم کا نہیں ملتا کہ پورا جہاز سمندر کی سرکش لہروں کی نذر ہوگیا ہو، اور صرف ایک تختہ محفوظ رہا ہو۔جس میں ایک غیر محرم مرد اور عورت بیٹھے رہے ہوں۔مسلمانوں نے جنگیں بھی لڑیں، تجارت بھی کی، بادشاہت بھی کی، سفارت بھی کی، انھوں نے مختلف حالات میں طول طویل سفر بھی اختیار کئے، جو بحری بھی تھے بری بھی تھے اور فضائی بھی۔! لیکن کوئی ایک مثال ایسی نہیں ملتی جو مولانا مودُودی نے پیش فرمائی ہے۔گزشتہ چودہ صدیوں کی اسلامی تاریخ میں نہ کوئی اس انداز سے جہاز ٹوٹا، نہ کوئی غیر محرَم مَرد اور عورت اس طرح تختے پر بہتے ہوئے کسی سُنسان جزیرے میں پہونچے اور نہ کسی نے اس صورت حال سے مضطر وبے قرار ہو کر متعہ کیا۔

اس مثال کا وجود خارج میں تو کہیں دستیاب نہیں ہوتا، ہاں البتہ مولانا مودُودی کے ذہن کے سمندر میں سفر کرتے ہوئے اگر کوئی جہاز ٹوٹا ہو اور پھر یہ صورت حال پیدا ہوئی ہو تو واقعی یہ دَورِ حاضر کا "اصول اور بنیادی" مسئلہ ہے۔اس کا حل اگر "پورے کا پورے اسلامی نظام برپا کرنے کا داعی" پیش نہ کرتے تو یہ اسلامی نظام میں ایک بہت بڑا خلا رہ جاتا۔

مولانا مودودی اور ان کی جماعت فقہ کی مخالفت میں ایک دلیل یہ بھی دیا کرتے ہیں کہ فقہ دور از کار باتوں کا مجموعہ ہے۔ اور اس میں ایسے ایسے مفروضوں کو جمع کیا گیا ہے جو پوری انسانی زندگی میں پیش نہیں آسکتے۔ہم پوچھنا چاہتے ہیں جماعتِ اسلامی کے خردمندوں سے، کیا متعہ کے جواز کی یہ مثال کبھی پیش آئی ہے؟ اور خارج میں کہیں اس کے وجود کا پتہ نشان ملتا ہے۔

فرض کیجئے اگر یہ صورت پیش آ بھی جائے اور سمندر کی دو دو تین تین سوفٹ کی بے پناہ لہریں کسی مضبوط جہاز کو اس طرح توڑ دیں کہ اس کا

---

1) خدا اس اضطراری حالت سے ہر مسلمان کو بچائے اِس لفظ کے سہارے کتنے حضرات کہاں کہاں بھٹک گئے۔غفراللہ لہم 12 راز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف ایک ہی تختہ محفوظ رہ سکے جس پر ایک مرد اور ایک عورت بہتے ہوئے کسی سنسان جزیرے میں پہونچ جائیں، تو اس پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ بقول مولانا مودودی کے ایسی جگہ پہونچے ہیں جہاں آدم ہے نہ آدم زاد، وہ ایک بے آباد اور سنسان جزیرہ ہے، ظاہر ہے کہ وہاں ان کو کھانے کی ضرورت بھی ہوگی، پہننے کی بھی ہوگی۔ رہنے سہنے کی بھی ہوگی اور گرمی وسردی سے محفوظ رہنے کے لئے مکان کی حاجت بھی ہوگی۔ کیا وہ ان چیزوں کے حصول پر کوئی توجہ نہیں دیں گے؟ تختے سے اُترتے ہی سب سے پہلے انکا ذہن اسی طرف منتقل ہوگا کہ چلو پہلے متعہ تو کریں، باقی پھر دیکھا جائے گا۔

یہ عجیب تضاد ہے کہ ایک طرف تو مولانا متعہ ثابت کرنے کے لئے مَرد اور عورت کو ایسی جگہ پہونچاتے ہیں، جہاں زندگی اور اس کے لوازمات ہی ختم ہیں۔ دوسری طرف جنسی اعتبار سے ان میں وہ اس قدر اضطراری کیفیت پیدا کرتے ہیں کہ وہ متعہ کے لئے بے چین ہو جاتے ہیں۔

کیا عقل سلیم اس بات کو مانتی ہے کہ جس مَرد وعورت کے پاس نہ کھانے کو روٹی کا ٹکڑا ہے، نہ پینے کو پانی کا قطرہ، نہ پہننے کو کپڑا ہے، نہ رہنے سہنے کو مکان۔ لیکن ان میں جنسی بھوک کی تیزیاں اور شدتیں نا قابل برداشت ہیں؟۔ اس قسم کا ذلیل آدمی مولانا مودودی کے ذہن میں کوئی ہو تو ہو،، اس دُنیا میں تو کم از کم نہیں پایا جاتا۔ جب کوئی شخص اس ہولناک صورتِ حال سے گزرتا ہوا یکا یک بے سروسامان ہوگیا ہو، اور آبادی کو چھوڑ کر جنگل بیابان میں جا پڑا ہو، آپ ذرا غور فرمائیے وہاں اس کے جنسی تقاضے باقی بھی رہیں گے۔ اور وہ اس لائق رہے گا کہ متعہ کے لئے مضطر و بے قرار ہو؟

مولانا کے سامنے غالباً متعہ کی پوری تعریف نہیں ہے۔ اگر متعہ کی پوری تعریف سے وہ باخبر ہوتے تو شاید "تفسیر قرآن" کے نام سے یہ لغزش اُن سے سرزد نہ ہوتی۔

جو لوگ متعہ کی اباحت کے قائل ہی، ان کے نزدیک اس کا مصرف محض جنسی تقاضوں کو پورا کرنا نہیں ہے بلکہ ایک مقصد اُن کے سامنے یہ بھی ہے کہ وہ سفر میں جائیں تو انہیں ایک ایسے رفیق کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو اُن کی ضروریات کو سمجھنے اور ان کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ یہ چیز ہمیشہ آبادیوں میں پیش آتی ہے۔ جہاں آدمی کو کھانے، پکانے، پہننے اور رہنے سہنے کے لئے کئی قسم کے تکلّفات سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور ان کو پورا کرنے کے لئے وہ ایک رفیق کی ضرورت محسوس کرتا ہے چنانچہ شیعہ مسلک نے ایسی صورت میں متعہ (عارضی نکاح) کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ اس عارضی نکاح میں مرد، عورت کو کچھ روپے بھی دیتا ہے یعنی باقاعدہ یہ ایک سودے کی صورت میں طے پاتا ہے۔

متعہ کی اس ضرورت اور تعریف کی روشنی میں مولانا مودودی بتائیں کہ کیا ایک سنسان جنگل میں بھی ضروریات پیش آسکتی ہیں۔ جہاں کی زندگی اور اس کے لوازمات ہی ناپید ہیں۔؟

متعہ کے جواز میں مولانا کا یہ مضمون پڑھتے ہوئے یوں معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کوئی فلم دیکھ رہے ہیں۔ جس میں ایک وسیع وعریض سمندر دکھایا گیا ہے اور اس میں مسافروں سے لدا ہوا ایک جہاز سمندر پر تیرتا ہوا چلا جا رہا ہے کہ ناگہاں سمندر میں تلاطم برپا ہو جاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور سمندر کی متمرّد لہروں کے زوردار تھپیڑے جہاز کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ صرف ایک تختہ بچ جاتا ہے جس پر ایک مرد اور ایک عورت سوار ہیں۔ اور مولانا دیکھ رہے ہیں کہ وہ تختہ بہتے بہتے ایک جزیرے میں پہنچ جاتا ہے جہاں کوئی آبادی نہیں ہے۔ وہاں پہنچ کر اِدھر وہ تختے سے نیچے اُترتے ہیں اُدھر جنسی بھوک کی شدّت انھیں ستانے لگتی ہے۔ یعنی مولانا دیکھ رہے ہیں کہ ان کے سامنے سوائے جنسیت کے اور کوئی مسئلہ مشکل نہیں ہے۔ کھانے پینے کا سامان اور پہننے کے لئے کپڑے وہ تختے پر لاد کر ساتھ لے آئے ہیں۔ اب صرف ایک مسئلہ ان کے سامنے ہے------ اور وہ ہے متعہ۔!!

متعہ کا جواز ثابت کرنے کے لئے مولانا کو کتنے مفروضے قائم کرنا پڑے ہیں کہ عورت میں جاذبیت بھی ہو، اور وہ متعہ کے لائق بھی ہو پھر وہ دونوں مضطّر اور بیقرار بھی ہوں۔

سوال یہ ہے کہ اگر مرد تو مضطرّ ہو مگر عورت مضطرّ نہ ہو، یا عورت مضطرّ ہو اور مرد مضطرّ نہ ہو تو کیا اس صورت میں مولانا اس بات کا ذمہ لیتے ہیں کہ ان دونوں میں سے جو مضطرّ نہ ہو، اس کو وہ اضطرار اور شہوت رانی کے انجکشن دیں گے تاکہ دونوں میں توازن قائم رہے اور وہ متعہ کے لئے تیار ہو سکیں (الاعتصام 4 نومبر 55ء)

سُنّتِ نبوی صل اللہ علیہ وسلم کے متعلق: اسوۂ رسول وسنّت نبوی صل اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہر نیک دل مسلمان اپنے دل میں بہترین عقیدت رکھتا ہے اور کیوں نہ ہو محبّت رسول کی یہی علامت ہے، اللّہ کے رسول صل اللہ علیہ اسلم کا فرمان ہے۔ "من احب سنّتی فقد احبّنی ومن احبّنی کان معی فی الجنة" (مشکوۃ شریف) "جس نے میری سُنّت کو دوست رکھا اس نے مجھ کو دوست رکھا اور جس نے مجھے دوست رکھا وہ قیامت کے دن جنّت میں میرے ساتھ ہوگا"۔ اسوۂ رسول وسُنّت نبوی کا کوئی ایسا منطقی مفہوم نہیں ہے جسے عوام وخواص محبّانِ رسول نہ جانتے ہوں اور نہ سمجھ پاتے ہوں۔ مولانا مودودی صاحب کی اس میدان میں "گل افشانی" ملاحظہ ہوں۔ آپ کے خیال شریف میں سُنّت کا مفہوم مصطلحہ ہی سرے سے غلط ہے اسی کو کہتے ہیں کہ "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری"۔ چنانچہ آپ کا ارشاد شریف یہ ہے:

"میں اُسوہ اوسُنّت اور بدعت وغیرہ اصطلاعات کے ان مفہومات کو غلط بلکہ دین میں تحریف کا موجب سمجھتا ہوں، جو بالعموم آپ حضرات کے ہاں رائج ہیں"۔ (ترجمان، مئی جون 45ء)

داڑھی کے متعلق: چونکہ آج کل فیشن پرست مسلمانوں کے لئے داڑھی بھی ایک "وبال جان" بنی ہوئی ہے، اسی لئے حضرت مولانا مودودی صاحب جیسے "مزاج شناس رسول" کا اولیّن کام یہی ہونا تھا کہ "داڑھی رکھنا" جیسے ناقابل برداشت سُنّت کے کاموں کے سنّت ہونے ہی سے انکار کر دیں۔ بس پھر پر میدان صاف ہے۔ چنانچہ داڑھی کے متعلق خصوصیت سے ارشادِ مودودیت یہ ہے:

"آپ کا یہ خیال کی نبی صل اللہ علیہ وسلم جتنی بڑی داڑھی رکھتے تھے اتنی ہی بڑی داڑھی رکھنا سُنّتِ رسول یا اُسوۂ رسول ہے یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ عاداتِ رسول کو بعینہ وسُنّت سمجھتے ہیں جس کے جاری اور قائم کرنے کے لئے نبی صل اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السّلام مبعوث کئے جاتے رہے ہیں مگر میرے نزدیک صرف یہی نہیں کہ یہ سُنّت کی صحیح تعریف نہیں ہے بلکہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(داڑھی جیسی) قسم کی چیزوں کو سُنّت قرار دینا اور پھر ان کے اتّباع پر اصرار کرنا ایک سخت قسم کی بدعت اور خطرناک تحریفِ دین ہے"۔ (ترجمان القرآن مئی و جون 45ء)

داڑھی کا بوجھ نہ برداشت کر سکنے والے نازک طبع حضرات کو مولانا کا بہت بہت مشکور ہونا چاہیے، آپ نے نہ صرف داڑھی کے جھنجھٹ سے ان کو نجات دلائی بلکہ "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" آپ نے غریب داڑھی رکھنے والے عاشقانِ سُنّت رسول صل اللہ علیہ وسلم ہی کو بدعتی اور دین کے محرّف قرار دے دیا۔ مولانا کو اس خدمت و اقامت دین پر جس قدر بھی مبارکباد دی جائے کم ہے۔ جن دنوں مولانا صاحب نے اپنے ان فتاوٰوں کو شائع فرمایا آپ کے بہت سے مقلّدین نے اُن پر عمل کرتے ہوئے اپنی اچھی خاصی داڑھیوں کو کانٹ چھانٹ کر کے مختصر کر لیا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، "خطاب بہ مودودی" ص 45 ایسا کرنے پر وہ مجبور تھے اس لئے کہ

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مُغاں گوید کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

انکارِ حدیث کے لئے چور دروازوں کی تلاش: تخفیف سُنّت کی منزل کو طے کرنے کے لئے انکارِ حدیث کا مرحلہ طے کرنا ضروری ہے۔ مگر جمہور کے خلاف کھلے لفظوں میں حدیثِ رسول صل اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دینا کوئی آسان کام نہیں اور جن لوگوں نے یہ حرکت کی وہ اُمّتِ اسلام میں مردود مطعون و ملعون قرار پائے اور دونوں جہان میں خائب و خاسر ہوئے ان ہی ضروری وجوہات کی بنا پر حضرت مولانا مودودی صاحب نے "بین بین" یعنی درمیانی راستہ اختیار کیا۔ چنانچہ ایک طرف آپ حضرات محدّثین کرام کی ان لفظوں میں تعریف فرماتے ہیں۔

"حق یہ ہے کہ مسلمانوں پر ان محدّثین کا اتنا بڑا احسان ہے کہ وہ قیامت تک اس بار سے سُبکدوش نہیں ہو سکتے۔" (تفہیمات ص 276)

دوسری طرف ان ہی بزرگانِ اسلام محدّثین کرام کی بابت مولانا کا ارشاد یوں ہے:

"وہ حضرات (محدّثین) ایک دوسرے پر چوٹیں کرتے تھے۔ ایک دوسرے کو لاعلم، کذّاب اور دجّال الدجاجلہ تک کہہ ڈالتے تھے۔ پھر ان کی بیان کردہ حدیث میں کون سی چیز ایسی ہے جس میں غلطی کا احتمال نہ ہو۔" (تفہیمات ص 294)

مولانا موصوف کے ہر دو بیانات کو انصاف کی ترازو میں رکھ کر وزن کیجئے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ مولانا صاحب کا رُخ کس منزل کی طرف ہے۔

ایک بھی حدیث ایسی نہیں جس پر یقین کیا جا سکے: اس عقیدۂ مودودیت کے متعلق کسی اور تفصیل کی ضرورت نہیں۔ ممکن ہے اسے مبالغہ آمیزی سے تعبیر کیا جائے اس لئے خود مولانا مودودی صاحب ہی کے الفاظِ مبارکہ نوٹ فرما لیجئے۔ آپ کا ارشاد گرامی یوں ہوتا ہے۔

"احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہونچتی ہوئی آئی ہیں، جن کس حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ محض گمانِ صحت ہے نہ کہ علم الیقین"۔ (ترجمان القرآن ربیع الاول 1265ھ)

مولانا کے اس قسم کے گمراہ کُن ارشادات پر آگے تفصیلی تبصرہ جات آ رہے ہیں، اس لئے ہم یہاں اتنا ہی عرض کرتے ہیں کہ جس احتمال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے آپ انکارِحدیث کے لئے چور دروازہ ڈھونڈنے کی کوشش میں ہیں، اسی دروازہ سے ایک آپ جیسا محقّق قرآن کا بھی تو انکار کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ موجودہ قرآن چند انسانوں سے چند انسانوں تک ہی نقل ہوتا چلا آرہا ہے، پھر اس سے "علم الیقین" کیسے حاصل ہو۔ نقل کرنے والے سب انسان ہی تو تھے ان سب سے غلطی کے امکانات ہیں۔ اب بتلائیے خود علّامہ مودودی صاحب یا ان کے حواری اس منکر قرآن کی تشفّی کے لئے کون سا راستہ اختیار کریں گے؟ کیا صحابہ و تابعین و ائمہ دین میں کوئی بھی بزرگ ایسا نہیں جس کی نقل پر بھروسہ کیا جاسکے؟۔

محدّثین کرام کے متعلق مزید بے اعتمادی آپ ان لفظوں میں پیدا کرنے کی کوشش فرماتے ہیں:

"کلام اس میں نہیں بلکہ صرف اس امر میں ہے کہ کلیتہً ان پر اعتماد کرنا کہاں تک درست ہے۔ وہ بہر حال تھے تو انسان ہی"۔

(تفہیمات 292 ص)

مولانا کا یہ اصول اتنا خطرناک ہے کہ دُنیا میں کوئی بھی انسان خواہ وہ کسی بھی درجہ پر فائز ہو، قابل اعتماد نہیں رہ سکتا۔ اس حد تک بے اعتمادی سے دُنیا کا نظام ہی سارے کا سارا معطّل ہوسکتا ہے۔ مگر مولانا صاحب ہیں کہ بے کھٹکے امّت کو اس خطرناک "بے اعتمادی" کی تلقین فرمارہے ہیں۔ مولانا مُعاف فرمایئے؟ آپ بھی تو انسان ہی ہیں پر کلیتہً آپ کی ذاتِ گرامی پر اعتماد کر لینا کہاں تک صحیح ہوگا؟ اور آپ پر اس طرح اعتماد کرنے والوں کے حق میں آپ کا کیا فتویٰ ہوگا؟ بینوا توجروا

اسی سلسلہ کی آپ کی ایک اور گوہر افشانی ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

"آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جس کو وہ "محدثین کرام" صحیح قرار دیتے ہیں وہ حقیقت میں بھی صحیح ہے۔ صحت کا کامل یقین تو خود ان کو بھی نہ تھا۔" (تفہیمات 292 ص)

مولانا مودودی صاحب کی یہ وہ خطرناک چوٹ ہے جس سے اسلام کا سارا شیرازہ درہم برہم ہوسکتا ہے۔ محدّثین کرام کو اگر اپنی نقل کردہ صحیح روایات پر خود ہی یقین نہیں تھا تو کیا جھک مارنے کے لئے انھوں نے اس فن کی تدوین میں عمریں صرف کیں؟ یوں ہی بے کار انھوں نے اس فن کی تکمیل کے لئے قابل اساتذہ کی تلاش میں صدہا میل کا سفر کیا؟ یوں ہی یہ ہزارہا صفحات سیاہ کر کے امّت کے ہاتھوں میں دیئے گئے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ علّامہ مودودی اگر کھلے ہوئے منکر حدیث ہو کر ایسی باتیں کہہ جاتے تو افسوس نہ ہوتا۔ حدیث پر ایمان و یقین کا دعوٰی کرتے ہوئے چور دروازوں سے ذخیرۂ احادیث پر بم برسانا کوئی معقولیت نہیں ہے۔

مسٹر "پرویز" کیا فرماتے ہیں؟ مسٹر "پرویز" غالباً ان ہی حالات کے تحت فرماتے ہیں کہ مولانا مودودی صاحب بھی تو میری ہی طرح مُنکر حدیث ہیں۔ پھر مجھ ہی کو کیوں برا بھلا کہا جاتا ہے۔ پرویز صاحب کی اصل عبارت جو اُن ہی کے لفظوں میں نقل ہے، درج ذیل ہے۔

"حدیث کے متعلق بعینہ یہی مسلک (جو مودودی صاحب کا ہے) طلوع اسلام کا ہے۔ اس فرق کے ساتھ کہ وہ کسی ایک فرد کو یہ اختیار نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیتا کہ جس بات کو اس کی نگاہ جوہر شناس سُنّتِ رسُول قرار دے دے اس کی اتّباع ساری امّت پر لازم قرار پا جائے[1]۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ حق اُمّت کے صرف قرآنی نظام کو حاصل ہے کہ وہ روایات کو اس ذخیرے کو چھان پھٹک کر دیکھے کہ اس میں کون سی چیز صحیح ہو سکتی ہے اور کون کون سی جزئیات ایسی ہیں کہ جن میں کسی تغیّر و تبدّل کی ضرورت نہیں لیکن آپ دیکھئے گا کہ اس کے باوجود جماعت اسلامی طلوع اسلام کو مسلسل اور پیہم مُنکرِ حدیث اور مُنکر شان رسالت ٹھہرا کر ایک بہت بڑے فتنے کا موجب قرار دیتی ہے اور اپنے امیر کو حدیث کا سب سے بڑا حامی اور سنّت کا جیّد متّبع قرار دیتی ہے"۔ الخ (رسالہ حق پرست علماء الخ مولانا احمد علی صاحب 58 ص)

(طلوع اسلام کراچی 2 اپریل 1955ء)

جہاں تک اپنی معلومات کا تعلق ہے مودُودی صاحب نے آج تک پرویز صاحب کے اس چیلنج کا کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ علیہ اور آپ کی "الجامعُ الصحیح" پر حملے: علّامہ مودودی صاحب کی اس روش کے پیش نظر حضرت امام بخاری رحمہ اللہ علیہ اور ان کی "الجامعُ الصحیح" کے بارے میں جو کچھ آپ نے یا آپ کے حواریوں نے کہا یا لکھا ہے وہ کچھ بعید از قیاس نہیں ہے۔ مولانا صاحب یا اُن کے حواریوں کی ایسی جملہ تحریروں کو جمع کیا جائے جو اِن "اقامت دین" کے دعویداروں نے حوالہ قلم کی ہیں تو ایک خاصا دفتر تیار ہو جائے۔ مگر ہمارے زیر قلم مقالہ میں اتنی گنجائش نہیں ہے، اس لئے ہم مولانا کی وہ تازہ ترین تقریر جو آپ نے 15 مئی 55ء کو برکت علی ہال میں ارشاد فرمائی بحوالہ اخبار الاعتصام مجریہ 27-مئی 1955 اور 3 جون 1955ء معہ تبصرہ اخبار موصوف کے درجِ ذیل کر دیتے ہیں اس سے صحیح بخاری شریف کے بارے میں مودُودی موقف معلوم ہو گا۔ اور پھر ادارہ کا علمی منصفانہ تبصرہ اس قابل ہے کہ اُسے بار بار پڑھ کر علم و ایقان پرور بصیرت حاصل کی جائے۔ مولانا موصوف کی اس تاریخ والی تقریر کا موضوع سُنّتِ رسول اور حدیث تھا۔ بہت کچھ این و آن کے بعد مولانا صاحب نے بخاری شریف کے بارے میں اپنے موقف کا یوں اعلان فرمایا:

"کوئی شریف آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حدیث کا جو مجموعہ ہم تک پہونچا ہے وہ قطعی طور پر صحیح ہے، مثلاً بخاری جس کے بارے میں اصحّ الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے، حدیث میں کوئی بڑے سے بڑا غلو کرنے والا بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں جو چھ سات ہزار احادیث درج ہیں وہ ساری کی ساری صحیح ہیں"

مولانا مودُودی نے اپنے اس عقیدہ یا نظریہ کی تشریح ایک مضمون "مسلک اعتدال" میں بھی کی ہے جو اُن کے مجموعہ مضامین "تفہیمات" میں شائع ہو چکا ہے۔

مولانا نے یہ بھی فرمایا:

"کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ جس حدیث کو تحقیق سے اس نے صحیح جان لیا ہے، وہ دوسروں کو بھی مجبور کرے کہ اس کی تحقیق کو قبول کریں، ہر شخص اپنی جگہ تحقیق کرنے کا حقدار ہے۔"

---

[1] یہ مولانا مودودی صاحب کے نظریہ کی طرف اشارہ ہے 12

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ خدانخواستہ احادیث کی صحت ایسی ہے کہ ہر شخص اس کو چیلنج کرسکتا ہے اور اپنی تحقیق اور صوابدید سے ٹھکرایا تسلیم کرسکتا ہے۔ تلقّی بالقبول جس کو محدّثین نے بجائے صحّت کے ایک معتمد علیہ پیمانہ قرار دیا ہے۔ کوئی چیز نہیں۔ کیا اس سے اس انتشار و فوضیت کو تقویت نہیں ملتی جس کے ازالہ کے لئے مودودی صاحب کوشاں ہیں؟ اور کیا اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ احادیث کی صحت و عدم صحت کا معاملہ ان کے نزدیک سراسر شخصی ہے۔ اور کوئی کسی کو حدیث کی کسی تشریح اور تفسیر کے بارے میں مجبور نہیں کرسکتا کہ وہ اس کو صحیح تسلیم کرلے۔ ہم مولانا سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس اندازِ استدلال سے کہیں خود ہماری اپنی پوزیشن کمزور تو نہیں ہوتی؟ اور لوگ اس نتیجے پر تو نہیں پہونچتے کہ جس حدیث کو صحیح سمجھیں گے مانیں گے، جس کو صحیح نہیں سمجھیں گے، نہیں مانیں گے،-- علاوہ ازیں مولانا نے جس انداز میں اس موضوع پر اظہارِ خیال کیا، وہ ہمیں نہیں بھایا۔ اس سے بہتر اور زیادہ ذمہ دارانہ پیرایہ بیان اختیار کیا جاسکتا تھا۔ مثال کے طور پر احادیث کے مجموعوں کا ذکر کرتے ہوئے صحیح بخاری کے بارے میں انھوں نے جن خیالات کا اظہار فرمایا وہ حد درجہ غیر ذمہ دارانہ ہیں۔ تعجّب خیز بات یہ ہے کہ ان کی تقریر کا یہ حصّہ "تسنیم" میں شائع نہیں ہوا۔ حالانکہ اگر مولانا نے یہ فرمایا ہے تو "تسنیم" کو اس کی اشاعت سے گریز نہیں کرنا چاہئے تھا۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودُودی نے صحیح بخاری سے متعلق جو اظہار خیال فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کی ترتیب و تدوین کے پس منظر اور اس کی تصنیف کے اسباب و عوامل سے واقف نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ انھیں یہ بھی نہیں معلوم کہ اُمّت میں صحیح بخاری کو صحت و قطعیت کے لحاظ سے کیا درجہ حاصل ہے اور علماء اہلِ سُنّت میں کتنی وقعت سے دیکھی جاتی ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے صحیح بخاری کی تصنیف کا پس منظر بیان کردیا جائے تاکہ مولانا مودُودی اور دیگر حضرات پر یہ واضح ہوسکے کہ صحت و قطعیت کے اعتبار سے اس کا مقام کتنا بلند ہے۔

حافظ ابن حجر مقدّمہ "فتح الباری" میں فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے جب احادیث کے مجموعوں پر نظر ڈالی، ان میں ان کو صحیح اور ضعیف باہم ملی جُلی احادیث نظر میں آئیں تو انھوں نے صحیح احادیث کے جمع کرنے کا عزم کیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں:

"حرك همته لجمع الحديث الصحيح الذى لا يرتاب فيه امين"۔ (مقدمہ فتح الباری ص 4 طبع مصر)

یعنی "امام موصوف نے ایسی صحیح احادیث کا مجموعہ مرتّب کرنے کا ارادہ کرلیا، جس کی صحت کے متعلق کسی دیانتدار آدمی کو شبہ نہ ہو"۔ اور یہ ارادہ انھوں نے اپنے استاد محترم امام اسحٰق بن راہویہ (جو محدّثین میں امیر المومنین فی الحدیث والفقہ کے معزّز خطاب سے معروف ہیں) کے ایک ارشاد کی تعمیل اور ان کی ایک خواہش کی تکمیل میں کیا جسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ امام اسحٰق بن راہویہ رحمہ اللہ علیہ نے اپنے تلامذہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

لو جمعتم كتابا مختصرا الصحيح لسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم

"کاش تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کا ایک صحیح مجموعہ کتابی صورت میں جمع کرو"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت الاستاذ کا یہ ارشاد میرے دل میں اتر گیا اور اخذت فی جمع الجامع الصحیح (مقدمہ فتح الباری 5 ص طبع مصر) میں نے صحیح بخاری کی تدوین شروع کر دی۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اپنے استاذ کے اس ارشاد کی کس طرح تعمیل کی اس کے بارے میں خود انھیں کے الفاظ ہیں۔

صنفت کتابی الجامع فی المسجد الحرام وما ادخلت فیہ حدیثا حتی استخرت اللہ تعالی وصلیت رکعتین وتیقنت صحتہ

(مقدمہ فتح الباری ص 490)

"میں نے اپنی یہ کتاب مسجدِ حرام[1] میں تصنیف کی اور میں نے ایک ایک حدیث استخارہ کر کے اور دو رکعت نفل پڑھ کر اس میں درج کی جبکہ مجھے اس کی صحت کا کامل یقین ہو گیا۔

اس تیقّن کی وجہ سے امام بخاری نے اس کا نام

الجامع المسند الصحیح المختصر من امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وأیامہ

تجویز فرمایا۔"

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس فقید المثال خدمت حدیث سے متعلق ----علماء اُمّت میں اس کو جو وسعت پذیر اور ہمہ گیر قبولیت حاصل ہوئی، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مختصر تذکرہ کر دیا جائے۔ تاکہ مولانا مودودی صاحب کو معلوم ہو جائے کہ صحیح بخاری کو تلقّی اُمّت بالقبول کا جو درجہ حاصل ہے، وہ مولانا موڈودی یا اُن کے عقیدت مندوں کے اس خیال کو کہ

"کوئی شریف آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حدیث کا جو مجموعہ ہم تک پہونچا ہے وہ قطعی طور پر صحیح ہے۔ مثلاً بخاری جس کے بارے میں اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے، کوئی بڑے سے بڑا غلو کرنے والا بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں جو چھ سات ہزار احادیث درج ہیں وہ ساری کی ساری صحیح ہیں۔"

ائمۂ دین، علماء سلف، اوفن کے ماہرین و محقّقین کی تصریحات کے مقابلہ میں کیا حیثیت حاصل ہے ------

1)--امام نسائی فرماتے ہیں:۔

أجود ھذہ الکتب کتاب البخاری وأجمعت الأمۃ علی صحۃ ھذین الکتابین ووجوب العمل بأحادیثھما

(مقدمہ صحیح البخاری ص 4)

ترجمہ: حدیث کی تمام کتابوں میں سے بہترین کتاب صحیح بخاری ہے اور اس پر اُمّت کا اجماع ہے کہ یہ دونوں کتابیں (بخاری و مسلم) صحیح ہیں اور ان پر عمل کرنا واجب ہے۔

2) مشہور محدّث حافظ ابن الصّلاح صحیح احادیث کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] مُسودہ پہلے مرتب فرما چکے تھے، آخری تبییض مسجد حرام میں فرمائی 12

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واعلاها الاوّل وهو الذی یقول فیه أهل الحدیث کثیراً صحیح متفق علیه."

یعنی صحت کے لحاظ سے سب سے اونچا مقام ان احادیث کا ہے جن کے متعلق محدّثین اکثر فرماتے ہیں "صحیح متفق علیہ"

پھر فرماتے ہیں:

معنی تو اس کا یہی ہے کہ امام بخاری و مسلم نے اس کی صحت پر اتفاق کیا اور یہ نہیں کہ اُمّت نے اس پر اتفاق ہے۔

ان کے الفاظ یہ ہیں:

لکن اتفاق الامة علیه لازم من ذلك وحاصل معه لاتفاق الامة علی تلقی ما اتفق علیه بالقبول

اس قسم کی احادیث تمام تر قطعی الصحت ہیں اور ان سے علم یقینی اور نظری حاصل ہوتا ہے۔ان کے الفاظ یہ ہیں:

وهذا القسم جمیعه مقطوع بصحة والعلم الیقینی النظری واقع به.

یہ اُن کی تصریح تو متفق علیہ کے متعلق ہے۔لیکن الگ الگ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں ان کا فرمان یہ ہے کہ:

امام بخاری رحمہ اللہ علیہ جس طرح روایات میں متفرد ہیں اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ علیہ جن روایات میں متفرد ہیں، وہ احادیث بھی قطعی الصحت ہیں۔اس لئے کہ اُمّت نے ان میں سے ہر ایک کتاب کو قبولیت کا مقام بخشا ہے۔ان کے الفاظ یہ ہیں:

ما انفرد به البخاری اومسلم مندرج فی قبیل مایقطع بصحته لتلقی الامة کل واحد من کتابیهما بالقبول۔(مقدمہ ابن الصّلاح.29-28 ص طبع مصر)

3) حافظ عماد الدین رحمہ اللہ علیہ ابن کثیر اپنی کتاب "اختصار علوم الحدیث" میں حافظ ابن الصّلاح کی مذکورہ بالا تصریحات درج کر کے ان سے امام نووی رحمہ اللہ علیہ کا اختلاف ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"میں اس باب میں حافظ ابن الصّلاح کی تائید کرتا ہوں، اس سلسلہ میں انھوں نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ صحیح ہے"۔

اس کے بعد شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"احادیث کے وہ مجموعے جن کو اُمّت نے قبولیت کا مقام بخشا ہے، ان کی احادیث کے قطعی الصحت ہونے کا فتوی ائمۂ دین کی متعدد جماعتوں سے ثابت ہے، جیسا کہ قاضی عبدالوہاب مالکی اور شوافع میں سے شیخ ابوحامد الاسفرائنی، قاضی ابوطیب طبری، شیخ ابواسحاق شیرازی، اور حنابلہ میں ابن حامد، ابولیلیا بن الفراء، ابوالخطاب ابن الزاغونی اور علماء حنفیہ میں سے شمسُ الائمہ سرخسی رحمہ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔نیز اشعریہ میں اکثر علماء کلام اور ان کے سوا ابواسحاق اسفرائنی اور ابن فورک وغیرہ کا یہی مذہب ہے".

آخر میں فرماتے ہیں:

وهو مذهب اهل الحدیث قاطبة ومذهب السلف عامة وهو یعنی ماذکر ابن الصلاح استنباط فوافق فیه هولاء الائمه (ص9_8_ طبع مصر)

یعنی تمام اہل حدیث اور سلف کا بالعموم یہی مذہب ہے اور حافظ ابن الصلاح کے قول کا یہی معنی ہے۔پس حافظ ابن الصّلاح کا قول ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمام ائمہ کے مطابق ہوگیا۔"

ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہم عرض کر رہے ہیں، وہ مولانا مودودی کے اس نازیبا حملے کے خلاف ہے کہ "حدیث کے بارے میں بڑے سے بڑا غلو کرنے والا بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ صحیح بخاری کی ساری کی ساری احادیث صحیح ہیں" ہم سمجھتے ہیں کہ یہ الفاظ نہ صرف یہ کہ علمی پایۂ تحقیق سے گرے ہوئے ہیں، بلکہ ائمہ دین، ماہرین علم حدیث اور بزرگانِ سلف کی تحقیر پر مشتمل ہیں--اب آپ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگوں کے اقوال ملاحظہ فرمائیے۔

4) حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ "حجۃ اللہ البالغہ" میں فرماتے:

الصحیحان فقد اتفق المحدثون علی ان جمیع مافیهما من المتصل المرفوع صحیح بالقطع وانهما متواتران الی مصنفیهما وانه من هون امرهما فهو مبتدع متبع غیر سبیل المومنین (134_ص جلد1)

ترجمہ: صحیحین کی ساری کی ساری روایاتِ متصلہ مرفوعہ پر محدّثین کا اجماع ہے اور وہ اس پر متفق ہیں کہ وہ سب کی سب قطعی طور پر صحیح ہیں۔ جو شخص ان کی اس اہمیت کو گرانا چاہتا ہے۔ وہ بدعتی ہے اور اہل ایمان کی راہ سے دُور جا رہا ہے۔"

5) زمانۂ قریب کے مشہور محقّق حضرت العلام سیّد انور شاہ دیوبندی رحمت اللہ علیہ کا ارشاد "فیض الباری" میں مذکور ہے کہ:

"حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ، علامہ سرخسی حنفی رحمہ اللہ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام ابن الصلاح وغیرہم محققین کی جماعت کی یہ تحقیق ہے کہ صحیحین کی حدیثیں قطعی الثبوت ہیں۔"

ان بزرگوں کی آراء کا ذکر کرنے کے بعد علّامہ دیوبندی اپنا فیصلہ صادر فرماتے ہیں:

ان رائیهم هو الرای (مقدمہ فیض الباری 45 ص جلد اوّل) یعنی ان کا فیصلہ ہی صحیح ہے۔

6) زمانۂ حاضر کے مصری علماء میں سے علامہ احمد شاکر لکھتے ہیں:

"عند أهل العلم الحدیث من المحققین ولمن اهتدی هدیهم وتبعهم علی بصیرة ان احادیث الصحیحین صحیحة کلها لیس فی واحد منهما مطعن ولا ضعف (حاشیہ الباعث الحثیث 22 ص)

"یعنی محقّقین علم حدیث اور اصحابِ بصیرت کے نزدیک بخاری و مسلم کی سب حدیثیں صحیح ہیں اور اُن میں کوئی ضعف نہیں ہے۔"

ہم اس مسئلہ پر اظہار رائے کے لئے اس بنا پر مجبور ہوئے ہیں کہ--صحیح بخاری کے باب میں اُمّتِ مسلمہ کے احساسات نہایت نازک ہیں، اور مولانا مودودی صاحب ایسے ذمہ دار محض کا جلسۂ عام میں اس کو غیر ذمہ دارانہ طور سے موضوع بنانا قطعی طور پر ناقابل برداشت ہے۔

ہمیں اگرچہ حدیث کے بارے میں مودودی صاحب کی علمی و فکری کمزوریوں کا احساس ہے اور ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ اس ضمن میں کن افکار کے حامل ہیں اور اہلِ سُنّت سے ان کی راہ کتنی مختلف ہے۔ تاہم حالات کی نزاکت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اس باب میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے اور کوئی ایسا اقدام نہ کرتے جس سے کہ ہمارے مشترک مفاد کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ لاحق ہوتا۔ لیکن اس کا کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علاج کہ۔

"عین اس وقت جبکہ تمام مکاتبِ فکر سے متعلق جماعتوں کا اتحادِ عمل میں لانے کی کوششیں ہو رہی ہیں انھوں نے ایک ایسے انداز سے کتبِ حدیث کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش شروع کر دی ہے جس سے مُنکرین حدیث کے مفاد کو تقویت پہونچتی ہے۔"

اور ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ بڑے سے بڑے منکرِ حدیث کو بھی یہ جُراءت نہیں ہوسکتی کہ وہ پبلک جلسہ میں یہ کہے کہ:

"کوئی شریف آدمی بخاری کی ساری احادیث کو صحیح نہیں کہہ سکتا۔" انا للہ وانا الیہ راجعون

ہم شاید خاموش رہتے اگر مولانا کی یہ رائے ان کی ذاتی رائے ہوتی۔لیکن یہ بات انھوں نے جماعتِ اسلامی کے ایک اجتماع عام میں کہی،اور اس میں انھوں نے اپنے نُقطۂ نظر کو اپنی تصنیفات کے ذریعہ سے سمجھنے کے لئے لوگوں سے اپیل کی کہ_وہ اُن کے لٹریچر کا مطالعہ کریں۔

اس لئے مولانا صاحب کی اس تقریر کو جو تہذیب ومتانت اور علمی پایۂ تحقیق سے گری ہوئی ہے،نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔اگر واقعی مولانا مودُودی صاحب کی یہ ذاتی رائے ہے اور جماعتِ اسلامی کا اس سے کوئی تعلق نہیں تو کیا جماعتِ اسلامی میں کوئی ایسا "رجل رشید" نہیں جو اس غلطی پر مولانا صاحب کو آگاہ کرسکے۔اور انھیں جرات کے ساتھ یہ کہہ سکے کہ وہ اس قسم کے خیالات کی اِشاعت کے لئے جماعت کا پلیٹ فارم استعمال نہ کریں اور ایسے لٹریچر کو جماعت اسلامی کے لٹریچر سے تعبیر کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جماعت اسلامی کے دین کا خلاصہ

از صوفی نذیر احمد کاشمیری

راقم نے سال گذشتہ "حقیقتِ دین، تجدید دین، اور تفرّقہ فی الدین" کے نام سے ایک کتاب شائع کی تھی اس میں ان تینوں کے فرق کو واضح کیا تھا۔ چونکہ جماعت اسلامی کے بانی نے بنیاد دین سے اس کے شاخ و برگ تک کو موجودہ دور کے کلّی سٹیٹ (TOLITARIAN STATE) کے نمونے پر مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے جس کے سبب دین کا ہر جزو اپنا مقام و معنویت کھو کر کچھ سے کچھ ہو گیا ہے، لہٰذا اس کتاب میں راقم نے اس ہمہ جہتی تحریفِ دین کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے اس پر ضروری تنقید بھی کی تھی، اور اس جماعت اور اس کے بانی کو دعوت دی تھی کہ وہ اس تنقید کی روشنی میں اپنے دین اور اس کی معکوس ترتیب پر غور کریں۔ امید تھی کہ جماعت اسلامی اور اس کے بانی اپنی فکری کجی کا اعتراف کرتے ہوئے اصل دین کو سرِ نو بلا تاویل قبول کر لیں گے اور دین کی نئی تعمیر کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ جماعت اسلامی کی طرح گزشتہ سو دو برسوں میں متعدّد فرقے بھی امتِ اسلامیہ کے اندر نکلے ہیں اور انھوں نے امّت سے باہر ہو کر اپنا اپنا آزاد مقام بنانے کی کوشش کی تھی۔

اسلام: اسلام، سابقہ مذاہب کی طرح، پہیلیوں، ضربُ الامثالوں، استعارات، واشارات و رموز و کنایات میں چھپا ہوا مذہب نہیں ہے، جسے ہر بدلے ہوئے ماحول میں نئے نئے شارحین و متکلمین کی ضرورت ہو، جو بدلے ہوئے حالات و ماحول کے مطابق دین کی نئی سے نئی شرح کرتے رہیں، مخالفتِ دین، ماحول کی ترمیم و تنسیخ اور کانٹ چھانٹ کر کے اسے دین کے غیر متبدّل اور ابدی اصولوں کے مطابق کرتے رہنا ایک بات ہے اور وہ مسلسل جہاد فی سبیل اللہ کا حصہ ہے وہ تجدید دین کا تسلسل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خود دین کو بدلتے ہوئے ماحول سے مطابق کئے جانے کی کوشش کی جائے، یہ تحریفِ دین کا سلسلہ ہے۔

اسلام تو دین بیّنات و محکمات ہے جس نے دین کے ایک ایک اصول کو وہ بیّن صورت دی ہے کہ جو تمام عوام و خواص کو یکساں سمجھ آسکے۔ حضرت رسول پاک نے اسلام کی اسی حیثیت کو واضح کرنے کے لئے اسلام کو "مِلَّةٌ سَهلَةٌ سَمحَةٌ بَيضَاءُ" (یہ ایک آسان، بامروّت اور روشن ملت ہے) فرمایا ہے۔ یورپ کے ایک شہرۂ آفاق مصنف (سپینگلر) نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب (BECLINE OF THE WEST) میں اسلام کی قبولیت عالمگیر کا سبب اس کے اسی صاف ستھرے پن اور عام فہم ہونے کو بتایا ہے، وہ اسلام کو بزورِ شمشیر پھیلانے کا انکار کرتا ہے۔ پھر رسول پاک نے اس دین کا جو عملی اسوۂ حسنہ قائم کیا ہے اور جس کا ایک ایک حرف اس طرح محفوظ کر دیا گیا ہے کہ اب اس دین کے نئے نئے احوال میں نئی تعبیرات و تشریحات کرنے کی کوئی بھی گنجائش نہیں ہے، اب تو صرف اتباع کا راستہ کھلا ہے۔

"لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا إِتِّبَاعِي"

موسیٰ بھی اگر زندہ ہوتے تو ان کے لئے میرے اتباع کے سوا کوئی گنجائش نہ ہوتی۔ (الحدیث) اتباع تو طے شدہ عملی نمونے کا ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ غیر متعیّن الماہیت کے پیچھے ٹامک ٹوئیاں کھانے کا نام نہیں، اتباع طے شدہ راستے پر چلنے کا نام ہے۔

اجتہاد کی ضرورت اور اس کی حدود: بلاشبہ ہر دور میں معاشرۂ انسانی کے لئے نئے نئے معاشرتی ومعاشی سوالات پیدا ہوتے رہیں گے اس لئے جس کائناتِ آب وگل میں ہم اپنا سفرِ حیات طے کر رہے ہیں وہ مبادیاتِ دین کی طرح غیر متبدّل اور ابدی دیرنگ نہیں ہے، وہ دنیائے تغیر وانقلاب ہے، لہٰذا انسانی زندگی کے جس پہلو کا دنیائے تغیر انقلاب سے تعلق ہے اس پہلو کے سامنے نئے سوالات کا آنا ایک طبعی حقیقت ہے اور ان سوالات کے جوابات مہیا کرنا علمائے ملت کا فرض ہے مگر اس کے یہ معنی نکالنا یا یہ گنجائش پیدا کرنا کہ ان چیزوں اور فروعی نوعیت کے سوالات کے پیشِ نظر ساری غیر متبدّل اساساتِ دین وایمان کی نئی سے نئی تعبیر وتشریح کی جائے جیسا کہ جماعت اسلامی کے بانی کا اندازِ فکر ہے، وہ یکسر باطل ہے جو دین کی غیر متبدّل ویقین پرور بنیادوں کو ایک سفسطہ بناڈالتا ہے اور یقین وایمان واذعان کے سوتوں کو بند کر دیتا ہے۔ سابقہ مذاہب کے ساتھ اہلِ ھوا نے یہی کچھ کیا تھا۔ اور دین بیّنات ومحکمات کے ساتھ جماعت اسلامی اور اس کے بانی یہی کچھ کر رہے ہیں۔ سابقہ مذاہب میں تو اس کی کسی نہ کسی حد تک گنجائش تھی اس لیے کہ اس کا اندازِ بیان، رموز وکنایات، اشارات واستعارات کا تھا مگر جب دین حق کو بیّنات ومحکمات کی شکل میں اپنی کامل شکل میں پیش کر دیا اور اس کے عملی اسوۂ حسنہ خاتم الانبیاء نے اپنے عمل سے بھی معیّن شکل وصورت دیدی اور اس سب ذخیرے کو ساری شیطانی بد دیانتوں کے مقابل اللہ پاک نے ہمیشہ کے لئے محفوظ بھی کر دیا اور اس کے ساتھ ہی "لاتزال طائفة من امتی ظاهرين على الحق" سے مسجّل کرتے ہوئے بحیثیت عمل متوارث کے بھی اسے محفوظ کر دیا تو اب ہر نئے دور کے لئے پورے دین کی نئی سے نئی تعبیر وتشریح کی گنجائش نکالنا قطعاً اغوائے شیطانی ہے، اخفائے حق ہے اور تحریف دین ہے، دین حق کو چھپانا ہے۔

جماعت اسلامی کا دین: جماعت اسلامی کے بانی نے تمام انبیاء کے متفقہ ومتحدہ اور غیر متبدّل دین کو موجودہ دَور کے کے کلّی سٹیٹ کا مترادف بتا کر اور امتِ اسلامیہ کو ابدی وغیر متبدّل دین سے ہٹا کر سابقہ امتوں کی طرح اغوائے شیطانی اور "سبیل متفرقہ" کے راستے ڈالنے کی جو کوشش شروع کر رکھی ہے، وہ بالکل گمراہی ہے۔ پھر اسی دن کو ایک غیر منقسم کلّیت قرار دے کر یہ بھی اعلان کر دیا ہے کہ "اس دین کو یا تو کل کا کل قبول کرنا ہوگا، یا کل کا کل رَدّ کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ کوئی تیسری راہ موجود نہیں ہے"۔ اور ساتھ ہی امتِ اسلامیہ کو للکار کر کھلے اسٹیج پر یہ بھی کہہ دیا ہے کہ دین کی اس مخصوص تعبیر اور صورت کو رَدّ کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسے اللہ پاک مغضوب یہود کی طرح اپنے عذابِ ذلت ورسوائی کے سپرد کر دے گا۔ (رودادِ جماعت اسلامی حصہ دوم ص 17/18)

مگر مندرجہ صدر تحریفات کے مقابل علمائے سنّت وآثار کا متفقہ طریق عمل امّت کے ظاہر وباطن کی طہارت وپاکیزگی وسادگی کو بحال رکھنے میں ایک مؤثر کام کرتا رہا ہے، اور ان کی وہی روش برابر جاری ہے۔

چند سوالات: کیا توحید خدا، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، ایمان بالآخرت وایمان بالرّسالت وایمان بالملائکہ اور تمام اخلاقی اقدار آج بھی اسی طرح مشہور ومعروف اور سب کو معلوم نہیں ہیں۔ جس طرح وہ دورِ رسالت ودورِ صحابہ ودورِ تابعین وتبع تابعین میں مشہور ومعروف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ومعلوم تھیں؟ کیا یہ سب کے سب وہ غیر متبدّل اصولِ دین نہیں ہے جنہیں ہر دور میں نہ صرف علمائے امت نے بلکہ خود امت نے اجماعی حیثیت سے فرائض مانا ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت مانا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ دین اسلام بیّنات ومحکمات کا وہ دین ہے جس کے اصول اور ان کو عملی اسوۂ حسنہ کبھی بھی خفا میں نہیں رہے گا۔ اگر چہ لاتعداد اہلِ ھوا اور دجّالین نے اپنی تشکیک وتذلیل وتحریف سے انہیں چھپانے اور بدل دینے کی انتھک کوششیں بھی ہمیشہ جاری رکھیں۔ آج امت کی اکثریت مطلقہ دین کے نام پر اور دینی حسنِ عقیدت کے ساتھ جن بدعات میں الجھا دی گئی ہے وہ سب کے لئے ایک معلوم حقیقت ہے لیکن وبائے عام کے ہوتے ہوئے بھی نوے فیصد ایسے ہوں گے جنہیں نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ وحشر ونشر کی فرضیت کا علم نہ ہو، لہٰذا اس دین بیّنات ومحکمات وفطرت انسانی کی آبیاری کرنے والے دین میں نئے نئے شارحین کی نہ تو ضرورت ہے نہ گنجائش۔ اس کے لئے صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کے اصول ومبادی کی بداہت ووضاحت میں فرق نہ آنے پائے اور اس پر امت کو عمل پیرا رکھنے کے لئے ایک صاحبِ استقامت گروہ ہر وقت موجود ہے۔" وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ "۔

مرکزی سوال: اب مرکزی سوال یہ ہے کہ مندرجہ صدر عالم آشکارا حقائق کی موجودگی میں وہ کون سا دین ہے جسے بانی جماعت اسلامی کے سرِ نو دریافت کر کے اس پر سرِ نو ایمان کو تازہ کیا تھا اور پھر اس کی تفصیلات معلوم کر کے اور اس پر مطمئن ہونے کے بعد ان کی طرف خود امتِ اسلامیہ کو قبول ورجوع کرنے کی دعوت دی تھی۔ یہ دعوت تو مبادیاتِ دین سے تمسّک کی دعوت ہرگز نہ تھی۔ بلکہ اس دعوت نے تمام مبادیات واصول دین کو امّت کی قرار دادِ مقاصد سے خارج کر کے انھیں حکومتِ قاہرہ کے لئے صرف ذرائع کا مقام دیا ہے اور اعلان کر دیا ہے کہ اگر وہ اصولِ قیامِ حکومت کے واحد نصبُ العین سے علیحدہ ہو کر کام کرتے ہیں تو عند اللہ انکا کوئی اجر نہ ہوگا۔

(تجدید واحیائے دین ص 24) (روداد جماعت اسلامی حصہ سوم ص 34)

ان کا یہ دعوی غلط ہے کہ امّت کے روایتی ونسلی دین میں ان کے لئے کوئی رہنمائی موجود نہ تھی، لہٰذا انھیں اس روایتی ونسلی ذخیرے کو نظر انداز کر کے دین کو بطور خود دریافت کرنا پڑا۔ اور پر تمام مبادیات واصولِ دین کے اظہار وبیان اور عالم آشکارا ہونے کے متعلق جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس پر نظر رکھ لی جائے اور بانی جماعت اسلامی کے اس دعوے کو غلط قرار دیا جائے۔

خاتم الانبیاء کا ایک صاف اعلان: اسلام صرف اسی حیثیت سے دین ظاہر وعالم آشکارا نہیں ہے کہ اس کی کتاب الاصول اور اس کا عملی اسوۂ حسنہ تاریخ دین ومذہب کا محفوظ ترین ریکارڈ ہے بلکہ اس کے عملی تسلسل اور عمل متواتر کے متعلق بھی خاتم الأنبیاء نے یہ اعلان کر کے تمام دجّالین ومدلّسین ومحرّفین اور متشکّکین کا راستہ بند کر دیا ہے، کہ

"لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ "

(میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم وثابت رہے گا۔ (الحدیث)

"لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ" میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی" (الحدیث)

دین کا سب اصولی ریکارڈ اور اس کا سارا عملی اسوۂ حسنہ محفوظ اور اسے لے کر چلنے والا ظاہرین علی الحق گروہ موجود، اس کے تمام اصول و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مبادیات سورج چاند کی طرح روشن۔ان سب حقائق کی موجودگی میں کسی شخص کا اعلان کرنا کہ اسے نسلی وروایتی دین میں حق کا کوئی پتہ نہیں چلا،لہٰذا اس نے بطور خود کتاب وسنت کو سامنے رکھ کر دین کو دریافت کیا اور اسی دین کی طرف دوسروں کو دعوت دینے کا آغاز کیا، سوائے اغوائے ابلیس کے اور کیا ہوسکتا ہے؟

بانی جماعت اسلامی کا کھلا اعلان: یہاں پر بانی جماعت کا ایک دوسرا بیان نقل کر دیا جاتا ہے تا کہ ان کے بطلان کے متعلق کسی شک کی کوئی گنجائش نہ رہے۔

"اس موقعہ پر نہایت وضاحت کے ساتھ ایک بات کہہ دینا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ اس قسم کی دعوت کا، جیسے ہماری دعوت ہے،کسی مسلمان قوم میں اٹھنا اس کو ایک بڑی سخت آزمائش میں ڈال دیتا ہے جب تک حق کے بعض منتشر اجزا باطل کی آمیزش کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ایک مسلمان قوم کے لئے اسے قبول نہ کرنے اور اس کا ساتھ نہ دینے کا ایک معقول عذر موجود رہتا ہے اور اس کا عذر قبول ہوتا رہتا ہے،مگر جب پورا حق بے نقاب ہو کر اپنی خالص صورت میں اس کے سامنے رکھ دیا جائے اور اس کی طرف اسلام کا دعویٰ رکھنے والی قوم کو دعوت دی جائے تو اس کے لئے ناگزیر ہو جاتا ہے کہ یا تو اس کا ساتھ دے اور اس خدمت کو انجام دینے کے لئے کھڑی ہو جائے جو اُمتِ مسلمہ کی پیدائش کی ایک ہی غرض ہے،یا نہیں تو اسے رَدّ کر کے وہی پوزیشن اختیار کرے جو اس سے پہلے یہود قوم اختیار کر چکی ہے۔اس صورت میں ان دو راہوں کے سوائے کسی تیسری راہ کی گنجائش اس کے لئے باقی نہیں رہتی"۔(رودادِ جماعت اسلامی حصہ دوم ص 17)

ضروری بات: بانی جماعت اسلامی کے اس بیان میں جس چیز کو واضح کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آج تک اسلامی دعوتیں چونکہ حق و باطل کی آمیزش کو لیکر چلتی تھیں لہٰذا اُمتِ مسلمہ انھیں رَدّ کرنے کے باعث عنداللہ ماخوذ ہونے سے بچ جاتی تھی۔لیکن بانی جماعت اسلامی نے حق کو اس طرح بے نقاب کر دیا ہے کہ اسے دین خالص کے سوائے کوئی دوسرا نام نہیں دیا جاسکتا لہٰذا اگر اسے اُمتِ مسلمہ رَد کرتی ہے تو اس کا انجام یہود کی طرح ہوگا۔اس بیان کے بعد چند سطور ایسی لکھی ہیں کہ جن سے وہ اپنی پیشین گوئی کو جھوٹا ہونے سے بچاتے محسوس ہوتے ہیں مگر پھر پوری تعلّی کے ساتھ وہ ذیل کا توضیحی اضافہ کرتے ہیں۔

"اب چونکہ یہ دعوت ہندوستان میں اٹھ چکی ہے اس لئے ہندی مسلمانوں کے لئے آزمائش کا وہ خطرناک لمحہ آہی گیا ہے،رہے دوسرے ممالک کے مسلمان تو ہم ان تک اپنی دعوت کو پہنچانے کی تیاری کر رہے ہیں۔اگر ہمیں اس کوشش میں کامیابی ہوگئی تو جہاں جہاں یہ پہنچے گی تو وہاں کے مسلمان بھی اس آزمائش میں پڑ جائیں گے"۔(رودادِ جماعت اسلامی حصہ دوم ص 18)

یہ حضرت دین بیّنات ومحکمات کو،اس کے عالم آشکارا اسوۂ حسنہ کو،اور سارے اصول ومبانی کو،نظرانداز کرتے ہوئے انہیں مبہم اور بے معنی قرار دیتے ہوئے اپنے باطل مزعومات کو اُمتِ مسلمہ کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ وہ یا تو اسے قبول کرے یا مغضوب یہود کے کٹہرے میں عذابِ الٰہی کے انتظار میں کھڑی ہو جائے اس کے لئے ان دو راہوں کے سوائے اور کوئی راستہ کھلا نہیں ہے۔

اب راقم،اس خانہ ساز دین کے بانی اور اس کی امّت کے سامنے اس دعوے کا جواب دعویٰ پیش کرتا ہے اور وہ یہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ"
جن لوگوں نے مومنین ومومنات کو آزمائش میں ڈالا پھر وہ اس سے تائب نہ ہوئے ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے، جلانے والا عذاب ہے"۔

دین وملّت: جسے قرآن مجید نے بیان کر دیا ہے جس خدائے واحد نے دین حق کے تمام اصول وبیّنات کو ہمیشہ کے لئے خود محفوظ کر دیا اور تا قیامت اسے عملی طور پر زندہ رکھنے اور چلانے کے لئے ایک "ظاھرین علی الحقّ" گروہ کو بھی معیّن کر دیا ہے۔اس سب سلسلے کو نسلی وروایتی دین قرار دیکر ایک طرف پھینک دینا اور بطور خود دین کے نام پر کچھ تخیّلا ت واہیہ جمع کر کے ان کی طرف امّت کو اور عالم انسانی کو دعوت دینا رسول کی مخالفت اور غیر سبیل المومنین کے اتباع کے علاوہ کیا ہے،جس طرح تو نے اپنے خود ساختہ بطلان کو دین خالص کا نام دیکر اور اس کی دعوت دیکر اپنی حجتِ واجفہ کو بخیال خود پورا کیا تھا،اب تیرے سامنے دین بیّنات ومحکمات کے سارے عالم آشکارا اصولوں کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے اللہ پاک کی حجّت بالغہ کو پورا کیا جاتا ہے۔لہٰذا اٹھ اور سنتِ آباء کے مطابق "رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ" اور "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ" کہتا ہوا اور خود ساختہ بطلان سے تائب ہوتا ہوا اصل دین،ظاہر و باہر دین،سارے علماء وصلحاء بلکہ کل امّت کے نزدیک مسلّمہ دین سے تمسّک کر،بلا شک وشبہ امّت کے عمل میں اس دین سے تمسّک کے بارے میں نہایت درجہ ضعف واضمحلال پیدا ہوا ہے اور اس کا علاج صرف یہ ہے کہ تمام مسلّماتِ دین وملت پر امتِ اسلامیہ کو عمل پیرا کرنے کی صورت کی جائے،نہ یہ کہ دین کے نام پر کچھ نئی قسم کی پہلیاں،استعارات ورموز وکنایات گھڑلی جائیں اور وقتاً فوقتاً ان کی نئی سے نئی تشریحات کی جائیں،اور مغالطات کا ایک اٹوٹ سماں باندھ دیا جائے۔اور اس کا نام "اصل حقیقی وبے نقاب" دین رکھا جائے۔

ایک واقعہ: کئی سال پہلے کا واقعہ ہے کہ میں نے۔PLATOSCRITRIM OF LIFE نام کی ایک کتاب پڑھی تھی۔ کتاب کے مصنف کا دعویٰ تھا کہ افلاطونِ الٰہی ساری انسانیت کا ہمیشہ کے لئے رہنما ہے مگر ضرورت اس کی ہے کہ ہر دور میں اس کی فکر کی رُوح کو سمجھ کر اس کی نئی تعبیر کر دی جائے۔جماعت اسلامی کے بانی کا اسلام کے متعلق بھی ایسا ہی خیال معلوم ہوتا ہے،ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ اسلام جوں کا توں قائم کرنا چاہتے ہیں مگر ان کا عمل ــ یہ ہے کہ وہ اس کے سارے حقائق ثابتہ پر ایک دبیز پردہ ڈال کر اس کی ایسی تشریح کرتے ہیں کہ وہ سب تخیّلا تِ فاسدہ کا ایک ذخیر محسوس ہوتا ہے۔پھر جس قدر اس سے کسی کا رابطہ پختہ ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ بیّنات ومحکماتِ دین سے بے ذوق ہوتا جاتا ہے اور اسے ہونا ہی چاہیے،اس لئے کہ اب یہ بیّنات ومحکمات وناقابل تغیر دینی اصول ان کی کتابِ دین میں قرار دادِ مقاصد سے خارج ہو کر ذرائع ورسائل کے خانے میں چست کئے گئے ہیں۔

ع   بود صاحب خانہ با میہماں نا میدھش

وہ تھا تو مالکِ مکان مگر میں نے اسے مہمان کی حیثیت دے دی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قادیانیت کا خروج: قادیانی صاحب کا امت و دین سے خروج اس وقت مکمل ہوا جب کہ ان کے خلیفہ دوم نے 1913ء میں جماعت کا ایک اجلاسِ عام کر کے یہ اعلان کیا کہ جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوے کو بلا تاویل قبول نہیں کرتا وہ دین اسلام کے دائرہ سے خارج ہے۔ قادیانی ٹولے کے اس دعوے کے بعد تو ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے صحابہ تو نعوذ باللہ محض مقدمۃ الجیش کی حیثیت رکھتے تھے اور مرکزِ رسالت بعد میں قائم ہونے والا تھا اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی تھا:

منم مسیح خدا و منم کلیم خدا　　منم محمد و احمد کہ مجتبٰی باشد

(ملفوظ مرزا غلام احمد قادیانی)

اس موقعہ پر مجھے اسی 1913ء کا ایک واقعہ یاد آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے "اسلام کے عمرانی نظام" پر علی گڑھ محمڈن کالج میں لیکچر دیتے ہوئے یہ اظہار کیا تھا کہ اگر آج کوئی فرقہ اسلام کی مؤثر خدمت کر رہا ہے تو وہ قادیانی فرقہ ہے"۔ یا پھر جب اس فرقہ کی مضرتیں ظاہر ہوتی گئیں تو پھر یہی ملت پرور شاعر تھا جس نے پورے بیس برس بعد 1933ء میں قادیانیت کو خارج از اسلام قرار دینے کی مہم چلائی اور اللہ پاک نے اسے اس مہم میں کامیاب کیا۔

افادیت: خارجی افادیت ہر وقت اور ہر ماحول میں بدلتے رہنے والا ایک سایہ ہے جسے وہ کسی صورت دین کے غیر متبدّل اور ابدی اصولوں کی طرح بنائے دعوت ہرگز نہیں بنایا جا سکتا اور اگر کسی گروہ نے یہ حرکت کی تو وہ فوراً دین کے دائرے سے باہر ہو کر دجل و تلبیس کے دائرے میں داخل ہو گیا۔ لہٰذا اس افادیت کو بنائے دعوت بنانا حرام ہے۔

بنائے دعوت تو صرف غیر متبدّل محکمات و بیّنات و اصول دین ہیں۔ یہی وہ ابدی بنیادیں ہیں جن کی طرف ہر ماحول اور ہر زمانے میں دعوت دیتے رہنا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی کل حقیقت ہے۔ وہ بنیاد و اساسِ دین کو ہر دم طاقت پہنچاتی ہے، اسے مستحکم و پائیدار رکھتی ہے اور اسی مشن کے لئے ہر فردِ مسلم اپنی اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق مامور من اللہ ہے۔

"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ"

تم سب امتوں سے بہتر امت ہو تمہیں کائنات انسانی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر تمہارا واحد مشن ہے"۔

اب اپنی قوت فیصلہ کو بحال کرتے ہوئے تمام علمائے قوم اور صلحائے امت کو فیصلہ کرنا پڑیگا کہ جماعت اسلامی اور ان کے بانی مسلّماتِ دین اور وحدتِ دین و امّت کے داعی ہیں یا وہ ملّت کے اندر، رنگ رنگ کے تفرّقے رائج کرنے والا ایک نیا بدعتی ٹولہ ہے جو ہر نئے محاذ پر نیا رنگ و روپ اختیار کرتا ہوا اوہام و شکوک و تفرّقہ فی الدین کی مہم میں مشغول ہے۔

"وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ"

کلمہ خبیثہ کی مثال اس شجر خبیثہ کی مثال ہے، ہے جو زمین کے اوپر اوپر دکھائی دیتا رہتا ہے جس کی پائیدار بنیاد نہیں ہے، اللہ پاک مومنوں کو پائیدار قول (غیر متبدل اصول و مبادی دین) سے دنیا میں اور عاقبت میں ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو گمراہ کرتا ہے، اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

"لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ"

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم وثابت رہے گا۔

منافقانہ روش: "اسلام کی ساری روح خدائے واحد القہار کی حاکمیت ہے"۔ (تجدید واحیائے دین ص 30)

یہ اعتقاد قطعاً موجودہ دور کی کلّی ریاست کا چربہ ہے جسے دین سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ سارا تصوّر یورپ کے اپنے سب اجتماعی کاروبار کو لادینیت کی بنیادوں پر چلانے سے ابھرا ہے، یورپ کا یہ لادینی تصوّرِ ریاست جو ریاست کی قاہریت پر مبنی ہے۔ دین ومذہب کی کل نفی پر مبنی ہے۔ وہ آج تک کی تاریخ انسانی میں لاشریک لادینیت کا کامل ترین مظہر ہے اور موجودہ دور کے اس لادینیت کے مظہرِ کامل یعنی کلّی ریاست کو جماعت اسلامی کے بانی نے دین کا مترادف قرار دیکر اس کے لئے ایک شریعت کاملہ گھڑی ہے اس میں اس نے کتابِ دین کے پرسنل لاء کے بعض اجزاء کو بھی شامل کرلیا ہے تاکہ دین ومذہب کے ماننے والوں کو وہ باور کرا سکے، مگر حقیقت میں وہ ریاست کی قاہریت کا پجاری ہے اس نے موجودہ دور کی ریاستِ قاہرہ کو دین کا مترادف قرار دیکر اور اپنے من گھڑت اسلام کی روح خدائے واحد القہار کی حاکمیت کو اعلان کرنے کے بعد بنی نوع انسان کی تاریخ سے انقطاع کرتے ہوئے موجودہ دور کے ملاحدۂ مفکّرین کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑ لیا ہے۔ اس نے اپنی کتاب تجدید واحیائے دین میں جس مقام پر موجودہ یورپ کے مُلحد مفکّرین کا ذکر کیا ہے اور دو درجن مُلحدین کے نام لیکر یہ بتایا ہے کہ انھوں نے کس طرح مختلف مکاتبِ فکر کو جنم دے کر دنیا کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ وہاں وہ یاس وقنوطیت کا مجسّمہ بن کر یہ بات کہتا ہے کہ یہ کام مسلم اقوام سے نہ ہوسکا اور وہ ناکامی کے گڑھے میں گر گئے۔ اور اب وہ یہی خدمت انجام دینے کی فکر کر رہا ہے اور اس کی تیاری کرنے کے لئے اس نے سارے کے سارے مبادیات واصولِ دین کے تمام حقیقی معانی کو بدل دیا ہے، اس لئے کہ جب تک مسلم اقوام یورپ کے مُلحدین کی طرح اپنی اساسِ فکر کو نہیں بدلتیں تب تک وہ کسی صورت غیر مسلم اقوام عالم پر اپنی فوقیت قائم نہیں کرسکتیں۔ اس لئے یہ کہنا حق ہے کہ اس نے طریق انبیاء پر کام کرنے کا جو پراپیگنڈہ کیا ہے وہ یکسر فریب ہے۔ حقیقت میں اس کے ماڈل، آزاد وملحد مفکّرین ہیں، جنھوں نے مختلف پہلوؤں سے کائنات کو ایک منطقیانہ نظام کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ راقم علمائے امت کو اس گورکھ دھندے میں ہرگز الجھانا نہیں چاہتا ہے یہ بات _دینی مقصد کے خلاف ہوگی۔ مگر_ ہر دینی طالب علم سے یہ درخواست کرتا ہے کہ وہ اس شخص کی دو باتوں کو ازبر کرلے۔ ایک یہ کہ دین کا لفظ اپنے حقیقی معنیٰ میں موجودہ دور کے کلّی وقاہرانہ ریاست کے ہم معنیٰ ہے۔ دوسری یہ کہ اس کے نزدیک اسلام کی ساری کی ساری روح خدائے واحد القہار کی حاکمیت ہے۔ گویا اس کے واحد القہار خدا نے نوعِ انسان کے لئے جو دین مقرر کیا ہے وہ ریاستِ قاہرہ ہے، آگے چل کر جو تہذیب وتمدّن اور جو معاشرہ جنم لے گا وہ تہذیب وتمدّن اور معاشرے میں قہرِ خداوندی کا مظہر ہوگا۔ اس نظامِ فکر کے تحت اور کچھ نہیں سکتا۔

سنّت وبدعت کا امتیاز: جس بات نے تیرہ سو برس سے زیادہ عرصے کی روحانی، متکلّمانہ اور سیاسی دھاندلیوں کے باوجود اصولِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دین اور اسوۂ کاملۂ خاتم الانبیاء کی تابانی وسادگی وعام فہمی کو بحال رکھا ہے وہ حضرت سرورِکائنات کا ذیل کا اعلانِ عام ہے جسے آج بھی تمام مساجد ومنابر سے ایک اجتماعی عمل کی حیثیت سے دہرایا جاتا ہے۔

"أَلَا إِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ"۔

اس خطبہ مسنونہ نے تمام خیر وفلاح کو کتاب اللہ اور اسوۂ محمد رسول اللہ میں اثباتی رنگ میں جمع کرتے ہوئے سب شر وفساد کو دین کے نام پر نئی نئی کی پیدا ہونے والی رسوم میں محدود کر دیا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جس وقت بھی علمائے ملت اسلامیہ نے حضرت خاتم الانبیاء کی ان معیّن کردہ حدودِ دین کو پوری ذمہ داری سے تسلیم کرتے ہوئے اُمتِ عالمگیر کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا، وہ دن وحدتِ ملت اسلامیہ سے گذر کر عالمگیر اتحادِ انسانی کا کامیاب آغاز ہوگا۔

جماعت اسلامی کا کردار: 1971ء کے پاکستانی الیکشن میں جماعت اسلامی کی شکست کے بعد بانی جماعت اسلامی نے اپنی شکست کی یہ توجیہہ پیش کی کہ عین الیکشن کے دوران علماء ومشائخ نے جماعت پر یہ اتّہام وبہتان باندھا اور اسے عوام کے سامنے پیش کیا کہ دیکھو اگر یہ جماعت کامیاب ہوگئی تو پھر وہ نجد وحجاز کے وہابیوں کی طرح تیجے، چوتھے، عُرس وقوالی، وشب برأت وشب معراج کی ساری رسوم کو ختم کر دے گی۔ اونچی قبروں کو اور قبّوں کو مسمار کر دے گی۔ جماعت اسلامی کے بانی کا یہ اعلان تھا کہ یہ سب باتیں جماعت پر ایک بہتان تھا، انھوں نے مزید انکشاف یہ بھی کیا کہ ان کی جماعت میں اہلِ بدعت واہلِ سنت وآثار سبھی قسم کے لوگ ہیں اور ان پر یہ شرط لاگو ہے کہ جماعت کے اندر داخل ہونے کے بعد بدعت وسنّت قسم کے مسائل میں ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کر سکتے۔ وہ بجائے خود اپنے اپنے مسلک پر عمل کرنے پر آزاد ہوں گے مگر وہ افہام وتفہیم کے ذریعے ایک دوسرے کو ہم خیال کرنے کا حق نہیں رکھتے۔

حقیقت میں یہ پابندی اہلِ سنت وآثار پر تھی کہ دیکھو اب وقت آگیا ہے کہ سنت وبدعت کے امتیاز کو ایک طرف کرتے ہوئے اقتدارِ حکومت پر قبضہ کیا جائے اس لئے دین کی کل غرض یہی ہے چونکہ یہ ٹولہ دین کو ریاست کے ہم معنیٰ قرار دے چکا تھا لہٰذا جماعت اسلامی کے بانی کا یہ اعلان عین اس کے مطابق تھا، ان لوگوں کے دین کو قہارِ ریاست کے ہم معنی قرار دینے میں آپ کذّاب کہہ سکتے ہے اور یہ صحیح بھی ہے اس لئے تمام انبیاء وصدّیقین وشہداء وصالحین میں سے کم سے کم سو میں سے ننانوے کو ہمہ گیر ریاست تو کیا مطلق ریاست قائم کرنے کا موقعہ بھی نہیں ملا، لہٰذا جامع ریاست کو دین کا ہم معنیٰ بتانا ان تمام انبیاء وصدّیقین وشہداء وصالحین کو حقیقی مقصد کے حصول میں ناکام ترین گروہ قرار دینے کے سوائے کوئی چارہ نہیں رہتا لہٰذا جو گروہ دین کی کل غایت سیاسی اقتدارِ اعلیٰ کا حصول بتاتا ہے اسے کذّابوں کا گروہ قرار دینے کے سوائے کوئی چارہ نہیں ہے لیکن اگر آپ انھیں اصل مقصد میں صحیح مان لیں تو پھر وہ اس مقصد کے حصول کے لئے دین کے سارے مسلّمہ شعائر کے ساتھ جو سلوک وقتاً فوقتاً ضروری سمجھیں، کر سکتے ہیں۔

ایک مثال: وہ حقیقت میں موجودہ مادّی تہذیب کے سب تغیرات وتضادوں کا مجموعہ میں موجودہ مادّی تہذیب، جس کا سب سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کامل مظہر موجودہ دور کی ہمہ گیر ریاست ہے اور جسے بانی جماعت اسلامی "الدین الکامل" کا مظہرِ اتم قرار دے کر ساری کتابِ دین کی تشریح اس مفروضے کی بنیاد پر کرتے ہیں۔ ماضی کی باطنیت آفریدہ تہذیبوں کا مکمل تاریخی رَدِّعمل ہے۔ باطنیہ تہذیبوں کی نمایاں ترین خصوصیت جمود و زمین گیری تھی تو موجودہ مادّی تہذیب کی خصوصیت حرکتِ مسلسل اور آسمان پردازی ہے۔

سُکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

اس تہذیب کی کوئی پائیدار اساس نہیں ہے اس کا مذہب تجدّد (MODERNITY) ہے اسے سیاسی زبان میں رنگ بدلی، دل بدلی اور موقع پرستی کہا جاتا ہے اور ہمارے ہاں اس کے ماہرِ خصوصی بانی جماعت اسلامی اور ان کی جماعت ہے اور چونکہ وہ یہ ڈرامہ مذہب کی سرزمین پر اسٹیج کر رہے ہیں اور دین و مذہب کی ساری بنیاد و اخلاقی اور روحانی قدریں ہیں جو پائیدار و ابدی ہیں، لہٰذا پھٹکار، رسوائی، ناکامی ان کا مقدّر رہے اور ہوگا۔ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔

"فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝"

اے نبی صل اللہ علیہ وسلم اپنی پوری ہستی کو پوری یکسوئی کے ساتھ دین کی طرف متوجہ کر دے یہ وہ فطرتِ انسانی ہے جس پر اللہ پاک نے انسانوں کو پیدا کیا ہے جو ناقابل تغیر ہے اور جو تنہا دین قیّم ہے مگر جسے بہت سے لوگ (سارے منطقی، سارے فلسفی اور سارے وہ آزاد مفکرین اس میں شامل ہیں جن کی گرفت اخلاقی و روحانی غیر متبدل اقدار پر نہیں ہے) نہیں جانتے"۔

فسادِ انسانی کے بانی ائمہ ضلالت ہیں۔

بانی جماعت اسلامی نے اپنی کتاب "تجدید و احیائے دین" میں ان ملحد مفکرین کا نام لے لے کر جہاں ان کا ذکر کیا ہے وہاں وہ ایک یاس و قنوطیت زدہ انداز میں چلّا اٹھے ہیں کہ یہی آزاد و مکاتبِ فکر کا ابھرنا مغرب کی ساری کامیابیوں کی بنیاد تھی اور افسوس کہ یہی کام مسلمانوں سے نہ ہوسکا۔ انسانی معاشرے کی پائیدار بنیادوں کا انکار کر کے یا انھیں نظر انداز کر کے گزشتہ چند صدیوں میں یورپ میں جو فکری و عملی حرکت پیدا ہوئی ہے موجودہ مغربی تہذیب اسی کا نتیجہ ہے اس کا سر پاؤں سے اور دماغ دل سے ہر وقت ایک تصادم کی حالت میں رہتا ہے یہ بے بنیادی اور یہ تصادم مسلسل اسے کسی وقت بھی پیوند زمین کر سکتا ہے۔ جماعت اسلامی کے بانی نے اسی بے بنیاد اور ہر وقت ایک مسلسل تغیر میں رہنے والی تہذیب کی دینی تعبیر کی ہے اور سر سے پاؤں تک وہ بدترین نفاق کا مجسّمہ بن گئے ہیں۔ بلاشبہ بانی جماعت اسلامی کی تحریرات میں بھی نماز، روزے، زکوٰۃ و حج وغیرہ کا بار بار ذکر آتا ہے مگر ان کے نظامِ فکر میں ان چیزوں کو قرار دادِ مقاصد کی فہرست میں نہیں بلکہ ذرائع دین کی فہرست میں جگہ دی گئی۔ ان کے ہاں نماز کی صرف یہ حیثیت ہے کہ وہ اس سکون یکسوئی کو پیدا کرتی ہے جس سے قیامِ حکومت میں مدد ملتی ہے۔ (اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوئی ص 36)

اگر ان مرکزی شعائرِ دین کا (جو جماعت کے دین میں صرف ذرائع کی فہرست میں دیئے گئے ہیں) قیامِ حکومت کی کشمکش سے شعوری تعلق نہیں ہے تو عنداللہ ان کا کوئی اجر نہیں ہے۔ (رودادِ جماعت اسلامی حصہ سوم ص 32)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنیادی کجی: جماعت اسلامی کے بانی کی بنیادی کج فکری و الحادیہ ہے کہ انہوں نے دین کو کلّی ریاست کا مترادف قرار دیکر باقی سب اصول ومبادیات وشعائرِ دین کی قدر و قیمت اسی دین کی روشنی میں مقرر کی ہے اور تمام حقیقی مقاصد کو ذرائع کا اور ذرائع بعیدہ کو مقصد کا درجہ دیکر ساری کتابِ دین کے شیرازے کو اُدھیڑ کر اس کے اوراق کو منتشر کر دیا ہے۔

ریاست: ریاست کو کتاب دین میں اگر کوئی حیثیت حاصل ہے تو وہ صرف اس قدر ہے کہ وہ دینی معاشرے کے لئے ایک خارجی شہر پناہ یا فصیل ہے۔ تاریخ میں ہزاروں بلکہ لاکھوں انبیاء وصدیقین، شہداء وصالحین ایسے گزرے ہیں جنھیں یہ شہر پناہ بنانے کا موقع ہی نہیں آیا، اس کے باوجود وہ انسانی معاشرے کے لاریب مصلحین قرار پائے ہیں۔ دنیا میں لاکھوں جبارین وقہارین ایسے گزرے ہیں کہ انھوں نے بڑی بڑی قہار و منظّم ریاستوں کو قائم کیا ہے مگر انھیں کسی صورت مصلحین اِنسانیت میں شمار کرنے کا کوئی امکان نہیں، لہذا اگر ریاست دین کا مرکزی جزو ہوتی تو نعوذ باللہ انبیاء وصدّیقین کو تو تاریخ کے ناکام افراد، اور جبّارین تاریخ کو کامیاب گروہ قرار دیا جاتا، لہٰذا فی الجملہ قسم کی ریاست کو دین کے ذرائع بعیدہ میں شمار کرنے کی تو گنجائش ہے مگر اسے مرکزِ دین یا کُل دین قرار دینا جیسا کہ جماعت اسلامی کے بانی نے کیا ہے اور جیسا کہ ان کے اس ذاتی دریافت کردہ دین کو تسلیم کرنے والی جماعت کر رہی ہے قطعاً بے دینی ہے۔ اور اسے طریق انبیاء بتانا ایک فریب ہے۔ وہ دین اور حیاتِ طیّبہ کے نام پر امت کو اور انسانیت کو ایک ہلاکت انگیز سراب میں لے جا رہے ہیں وہ سہل وسادہ روشن اور تمام عام وخاص کو سمجھ آجانے والے دین کو ایک چیستاں خیال بنا کر تاریخِ دین کے ساتھ ایک عظیم خیانت وغداری کر رہے ہیں۔ وہ صحابہ تابعین وتبع تابعین وتمام مسلّمات صالحین کو نظر انداز کرتے ہوئے دین کو لفظی کج بحثیوں کے ذریعے پھر سے جہلائے عرب سے مربوط کر رہے ہیں اور دوسری طرف سنت و بدعت کے امتیاز کو ختم کر کے تاریخ کی سب مُشرکانہ رسوم و بدعات کو زندہ کر رہے ہیں۔ وہ یہ اعلان کر کے کہ دین ایک ناقابل تقسیم کُل ہے جسے یا تو سب کا سب لینا ہوگا یا سب کا سب رَدّ کرنا ہوگا۔ مبلغین حق کی راہزنی کر رہے ہیں اور "بلّغوا عنّی ولو آیۃ" کی تکذیب کر رہے ہیں۔

اب اس موقعہ پر بانی جماعت اسلامی کے ابتدائی دعوے کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک وقت تھا کہ وہ خود بھی نسلی اور روایتی دین پر عمل پیرا تھے۔ پھر جب ہوش آیا تو انہیں محسوس ہوا کہ یہ تو آباو اجداد کی رسوم کی نقالی ہے، اس کے بعد انھوں نے بطور خود کتاب وسنّت پر غور شروع کیا اور دین کی حقیقت کو دریافت کیا۔ اس پر خود ایمان لائے اور پھر دین کے تفصیلی نظام کو سمجھا اور جب وہ اس حیثیت سے بھی مطمئن ہو گئے تو پھر انھوں نے اپنے خود دریافت کردہ دینی نظام کی طرف دوسروں کو بھی دعوت دینے کا آغاز کیا۔

محض جھوٹ اور افتراء: یہ محض جھوٹ اور افتراء ہے کہ روایتی ونسلی دین میں رسوم آباء کی بھیڑ چال کے سوائے کچھ نہ تھی۔ ایمان باللہ، ایمان بالآخرت، ایمان بالرسالت، ایمان بالملائکہ وایمان بالکتب اور نماز، روزہ، زکوۃ وحج اور تمام اخلاقی اصول واقدار اس وقت میں دیسی ہی جانی پہچانی ہوئی حقیقتیں تھیں جس طرح وہ زمانہ رسالت وزمانہ صحابہ وتابعین وتبع تابعین میں تھیں اور اس کا ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک حروف محفوظ تھا۔ رہا عملی تسلسل دین، تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ تا قیامت صالحین اُمت کے ذریعہ جاری رہے گا۔ اللہ کے رسول صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور پورے تواتر کے ساتھ وہ محفوظ ہے کہ "لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ" میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر پورے ظہور کے ساتھ ثابت قدم رہے گا، ان سے کنارہ کشی کرنے والا کوئی شخص اور گروہ انھیں ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔" اس روایتی حفاظت اور اس عملی تسلسل کے ہوتے ہوئے کسی کا یہ دعویٰ کے روایتی و نسلی دین میں اسے کچھ بھی نہیں ملا۔ کتابِ دین و تسلسل دین پر ایک جھوٹی تہمت ہے جس سے ہزاروں سے گزر کر لاکھوں کے ایمان متزلزل ہو سکتے ہیں۔ جسے دین کی طرف اپنی ہدایت جوئی کے لئے توجّہ کرنا ہے۔ اس کے لئے تو یہ دین بیّنات و معروفات کا ایک لاریب مجموعہ ہے۔ اور جس کے سامنے ایمان و عملی استواری ہی نہ ہو بلکہ دین کو ایک منطقیانہ نظام کی صورت میں دیکھنا اور دکھانا ہو وہ بلا شبہ سنّتِ انبیاء کا دشمن ہے اگر چہ وہ اتباع انبیاء کے سلوگن کو رات دن دہراتا رہے، بلکہ وہ اس طرح سچ مچ اتباع کرنے والوں سے لوگوں کی توجہ ہٹا کر اپنے اوہام و خُرافات کو ان سے منوانا چاہتا ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ کی عدم موجودگی میں سامری نے کیا تھا۔ بانی جماعت اسلامی ایمانِ کامل فی الجملہ اور ایمانِ ضعیف میں، اسلامِ کامل فی الجملہ اسلام اور کم سے کم اسلام کی حدود کو مسمار کرتا ہوا دین، ایک منطقیانہ کُلّیت کی حیثیت سے پیش کرتا ہے اور جو لوگ اسے اس باطل معیار پر صحیح اترتے دکھائی نہیں دیتے، انھیں بدترین منافق کا لقب دیتا ہے اور انہیں اپنے تخیّلات سے ہم آہنگ ہونے کی دعوت دیتا ہے اور بصورتِ عدم انہیں مغضوب یہود کا مقام دے کر دائرۂ دین و امت سے یکسر باہر کر دیتا ہے۔ تا کہ وہ خدا کی حجّت کی حیثیت سے بنی نوع انسانی کے سامنے شھداء علی الناس رہے۔

"بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۸۱

"بلا شک جس نے بدی کا کاروبار کیا یہاں تک کہ بدی نے اس کا احاطہ کر لیا، یہ لوگ اصحاب النار ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

یہ لوگ ریاست کی قاہریت کے خیمہ کے اندر بیٹھ کر بالکل اس اجتماعی منافقت کا کاروبار کرتے ہیں جسے میکیاولی اِزم کے سوائے اور کوئی لفظ پوری طرح ظاہر نہیں کر سکتا۔ اس قاہریت اور اجتماعی منافقت میں مقامِ فنا حاصل کر لینے کے بعد یہ گروہ رحمتِ خداوندی سے اتنا ہی دور ہو گیا جس حد تک بنی نوعِ انسان کو پہنچا ننے کا ابلیس لعین نے خدا کے سامنے دعویٰ کیا تھا اور جس کے جواب میں اللہ پاک نے اسے جواب دیا تھا کہ "میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ حاصل نہ ہو گا"۔

بانی جماعت اسلامی نے "اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے" کے عنوان پر 1941ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ایک لیکچر دیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مسلم لیگ نے کانگریس کے قومیت متحدہ کے اصول کو رَدّ کرتے ہوئے تمام مسلمانانِ ہند خاص کر ان کے تعلیم یافتہ گروہ کو اپنے جھنڈے تلے جمع کر لیا تھا۔ اس سال مسلم لیگ نے قیامِ پاکستان کو مسلمانانِ ہند کا واحد نصب العین قرار دیا اور بانی جماعت اسلامی مسلمانوں کی اس اجتماعیت سے پریشان تھے۔ وہ نہ معلوم کب سے اسلام کے نام پر مسلمانوں میں اپنے افکارِ باطلہ کو رواج دینے کی آس لگائے بیٹھے تھے اور جب انہوں نے یہ دیکھا کہ اسلام کے نام پر مسلمانوں کی ایک مضبوط تنظیم بن گئی ہے تو وہ اسے ختم کرنے پر تیار ہو گئے۔ ان کا کھلا اعلان تھا کہ اگر ایسا کوئی ملک بن گیا تو وہ اسلام کے لئے کفّار کی حکومت سے زیادہ مضر ہو گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے ص 25-26)

اس لیکچر میں انھوں نے اعلان کر دیا کہ اسلامی حکومت صرف طریق انبیاء پر قائم ہوتی ہے اور ساتھ ہی حضرت خاتم الانبیاء کی مکّی زندگی کا خلاصہ دیتے ہوئے مدنی زندگی کو بطور منطقی نتیجے کے پیش کر دیا اور کہا کہ یہ ہے حکومتِ اسلامی کے قیام کی واحد راہ۔

نرالی منطق: اس نے اس بات کی طرف اشارہ تک نہیں کیا کہ ایک نبی ایک فلاسفر کی طرح کوئی طے شدہ منصوبہ نہیں رکھتا بلکہ اللہ پاک بلا اس کی تمنا اور کوشش کے، اسے بطور خود دنیا کے سامنے اپنا پیغام پہنچانے کے لئے منتخب کرتا ہے اور اس کے مخاطبین کو حکم ہوتا ہے کہ وہ اس کی شخصی سماعت و اطاعت کریں۔ اس شخصی سماعت و اطاعت سے ایک امت وجود میں آتی ہے۔ لیکن امتوں کے دوسرے درجہ کے مصلحین و مجدّدین کے لئے تاسیس امت کا یہ حصہ ہرگز جائز نہیں۔ وہ اپنی سماعت و اطاعت کی دعوت دینے کے ہرگز مجاز نہیں ہوتے۔ وہ امت سازی کرنے کے ہرگز مجاز نہیں ہوتے۔ وہ زیادہ سے زیادہ تجدیدِ امت کرنے کے مجاز ہیں۔

اُمتِ اسلامی کے مجدّد اوّل حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے یہی کیا کہ صالحین امت کے مشورے سے معاشرہ اسلامی کو پھر وہ صورت دینے کی کامیاب کوشش کی جو صورت خلافتِ راشدہ کے زمانے سے حاصل تھی۔ اس میں وہ جس قدر کامیاب ہوئے اس کی مثال مشکل ہی سے تاریخ میں ملے گی۔

لیکن بانی جماعت اسلامی نے اسی لیکچر میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ایک "خطا کار" فرد قرار دیکر انہیں ایک ناکام انسان بتایا۔ "خطا کار" کا لفظ استعمال کرنے سے اس نے اجتناب کیا۔ صرف انہیں ایک "ناکام انسان" بتایا، حالانکہ بحیثیت ایک حکمران کے اڑھائی برس کے عرصے میں انھوں نے جو کامیابی حاصل کی اس کی کوئی مثال تاریخ کے اوراق میں موجود نہیں ہے لہٰذا انہیں ناکام کہنا تو محض ایک غلط بیانی ہے لیکن بانی جماعت اسلامی یہ کہنا چاہتے تھے کہ عمر بن عبدالعزیز "غلط کار" آدمی تھے اس لئے کہ انھوں نے تاسیس امت کے حصے میں حضرت خاتم الانبیاء کی مکّی زندگی کا اتباع نہیں کیا۔

یہ صاحب فرطِ غضب و تحاسد میں تاریخ کی مسلّمہ صداقتوں کا انکار کر رہے تھے اور اس طرح وہ غیر نبی افراد کے لئے شخصی سماعت و اطاعت کو اختیار کرتے ہوئے تفرقہ امت و دین کی راہ کھول رہے تھے، اس لئے کہ آگے چل کر وہ خود اپنے شخصی مزعومات کو لوگوں کے سامنے "الدین الکامل" کا نام دیکر دنیا کو اس کی سماعت و اطاعت کی دعوت دینے والے تھے وہ اپنی زندگی بھر کے بطلانوں کے لئے ایک بنائے باطل تیار کر رہے تھے۔

چونکہ 1941ء (جب کہ انھوں نے یہ لیکچر دیا تھا) سے 45ء کے عرصے میں پاکستان محض نصب العین کے درجے سے گزر کر ایک مادّی حقیقت بننے کے قریب ہو چکا تھا لہٰذا ان حضرت نے اپنی جماعت کا ہندوستان میں آخری اجلاس کیا۔ یہ اجلاس تین دن تک جاری رہا۔ اس کی ساری غرض یہ تھی کہ اپنے سابقہ تاسیسی موقف کو جماعت کے ذہنوں سے دھو کر انہیں کوئی نیا اور ممکن الحصول نصب العین دیں۔

تین دن کی دماغ شوئی" کے آخر پر انھوں نے "تحریکِ اسلامی کی اخلاقی بنیادیں" کے عنوان سے ایک مفصل لیکچر دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نام سے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ سچ مچ دینی اخلاقیات کی بنیادوں کا کوئی واضح خاکہ جماعت کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں تاکہ جماعت بے بنیاد ہو کر کہیں کی کہیں نہ نکل جائے مگر حقیقت میں وہ دینی کتاب الاخلاق کو ایک طرف پھینک کر میکیاولی کی اجتماعی منافقت کا راستہ کھول رہے تھے، وہ آنے والے حالات میں دینی اخلاقیات کی پابندی کرتے ہوئے اپنے کسی منصوبے کو پورا کرنا تو درکنار زندہ بھی نہ رکھ سکتے ہیں لہٰذا وہ اسی گمراہ کن عنوان کے ماتحت دینی اخلاق کو میکیاولی ازم سے بدلنے کی راہ صاف کر رہے تھے۔ لہٰذا انہوں نے تین دن کی دماغ شوئی کے بعد آخری اجلاس میں یہ اعلان کر دیا کہ ان کا اور ان کی جماعت کا ابتدا سے ایک ہی مقصد رہا ہے۔ اور وہ ہے امت میں قیادتِ صالحہ کا قیام، تاسیس امت و مکّی زندگی کے طریق انبیاء کے سابقہ سب دعاوی کی اس لیکچر میں بھنک تک محسوس نہیں ہوتی۔ نا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی قیادتِ صالحہ کے ماڈل کو اختیار کرنے کا اس میں پوری طرح پتہ چلتا ہے۔ بلکہ بلا اعترافِ گناہِ سابق وہ اس موقف کو اختیار کر رہے تھے، ان کی یہ اخلاقیت میکیاولی ازم کا مِلا جُلا آغاز تھا اور دینی اخلاقیات سے گریز کر کے مصلحت پرستی کی طرف قدمِ اول تھا۔

ان کے دین کی کُل حقیقت: ان کے دین کا اوپری ڈھانچہ اگر جبّار و قہّار کُلّی ریاست ہے جسے وہ دین کا مترادف قرار دے چکے ہیں تو ان کے دین کی روح (جسے نعوذ باللہ وہ اسلام کی روح قرار دیتے ہیں) خدائے واحد القہار کی حاکمیت ہے،

(تجدید و احیائے دین ص 30) وہ غضبِ قہرِ خداوندی کے ان دو کھمبوں کے درمیان بندھی ہوئی رسّی پر کب تک ناچ کر سکتے ہیں۔

الامام المہدی: اس آخری مجدّدِ امت کی جو تصویر بانی جماعت اسلامی نے کھینچی ہے۔

(تجدید دین و احیائے دین ص 54-55-56) وہ یہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے سب علوم و فنون اور سائنسز پر مجتہدانہ دسترس رکھتا ہوگا اور وہ نہایت درجہ جدید الوضع انسان ہوگا یہاں تک کہ اس کا صاف امکان ہے کہ اس کے وقت کے تمام علماء و صوفیاء اس کے مخالف ہو جائیں، وہ اپنی تنظیمی مہارت اور سب اسبابِ ظاہری کو ہمہ جہتی طور پر استعمال کرتا ہوا فاتح عالم ہوگا۔ کشف و کرامات اور کھلی ہوئی آسمانی بُرہان و تائیدات کا اس کے معاملے میں کوئی اثر نہ ہوگا"۔

اب اس مقام پر آپ خاتم الانبیاء اور ان کے رفقاء کا حلیہ بھی سامنے رکھ کر دیکھئے۔ قرآن مجید میں اس حلیے کو دو لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ "نبی امّی" اور "امۃ امیّون"۔ گویا بانی جماعت اسلامی کے تخیّل کا گھڑا ہوا یہ امام حضرتِ خاتم الانبیاء اور ان کی امت کی پوری پوری ضد ہوگا اور اس کا سارا تمسّک اسباب کی تنظیم سے ہوگا نہ کہ دعا و مناجات و قنوتِ نازلہ پر۔

اس کی نمایاں ترین خصوصیت یہ ہوگی کہ وہ ایک نئے مکتبِ فکر کا بانی ہوگا گویا قرآن و اسوۂ خاتم الانبیاء و اسوۂ صحابہ نبوی کوئی قابل ذکر مکتبِ فکر نہیں ہے کہ جماعت اسلامی اس سے تمسّک اور اس پر عمل پیرا ہونے کو فلاحِ انسانی کے لئے کافی جانیں۔ اس شخص کو دین، نام کی کسی چیز پر کوئی یقین نہیں ہے، وہ یورپ کے جدید ملاحدہ کی طرح تازہ بتازہ اور نو بہ نو نظاماتِ فکر گڑھنے اور ان کے نو بہ نو تجربے کرنے کا قائل ہے، یہی اس کے دین کامل کا تصور ہے وہ:

"وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دین خبیث کی مثال ایک ایسے خبیث درخت کی سی ہے جو زمین کے اوپر اوپر دکھائی دیتا ہے جسے کوئی پائیداری نہیں حاصل ہے، کا مصداق ہے۔ شیطانی وساوس کی جتنی ممکنہ شکلیں ہیں وہ اَبوزید سروجی کی طرح ان سب کی کامیاب ایکٹنگ کرتا ہے اور ہر موقعہ پر عوام سے داد لیتا ہوا اگلے اسٹیج کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔

اسلام بحیثیت ایک نظام فکر و عمل: جو لوگ مذہبی طریق ایمان وصالح کے بجائے دین کو ایک فکری نظام کی حیثیت سے سمجھنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ اِن شاء اللہ اس مختصر بیان میں انہیں مطمئن کرنے اور حدودِ الٰہی میں اپنے آپ کو رضا کارانہ طور پر محبوس رکھنے کا کافی سامان موجود ہے اور جن لوگوں کی غرض ذہنی عیاشی و راز جوئی ہے ان کے لئے قرآن مجید کا اعلان ہے کہ:

"لَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ"

"جس قوم کے پاس ایمان کی دولت نہیں ہے انھیں آیاتِ ارض وسماوی اور انبیاء کا انداز وتنبیہہ کوئی نفع نہیں دیتا"۔ جنھیں دولتِ ایمان حاصل ہے نا قابل ادراک وسعتوں پر پھیلی ہوئی یہ کائنات انہیں رحمت وعدلِ خداوندی کا ایک کارخانہ حکمت وتدبیر محسوس ہوتا ہے اور جو لوگ دولتِ ایمان سے محروم ہیں انھیں یہی کائنات مرگ و یاس کا ایک جلتا ہوا صحرا محسوس ہوتا ہے وہ اس کی ہم آہنگی کے بجائے اس میں ایک ابدی جنگِ اضداد کا سلسلہ محسوس کرتے ہیں۔

موجودہ لادینی مغربی فکر نے مذہبی روایت سے آزاد ہو کر جو تہذیب تعمیر کی ہے وہ کائنات کے اسی جنگِ اضداد کے تصوّر پر تعمیر ہوئی ہے۔ اس میں امن وسلامتی تعاون و باہمی خیر اندیشی کا نام ونشان نہیں ملتا۔ اس لادینی فکر اور اس لادینی تہذیب کا جو اثر مسلم معاشرے پر پڑا ہے اس کا ایک واضح نمونہ مودودی کا نظریہ ہے وہ سیاسی اقتدار پر قابض ہونے یا اس میں حصہ رسدی کرنے کے لئے تمام اخلاقی معیارات کو توڑ پھوڑ کر کچھ کا کچھ کرنے کو نہ صرف جائز بلکہ وقت پڑنے پر ضروری جانتے ہیں اور ظاہر و باطن کو ایک رکھنے والے جس خشک مُلّا کو دَل بدلی، رنگ بدلی اور موقع پرستی کا فن نہ آتا ہو اس کی گنجائش اس تحریک میں مطلق نہیں ہے۔

تلخیص: اس گروہ کے دین کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے خدا کا بنیادی تعارف حاکمیت واحد القہار ہے، ان کے دین کا مرکزی مفہوم یہ ہے کہ وہ حکومتِ قاہرہ ہے۔ اس حکومت کی نس نس میں جو روح خونِ حیات بن کر جاری وساری رہتی ہے وہ خدائے واحد القہار کی حاکمیت کی روح ہے اور اس کا مظہر کامل ریاستِ قاہرہ ہے۔ کائنات اور اس کے خالق کے اس تصوّر کو تسلیم کر لینے کے بعد کتابِ دین کے تمام وہ اصول ومحکمات کہ جو کتاب دین میں قرار دادِ مقاصد ہیں، مرکزی وکلیدی حیثیت رکھتے ہیں، مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ وحج اور تمام غیر متبدّل اخلاقی وروحانی قدریں، قرار دادِ مقاصد سے خارج ہو کر ذرائع کی فہرست میں آجاتے ہیں۔ ذرائع کا درجہ بھی انھیں محض رکھ رکھاؤ کی حیثیت میں دیا گیا ہے۔ یہ مذہبی دنیا کی اشک شوئی کا معاملہ ہے، ورنہ ان لوگوں کے دین (قاہرانہ ریاست) میں ان کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے کہ قاہرانہ ریاست کی اقامت کا ذریعہ محض تنظیم وانقلاب ہے۔ وہاں نماز، روزے، زکوٰۃ وحج جیسی ملکوتی الاصل چیزوں کو گھسیٹنا محض نمود ونمائش ونفاق ہے، اس کے لٹریچر میں آپ کو تحریک، نظام، انقلاب، کے الفاظ کی بے حد تکرار ملے گی، لیکن سارے دینی ذرائع مثلاً انذار وتبشیر، ترہیب وترغیب، تبلیغ وتذکیر، نصیحت وصدق واخلاص کا شاذ ونادر پتہ چلے گا۔ حالانکہ انسان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اخلاقی فطرت کو بیدار کرنے، اس کی تربیت کرنے اور اسے کمالِ مقدّر تک پہنچانے کے ذرائع صرف یہی ہیں۔ جبر و قہر و اکراہ سے اس اخلاقی فطرت کو دبایا تو جا سکتا ہے، اسے پروان نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جماعت اسلامی اور اُس کے بانی

از: حکیم ابوالحسن عبید اللہ خاں رحمانی

1) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے آخری نبی و رسول ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد قیامت تک کوئی دوسرا نبی یا رسول نہ آئے گا۔

2) اُمّت مسلمہ جسے قرآن میں "خیر اُمّت" و "امتوسطا" اور "شھداء علی النّاس" قرار دیا گیا ہے یہ آخری نبی کی آخری اُمّت ہے جس کے بعد قیامت تک کوئی دینی اُمّت بھی نہ ہوگی۔ (کیونکہ کسی نئی اُمّت کی تشکیل کوئی نیا نبی ہی کرسکتا ہے اور وہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد دوسرا کوئی ہو نہیں سکتا لہذا کوئی دوسری دینی اُمّت بھی اب قیامت تک قائم نہیں ہوسکتی)۔

3) قرآن پاک لفظاً و معنیً ہمیشہ کے لئے تحریف و تبدیل سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔

"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹

بے شک ہمیں ہیں اس نصیحت کو نازل کرنے والے اور یقیناً ہم ہی ہمیشہ اس کی حفاظت کرتے رہیں گے۔

4) جس طرح قرآن پاک کے الفاظ و معانی کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ پاک نے لے رکھی ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل و تقریر سے قرآن کی تشریح و توضیح کی ذمہ داری بھی خود حق تعالی نے لے لی ہے۔

"ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝۱۹ "پھر اس قرآن کے شرح و بیان کی ذمہ داری بھی ہمیں پر ہے"۔

5) تا قیامِ قیامت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رسالت کے تسلسل کے ساتھ اُمّتِ مُسلمہ اور اسلام کے تسلسل کو مربوط کر دیا گیا ہے (یعنی جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رسالت، وقت بعثت سے صبح قیامت تک پورے تسلسل کے ساتھ باقی رہے گی. اسی طرح آپ کا لایا ہوا دین آپ کی قائم کردہ اُمّت مُسلمہ بھی ہر دور میں، ہمہ وقت پورے تسلسل کے ساتھ قائم رہے گی تا کہ "شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ" کے مقصد کی انجام دہی ہو سکے۔

"لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ" (بخاری و مسلم)

برابر میری اُمّت کا ایک طبقہ اللہ کے دین پر قائم رہے گا۔ جو لوگ ان کا ساتھ چھوڑیں گے وہ انہیں کچھ نقصان نہ پہونچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آجائے اور وہ جماعت برابر اسی دین پر قائم رہے گی"۔

"لَا يَزَالُ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ حَتَّى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ"۔ (بخاری)

"میری اُمّت کے کچھ لوگ برابر غالب اور سربلند رہیں گے اور اللہ کے حکم یعنی قیامت آنے تک ان کی فتحیابی و سربلندی قائم رہے گی"۔

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي مَنْصُورِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ". (ترمذی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"میری امّت میں ایک گروہ برابر کامیاب و بامراد رہے گا اور ان کا ساتھ نہ دینے والے ان کو کچھ نقصان نہ پہونچا سکیں گے اور یہ صورت حال برابر قیامت تک جاری رہے گی"۔

"لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَوَّامَةً عَلَى أَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهَا مَنْ خَالَفَهَا". (ابن ماجہ)

"میری اُمّت میں ایک گروہ، برابر پوری شدّت کے ساتھ دین پر قائم رہے گا اور اس کے مخالف اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے"۔

"لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ"۔ (مستدرک حاکم)

"میری اُمّت کا ایک گروہ حق کے سلسلے میں ہمیشہ کامیاب وفتحیاب رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی؟"۔

"يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عُدُولُهُ يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ وَتَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ"۔ (بیہقی)

"ہر پچھلے دَور کے لوگوں میں سے اس کے عادل لوگ ہوتے رہیں گے جو دین میں غلو کرنے والوں کی تحریف، اہل باطل کی دروغ گوئی اور جاہلوں کی جاہلانہ تاویلات کو دین سے برابر دور کرتے رہیں گے"۔

6) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے ظہور کے بعد صرف آپ کے اتّباع کا راستہ کھلا رکھا گیا ہے۔ باقی نیا دین گڑھنے، نئی شریعتیں ایجاد کرنے اور نئی نئی اُمّتیں بنانے کی تمام راہیں قیامت تک کے لئے مسدود کر دی گئی ہیں، جیسا کہ ملّتِ اسلامیہ کے مسجدوں ومنبروں سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ تاریخی اعلان چودہ سو سال سے دُہرایا جارہا ہے۔

"أَلَا إِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ"۔

آگاہ رہو! سب سے بہتر کتاب اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہتر سیرت واسوہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور سب سے بُری چیز وہ ہے جو دین میں نئی نکالی گئی ہو اور دین کی ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے"۔

"لَوْ كَانَ موسىٰ حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا إِتِّبَاعِي"۔ (الحدیث) اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری پیروی کے بغیر چارۂ کار نہ تھا"

"وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوسَى فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ" (الحدیث)

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمہارے لئے موسیٰ ظاہر ہوں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگ جاؤ تو یقیناً تم راہ راست سے بھٹک جاؤ گے"۔

مذکورہ بالا چھ نکات مسئلۂ ختم رسالت ونبوّت سے قریبی تعلق رکھتے ہیں بلکہ ان کی حیثیت ختمِ رسالت کے لئے مبنی اور موقوف علیہ کی ہے لہٰذا ان نکات پر مکمل اتفاق کے بعد اب کیا فرماتے ہیں علمائے اُمّت اس مسئلہ میں کہ اگر اُس اُمّت کا کوئی فرد یا جماعت کھلے بندوں اس بات کا اعلان کر دے کہ قرآنِ حکیم اپنے نزول کے تھوڑے ہی عرصے بعد (خلافت راشدہ کے بعد) دنیا بھر کے لئے ناقابل فہم بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا تھا اور 'الٰہ' و 'رب'، 'دین'، و 'عبادت'، جیسے کلیدی الفاظ کے صحیح مفہوم سے نا آشنائی کی وجہ سے تقریباً تین چوتھائی قرآن معطل اور ناقابل فہم ہو کر رہ گیا تھا اور مسلسل بارہ تیرہ صدیوں تک یہی حالت قائم رہ گئی کہ دین اور عبادت کا صحیح مفہوم تک سمجھا نہ جا سکا۔ پھر شخص مذکور نے پورے تیرہ سو سال بعد ظاہر ہو کر دنیا کے سامنے قرآن کے ان کلیدی الفاظ کے حقیقی مفہوم کو پیش کر دیا جیسا کہ نزولِ قرآن کے وقت ان الفاظ سے یہ معانی مُراد لئے جاتے تھے (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، مصنّفہ ابو الاعلیٰ مودودی)

پھر یہی شخص اُمّتِ مُسلمہ کے متوارث و متداول دین کو "مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَائَنَا" کا مصداق قرار دیتے ہوئے، اپنے شخصی و ذاتی فہمِ قرآن کی بنیاد پر دین کا ایک نیا مفہوم متعین کرتا ہے کہ دین موجودہ دَور کی ریاستِ کلی کا نام ہے اور پھر اسی مفروضہ کی بُنیاد پر۔۔۔۔۔ ایک نئی اسلامی اُمّت کی تشکیل کرتا ہے۔ اور پھر اپنے خود ساختہ دین و اُمّت کے استقلال کا دعویٰ کرتے ہوئے پوری اُمّتِ مسلمہ کو یہ چیلنج کرتا ہے کہ یا تو وہ اس کے پیش کردہ دین و اُمّت سے پوری طرح ہم آہنگ ہو جائے یا پھر اسے ردّ کر کے وہی پوزیشن اختیار کر لے جس پر مغضوب علیہم یہود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو ردّ کر کے پہونچ گئے تھے۔ اب اس مدعی کا دعویٰ خود اس کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

"ایک وقت تھا کہ میں خود بھی روایتی و نسلی مذہبیت کا قائل تھا اور اس پر عمل پیرا تھا۔ پھر جب ہوش آیا تو محسوس ہوا کہ اس طرح محض "مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَائَنَا" کی پیروی ایک بے معنیٰ چیز ہے۔ آخر میں نے کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کی۔ اسلام کو سمجھا اور اس پر ایمان لایا۔ پھر آہستہ آہستہ اسلام کے مجموعی اور تفصیلی نظام کو سمجھنے اور معلوم کرنے کی کوشش کی۔ جب اس طرف سے اللہ پاک نے دل کو مطمئن کر دیا تو جس حق پر خود ایمان لایا تھا اس کی طرف دوسروں کو بھی دعوت کا سلسلہ شروع کر دیا۔" (روداد جماعت اسلامی حصہ اول ص 6_5)

شخصِ مذکور اور صاف اعتراف ہے کہ اس کا اختیار کردہ مذہب قرآن و سُنّت میں اس کی ذاتی فکر کا نتیجہ ہے اور جس مذہبیت کو "مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَائَنَا" کا مصداق قرار دے کر ترک کر دیا ہے وہ امت مسلمہ کا متوارث اور متداول دین ہے جس کی پیروی قرآن کے بموجب "اتباع سبیل المؤمنین" کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی۔ گویا قرآن کی تفسیر بالرائے کرنے والے اس شخص کے نزدیک اُمّت مسلمہ کا متداول و متوارث دین اور کفار و مشرکین کا متوارث دین دونوں ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں۔

اُمّت مسلمہ کا متوارث و متداول دین جو دورِ رسالت، دورِ صحابہ، دورِ تابعین اور دورِ ائمۂ سلف، فقہاء و محدّثین و مجتہدین سے لے کر آج تک پوری اُمّتِ مسلمہ کے مابین بالکل یکساں طور پر مسلم و معتمد ہے اور انشاء اللہ قیامت تک اسی طرح مسلم و متفق علیہ رہے گا"۔ وہ توحیدِ خدا (کلمۂ شہادت) روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، ایمان باللہ، ایمان بالرسالت، ایمان بالکتب، ایمان بالملائکہ اور ایمان بالآخرت کے سوا کچھ نہیں ہے اور اس متوارث دین کو ردّ کر کے شخص مذکور نے جس دین کو بطور خود دریافت کیا ہے اس کی حقیقت اس کے نزدیک ریاستِ کلّی اور حکومتِ قاہرہ کا قیام ہے اور اُمّتِ مسلمہ کا متوارث و متداول دین اس کی نظر و تحقیق میں صرف اصل دین (ان کے مخترع دین) کے قیام کا ایک ذریعہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلہ میں بھی اس کا ایک دعویٰ ملاحظہ فرمائیں:

"کہ اگر یہ جملہ عبادات جو صرف ذرائع کی حیثیت میں ہیں" ۔اگر اصولِ قیامِ حکومت کے واحد نصب العین سے علیٰحدہ ہو کر کام کرتے ہیں تو عنداللہ ان کا کوئی اجر نہ ہوگا۔" (تجدید واحیاء دین ص 24 وروداد جماعت اسلامی حصہ سوم ص 32)

اب اپنے نئے دریافت کردہ دین اور اس کی بُنیاد پر نئی تشکیل کردہ اُمّت کے استقلال کا دعویٰ کرتے ہوئے یہ مدعیِ اُمّت مسلمہ کو ان الفاظ میں چیلنج کرتا ہے:

"اس موقع پر میں نہایت وضاحت کے ساتھ ایک بات کہہ دینا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ اس قسم کی دعوت کا، جیسے کہ ہماری دعوت ہے، کسی مسلمان قوم میں اٹھنا اس کو ایک بڑی بات سخت آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔ جب تک حق کے بعض منتشر اجزاء باطل کی آمیزش کے ساتھ سامنے آتے ہیں، ایک مسلمان قوم کے لئے اسے قبول نہ کرنے اور اس کا ساتھ نہ دینے کا ایک معقول عذر موجود ہوتا رہتا ہے۔ مگر جب پورا حق بے نقاب ہو کر اپنی خالص صورت میں، اس کے سامنے رکھ دیا جائے اور اس کی طرف اسلام کا دعویٰ رکھنے والی قوم کو دعوت دیجائے تو اس کے لئے ناگزیر ہو جاتا ہے کہ یا تو اس کا ساتھ دے اور اس خدمت کو انجام دینے کے لئے کھڑی ہو جائے، جو اس اُمّتِ مسلمہ کی پیدائش کی ایک ہی غرض ہے، یا نہیں تو اسے رد کر کے وہی پوزیشن اختیار کر چکی ہے۔ جو اس سے پہلے قوم یہود اختیار کی ہے۔ اس صورت میں ان دو راہوں کے سوا کسی تیسری راہ کی گنجائش اس کے لئے باقی نہیں رہتی۔"

(روداد جماعت اسلامی حصہ دوم ص 17)

معلوم ہو کہ اس سے قبل مجدّدین و مصلحین دین و اُمّت نے تیرہ صدیوں تک جو دینی تحریکیں چلائی ہیں وہ حق صریح پر مبنی نہ تھیں بلکہ حق و باطل کا آمیزہ تھیں" جیسا کہ ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کی آمد سے قبل حق و باطل کا باہمی اختلاط ہو جایا کرتا ہے اور پھر دوسرا نبی آ کر حق کو بے نقاب اور باطل کی آمیزش سے پاک وصاف کر دیتا ہے" ۔اسی لئے اُمّت ان سابقہ دینی تحریکوں کو ردّ کرنے کے باعث مواخذہ خداوندی سے اب تک بچتی چلی گئی لیکن آج جبکہ شخص مذکور نے حق کو باطل کی آمیزش سے بالکل پاک وصاف کر دیا اور اسے حجابِ باطل ہٹا کر بے نقاب کر دیا ہے تو اب اُمّت اسے رد کرنے کے بعد مواخذۂ خداوندی سے اسی طرح نہیں بچ سکتی جس طرح قوم یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو ردّ کر کے نہ بچ سکی. آگے چند سطروں بعد مزید لکھتا ہے:

"اب چونکہ یہ دعوت ہندوستان میں اٹھ چکی ہے اس لئے ہندی مسلمانوں کے لئے آزمائش کا وہ لمحہ آ ہی گیا۔ رہے دوسرے ممالک کے مسلمان تو ہم ان تک اپنی دعوت کو پہونچانے کی تیاری کر رہے ہیں، اگر ہمیں اس کوشش میں کامیابی ہوگئی تو جہاں جہاں یہ پہونچے گی تو وہاں کے مسلمان بھی اس آزمائش میں پڑ جائیں گے۔" (روداد جماعت اسلامی حصہ دوم ص 18)

مندرجہ بالا سطور میں آزمائش کے لفظ سے اس "سنۃ اللہ" کی طرف اشارہ ہے جو عذاب اُمّت دعوت پر انبیا کی دعوت کو ردّ کرنے سے آجاتا ہے وہی عذاب اس مدّعی کی دعوت کو ردّ کرنے سے آجاتا ہے وہی عذاب اس مدّعی کی دعوت کو رد کرنے سے اُمّتِ مسلمہ پر آجائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس شخص کی اُمّتِ مسلمہ کو یہ وعید مرزا غلام احمد قادیانی اور بہاء اللہ ایرانی کی اس وعید سے ذرّہ برابر مختلف نہیں ہے جس میں ان دونوں نے اُمّتِ مسلمہ کو یہ دھمکی دی تھی کہ اگر ان کی دینی تشریحات کو وہ حرف بحرف قبول نہ کرے گی تو خدا کے دین سے اسے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو خدا نے کافر و مشرک اُمّت کے لئے عذاب کی تمنّا سے یہ کہکر روک دیا تھا

"لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

آپ کو ان کے عذاب کے سلسلے میں کوئی اختیار نہیں. خدا ان پر رجوع بالرحمۃ ہو یا انھیں عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں" ۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مدّعی کو خدا کی طرف سے عذاب کی وحی پہنچ گئی ہے۔

شخصِ مذکور نے صرف رسالت ونبوت کے کھلے دعویٰ سے احتراز کیا ہے ورنہ ایسی وعیدیں سُناتے وقت وہ کس مقام سے گفتگو کرتا ہے یا بالکل عیاں ہے۔ایک مقام پر یہ شخص تحریر کرتا ہے:

"اس وقت ہمیں خاص طور پر ایسے لوگوں کی تلاش ہے جو خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح اس دعوتِ حق کو سُنیں اور سرتاپا اس میں شریک ہو جائیں گویا وہ اب تک اس کی تلاش میں تھے۔" (روداد جماعت اسلامی حصہ سوم ص 23)

غور کریں کہ جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے متّبعین اپنی جماعت کے لئے تلاش کر رہا جو خود اس کی نظر میں اس کا مقام کیا ہوگا؟

اب چونکہ دنیا بھر میں پچاس کروڑ سے زائد اُمّتِ اسلامیہ اس شخص کے حلقۂ عقیدت سے باہر ہے لہٰذا وہ بالکل مغضوب یہود کا مقام رکھتی ہے اور اس کے چند ہزار متّبعین منعَم علیہم گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔اس شخص نے قطعی طور پر اپنی مٹھی بھر جماعت اور اُمّتِ اسلامیہ کے درمیان وہی فرق رکھا ہے جو یہود و نصاریٰ اور اُمتِ محمّدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکیم اجمل خاں

جماعت اسلامی اور بانی جماعت اسلامی

جماعت اسلامی، جو اب برّصغیر کے باہر بھی ایک اسلامی تنظیم کے نام سے مشہور ہے، جناب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی قائم کردہ ہے جو انھوں نے 1941ء میں اپنے چند ساتھیوں کی معیت میں پٹھان کوٹ (پنجاب) انڈیا، کے ایک گاؤں جمال پور میں قائم کی تھی، جو بعد میں لاہور منتقل ہوئی۔

بانی جماعت: بانی جماعت اسلامی مولانا مودودی صاحب اورنگ آباد (مرہٹواڑہ) سابق ریاست حیدرآباد کے رہنے والے تھے، ان کی تعلیمی صلاحیت کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ وہ اگرچہ کسی باضابطہ دینی درس گاہ یا عالم سے نہیں پڑھے تھے مگر اردو، عربی، فارسی کی صلاحیت رکھتے تھے، اور اردو کے اچھے انشا پرداز تھے، اس صلاحیت کی بنا پر انھوں نے متعدّد اردو اخبارات تاج، الجمعیۃ وغیرہ میں کام کیا۔ اور اسی توسّط سے وہ بعض دینی تحریکات میں بھی دلچسپی لیتے رہے۔

حیدرآباد دکن سے کسی صاحب نے ترجمان القرآن کے نام سے رسالہ جاری کیا تھا۔ مگر وہ اسے کامیابی کے ساتھ چلانے میں ناکام رہے، مولانا مودودی صاحب چونکہ اچھے انشا پرداز و مضمون نگار اور پھر صحافتی ذوق رکھتے تھے، اس لئے 1352ھ میں کسی معاہدے کے تحت یہ رسالہ مولوی صاحب کی ادارت میں نکلنے گا۔ اس رسالے میں مودودی صاحب نے اسلام اور اسلامی مسائل پر جدید انداز سے لکھنا شروع کیا۔ جس سے وہ ہندوستان کے دینی و علمی حلقوں میں بہت جلد ایک اسلامی قلم کار کی حیثیت سے متعارف ہوئے۔

ایک مرحلے پر اس زمانے کے مشہور مسلم لیڈر رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر مرحوم نے دہلی کی جامع مسجد شاہجہانی میں اسلامی جہاد پر تقریر فرمائی، ساتھ ہی جہاد پر ایک مبسوط کتاب لکھنے کی دعوت عامہ بھی دی۔ جس سے متاثر ہو کر مولانا مودودی صاحب اپنی مشہور "الجہاد في الاسلام" مرتّب کی جو اپنے موضوع پر ایک مبسوط کتاب تسلیم کی گئی۔ کتاب "الجہاد فی الاسلام" اور رسالہ ترجمان القرآن کے جدید مضامین مولانا مودودی صاحب کے بطور داعی اسلام تعارف کے لئے کافی ہو گئے تھے۔

مولانا ترجمان القرآن میں صرف دینی مضامین لکھتے تھے، مگر ان دنوں آزادی کی مختلف تحریکات سے یہ یقین ہو چکا تھا۔ کہ اب ہندوستان آزاد ہونے میں بہت دیر نہیں ہے۔ بلکہ مسلم لیگ کی ایک آواز پر ایک آزاد مسلم ریاست کے وجود میں آنے کے امکانات بھی واضح ہو گئے ہیں۔ اس لئے موصوف نے اسلامی سیاسیات پر بھی لکھنا شروع کر دیا۔ جس سے وہ مذہبی کے ساتھ سیاسی و ملّی میدان میں بھی پہنچ گئے۔

مولانا کی دوررس نگاہوں نے دیکھ لیا تھا۔ کہ نئی تحریکات و تنظیمات کے لئے پنجاب کی زمین بہت سازگار اور زرخیز رہتی ہے جیسا کہ اس کی موزونیت کا علامہ اقبال نے بھی ذکر خیر فرمایا ہے ع

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت — کر لے کہیں منزل تو گذرتا ہے بہت جلد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحقیق کی بازی ہو شرکت نہیں کرتا ہو کھیل مُریدی کا تو لہرتا بہت جلد
تاویل کا پھندا کوئی صیّاد لگا دے یہ شاخِ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد

مولانا بھی اسکی زرخیزی دیکھ کر حیدرآباد سے پنجاب منتقل ہو گئے۔اور ایک نئی بستی آباد کی۔مگر چونکہ ان کے پاس پیری مریدی کا کوئی کھیل یا سامان نہیں تھا، بلکہ سیاسی مقاصد تھے،اس لئے ان کی تحریک کے لئے یہاں کا ماحول راس نہیں آیا۔پنجاب کے جاگیردارانہ ماحول میں جہاں خود تحریک آزادی ہند،اور کانگریس ہی کے لئے لالے پڑے رہے----------مولانا تاحیات صدا بہ صحرا بنے رہے۔اوران کی تحریک پنجاب میں کتابوں،اخبارات ورسائل سے آگے قبولیت حاصل نہ کرسکی۔

جماعت اسلامی کے قیام کا پس منظر: مغل حکومت کے خاتمے،تحریکِ مجاہدین کی ناکامی اور 1857ء کی تباہی کے بعد مسلمانوں میں تعلیمی وتحریکی رجحانات شدت سے ابھرے۔جن کی داغ بیل حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اوران کے خاندان نے ڈالی تھی۔انھوں نے دہلی میں متعدّد دینی درس گاہیں قائم کیں،جن میں برّصغیر کی ممتاز دینی شخصیتوں نے تعلیم وتربیت حاصل کی۔سرکاری سرپرستی میں چلنے والا تعلیمی ادارہ اینگلو عربک سکول اجمیری گیٹ پر قائم ہوا۔جس سے ہندوستانی ملت اسلامیہ کی کشتی کے متعدّد نگہبان فیض یاب ہوئے۔علمائے کرام نے تو بڑی بڑی دینی درسگاہیں بنائیں۔مگر جدید تعلیم یافتہ اورانگریز حکومت سے تعلق رکھنے والوں نے اسکولوں،کالجوں اور یونیورسٹیوں کی بنیادیں ڈالیں۔علمائے کرام انگریزی حکومت اورانگریزی تعلیم کے سخت مخالف تھے۔جبکہ سرسید احمدخان مرحوم اوران کے ساتھی انگریزی تعلیم کے حصول کو مسلمانوں کی ترقّی کے لئے ضروری سمجھتے تھے،یہ بڑی کشمکش کا دور تھا۔تاہم دونوں تحریکیں پروان چڑھتی رہیں۔درجنوں تنظیمیں،ادارے،تحریکات مثلاً سائنٹیفک سوسائٹی علی گڑھ،مدرسۃ العلوم علی گڑھ،ندوۃ العلماء لکھنؤ،دارالعلوم دیوبند،آل انڈیا اہلِ حدیث کانفرنس،آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس،انجمن حمایت اسلام لاہور،خلافت کمیٹی،جمعیت علمائے ہند،حزب اللہ،مسلم لیگ،مجلس احرارِاسلام،شیعہ پولیٹیکل کانفرنس،خاکسار تحریک،تبلیغی جماعت وغیرہ وجود میں آتی چلی گئیں۔علاقائی تنظیمیں اورادارے ان کے علاوہ تھے،اخبارات ورسائل کا دور بھی شروع ہوا،کتابیں چھپنے لگیں۔ان تمام چیزوں سے مسلمانوں میں نہ صرف روشن خیالی پیدا ہوئی بلکہ گہرا اقتصادی،تعلیمی،سیاسی اورسماجی شعور بھی بیدار ہوا۔کانگریس نے ملک کی آزادی کی آواز بلند کی،تو مسلمانوں نے بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ان کی ایک معقول تعداد تو آزادی وطن کے سلسلے میں کانگریس کی معاون بنی رہی،مگر بہت سے مسلمانوں نے مسٹر محمد علی جناح کی قیادت میں ایک علیحدہ آزاد مسلم ریاست کی مانگ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے شروع کردی۔

مولانا مودودی صاحب عین اسی دور کی پیداوار ہیں۔مسٹر جناح اوران کے ساتھیوں نے علیحدہ مسلم قومی حکومت کی مانگ کی،مگر مولانا مودودی صاحب نے،جن کی تحریک ابھی صرف رسالہ ترجمان القرآن اوراس کے چند قارئین تک محدود تھی، اسلامی حکومت یا حکومتِ الٰہیہ کا نیا تصوّر پیش کیا۔مولانا صاحب نے اپنے موقف کی حمایت میں صرف مضامین ہی لکھے بلکہ "مسلمان اور سیاسی کشمکش" کے عنوان سے کتاب بھی مرتب کی،جس میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی،کہ قوم پرستی کی بنیادوں پر حاصل کی گئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکومت، اسلام کے لئے مفید نہیں ہوسکتی۔ اور یہ کہ اسلام میں قوم پرستی کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ وغیرہ اس مشن کی حمایت میں انھوں نے تقریری سلسلہ بھی شروع کیا جیسا کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طلبہ کے سامنے قومی طرز حکومت کے خلاف ان کی تقریر بہت مشہور ہے۔

مسلم قومی حکومت کے قیام کا نسخہ تو بہت آسان اور سہل تھا۔ اس کے لئے زمین ہموار ہو چکی تھی، چنانچہ بعض جغرافیائی وسیاسی عوامل کی وجہ سے یہ نسخہ کارگر ثابت ہوا۔ مگر مودودی صاحب کی مجوزہ حکومتِ الٰہیہ جان جوکھوں کی بات تھی، جسے مولانا صاحب سیاسی تحریکوں کے طرز پر محض نعرے، اخبارات، کتابوں، اور تنظیم کے ذریعے سے قائم کرنا چاہتے تھے۔ جبکہ اسلامی حکومت اصلاحِ عقیدہ و معاشرہ، اور طریق علی منہاج النبوت کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی تھی۔

ضرورت ایجاد کی ماں ہے: مولانا مودودی صاحب چونکہ اسلام کے فطری تقاضوں اور علی منہاج النبوت طریق پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ اور اس سے بے نیاز ہو کر اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے، اس لئے انھوں نے مغربی طرز پر الگ پارٹی یا تحریک چلانے کا انداز اختیار فرمایا۔ اور سیاسی پارٹیوں کی طرح مسلم لیگ کے بجائے جماعت اسلامی قائم کی۔ اور اس کی دعوت، پروگرام، اور دستور کو اسلام، اسلامی تحریک، اسلامی انقلاب، حکومتِ الٰہیہ، نظامِ حیات، ضابطہ حیات، اسلامی قانون، اسلامی اسٹیٹ یا نظام، اقامتِ دین، اسلامک اسکول آف تھاٹ وغیرہ اپنی وضع کردہ جدید اصطلاحات سے سجایا تاکہ سیاست و اقتصادیت پسند مسلمانوں کے لئے اس میں کشش اور جاذبیت پیدا ہوسکے۔ اور لوگ ان کے اسلامی حکومت کے نعرے کو قبول کر کے ان کے حامی بن جائیں۔

مولانا صاحب نے اپنی تحریک کو مقبول عام بنانے کے لئے نہ صرف نئی اصطلاحات و الفاظ ہی وضع فرمائے بلکہ ضرورۃً مستقل شرعی اصطلاحات و الفاظ کے معانی و مفاہیم بھی بدل دیے تاکہ ان کی دعوت کی پسندیدگی میں کوئی چیز بھی حارج نہ ہو، اور اس کی عوامیت اور ہر دلعزیزی یقینی بن جائے اور ہر مسلمان آنکھ میچ کر ان کی مجوزہ اسلامی حکومت کے حصول میں لگ جائے۔

اس ضمن میں موصوف نے سب سے بڑی جسارت یہ کی، کہ "قرآن کی چار بنیادی اصطلاحات" الٰہ، ربّ، عبادت، اور دین کے معنی و مفہوم کو بدل دیا۔ پھر یہ فرمایا کہ ان بنیادی اصطلاحات کا معنی و مفہوم چونکہ مسلمانوں کی نگاہوں سے 1400 سو سال تک مستور رہا۔ اس لئے قرآن کریم کی تین چوتھائی تعلیم ہی ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ اب انھوں نے صحیح مفہوم بتایا ہے۔ جو شخص ان کے بتائے ہوئے کل دین پر نہیں چلے گا۔ وہ یہود کی راہ اختیار کرے گا۔ (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں)

مولانا مودودی صاحب نے ہر مرحلے پر حتی کہ اپنے دستور میں دینی احکام و مسائل کو قرآن و حدیث سے اخذ کرنے کا وعدہ فرمایا مگر عملاً اس کے خلاف کیا۔ اور مسلک اعتدال یا "اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ" وغیرہ کتابچے یا مضامین لکھے، جن میں ایک طرف تو "سب اچھا ہے" کا طریقہ اختیار کیا، اور دوسری طرف تقلید ائمہ کی حمایت فرمائی۔ اور خود بطور حنفی مقلد زندگی گذارتے رہے، نیز جماعت کے تمام عہدیداران اور کارکنان کو چھوٹ دیئے رکھی کہ وہ شیعہ، بدعتی، مقلد وغیرہ رہتے ہوئے بھی ان کی جماعت میں حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے لئے رہ سکتے ہیں، صحتِ عقیدہ کی تو مولانا کے ہاں کوئی اہمیت ہی نہیں وہ تفہیمات میں فرماتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ عقائد کے باب میں قیاسات و تاویلات سے جو رائیں اختیار کی گئی ہیں ان میں سے بہت سی رائیں غلط ہیں لیکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر غلطی لازماً کفر نہیں ہے۔ غلطی کو غلطی کہنا اور اس کے ارتکاب کرنے والے کو گمراہ اور غلط سمجھنا اور اس کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرنا بلا شبہ جائز ہے۔ لیکن جب تک کوئی شخص اس نفس حقیقت کا انکار نہیں کرتا جس پر اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کا حکم دیا ہے اس کو کافر کہنا کسی طرح بھی جائز نہیں، خواہ اس کی گمراہی کتنی ہی بڑھ گئی ہو۔

حکومت قائم کرنے کے لئے چونکہ عوامی حمایت حاصل ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اسلئے مولانا صاحب نے اعتدال کا مسلک اپنایا۔ مگر اس میں یہاں تک بڑھ گئے۔ کہ جب کتاب "خلافت وملوکیت" لکھی، تو..... صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اہانت سے بھی گریز نہیں کیا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی غلطیاں نکال ڈالیں تا کہ شیعہ سنّی کے اصولی اختلاف کو بھی اعتدال کے راستے پر لا کر بالآخر شیعوں کی حمایت حاصل ہو جائے، سیاسی زندگی خصوصاً مغربی طرز حکومت نے انسانی معاشرہ کو جو ذہنی وسماجی آسودگی وآزادی کی نعمت بخشی ہے، اس کی موجودگی میں شریعتِ اسلامیہ کے عبادتی، اخلاقی اور معاملاتی احکام ومسائل پر عمل کرنا جدّت پسند طبائع پر گراں گذرتا ہے، اور حکومت الٰہیہ کے علمبرداروں کے لئے ان پر عمل کرنا مشکل ہوگا۔ اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی تخفیف کا راستہ بھی اپنایا۔ اور حدیث کی صحت پر اعتراضات وارد کرنا شروع کئے، کہیں اسے ظنّی قرار دیا، کہیں صرف عقل کی کسوٹی پر بیٹھنے والی حدیث کو لینے کی حمایت کی، روایت کے مروّجہ اسلامی اصولوں کو باطل قرار دیا، اور اصحّ الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف کی صحت پر شبہات وارد کئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات مبارکہ کو سنّت سے جدا قرار دیا۔ غرض تخفیف حدیث کے لئے جو جتن بھی کر سکتے تھے، بڑی جسارت کے ساتھ مولانا صاحب اختیار فرماتے رہے۔ اور جو چیزیں مناسب حال اور جدید انسانی عقل وفہم پر فٹ بیٹھنے والی، ومزاج کے مطابق تھیں دین میں انھیں شامل رکھنے کی اجازت بخشی، اور جو فٹ نہیں تھی، انہیں تعبیر اور تخفیف حدیث کے راستے سے غلط قرار دیا۔ اسلامی عبادات خصوصاً نماز، روزہ کو بھی ٹریننگ کورس سے تعبیر کیا۔

دینی تعلیم وتربیت کے کام سے مولانا روز اوّل ہی سے بیزار تھے۔ وہ مروّجہ دینی عربی مدارس کی تعلیم کو لوٹا، مسواک، مصلّے اور استنجاء کی تعلیم سمجھتے تھے۔ اور خود چونکہ جدید دور کے مجدّد اسلام تھے۔ وہ محض کتابوں رسالوں اور اخبارات کے ذریعے ذہنوں کو سدھارنے کا طریقہ کافی سمجھتے تھے۔ اسی لئے موصوف نے اپنی زندگی میں ایک بھی دینی درسگاہ قائم نہیں کی۔ اور پاکستان میں جماعت اسلامی کی ایک بھی تعلیمی درس گاہ نہیں، جس میں مسلمان بچے دینی ودنیاوی تعلیم حاصل کر سکتے ہوں۔ موصوف نے کبھی یہ بھی محسوس نہیں کیا کہ جب حکومت ان کے ہاتھ میں آئے گی تو وہ بغیر دینی عمّال وحکّام کے اسے الٰہیہ کیسے بنائیں گے، اور یہ انگریز کی پروردہ یا مغربی طرز پر تربیت یافتہ سرکاری مشینری ان کی مجوزہ حکومت الٰہیہ کو کیسے چلائے گی۔

مصلحت اور حکمت عملی کے نام پر مولانا زندگی بھر چولے بدلتے رہے۔ شروع میں تو انھوں نے مسلم قومی حکومت کے نظریے کی مخالفت فرمائی مگر جب پاکستان وجود میں آگیا اور وہاں منتقل ہو گئے تو صالح قیادت کی تبدیلی کے نام پر پاکستان کے مغربی طرز جمہوریت والے الیکشن میں ہی کود پڑے۔ مصلحتاً صدر ایوب کے مقابلے میں ایک ناتواں بوڑھی خاتون مس فاطمہ جناح کی حمایت فرمائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عوامی مقبولیت حاصل کرنے کے لئے غلافِ کعبہ کی، جو پاکستان میں تیار ہوا تھا، اور ابھی اسے کعبہ کی ہوا بھی نہیں لگی تھی، تقدّس کے نام پر گشتی نمائش کروائی اور عوام کی ضعیف الاعتقادی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ گھومتے رہے۔ استغفراللہ

غرض مولانا کے دینی افکار، خیالات اور تعبیرات میں جا بجا تجدُّد، اعتزال، تخفیف حدیث، تشیُّع، اہانتِ صحابہ، دینی تعلیم و تربیت سے بیزاری اور موقع پرستی و مصلحت بینی کے پہلو نمایاں رہے ہیں۔ جو کسی طرح بھی ایک حقیقی داعی اسلام کی زندگی میں نہیں ہو سکتے۔

اب ذرا ایک ایک کر کے ہم ان کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔

تجدّد و اعتدال کا راستہ اور اسلام کی بنیادی اصطلاحات کے معنیٰ و مفہوم میں تبدیلی:

مولانا صاحب نے حکومتِ الٰہیہ کے حصول اور قیام کے لئے اسلام کو سیاسیانے کا عمل بڑی سنجیدگی سے شروع کیا۔ اور اس ضمن میں دو نئی باتیں انھوں نے سلف صالحین کے طریقے سے بالکل الگ ہٹ کر اختیار کیں۔

1) قرآن کی چار بنیادی اصطلاحات کے مفہوم کی نئی تشریح۔

2) مکمل دین کا نعرہ۔

ظاہر ہے کہ ان دونوں راستوں کو اختیار کئے بغیر وہ اسلام کو کمیونزم، سوشلزم جیسی تحریکوں کا لباس نہیں پہنا سکتے تھے چنانچہ اسی مقصد کیلے انھوں نے "قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں" نامی کتاب لکھی جس میں الہ، ربّ، عبادت اور دین کے معنیٰ و مفہوم کو بدل دیا۔

ذیل میں ہم ان کے معتقدات کو ذرا اختصار کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

اس کی ایک وجہ تو خالص عربیت کے ذوق کی کمی تھی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اسلام کی سوسائٹی میں جو لوگ پیدا ہوئے تھے ان کے لئے الہ اور رب، اور دین اور عبادت کے وہ معانی باقی نہ رہے تھے جو نزول کے وقت غیر مسلم سوسائٹی میں رائج تھے۔

(قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں)

پس حقیقت یہ ہے کہ محض ان چار بنیادی اصطلاحوں کے مفہوم پر پردہ پڑ جانے کی بدولت قرآن کی تین چوتھائی تعلیم بلکہ اس کی حقیقی روح نگاہوں سے مستور ہو گئی۔ (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں)

مندرجہ حوالوں میں تو مفہوم کی تبدیلی کا جواز بیان کیا گیا ہے۔ مگر اس کے بعد موصوف نے

الہ کا مفہوم اقتدار

ربّ کا مطلب مرکز اجتماع

عبادت کا معنی اطاعت

دین کا ترجمہ سٹیٹ یا نظام فرما دیا

الہ کے مفہوم کے بارے میں فرماتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان تمام آیات میں اوّل و آخر تک ایک ہی مرکزی خیال پایا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے، کہ الٰہیت اور اقتدار لازم ملزوم ہیں۔ اور اپنی روح اور معنیٰ کے اعتبار سے دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں)

اور علی ہذا القیاس وہ شخص جو کسی کے حکم کو قانون اور کسی کے امر و نہی کو اپنے لئے واجب الاطاعت قرار دیتا ہے، وہ بھی اس کو مقتدر اعلیٰ تسلیم کرتا پس الوہیت کی اصل روح اقتدار ہے۔ (حوالہ مذکور)

اقتدار اعلیٰ کی وحدانیت کا اقتضاء یہ ہے۔ کہ حاکمیت و فرمانروائی کی جتنی قسمیں ہیں سب ایک مقتدر اعلیٰ کی ذات میں مرکوز ہوں۔ اور حاکمیت کا کوئی جزو بھی کسی دوسرے کی طرف منتقل نہ ہو۔ (حوالہ مذکورہ)

ربّ کا مطلب: اس لفظ کا مادّہ رب ب ہے، جس کا ابتدائی و اساسی مفہوم پرورش ہے۔ پھر اس سے تصرّف، خبر گیری، اصلاح حال اور اتمام و تکمیل کا مفہوم پیدا ہوا پھر اسی بنیاد پر فوقیت، سیادت، مالکیت، آقائی، کے مفہومات اس میں پیدا ہو گئے۔

اور ربّ کا یہ مفہوم کہ وہ امر و نہی کا مختار، اقتدار اعلیٰ کا مالک، ہدایت و رہنمائی کا منبع، قانون کا ماخذ، مملکت کا رئیس، اور اجتماع کا مرکز ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک بالکل ہی ایک دوسری حیثیت رکھتا تھا اور اس مفہوم کے اعتبار سے وہ یا تو اللہ کے بجائے صرف انسانوں ہی کو ربّ مانتے تھے، یا فطری طور پر اللہ کے ربّ باوجود عملاً انسانوں کی اخلاقی و تمدّنی، اور سیاسی ربوبیت کے آگے سر اطاعت خم کئے رکھتے تھے۔ (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں)

عبادت کے معنیٰ: اس تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کی مادّہ عبد کا اساسی مفہوم کسی کی بالادستی و برتری تسلیم کر کے اس کے مقابلے میں اپنی آزادی و خود مختاری سے دست بردار ہو جانا، سرتابی و مزاحمت چھوڑ دینا، اور اس کے لئے رام ہو جانا ہے۔ یہی حقیقت بندگی اور غلامی کی ہے۔ لہٰذا اس لفظ سے اوّلین تصوّر جو ایک عرب کے ذہن میں پیدا ہے وہ بندگی اور غلامی ہی کا تصوّر ہے۔ پھر چونکہ غلام کا اصلی کام اپنے آقا کی اطاعت و فرمانبرداری ہے اس لئے لازماً اس کے ساتھ اطاعت ہی کا تصوّر پیدا ہوتا ہے۔

(قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں)

دین کا ترجمہ: قرآنی زبان میں دین ایک پورے نظام کی نمائندگی کرتا ہے۔ جس کی ترکیب چار اجزا سے ہوتی ہے۔

1) حاکمیت و اقتدار اعلیٰ

2) حاکمیت کے مقابلے میں تسلیم و اطاعت

3) وہ نظامِ فکر و عمل جو اس حاکمیت کے زیرِ اثر ہے۔

4) مکافات، جو اقتدار اعلیٰ کی طرف سے اس نظام کی وفاداری و اطاعت یا سرکشی و بغاوت کے صلے میں دی جائے۔

قرآن کبھی لفظ دین کا اطلاق معنی اوّل و دوّم پر کرتا ہے، کبھی معنی سوّم پر، کبھی چہارم پر، اور کہیں الدین کہہ کر پورا نظام اپنے چاروں اجزاء سمیت سمیٹ لیتا ہے۔ (قران کی چار بنیادی اصطلاحیں)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غالباً دنیا کی کسی زبان میں کوئی اصطلاح ایسی جامع نہیں ہے جو اس پورے مفہوم پر حاوی، موجودہ زمانے کا لفظ اسٹیٹ کسی حد تک اس کے قریب پہنچ گیا ہے۔لیکن اس کو دنیا کے پورے معنوی حدود پر حاوی ہونے کے لئے مزید وسعت درکار ہے۔

(قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں)

مولانا مودودی صاحب کی اہم ترین کتاب "قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں" کے مندرجہ ذیل اقتباسات کے مطالعہ کے بعد اسلام سے روشناس ایک مسلمان کو یہ اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔کہ مولانا صاحب نے ان اصطلاحات کے معنی ومفہوم میں تبدیلیاں کر کے کس طرح اپنی مطلب برآری کی ہے۔اور شریعت اسلامیہ کے مابعد الطبعی اور اخلاقی تصوّرات کو مادّہ اور سیاست کی چادر میں لپیٹ کر اسلام کو سیاستِ محض بنا دیا ہے۔اسی لئے وہ بار بار مکمل دین، مکمل دین کی رَٹ لگاتے ہیں تا کہ لوگ اسلام میں سیاست کو اوّلین پوزیشن اور اسے دین کا مقصود قرار دے کر ان کے سیاسی نعرے کی حمایت کرنے لگیں۔

حضرت مولانا کی اس تفہیم وتشریح کے بعد 1400 سو سالہ اسلامی عہد، جس میں خلافت راشدہ کے تیس (30) سال تجمیع قرآن مجید، تدوین حدیث، تابعین، فقہاء، محدّثین کے تمام ادوار کارنامے اور تاریخ شامل ہے، دفترِ بے معنی ہے، کیونکہ مولانا کا خیال کے مطابق 1400 سو سال تک بنیادی اصطلاحات کا مفہوم کسی کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔تو منطقی طور پر اس عرصے میں جو کچھ مسلمان کرتے رہے۔وہ گمراہی تھا،

مولانا صاحب کی اس جسارت سے مسلمان تو کیا غیر مسلم بھی حیران ہوں گے، کس طرح ایک شخص نے 1400 سو سال کے بعد اسلام کی نئی تفسیر پیش کی ہے۔

جو، مغربی مفکّرین، ناقدین اور مستشرقین اسلامی تعلیمات اخلاق ومعاملات، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے حسین لمحات، حرکات، سکنات، اقوال، کردار اور اقرار حتیٰ کہ اشارات کی حفاظت، ترتیب وتدوین پر ملتِ اسلامیہ کے ضبط واحتیاط کے قائل اور مدّاح تھے، مولانا کی اس تشریح کے بعد کیا سوچتے ہوں گے۔

"کوّا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا"

مولانا مودودی صاحب نے جس انداز سے دین اسلام کی تفہیم وتشریح کی ہے، وہ کوئی جزوی غلطی نہیں، بلکہ اس تشریح سے وہ دین کے مجموعی فکر میں غلطی کر گئے ہیں۔اور اس کے بعد جس قدر باتیں، تحریریں، خیالات، کتابیں، تقریریں موصوف نے تحریر فرمائی ہیں۔وہ تمام کی تمام یقینی طور پر ان تشریحات کے تابع ہیں۔جو کھلا ہوا اعتزال وتجدّد ہے۔

تخفیفِ حدیث: مولانا مودودی صاحب نے "خالص عربیت کے ذوق کی کمی" کا طعنہ دے کر تو یہ فرما دیا ہے کہ چودہ سو سال عرصے میں قرآن کی تین چوتھائی تفہیم وتشریح مستور ہو گئی مگر ذخیرہ حدیث اور تاریخ اسلام کا پورا دفتر خود عربوں اور عربی جاننے والوں نے مرتب فرمایا ہے۔ایک عجمی، ان کے ذخیرہ حدیث صحاح ستہ، سِیَر اور تاریخ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، ذرا ملاحظہ فرمایئے۔

محدّثین کرام نے اسماء الرجال کا عظیم الشان ذخیرہ فراہم کیا۔جو بلاشبہ نہایت بیش قیمت ہے۔مگر ان میں کونسی چیز ہے، جس میں غلطی کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احتمال نہ ہو۔(تفہیمات)

احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچی ہیں. جن سے کوئی چیز حد سے ثابت ہوسکتی ہے۔تو وہ گمانِ صحت ہے نا علم یقین۔

(رسالہ ترجمان القرآن، ربیع الاول 1365ھ)

اور محدّثین صحیح احادیث سے استنباطِ احکام ومسائل میں وہ توازن واعتدال ملحوظ نہیں رکھ سکتے ہیں. جو فقہاء ومجتہدین نے رکھا ہے۔

(تفہیمات)

احادیث کسی معاملے میں حجت نہیں قرار پاسکتیں۔(ترجمان القرآن فروری 46ء)

بخاری شریف کے بارے میں فرماتے ہیں۔

کوئی شریف آدمی یہ نہیں کہہ سکتا، کہ حدیث کا مجموعہ ہم تک پہنچا ہے، وہ قطعی طور پر صحیح ہے، مثلاً بخاری جس کے بارے میں اصحّ الکتب بعد کتاب اللہ کا کہا جاتا ہے، کوئی بڑے سے بڑا غلو کرنے والا بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں جو چھ سات ہزار احادیث درج ہیں جو ساری کی ساری صحیح ہیں۔(اقتباس تقریر لاہور اخبار الاعتصام)

مولانا مودودی صاحب نے قرآنی اصطلاحات والفاظ کا معنی ومفہوم بدل دیا۔اور اپنی مرضی کی تشریح کر ڈالی، اس کے بعد ذخیرہ حدیث کو مشکوک، ظنّی، اور غیر معتبر قرار دے دیا، تو اب دین کو نسارہ گیا۔وہی جو مودودی صاحب کی کتب دینیات، خطبات، تفہیمات، قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، تجدید واحیائے دین، وغیرہ میں لکھا ہے خود ان کے مطابق عربی کے ذوق کمیابی والا شخص دینی اصطلاحات کا صحیح مفہوم سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔مگر وہ یہ کلیہ خود اپنے اوپر لاگو نہیں کرتے جبکہ موصوف نے عربی یا علم دین کی تعلیم کسی مستند عربی درس گاہ اور مستند استاد سے حاصل ہی نہیں کی۔آخر پھر انہیں یہ تشریحات اور شک وارتیاب پیدا کرنے کا حق کیسے پہنچ گیا۔

فیاللعجب

اہانتِ صحابہ وعلمائے کرام: اس میدان میں بھی مولانا نے خوب ہاتھ دکھائے ہیں۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لیکر آج تک کے علمائے کرام اور دانشورانِ ملّت کی خبر لے ڈالی ہے۔اور سب کی اہانت وتنقیص فرمائی ہے۔

خلافت وملوکیت میں تحریر فرماتے ہیں:

لیکن ان (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے بعد جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جانشین ہوئے تو رفتہ رفتہ اس پالیسی سے ہٹتے چلے گئے۔ (خلافت وملوکیت)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پالیسی کا ایک پہلو بلا شبہ غلط تھا۔اور غلط کام بہر حال غلط ہے۔خواہ کسی نے کیا ہو، اس کی خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل وانصاف کا تقاضہ ہے، اور نا دین ہی کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے۔

(خلافت وملوکیت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پورے فتنے کے زمانے میں جس طرح کام کیا۔وہ ٹھیک ٹھاک ایک خلیفہ راشد کے شایان شان تھا۔البتہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف ایک چیز ہے، جس کی مدافعت میں مشکل ہی سے کوئی بات کہی جاسکتی ہے، وہ یہ کہ جنگِ جمل کے بعد انھوں نے قاتلین عثمان کے بارے میں اپنا رویّہ بدل لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پورے زمانہ خلافت میں ہم کو صرف یہی ایک کام ایسا نظر آتا ہے، جس کو غلط کہنے کے سوا چارہ نہیں۔

(خلافت وملوکیت)

پہلے فریق نے غیر آئینی طریق کار اختیار کیا ہے۔ جسے شریعتِ الٰہی تو درکنار دنیا کے کسی آئین وقانون کی رو سے بھی ایک جائز کارروائی نہیں مانا جاسکتا۔ اس سے بدرجہا زیادہ غیر آئینی طرزِ عمل دوسرے فریق کا یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ انھوں نے ٹھیٹ جاہلیتِ قدیمہ کے طریق پر عمل کیا۔ (خلافت وملوکیت)

مجھے یہ تسلیم کرنے میں ذرہ برابر تامّل نہیں ہے کہ انھوں نے یہ غلطی نیک نیتی کے ساتھ اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتے ہوئے کی تھی۔ مگر میں اسے غلطی سمجھتا ہوں، اس کو اجتہادی غلطی ماننے میں مجھے سخت تامّل ہے۔ (خلافت وملوکیت)

اسلام کے پہلے مجدّد عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے لئے اموی اقتدار کی جڑوں کو اجتماعی زندگی سے اکھاڑنا اور عام مسلمانوں کی ذہنی و اخلاقی حالت کو خلافت کا بار سنبھالنے کے لئے تیار کرنا اتنا آسان کام نہ تھا، کہ ڈھائی برس کے اندر انجام پاسکتا۔ (تجدید واحیائے دین)

امام غزالی رحمہ اللہ کے تجدیدی کام میں علمی وفکری حیثیت سے چند نقائص بھی تھے۔ اور وہ تین عنوانات پر تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔ ایک قسم ان نقائص کی جو حدیث کے علم میں کمزور ہونے کی وجہ سے ان کے کام میں پیدا ہوئے۔ دوسری قسم ان نقائص کی جو ان کے ذہن پر عقلیات کے غلبے کی وجہ سے تھے، اور تیسری قسم ان نقائص کی جو تصوّف کی طرف ضرورت سے زیادہ مائل ہونے کی وجہ سے تھے۔

(تجدید واحیائے دین)

اِمام غزالی کی کمزوریوں سے بچ کر ان کا اصلی کام جس شخص نے انجام دیا، وہ ابن تیمیہ تھا، تاہم یہ واقعہ ہے، کہ وہ بھی کوئی ایسی سیاسی تحریک نہ اٹھا سکے جس سے نظامِ حکومت میں انقلاب برپا ہوتا۔ (تجدید واحیائے دین)

شیخ اَحمد سرہندی، شاہ ولی اللہ دہلوی، سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید رحمہم اللہ نے اپنے اپنے وقت میں تجدیدی کام کیا، مگر یہ لوگ بھی چند اسباب کی بنا پر ناکام رہے۔ (تجدید واحیائے دین)

جو لوگ مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے اٹھتے ہیں۔ ان کی زندگی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی ادنیٰ جھلک تک نظر نہیں آئی کہیں مکمل فرنگیت ہے، کہیں جبّوں اور عماموں میں سیاہ دلی اور گندے اخلاق لپٹے ہوئے ہیں۔ زبان سے وعظ اور عمل میں بدکاریاں، ظاہر میں خدمتِ دین اور باطن میں خیانتیں، غداریاں نفسانی اغراض کی بندگیاں۔ (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش اوّل)

شریعتِ اسلامیہ کا اصول اور حدیث ہے۔ کہ

"اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو، اور ان کی خامیوں کے ذکر سے باز رہو۔ (اَبوداؤد وترمذی)

شیخ الاسلام امام اِبن تیمیہ رحمہ اللہ "العقیدۃ الواسطیۃ" میں فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اس طرح ہمارا ایمان ہے۔کہ صحابہ میں جو اختلاف ہوا اس کو بیان کرنے سے باز رہیں، ہم جانتے ہیں، کہ اس بارے میں منقول ہے۔اس میں سے بعض چیزیں بالکل جھوٹ ہیں، پر وہ لوگ مجتہد تھے، جن کا اجتہاد صحیح ہوا، ان کو دوہرا ثواب اور جن سے اجتہادی غلطی ہوئی، نیک کوشش کا ثواب انھیں بھی ملے گا۔"

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"ہم بھلائی کے بغیر صحابی کا نام لینے سے زبانوں کو روکے رکھیں، وہ دین میں ہمارے امام اور پیشوا ہیں۔انھیں برا بھلا کہنا حرام ہے۔اور ان کے تعظیم کرنا واجب ہے۔(تفہیمات الٰہیہ)

اہانت صحابہ کرام، اور تنقیص علمائے امت کا پہلو بہت ہی افسوسناک ہے، جو مولانا مودودی صاحب کی خودسری اور علونفسی پر دال ہے۔

خلافت وملوکیت میں موصوف نے جو انداز بیان اختیار کیا ہے۔اس کا صاف مطلب شیعوں کی ہمدردی اور حمایت حاصل کرنا ہے۔مگر وہ اس تنقید وتنقیص کے بعد بھی مقصد حاصل نہ کر سکے۔

اسی طرح بعض علمائے امت پر تنقید کا منشا اپنے آپ کو مجدّد ثابت کرنا ہے۔مگر مولانا مجدّد تو نہیں متجدّد ضرور تھے۔

تشیّع پسندی: مولانا کی تشیع پسندی ان کی کتاب "خلافت وملوکیت" نے پوری طرح نمایاں کر دی ہے۔ویسے بھی انہوں نے کبھی اپنی کسی کتاب یا مضمون میں صاف طور پر شیعی عقائد کا رد نہیں فرمایا۔کیونکہ موصوف ہر شخص کو اس کے غلط عقائد پر قائم رہتے ہوئے بھی صحیح مسلمان سمجھتے تھے اور صحتِ عقیدہ وعمل کی کوئی ضرورت نہیں محسوس کرتے۔بلکہ اصولی اختلافات کو بھی فروعی مانتے ہیں۔

مولانا صاحب کے حواری برابر اس کوشش میں ہیں کہ انہیں مسلمانوں کے ہر طبقہ فکر کی حمایت حاصل ہوتی رہے۔حتیٰ کہ شیعوں کی تائید بھی وہ اپنے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔اس لئے کئی برسوں سے وہ برابر ایرانی انقلاب اور خمینی کی قیادت وسیادت کی تعریفیں کر رہے ہیں۔خمینی نوازوں کیساتھ جلسے اور میٹنگیں کرتے ہیں۔ان کے لٹریچر وکتابوں کی تقسیم کا انتظام کرتے ہیں۔نمائشیں لگواتے ہیں۔اپنے اخبارات میں ایرانی انقلاب کی تعریف اور خمینی کی قیادت کی تعریفیں کرتے ہیں۔اور ان کا مقابلہ سعودی عرب اور دوسری مسلم حکومتوں سے کرتے ہیں۔ایرانی انقلاب کو حقیقی اسلامی انقلاب تصور کرتے ہیں۔

ہندوستان میں سب سے پہلے ہم نے اپنے اخبار مجلّہ اہل حدیث اور ترجمان میں اس اتحاد کا پردہ چاک کیا اور یہ ثابت کیا، کہ جماعت اسلامی، روافض اور خمینی کے ساتھ گٹھ جوڑ میں مصروف ہے۔در پردہ اسلامی حکومتوں کے خلاف سازش میں شریک ہے اور اس مداہنت کے عوض مادّی فوائد حاصل کر رہی ہے۔اتحاد بین المسلمین کے نام پر جماعت اسلامی، روافض، اور بریلوی متعدّد اجتماعات برصغیر، بلکہ بیرون ہندو پاک میں کر چکے ہیں۔جن میں وہ اسلامی حکومتوں خصوصاً سعودی عرب کے خلاف پروپیگنڈا کرتے رہے ہیں۔کئی سالوں سے خمینی ایجنٹ جماعت اسلامی کے تعاون سے مختلف شہروں اور ملکوں میں حج سمینار کے نام سے پروگرام رکھتے ہیں۔جن کا مقصد سعودی حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ ہوتا ہے۔جماعت اسلامی ہند کی ذیلی تنظیمیں S.I.M وغیرہ ایران خمینی نوازوں کے ساتھ پورا تال میل رکھتی ہیں اور ان سے تعاون حاصل کر رہی ہیں۔ان تمام حقائق کا انکشاف مجلہ اہل حدیث کی متعدّد اشاعتوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا ہے۔

شیعہ، خوارج، روافض بالاتفاق صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین، ائمہ کرام، محدّثین، اور جمیع علمائے اہل سنت والجماعت گمراہ فرقہ ہیں۔ مگر مودودی صاحب اوران کی جماعت کی مداہنت، حسب ذیل اقتباسات میں ملاحظہ فرمائیے۔

مولانا مودودی صاحب اور چودھری طفیل محمد اپنے مبارک بادی کے خط میں رقم طراز ہیں جو ایرانی انقلاب پر خمینی صاحب کو بھیجا گیا تھا۔

خمینی کو مولانا مودودی ومیاں طفیل کا پیغام: ایران کے مسلمانوں نے قربانی وایثار کی نئی مشعل روشن کی ہے۔

لاہور 13 /فروری (نمائندہ جسارت) جماعت اسلامی پاکستان کے بانی سید ابوالاعلی مودودی اور امیر جماعتِ اسلامی پاکستان میاں طفیل محمد نے عالم اسلام کے ممتاز رہنما آیت اللہ روح اللہ خمینی کو مبارک باد کا پیغام بھیجا ہے۔ اور ایرانی عوام کی کامیابی پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔ ایک مشترکہ برقیے میں انھوں نے کہا ہے۔ کہ اس عظیم الشان کامیابی پر جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرائی ہے، ہم تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اور خدائے بزرگ و برتر سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ایرانی بھائیوں کو اپنے ہر دلعزیز ملک ایران کو صحیح معنوں میں اسلامی جمہوریہ کی شکل میں تعمیر کرنے میں ان کی مدد اور رہنمائی فرمائے۔ اور اس سلسلے میں ان کی کوششوں میں خیر و برکت عطا فرمائے، جماعتِ اسلامی پاکستان کے سکریٹری جنرل قاضی حسین احمد نے ایران کے نَو منتخب وزیر اعظم ڈاکٹر مہدی بازرگان کے نام جنرل ضیاء الحق کے مبارکباد کے پیغام پر دلی مسرّت کا اظہار فرمایا ہے۔ اور کہا ہے کہ ایران کے مسلمان عوام نے قربانی وایثار کی نئی مشعل روشن کی ہے۔ جس سے جدید دور میں جہاد اسلامی کا راستہ روشن ہوگیا ہے۔ قاضی حسین احمد نے ایرانی عوام کے جذبہ اسلامی کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے کہا کہ ایران کے ہزاروں نوجوانوں نے اسلامی جمہوریہ کے قیام کے لئے جو قربانیاں دی ہیں۔ وہ پورے عالم اسلام کیلئے مشعل راہ ہیں۔ (روزنامہ جسارت کراچی 13 فروری 79ء)

اسی طرح جماعت اسلامی کے آفیشل آرگن دعوت دہلی میں اس کے مدیر فرماتے ہیں۔

اس وقت شریعت اسلامیہ کے نفاذ کے چار تجربے اپنی مکمل یا ادھوری شکل میں عالم اسلام کے سامنے ہیں۔ **ایک تجربہ** سعودی عرب کا ہے، جہاں ملوکیت کے زیرِ سایہ شریعت کو ملکی قانون کے قالب میں ڈھال کر اس کے توسط سے ایک خاص دائرے میں اسلام کے نفاذ کی کوشش کی جارہی ہے۔ یہ سب سے پرانا تجربہ ہے۔ اسے نہ تو مزید پھیلایا جاسکتا ہے، اور نہ ہی اپنی محدود شکل میں یہ ان تبدیلیوں کو روبہ کار لانے کا وسیلہ بن سکتا ہے جو اسلام کو صحیح معنوں میں سماج اور ریاست دونوں ہی میں سب سے مؤثر اور رہنما قوت بنانے کے لئے ضروری ہیں، یہ جس شکل اور جس حد تک ہے، اسے بس گوارا کیا جاسکتا ہے، یہ تجربہ نہ تو اسلام پسندوں کے بلند عزائم کا ساتھ دے سکتا ہے اور نہ ہی اس کے سہارے اسلامی ریاست کے خاکے میں وہ رنگ بھرے جاسکتے ہیں جو اسے جیتی جاگتی حقیقت کے روپ میں عصری سیاسی منظر پر لا کھڑا کریں،

دوسرا تجربہ ایران کا ہے، جہاں عوامی طاقت کے سہارے انقلاب برپا کر کے پرانے نظام کو یکسر ملیا میٹ کر دیا گیا.... اور بالکل نئے سرے سے اسلامی نظامِ حیات کی بساط بچھا رہے ہیں۔ یہ تجربہ اصلاح اور تدریجی تبدیلی کے بجائے انقلاب اور اس کی کوکھ سے جنم لینے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والی دوٹوک تبدیلیوں کی راہ دکھاتا ہے۔ جو موجودہ حالات میں سب سے زیادہ پُر اثر اور پُرکشش نظر آتا ہے.... تاہم اس نے پوری دنیا میں اسلام پسندوں کے دلوں کی امید کی جو جوت جلائی ہے اور اسلامی انقلاب کے امکانات کو جس طرح پوری قوت کے ساتھ ابھارا ہے، اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

تیسرا تجربہ پاکستان کا ہے جہاں فوج بیوروکریسی کی مدد سے محدود پیمانے پر نفاذِ اسلام کی کوشش کر رہی ہے۔

چوتھا اور نسبتاً کم عمر تجربہ سوڈان کا ہے، جہاں اسلام کو ایک تدریج کے ذریعے نافذ کرنے کا عمل اپنی تندی و تیزی کے سبب انقلاب جیسا تاثر پیدا کر رہا ہے۔

ایرانی تجربے کے بعد، یہ تجربہ سب سے زیادہ جاندار اثر انگیز اور خوش آیند امکانات کا حامل نظر آتا ہے۔

(از دعوت ہفتہ وار یکم جنوری 84ء)

گذشتہ سال جماعت اسلامی کی ایک ذیلی تنظیم ایس آئی ایم (اسٹوڈنٹ موومنٹ آف انڈیا) نے دہلی کے رام لیلا گراونڈ میں اپنی کانفرنس منعقد کی، کانفرنس کے انعقاد سے چند دن پہلے اس تنظیم کے صدر ڈاکٹر الیاس رسول صاحب نے پریس کانفرنس منعقد کی، جس میں انھوں نے اپنے پروگرام اور منزل کی نشاندہی فرمائی، موصوف نے فرمایا، کہ اجلاس میں:

ہندوستانی سماجی بحران اور اسلامی تحریک کے موضوع پر بحث ہوگی۔ ایس آئی ایم اسلامی تحریک کا ایک حصہ ہے، لیکن اسلامی تحریک کسی تنظیم فرقہ یا گروپ کا نام نہیں ہے، بلکہ ایک نظریہ، ایک طرز زندگی اور ایک انقلابی پیغام کا نام ہے۔ ہمارے ملک نے مغربی طرزِ جمہوریت سیکولرازم، سوشلزم، کے طریقے اپنائے ہوئے ہیں. جو لوگوں کی نفسیات سے ہم آہنگ نہیں ہو پاتے۔ جس کی وجہ سے سماج میں تنزّل و گراوٹ آگئی اور بحران پیدا ہوگیا۔ اس وقت ایران کو چھوڑ کر کسی بھی ملک میں صحیح اسلامی نظام نہیں ہے، ان میں پاکستان اور سعودی عرب شامل ہیں۔

اسلامی سیاسی نظام کے بارے میں ڈاکٹر صاحب نے بتایا: کہ اصل حاکمیت صرف اللہ کی ہے، اس کے حکم کے مطابق ایک خلیفہ چنتے ہیں۔ جو قرآن وسنت کی بنیاد پر حکومت کا نظام چلاتا ہے۔ (از قومی آواز۔ 19 / اکتوبر 84ء)

مداہنت پسندی کی ایک واضح مثال اس تبصرے میں ملاحظہ فرمائیے، جو جماعت اسلامی کے انگریزی اخبار ریڈینس دہلی کے مدیر جناب امین الحسن رضوی صاحب نے مولانا منظور نعمانی صاحب کی کتاب "ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت" پر رسالہ کریسنٹ میں شائع کرایا ہے۔ جس کا ترجمہ سفارت خانہ ایران کے رسالہ "راہ اسلام اردو" میں شائع ہوا ہے۔

مگر سوال یہ ہے، کہ یہ کس طرف رہنمائی کی جا رہی ہے۔ مزید براں یہ موضوع کتاب کے ساتھ کہاں تک انصاف ہے؟ امام خمینی شیعہ ہیں۔ انھوں نے اس کو کبھی نہیں چھپایا اور جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ ایران میں شیعوں کی اکثریت ہے۔ اور یہ وہی تھے جنہوں نے شاہ کی طاغوتی رجیم سے جنگ کی، عظیم قربانیاں پیش کیں۔ نتیجتاً کامیاب ہوئے، یہ سب کچھ ان علماء کی رہبری و نگرانی میں ہوا۔ جو شیعہ تھے، لیکن اس تمام عرصے میں کبھی بھی یا اس کے بعد کبھی بھی انھوں نے اس کو شیعی جہاد یا شیعی انقلاب نہیں کہا، اور نہ اب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے وہ شیعی جمہوریہ کہتے ہیں، ان کا دعویٰ ہے، کہ یہ اسلامی انقلاب ہے، اور ایران اب اسلامی جمہوری ایران کی حیثیت سے آگے منزلیں طے کر رہی ہے۔

یہ تو فطری بات ہے، کہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ وہ ہی حقیقی اسلام کی نمائندگی کرتے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے سنیوں کا عقیدہ ہے کی ہے، کہ بس وہ ہی سچے مسلمان ہیں۔ ایک شیعہ اس وقت شیعہ نہیں رہے گا. جب اس کا عقیدہ یہ ہو جائے کہ شیعیت حقیقی اسلام کی نمائندگی نہیں کرتی۔ اسی طرح سنّی بھی بالمثل ہے۔ (راہ اسلام دہلی)

مندرجہ اقتباسات سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جاعت اسلامی اور بانی جماعتِ اسلامی تشیع، اور ایرانی انقلاب کے بارے میں مداہنت پسندانہ رائے رکھتے ہیں۔ یہاں چند حوالے بطور اختصار درج کئے ہیں۔ ورنہ ان کے اخبارات کی فائل کی فائل رطب اللسانی سے بھری پڑی ہیں۔

جہاں تک شیعی عقائد کا تعلق ہے۔ ائمہ کرام، محدثین اور علمائے امت ان کے رَدّ میں سینکڑوں کتابیں لکھ چکے ہیں اور ثابت کر چکے ہیں کہ اہلِ تشیع کا عقیدہ امامت، غیبو بیت صغریٰ، کبری، ولایت فقیہ، تقیہ کتمان وغیرہ وغیرہ سراسر گمراہی ہیں۔ ان کے خیال میں خلفائے اربعہ بجز حضرت علی رضی اللہ عنہ ملعون (معاذ اللہ) ہیں، قرآن کریم اور ذخیرہ احادیث چونکہ منافق صحابہ کرام (معاذ اللہ) نے جو دل سے ایمان نہیں لائے تھے، جمع کئے ہیں، اس لئے وہ محرّف ہیں، وہ صرف فقہ جعفریہ کو مانتے ہیں، اور سنی ائمہ کرام، علمائے عظام ومحدّثین کے جمع کردہ ذخیرہ حدیث، تارخ وآثار کو مشکوک قرار دیتے ہیں، تقیہ کتمان اور متعہ ان کے نزدیک عبادت ہیں۔ مندرجہ تمام عقائد ان کی کتب الجامع الکافی، الشافی، کتاب الروضہ، اور خمینی صاحب کی کتب کشف الاسرار، اور تحریر الوسیلہ وغیرہ میں درج ہیں۔ اس لئے ایسے گمراہ فرقے کی حکومت کو اسلامی حکومت قرار دینا خود گمراہی اور اپنے نفس کو دھوکہ دینا ہے، اور دوسرے مسلمانوں میں گمراہی پھیلانا ہے.

اتّحاد بین المسلمین کا فلسفہ: اتّحاد بین المسلمین کی اہمیت سے کون مسلمان انکار کرسکتا ہے لیکن اتحاد بین المسلمین بھی عقائد کی صحت کی بنیاد پر ہی ممکن ہے۔ مسلمانوں میں متعدّد جماعتیں اور مسلک ہیں یہ سارے ہی اتحاد بین المسلمین کی دعوت دیتے ہیں۔ جماعت اسلامی بھی اس بات کی مدعی ہے کہ وہ اتحاد بین المسلمین کی حامی ہے، مگر اس نے اس کے لئے جو راستہ دکھایا ہے، وہ صحیح نہیں۔ اس بنیاد پر اتحاد ممکن نہیں، کہ ہر آدمی اپنے مزعومہ عقیدے پر بھی چلتا رہے۔ اور وہ گمراہی ہو، اور پھر اتحاد بین المسلمین کی دعوت بھی دینے لگے۔ کوئی بھی اجتماع، اتحاد، اور اتفاق مرکزیت، مرکزی اصولوں پر چلنے سے ہی ممکن ہے۔ اور وہ مرکزی نقطے اسلام میں توحید اور کتاب وسنت ہیں، انہیں نقطوں پر اتحاد ہوسکتا ہے، کوئی شخص اپنے بنائے ہوئے دین یا شریعت پر مسلمانوں کو جمع نہیں کرسکتا۔ اس لئے اتحاد بین المسلمین کی دعوت دینے والا مسلمان سب سے پہلے خود اپنے تئیں اس بات کو دیکھے کہ وہ ان اصولوں پر کہاں تک عامِل ہے، مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ شخصیتیں جنم لیتی رہیں گی، اور وہ ہر دن اسلام کی نت نئی تاویلات وتعبیرات پیش کرتی رہیں گی، تنظیم سازی بھی برابر ہوگی، اور ہر ایک اتحاد بین المسلمین کا نعرہ لگائے گا۔ آخر کس کے ساتھ مسلمان اتحاد کریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دینی تعلیمات اور تربیت سے گریز: مولانا مودودی صاحب نے چونکہ خود بھی کسی دینی درسگاہ کے توسط سے دینی تعلیم حاصل نہیں کی تھی اس لئے انہیں دینی تعلیم کے فروغ میں کوئی دلچسپی نہ تھی، بلکہ دینی تعلیم تو کیا غیر دینی میں بھی نہ تھی، ان کا خیال تھا کہ وہ اپنی کتابوں کے ذریعے ہی پورا انقلاب لے آئیں گے اور مسلمانوں کے ذہن بدل ڈالیں گے۔ اس مقصد کے لئے درجنوں اردو کتابیں لکھیں، پھر انہیں میں سے بعض کتب کے ترجمے عربی و انگریزی زبانوں میں دوسرے حضرات سے کرائے اس لئے موصوف کسی بھی دینی درس گاہ کے قیام اور مسلمان بچوں کی دینی و دنیاوی تعلیم و تربیت کے بنیادی اسلامی فریضے سے برگشتہ اور بیزار رہے ہیں اس بیزاری کا ثبوت موصوف کی درج ذیل تحریروں سے ملتا ہے، علمائے کرام کے خلاف اظہارِ ناراضگی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں؛

کہیں جبوں اور عماموں میں سیاہ دلی اور گندے اخلاق لپٹے ہوئے ہیں، زبان سے وعظ اور عمل میں بدکاریاں، ظاہر میں خدمتِ دین، اور باطن میں خیانتیں، غداریاں، نفسانی اغراض کی بندگیاں۔ (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمش اول)

دینی تعلیم گاہوں کے خلاف اظہار نفرت فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

یہ غریب، تعلیم کے لیے جدید درسگاہوں میں جاتے ہیں، تو وہاں زیادہ تر مخلص و مکار ملاحدہ یا نیم مسلم و نیم ملحد حضرات سے ان کا پالا پڑتا ہے۔ قدیم مدارس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اکثر مذہبی سوداگروں کے ہتّے چڑھ جاتے ہیں۔ دینی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو خطیبوں، واعظوں کی عظیم اکثریت انھیں گمراہ کرتی ہے۔ (جماعتِ اسلامی کا مقصد اور لائحہ عمل)

بڑے حیرت کی بات ہے، کہ مرحوم نے تنقید تو دونوں نظام ہائے تعلیم پر فرمادی، مگر خود ایک اسکول یا مکتب ہی قائم کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی، آخر اللہ تعالیٰ نے کے ہاں کیا جواب دیں گے۔ جب یہ سوال ہوگا، کہ آپ اتنے بڑے داعی اسلام تھے؟ دینی تعلیم کی اشاعت کیلئے آپ نے کیا کیا!

بہرحال جماعت اسلامی ہند تو شاید اس کا تھوڑا بہت جواب دے دے مگر بانی جماعت، اور جماعتِ اسلامی پاکستان تو اس کا کوئی جواب نہ دے سکے گی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ دے گی کہ ملتان روڈ لاہور میں منصورہ تعمیر کرایا ہے آخر جس دین اور نظام کے مولانا داعی ہیں بلکہ اس کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی تعلیم و تربیت کے کام سے کیوں گریز مائے ہیں۔ یہ ایک اہم ترین سوال ہے، جس کا جواب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اور ان کے ہمنوا شاید ہی دے سکیں۔

مصلحت پسندی اور ابن الوقتی: مولانا مودودی صاحب چونکہ خالق کائنات کا ترجمہ، اقتدار اعلیٰ فرماتے ہیں۔ اس لئے وہ دین کا مقصد اقتدار کا حصول بتاتے ہیں۔ اور یہی ان کے دینی تصورات و تعبیرات کا محور ہے۔ اقتدار کے حصول کے لئے چونکہ کوئی اصول نہیں ہوتا ہے اور نہ آدمی اس کی پابندی کرسکتا ہے اس لئے مولانا صاحب بھی وقت کے دھاروں کے ساتھ حکمت عملی کا فائدہ اٹھاتے رہے۔

جماعت اسلامی کے دستور کی دفعہ 8 میں صفِ اوّل کے اراکین کے بارے میں لکھا تھا۔

ان لوگوں کے لئے احکامِ شریعت کی پابندی کے معاملے میں کوئی رعایت نہ ہوگی۔ ان کو مسلمانوں کی زندگی کا پورا نمونہ پیش کرنا ہوگا۔ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کے لئے رخصت کے بجائے عظیمت کا طریقہ ہی قانون ہوگا۔

مولانا موصوف مزید تحریر فرماتے ہیں:

"بعض لوگ یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ غیر اسلامی طرز ہی کا سہی مسلمانوں کا کوئی اسٹیٹ تو قائم ہو جائے پھر رفتہ رفتہ تعلیم و تربیت اور اخلاقی اصلاح کے ذریعے سے اس کو اسلامی سٹیٹ میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ مگر میں نے تاریخ سیاسیات و اجتماعیات کا جو تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے اس کی بنا پر میں اس کو ناممکن سمجھتا ہوں۔ (از مقالہ اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے)

مگر جب ملکی تقسیم کا فیصلہ ہو گیا۔ اور پاکستان کا قیام عمل میں آ گیا۔ تو یہاں پہنچ کر مولانا کا عمل بدلنے لگا۔ آپ نے گذشتہ سالوں میں مسلم قوم پرستانہ حکومت کی جس قدر مخالفت کی تھی، اور کتابوں و رسالوں کے صفحات سیاہ کئے تھے۔ وہ سب یکسر فراموش کر دیا اور صالح قیادت لانے کے نام پر اپنے ہمنواؤں کو الیکشن میں کھڑا کر دیا۔ تاکہ اسمبلی میں کامیاب ہو کر اسلامی حکومت بنائی جا سکے۔ مگر ان الیکشنوں میں جماعت اسلامی کو حیرت انگیز ناکامیاں ہوئیں۔

اس کے بعد صدارتی انتخاب میں صدر ایوب کے خلاف امیدوار کھڑے کرنے کا مسئلہ آیا۔ اپوزیشن پارٹیوں نے طے کیا کہ صدر ایوب کے مقابلے کے لئے مس فاطمہ جناح کو کھڑا کیا جائے، چنانچہ جماعت اسلامی نے اس بوڑھی ناتواں خاتون کی حمایت کا اعلان کرتے ہوئے بیان جاری کیا۔

شریعت میں جو چیزیں حرام ٹھہرائی گئی ہیں ان میں سے بعض کی حرمت تو ابدی ہے جو کسی حالت میں حِلّت سے تبدیل نہیں ہو سکتی، اور بعض کی حُرمت ایسی ہے جو شدید ضرورت کے موقع پر ضرورت کی حد تک جواز میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ اب یہ واضح ہے کہ عورت کو امیر بنانے کی ممانعت ان حرمتوں میں سے نہیں ہے جو ابدی اور قطعی ہیں، بلکہ دوسری قسم کی حُرمتوں ہی میں اس کا شمار ہو سکتا ہے، اس لئے ہمیں ان حالات کا جائزہ لے کر دیکھنا چاہئے۔ جن میں یہ مسئلہ پیش آیا ہے۔ (از تجاویز اجلاس شوریٰ)

چنانچہ کارپردازانِ جماعت اسلامی نے مس فاطمہ جناح کی کامیابی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائی۔ جس میں مس فاطمہ جناح ہار گئیں۔

ابتداع کی حوصلہ افزائی: 1963ء میں سعودی حکومت نے غلاف کعبہ کی تیاری کے بارے میں فیصلہ کیا کہ وہ پاکستان میں مولانا صاحب کے زیرِ نگرانی تیار کرایا جائے۔ چنانچہ جماعت اسلامی نے اخبارات کے ذریعے اس کی خوب تشہیر کی، اور عوام الناس کی ضعیف الاعتقادی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اعلان کرا دیا کہ اس غلاف کی نمائش بذریعہ ٹرین کرائی جائے گی۔ چنانچہ جب یہ غلاف تیار ہو گیا تو اس کو ٹرین میں رکھ کر مختلف شہروں سے گزارا گیا۔ دین سے جاہل عوام مولانا مودودی صاحب اور جماعتِ اسلامی کے زیرِ نگرانی تیار کرائے ہوئے غلاف کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے، مولانا صاحب خود بھی بنفس نفیس ٹرین کے ساتھ گھومتے رہے، اس سب کا مقصد آنے والے انتخابات کیلئے زمین ہموار کرنا تھا۔ اس گشتی نمائش کے سلسلے میں جماعت اسلامی کے اخبار ایشیا لاہور کا اداریہ ملاحظہ فرمائیں۔

آجکل مغربی پاکستان کے ریلوے سٹیشنوں پر دو اسپیشل ٹرینیں غلافِ کعبہ کی زیارت کرا رہی ہیں۔ ایک ٹرین لاہور سے پشاور کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منزل بہ منزل رواں دواں ہے دوسری خاص ٹرین اوکاڑہ مٹنگمری کی جانب تشنگانِ دیدارِ غلاف کو سیر کر رہی ہیں۔ ہر سٹیشن پر عوام کے ذوق وشوق اور عقیدت ومحبت کا عجیب عالم ہے، چھوٹے چھوٹے سٹیشنوں پر لاکھوں کا ہجوم ہوتا ہے، مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے جسے دیکھئے بس ایک نظر دیکھ لینے کی سعادت حاصل کر لینے کو بے تاب ہیں، خواتین غلاف کعبہ پر پھول نچھاور کرتی ہیں، بڑے بڑے افسر اور معززین عقیدت سے اس کے حضور دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ چونکہ غلاف کعبہ کو چھونے چومنے کی اجازت نہیں ہے، اس لئے بعض مقامات پر لوگوں نے فرطِ عقیدت میں ٹرین ہی کی بوسہ دینا شروع کر دیا۔ (ایشیا لاہور 28 / مارچ 1963ء)

جن حضرات نے مولانا مودودی صاحب کی کتابیں مطالعہ کی تھیں وہ حیرت میں پڑ گئے کہ قرآن وحدیث کی تبلیغ کرنے والا یہ داعی اسلام آخر کیا کر رہا ہے۔ وہ یہ تصوّر بھی نہیں کر سکتے تھے، کہ مولانا مودودی صاحب ایسے بدعی کام میں ملوّث ہو سکتے ہیں۔

"سب اچھا ہے" کا فارمولہ: فقہی اختلافی مسائل میں مولانا صاحب ہمیشہ سے "سب اچھا ہے" کا قائل رہے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض اصولی معاملات میں بھی ان کی یہی روش رہی ہے، اور وہ ان سب کو فروع کہہ کر گزر جاتے ہیں۔ وہ ایک طرف تقلید کا شدّت سے رَدّ کرتے ہیں، اور کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کی تبلیغ فرماتے ہیں مگر دوسری طرف تقلید کے بغیر ان کا گذارہ بھی نہیں ہوا، خود حنفی تھے، حنفیت کی تعریف کرتے تھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"میں خود حنفی طریقے پر نماز پڑھتا ہوں، اگرچہ اہلِ حدیث، شافعی، مالکی، حنبلی سب کی نماز کو درست سمجھتا ہوں اور سب کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتا ہوں۔ (رسائل ومسائل حصہ دوّم)

چاروں فقہ میں سے کسی ایک تقلید کی ترغیب، اور مسلکِ اہل حدیث کا غلط تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس لئے تمام مسلمان ان چاروں فقہوں کو برحق مانتے ہیں۔ البتہ یہ ظاہر ہے کہ ایک معاملے میں ایک ہی طریقے کی پیروی کی جا سکتی ہے، چار مختلف طریقوں کی پیروی نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے اکثر علماء کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ کسی خاص فقہ کی پیروی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ علم والے آدمی کو براہ راست قرآن وحدیث سے احکام معلوم کرنے چاہیں۔ اور جو لوگ علم نہ رکھتے ہوں، انہیں چاہئے کہ جس عالم پر بھی اطمینان ہو، اس کی پیروی کریں، یہ اہل حدیث کہلاتے ہیں۔ اور اوپر کے گروہوں کی طرح یہ بھی حق پر ہیں۔ (رسالہ دینیات)

مولانا صاحب کا تضاد ملاحظہ فرمائیے، اوپر تو فرمایا کہ ایک معاملے میں ایک ہی طریقے کی پیروی کی جا سکتی ہے۔ مگر نیچے امام طحاوی کے قول "المنتقل من مذهب الى مذهب باجتهاد و برهان آثم يستوجب التعزير" پر محاکمہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

میرے نزدیک ایک صاحب علم کے لئے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے کچھ شدید تر چیز ہے، مگر یاد رہے کہ اپنی تحقیق کی بنا پر کسی ایک سکول کے طریقے اور اصول کا اتباع کرنا اور چیز ہے۔ اور تقلید کی قسم کھا بیٹھنا بالکل دوسری چیز! اور یہی آخری چیز ہے، جسے میں صحیح نہیں سمجھتا، رہا طحاوی کا وہ فتویٰ جو آپ نے نقل کیا ہے۔ تو وہ خواہ کتنے ہی بڑے عالم کا لکھا ہو، میں اس کو قابل تسلیم نہیں سمجھتا، میرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نزدیک ایک فقہی مذہب سے دوسرے مذہب فقہی میں انتقال صرف اس صورت میں گناہ ہے، جبکہ یہ نقل خواہش نفس کی بنا پر ہو، نہ کہ تحقیق کی بنا پر۔ (رسائل ومسائل حصہ اول)

مندرجہ تقابل میں مولانا صاحب نے تاویل کی حد کر دی ہے۔ مولانا خود عالم اور مفسر قرآن ہیں پھر بھی حنفی مذہب کی تقلید کرتے رہے، جبکہ عالم کے لئے تقلید کو خود ہی ناجائز اور گناہ لکھتے ہیں۔ تاویل کے ذریعے اسے اپنے لئے جائز بھی کر گئے۔

احناف واہل حدیث دونوں کو خراب مگر بالآخر تقلید کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک کے مذہب میں بہت سے ایسے مسائل ہیں۔ جن پر اہل حدیث کی طرف سے اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ یہ حدیث کے خلاف ہیں، اور ان ائمہ کے پیروؤں کی طرف سے ان اعتراضات کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔ جو شخص خود علم رکھتا ہو، اور جس میں خود اجتہاد کی صلاحیت موجود ہو، وہ فریقین کے درمیان محاکمہ کر سکتا ہے۔ اور اسے حق ہے، کہ حدیث سے جس طریق کو ثابت پائے اسے اختیار کرے، لیکن یہ عام اہل حدیث جو ان مسائل پر بحث کرتے پھرتے ہیں، انکا حال عام حنفیوں سے کچھ زیادہ بہتر نہیں ہے۔ ان کا علم بھی ویسا ہی تقلیدی ہے جیسا حنفیوں کا ہے۔ یہ اپنے ائمہ وعلماء پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور حنفی اپنے ائمہ وعلما پر، ان میں خود اجتہادی قابلیت نہیں، نہ یہ احادیث کا اتنا علم اور اصول میں اتنی بصیرت رکھتے ہیں۔ کہ احکام کی تحقیق کر سکیں۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ فاتحہ خلف الامام، یا رفع الیدین، یا آمین بالجہر حدیث سے ثابت ہے اور اس کے خلاف ثابت نہیں ہے۔ دراصل تقلید کی بنیاد پر ہے، نہ کہ اجتہاد کی بنیاد پر، لہٰذا ان کے جواب میں خاموشی بہتر ہے، البتہ جو علم رکھتے ہیں۔ وہ ان مسائل پر بول سکتے ہیں۔

(رسائل ومسائل حصہ اول)

ویسے تو مولانا صاحب کا یہ پورا ہی اقتباس بہت دلچسپ ہے، مگر یہ جملہ خوب ہے۔ "دراصل تقلید کی بنیاد پر ہے، نہ کہ اجتہاد کی بنیاد پر" خدا جانے مولانا کے نزدیک تقلید واجتہاد کی "کیا" تعریف ہے۔

سب اچھا ہے۔ کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔ تراویح کے بارے میں فرماتے ہیں:

ان امور پر اگر غور کیا جائے، تو معلوم ہوتا ہے، کہ اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعتیں ہی پڑھی ہیں۔ لیکن صحابہ وتابعین نے بالعموم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کا مطلب یہ نہیں لیا، کہ آٹھ رکعت پڑھنا ہی سنت ہے، اور اس سے زائد پڑھنا خلافِ سنت یا بدعت ہے، آخر یہ کیسے تصوّر کیا جا سکتا ہے۔ کہ صحابہ کرام اور تابعین اور ائمہ مجتہدین سنت اور بدعت کے درمیان تمیز کرنے کی اہلیت سے اس قدر محروم تھے۔ یا جان بوجھ کر وہ سنت کو چھوڑ کر ایک بدعت کو اختیار کر سکتے تھے۔ بہرحال اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کو اس معنی میں لیتا ہو، کہ آپ کا منشا آٹھ رکعت ہی کی سنت کی حیثیت سے جاری کرنے کا تھا، تو شوق سے اس پر عمل کرے، اور جو اس معاملے میں اس کے ہمخیال ہیں وہ اس کی پیروی کریں، لیکن بیس رکعت کے دلائل اتنے کمزور نہیں ہیں، کہ اسے خلاف سنت قرار دینا اتنا آسان ہو جتنا سمجھ لیا گیا ہے۔ (رسائل ومسائل حصہ سوم)

سنا آپ نے حضرت والا کا فرمان مبارک! یعنی ایک طرف تو خود یہ تسلیم کرتے ہیں۔ "کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ ہی رکعتیں پڑھی ہیں"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری طرف اس کی بے جا تاویلیں کر رہے ہیں۔کہ یہ مطلب نہیں تھا اور وہ نہیں تھا۔ پھر آخر میں یہ بھی کہہ دیا کہ 20 رکعت کے اتنے کمزور دلائل نہیں کہ اسے خلاف سنت قرار دینا اتنا آسان ہو جتنا سمجھ لیا گیا ہے۔

مولانا کے اس تجزیے کے بعد تو إنا للہ وإنا إلیہ راجعون ہی پڑھ لینا چاہئے۔جب اتنے بڑے مفکر اسلام کی وسعت نظری کا یہ حال ہے،تو بیچارے ضدّی کٹھ مُلّا جنہوں نے فقہ اور بزرگوں کے اقوال کے علاوہ کچھ پڑھا اور سنا ہی نہیں ہے۔وہ کیا کریں اور کہیں گے۔وہ تو یقیناً 20 کی تعداد کو غیر مسنون کہنے اور سننے پر آگ بگولہ ہو جائیں گے اور لٹھ لیکر مارنے کو دوڑیں گے۔دو سال پہلے بہار میں (بسلسلہ تراویح) ایک حامی سنت کی شہادت ہو چکی ہے۔تراویح کے سلسلے میں مولانا مودودی صاحب کے موقف کو دیکھ لینے کے بعد ان کی "سب اچھا ہے" کی پالیسی پوری سمجھ میں آجاتی ہے۔اور پختہ یقین ہو جاتا ہے کہ موصوف کتاب وسنت کا محض نعرہ دیتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے،جو کھلی ہوئی مداہنت ومنافقت ہے۔اصول اپنی جگہ اصول ہے،اسے تسلیم کیا جانا چاہیے اور اس پر عمل بھی ہونا چاہئے۔

تراویح نفل نماز ہے۔ایک مسلمان اس کی چاہے جتنی رکعتیں ادا کرے،جیسا کہ بعض کرام اور علمائے سلف ادا کرتے رہے ہیں۔ مگر اس بات کا تو اقرار کرے،کہ نبی اکرم صل اللہ علیہ وسلم سے صرف آٹھ،گیارہ،تیرہ رکعت ہی ثابت ہیں۔اور سنت وہی ہے جو آپ صل اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔

اس مختصر جائزے کے بعد ہر متبع کتاب وسنت مسلمان کی سمجھ میں آجانا چاہیے کہ مودودی صاحب نے جماعت سازی اور اس کے لئے مصنفات کا ایک عظیم دفتر ضرور قائم کیا ہے۔مگر ان کی دینی تفہیم وتشریح اور طریق کار،سلف صالحین (صحابہ کرام،تابعین،ائمہ محدّثین) سے قطعاً مختلف ہے۔اس میں تجدُّد،اعتزال،تخفیف حدیث وغیرہ کے جراثیم بدرجہ اتم موجود ہیں۔اس لئے اس سے حقیقی اسلامی معاشرہ تشکیل نہیں پا سکتا۔جب اسلامی معاشرہ تشکیل نہیں پائے گا تو حکومتِ الٰہیہ کس طرح وجود میں آجائیگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جماعت اسلامی تشیع اور خمینی ازم

ہم اپنے سابقہ مقالے میں واضح کر چکے ہیں کہ مولانا مودودی صاحب کی دینی تشریحات سلف صالحین سے قطعاً مختلف ہیں۔ بالخصوص تشیع کے بارے میں تو ان کی رائے گمراہ کن ہے جو غالباً پاکستان کے خاص سیاسی ماحول اور شیعہ ووٹ حاصل کرنے کی غرض سے انھوں نے اختیار فرمائی ہے۔ اگرچہ ان کی کتاب "خلافت وملوکیت" تاریخی حوالوں سے لبریز ہے۔ مگر بحث کے بعد جو نتائج اخذ کئے ہیں۔ ان میں مولانا نے صحابہ کرام کی غلطیاں نکال کر شیعی تاریخی سیاسی پس منظر کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ اور اسلاف کو غلط، بے بصیرت اور غیر دانشمند قرار دیا ہے۔

رفض وتشیع کے بارے میں مولانا مودودی صاحب کے طرزِ فکر نے چونکہ پوری جماعت اسلامی کو متاثر کیا ہے۔ اس لئے جماعت کے بیشتر افراد سیاسی مقاصد کی خاطر تشیع کے لئے دلوں میں نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ بعض اسے فروعی اختلاف کہتے ہیں۔ بعض شیعہ وسنی کو ایک ہی تھیلی کا چٹّہ بٹّہ بتاتے ہیں۔ اور بعض ملّی اتحاد کی خاطر بنیادی اسلامی عقائد کی پامالی تک میں حرج نہیں سمجھتے۔ جب سے خمینی ازم کا لاوا پھوٹا ہے تب سے جماعت کے اراکین وذمہ داران برابر خمینی اور پاسدارانِ خمینی کے کندھے سے کندھا ملا کر چل رہے ہیں۔ ایرانی انقلاب کو اسلامی انقلاب کہتے ہیں، ایران عراق جنگ میں ایران کو حق بجانب بتاتے ہیں ----- اور حرم شریف میں خمینی کی فتنہ انگیزی پر بغلیں بجا رہے ہیں۔ خمینی کی نام نہاد اسلامی جمہوریت (جس میں خمینی ڈکٹیٹر نے لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتروایا) کو سعودی عرب میں لانے کے منتظر ہیں۔

جو تشیع محض تقیہ یعنی منافقت کی بنیاد پر زندہ تھا خمینی نے ولایتِ فقیہ کے نام پر اسے جارح شیعیت کا رنگ دیا ہے۔ وہ ایرانی شہنشاہیت کے خاتمے کے بعد پورے عالم اسلام خصوصاً حرمین شریفین پر سیاسی غلبے کا خواب دیکھتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اسلام میں تشیع کے لئے کوئی گنجائش نہیں: شیعی عقائد چونکہ اسلام کے بنیادی عقائد کی نفی کرتے ہیں اور ان کا وحیِ الٰہی اور دینِ محمدی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے اسلام میں تشیع کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ علمائے امّت اس فرقے کی گمراہی، ارتداد، اور کفر کا پردہ بہت پہلے چاک کر چکے ہیں۔

ایرانی کلمہ: في الوقت ایران کا کلمہ جو خمینی عہد کی تخلیق ہے۔ حسب ذیل ہے۔

"لا إله إلا الله محمد رسول الله علی ولی الله خمینی حجة الله"

(ماہنامہ وحدت اسلامی تہران سالنامہ 1984ء)

یہی کلمہ حکومت پاکستان کے شیعہ نصاب تعلیم دینیات برائے نہم دہم میں اس طرح درج ہے۔

پاکستانی شیعوں کا کلمہ: "لا اله الا الله محمد رسول الله علی ولی الله وصی الله رسول الله وخلیفه بلافصل"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر جس قدر فرقے ہیں ان کے جداگانہ امام ہیں، ان میں ہر ایک کلمہ کے آخر میں اپنے امام صاحب کا نام لگاتا ہے۔

اسماعیلی فرقے کا کلمہ: أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمد رسول الله وأشهد أن علی الله

(از تکبیر ہفتہ وار کراچی)

واضح رہے کہ شیعوں کے کئی درجن فرقے، امام اور کلمے ہیں۔ بلکہ 73 فرقوں کی بڑی تعداد شیعوں ہی پر مشتمل ہے۔

ایران کی قرآن مجید: ایرانی ادارہ سامانِ چپ واشتہارات جاودان ایران نے قرآن مجید شائع کیا۔ جو کسی طرح پاکستان میں پہنچ گیا۔ بعض مسلمانوں نے حکومتِ پاکستان سے اس کی اشاعت پر احتجاج کیا۔ چنانچہ وزارتِ مذہبی امور پاکستان نے بعد چھان بین اس قرآن مجید پر پابندی عائد کی۔ (روزنامہ جنگ لاہور 26 / اکتوبر 1986ء)

ایرانی کلمہ مونوگرام اور محرّف قرآن مجید کا عکس شریکِ اشاعت ہے۔

ایرانی آئین: حکومت ایران کے آئین کی دفعہ 12 کے مطابق ایران کا سرکاری مذہب جعفری اثنا عشری اسلام ہے۔

اثنا عشری عقائد: اثنا عشری روافض کے اصولِ دین حسب ذیل ہیں:

توحید، نبوّت، امامت، عدل، معاد۔

شیعہ عقائد میں گرچہ توحید و نبوّت دونوں داخل ہیں، مگر عقیدہ امامت نے توحید و نبوّت دونوں کی جڑیں کاٹ دی ہیں۔

1) عقیدہ امامت: عقیدہ امامت شیعی عقائد کی اصل روح ہے۔ اس عقیدے کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین (وصی) نامزد کریں، چنانچہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی نامزد کیا۔ پھر چونکہ عالم کسی وصی کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانشین، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور ان کے نائب امام حسین رضی اللہ عنہ نامزد فرمائے اس طرح بارہ امام نامزد ہوئے، بارہویں امام حسن عسکری کم سنّی ہی میں دنیا سے غائب ہو گئے۔ جو مہدی منتظر بن کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نکلیں گے ۔وہی اصلی قرآن لے کر آئیں گے (العیاذ باللہ)

اس عقیدے کے مطابق اہلِ روافض اپنے ائمہ کو خدا کا مقرّر کردہ سمجھتے ہیں ۔اورانھیں معصوم مانتے ہیں ۔ان پروحی ہوتی ہے ۔اوران کا حکم شریعت ہوتا ہے ۔امام خمینی" الحکومت الاسلامیہ" میں لکھتے ہیں ۔

ہمارے مذہب (شیعہ اثنا عشریہ) کے ضروری و بنیادی عقائد میں سے یہ عقیدہ بھی ہے ۔کہ ہمارے ائمہ معصومین کو وہ مقام ومرتبہ حاصل ہے ۔جس تک کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل بھی نہیں پہنچ سکتا ۔(الحکومت الاسلامیہ تہران ص 54)

2) **حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام مرتد!** نظریہ امامت کو سچا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصی اللہ اور ولی اللہ ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے ۔کہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام کو کافر، مُرتد، غاصب، خائن قرار دیا جائے ۔کیونکہ (معاذ اللہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ وصی اللہ و ولی اللہ کی خلافت ان صحابہ کرام نے غصب کر لی تھی ۔دراصل شیعیت شروع ہی اس عقیدے سے ہوتی ہے ۔اگر کسی شیعہ فرقہ کا یہ عقیدہ نہ ہو اور وہ حضرات شیخین کو سبّ وستم نہ کرتا ہو، تو وہ شیعہ نہیں کہلا سکتا ۔یہ عقیدہ ان کی تمام بڑی کتابوں، الجامع الکافی، جلاء العیون، کشف الاسرار خمینی وغیرہ میں لکھا ہوا ہے ۔

فلعمری لقدنافقا قبل ذالك وردّ علی الله جلّ ذکره وکلامه وهزیا برسول الله صلی الله علیه وآله وهما الکافران علیهما لعنة الله والملائكة والناس أجمعین (کتاب الروضہ الجامع الکافی طبع لکھنو ص 92)

ترجمہ! میں بقسم کہتا ہوں کہ وہ دونوں (ابوبکر وعمر) پہلے سے منافق تھے ۔انھوں نے اللہ کے کلام کے ساتھ تمسخر کیا، وہ دونوں قطعی کافر ہیں ۔ان پر اللہ کی اور اس کے فرشتوں کی اور آدمیوں کی سب کی لعنت ۔

3) **تحریفِ قرآن:** تیسرا عقیدہ تحریفِ قرآن ہے، جو سابقہ عقائد کی موجودگی میں خود بخود پیدا ہو جاتا ہے ۔اس عقیدہ کے مطابق موجودہ قرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تحریف کردہ ہے ۔اصل قرآن ائمہ کے پاس ہے جس میں چالیس پارے ہیں ۔آخری امام غائب مہدی جب اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو اسے اپنے ہمراہ لائیں گے ۔

اس عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے اہل تشیع نے بہت سی ایسی آیات وضع کر کے پیش کی ہیں جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وصی وولی ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے ۔اور جنہیں صحابہ کرام نے نکال دیا ہے ۔

ہشام بن سالم سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، کہ وہ قرآن جو جبریل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لے کر نازل ہوئے تھے ۔اس میں سترہ ہزار آیات تھیں ۔(اصولِ کافی 671)

قرآن مجید میں سورہ نساء کی آیت 170 اس طرح ہے ۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾

اصولِ کافی میں امام باقر اس آیت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں ۔کہ دراصل یہ اس طرح نازل ہوئی تھی ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"یٰاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فی ولایة علی فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّكُمْ وَاِنْ تَكْفُرُوْا لولایة علی فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (اصول کافی 268)

امامت، سبِّ شیخین وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تحریفِ قرآن تینوں اہم بنیادی عقائد کے بغیر شیعیت کی دیواریں کھڑی نہیں ہوتیں۔ معمولی فرق کے ساتھ دنیا کے ہر شیعہ فرقہ کا یہی عقیدہ ہے۔

ارکانِ اسلام اَعمال محض ہیں: اہل تشیع کے ہاں نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج صرف اعمال میں داخل ہیں۔ جنہیں وہ واجب سمجھتے ہیں۔ فرض نہیں۔ (اصل اصول الشیعہ کاشف الغطاء)

متعہ، تقیہ، کتمان، بداء وغیرہ عقائد بھی بہت مشہور ہیں۔ جن کی تفصیل میں جانا فی الوقت مناسب نہیں۔ متعدّد علمائے کرام ان پر روشنی ڈال چکے ہیں البتہ امام خمینی نے جن عقائد کا احیاء کیا ہے، ان میں ولایتِ فقیہہ یعنی شیعی حکومت کے جبری قیام کا تصور خاص ہے۔ خمینیت نے جارحیت کا جو پہلو اختیار کیا ہے۔ وہ اسی عقیدے کے تحت ہے دنیا بھر میں شیعیت کا پروپیگنڈا اور ایرانی انقلاب کو اسلامی کہنے کی رَٹ اسی لئے لگائی گئی تھی اور اسی لئے حج کے دوران مکہ شریف میں ایرانی فوجیوں اور حاجیوں سے مظاہرہ کرایا جاتا ہے کہ وہ امام خمینی کی ولایت کا ڈھول پیٹیں، آنجہانی امام چاہتے تھے۔ کہ وہ ولایتِ فقیہہ کے مطابق اس وقت دنیا میں واحد امام ہیں۔ وہ حرمین پر قبضہ وتسلط کرنا چاہتے تھے مگر انہیں ناکامی ہوئی اور وہ مہدی ہونے کا اعلان کئے بغیر اس دنیا سے چلے گئے۔ یہاں ان کی کتاب کاشف الاسرار کے عکس معہ اردو ترجمہ دیئے جارہے ہیں۔

اِمام خمینی کی وصیت: اپنی رحلت سے پہلے امام خمینی نے اپنے معتقدین کو بتیس (32) صفحات پر مشتمل وصیت کی ہے اس وصیت کے جو حصے اہل اسلام یعنی اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں ان کو بطور تقیہ ظاہر نہیں کیا گیا۔ البتہ اس کی بعض شقیں شیعہ اخبارات میں شائع ہوئی ہیں۔ ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

کشف الاسرار کی عبارت عربی میں لکھنا ہے

اگر بالفرض قرآن میں صراحت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امامت وخلافت کیلئے حضرت علی کی نامزدگی کا ذکر بھی کردیا جاتا تب بھی یہ لوگ ان قرآنی آیات اور خداوندی فرمان کی وجہ سے اپنے اس مقصد اور منصوبے سے دستبردار ہونے والے نہیں تھے۔ جس کیلئے انہوں نے اپنے کو اسلام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چپکا رکھا تھا۔ اس مقصد کیلئے جو حیلے اور جو داؤ پیچ ان کو کرنے پڑتے وہ سب کرتے اور فرمانِ خداوندی کی کوئی پروا نہیں کی۔ قرآنی احکام اور خداوندی فرمان کے خلاف کرنا ان کیلئے معمولی بات تھی، انہوں نے بہت سے قرآنی احکام کی مخالفت کی اور خداوندی فرمان کی کوئی پروا نہیں کی۔

اگر وہ اپنا مقصد (حکومت واقتدار) حاصل کرنے کے لئے قرآن سے ان آیات کا نکال دینا ضروری سمجھتے (جن میں امامت کے

www.KitaboSunnat.com

منصب پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نامزدگی کا ذکر کیا گیا ہوتا) تو وہ ان آیتوں ہی کو قرآن سے نکال دیتے، یہ ان کے لئے معمولی بات تھی۔

حق الیقین کی عبارت فارسی میں لکھنا ہے

ترجمہ: جہنم میں ایک آتشی کنواں ہے کہ جہنمی اس کی حرارت سے پناہ مانگتے ہیں اور اس کنویں میں ایک آتشی صندوق ہے جس میں بارہ آدمی بند ہیں۔ چھ اگلی امتوں کے اور چھ اس امت کے۔ اگلی امتوں کے چھ تو یہ ہیں:

1) قابل، 2) نمرود، 3) فرعون، 4) حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا قاتل، 5) دو بنی اسرئیل میں سے۔

اور اس امت چھ یہ ہیں:

(نعوذ باللہ) 1) اَبوبکر، 2) عمر، 3) عثمان، 4) معاویہ، 5) نہروان، 6) اِبن ملجم۔

1) حدیث ثقلین پر عمل کا اشارہ اور تاکید: یعنی وہ حدیث جس میں پیغمبر اسلام نے اپنے بعد قیامت تک قرآن و اہل بیت دونوں سے وابستہ رہنے کی تلقین کی؟

واضح رہے کہ اہلِ تشیع حدیث "تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّتِي" میں سنتی کے بجائے واہل بیتی لگاتے ہیں۔

2) حدیث ثقلین کا ذکر کرتے ہوئے پھر مولا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے کا ذکر، جہاں انحرافِ دین نے امّت کو تباہی میں ڈال دیا۔ خوارج اور عوام فریبوں پر سخت حملہ اور ان کو دشمنی اَصلی اسلام بتایا گیا ہے۔

(نام لئے بغیر امام خمینی کا مطلب حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم عوام فریب، اور دین سے منحرف)

3) قرآن کو تکیہ بنانے کی تاکید اور طویل ماضی میں قرآن و اسلام کی مظلومیت کا ذکر (مظلومیت سے مراد تحریفِ قرآنی ہے)

7) نماز جمعہ اور عزاداری سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ میں شرکت کی خاص تاکید۔

8) آل سعود کی حکومت پر شدید تنقید، اور ان پر نفریں۔

(منقول از مجموعہ اخبار صداقت پونہ 2/9 جولائی 89ء)

واضح رہے کہ ایرانی سفارت خانے دہلی سے رسالہ راہِ اسلام جولائی 89ء میں خمینی کی وصیت کے جو اقتباسات شائع ہوئے ہیں وہ اس سے مختلف ہیں، یہ بالعموم مسلمانوں اور عالم اسلام کے مسائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں بھی تقیہ و کتمان سے کام لیا گیا ہے کیونکہ رسالہ راہِ اسلام اہلِ سنت والجماعت حضرات کے مطالعہ میں بھی آتا ہے۔

خمینی کی وصیت میں درد راصل، امامت، سبّ شیخین، اور تحریفِ قرآن تینوں عقائد کا ذکر موجود ہے۔ آنجہانی نے ارکان اسلام پر عمل کے بجائے صرف نمازِ جمعہ اور عزاداری میں شرکت کی تاکید کی ہے۔ جو شیعی اسلام کے لئے کافی وافی عمل ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

1) اگر عقیدہ امامت کو درست سمجھ لیا جائے تو اسلامی عقیدہ ختمِ نبوّت کہاں رہ جاتا ہے۔ پھر مرزا قادیانی نے جو مہدی یا مسیح موعود ہونے کا اعلان کیا تھا۔ اس میں کیا غلطی ہے۔ اگر حضرات شیخین کافر، مرتد اور غاصب ہیں.....

تو پھر اسلام کہاں رہا، کیونکہ امت کے پاس اسلام تو خلفائے راشدین ہی کے توسط سے آیا ہے، اگر قرآن مجید پر ماضی میں ظلم ہوتا رہا ہے۔ تو اس میں لازماً تحریف ہوئی ہے۔ محرّف ہونے کی صورت میں اس کی صداقت کی کیا ضمانت ہے۔ ان جملہ عقائد خیالات، اور وصایا کی روشنی میں جو اسلام کی بیخ کنی کرتے ہیں۔ اہلِ تشیع امام خمینی اور خمینی ازم کے ساتھ جماعت اسلامی کا تعلق، دوستی، اور ربط اس بات کی علامت ہے۔ کہ خود بانی جماعت اسلامی اور جماعت اسلامی کے دینی عقائد صحیح نہیں ہیں۔

تشیع کے بارے میں مولانا مودودی صاحب کی مداہنت پسندانہ رائے اور ایرانی شیعی انقلاب کی تحسین پہلے ہی اس تعلق کا ثبوت فراہم کر چکے ہیں۔

پھر جب امام خمینی کی رائے پر ایرانی فوجیوں اور حاجیوں نے دورانِ حج فتنہ انگیزی کی، تب تمام عالم اسلام نے اس پر رنج کا اظہار کیا۔ اور اسے خمینی شیعی فتنہ قرار دیا۔ مگر کارکنانِ جماعت اسلامی اور اس کے اخبارات کا رویّہ افسوسناک تھا۔ جماعت اسلامی کے اخبارات کی رائے، پھر ان کا تضاد ملاحظہ فرمائیں۔

حرمین کی حُرمت و امن کو غارت نہ کیجئے: لیکن ایرانی حاجی معلوم نہیں اپنے آپ کو کیوں مستثنیٰ سمجھتے ہیں ہر سال کوئی نہ کوئی ہنگامہ کھڑا کر دیتے ہیں اس لئے ہم ایرانی قائدین سے مخلصانہ گزارش کرتے ہیں کہ انقلاب برآمد کرنے کے جوش میں اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے۔ دوسری طرف سعودی حکومت کو بھی اس پہلو سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ جو لوگ اس ہنگامے میں شریک ہوئے ہیں۔ وہ بھی اسلامی دنیا کی افرادی طاقت تھے۔ اللہ انہیں اپنی رحمتوں سے نوازے، یہ صحیح ہے کہ حرمین شریفین میں امن کی برقراری اس کی ذمہ داری ہے لیکن اس سلسلے میں اسے اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے اگر طاقت کے استعمال کی ضرورت پیش آتی ہے تو اندھا دھند استعمال نہیں ہونی چاہئے"۔ (سہ روزہ دعوت 7 / اگست 87ء)

ایڈیٹر دعوت اتنے سیدھے آدمی ہیں کہ انھیں یہ پتہ ہی نہیں کہ ایرانی حاجی ہر سال یہ مظاہرہ کیوں کرتے ہیں؟ پھر مدیر صاحب کا سُجھاؤ سر دُھننے کے قابل ہے کہ اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ یعنی شیعی انقلاب برپا تو ضرور ہو، مگر اعتدال کے ساتھ!

آخری تلقین بہت خوب ہے کہ طاقت کا استعمال مت کرو! کیونکہ جماعت اسلامی والے فراست ہی سے ہر جگہ امن قائم کر لیتے ہیں۔

اب اسی جماعت کے آفیشل ہندی آرگن کانتی کا اداریہ ملاحظہ فرمائیں۔

"عیدِ قربان اصل میں اس بڑے تہوار کا حصہ ہے جسے حج کے نام سے جانا جاتا ہے۔ دنیا کے مختلف ملکوں کی طرح ایرانی بھی وہاں آئے۔ ان کا جلوس نکلا، کچھ نعرے بھی لگے۔ اور نعروں کا بہانہ بنا کر سعودی حکومت نے ان پر گولی چلا دی۔ کہا جاتا ہے کہ گولی چلانے سے پہلے انھوں نے یہ احتیاط بھی نہیں کی۔ جو ہر ملک اپنے شہریوں پر گولی چلانے پہلے کرتا ہے۔ پھر یہ سب کیوں ہوا۔ اس کے جواب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی سیدھی ذمہ داری سعودی حکومت کو جانی چاہیئے۔اسے ثابت کرنا چاہیئے کہ فتنہ بھیانک تھا۔اس لیے ایسا کیا گیا۔اگر وہ ثابت نہ کرے گا تو تاریخ اسے مجرم کہے گی۔

جو اسرائیل کے خلاف کبھی جہاد نہ کرسکا ایران کے خلاف جہاد کرنے کا اعلان کرنے لگا.....سعودی حکومت کی ایران سے لڑائی اسی بنیاد پر ہے کہ اسے ڈر ہے کہ کہیں ایران کی طرح سعودی عرب میں بھی اسلامی انقلاب نہ آجائے۔اسے ایرانیوں کی غلطی کہہ لیجیے یا ان کا فرض کہ وہ اسلامی نظام کی باتیں حج کے موقع پر بھی کرتے ہیں۔اس بات کو سعودی حکومت پسند نہیں کرتی۔

(ہندی کانتی ہفتہ وار 16/28 اگست 87ء)

مکہ مکرمہ میں ایرانی شیعوں کی کھلی فتنہ انگیزی پر جماعت اسلامی کا تقیہ اور اس کے اخبارات کے شیعہ حمایت بیانات اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ یہ لوگ شیعوں کی طرح دین کا محض سیاسی تصوّر رکھتے ہیں۔عقیدے کی ان کے ہاں کوئی اہمیت نہیں،1400 سو سال سے علمائے کرم جس گروہ گمراہ،مرتد اور کافر سمجھتے ہیں۔جماعت اسلامی اس کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔اسی پر بس نہیں جماعت اسلامی کے اراکین،عہدیداران،اخبارات اور ادارے مسلسل ایسی کتابیں اور لٹریچر شائع کر رہے ہیں۔جو ایرانی انقلاب شیعیت اور خمینیت کی بھرپور حمایت و ہمدردی کرتے ہیں۔ان کے اخبارات اور کتابوں میں مسلم اتحاد کی دعوت کے بہانے یہ تاثر دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔کہ سنی و شیعہ عقائد میں کوئی فرق نہیں ہے۔اور جو لوگ اس فرق کو واضح کرتے ہیں۔وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ایس آئی ایم کا اخبار "افکارِ ملّی" اور کتابیں برابر خمینیت کا پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔

جماعت اسلامی کے ایک کارکن جناب وصی اقبال صاحب نے جن کے مضامین اکثر و بیشتر جماعت اسلامی کے اخبارات و رسائل میں آتے رہتے ہیں،مکتبہ اسلامی دوررام پور کی جانب سے ایک کتاب "اسلام کا مسئلہ سنّی و شیعہ ایک ہی سکّے کے دو رُخ" نامی کتاب شائع کی ہے،یہ صاحب چونکہ سرکاری محکمہ کوآپریٹو میں ملازم ہیں اور ان کا کام امداد باہمی کے نام پر سود خوری کو فروغ دینا ہے۔اس لئے تشیع سے دوستی میں انھیں کیا مضائقہ ہوسکتا ہے۔ان صاحب نے اپنی اس کتاب میں یہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔کہ شیعی عقائد امامت،تحریفِ قرآن،متعہ،تقیہ،بداء وغیرہ تمام درست ہیں۔اور یہ اہلِ سنت والجماعت میں بھی ہیں۔مثلاً اس کتاب میں امامت کی بحث کے بعد لکھا ہے۔

ہم کسی باعث اس کو بھلے ہی تسلیم نہ کریں۔لیکن شیعہ حضرات اپنے مسلک کے لئے ایک مضبوط دلیل ضرور رکھتے ہیں۔(اسلام کا مسئلہ ص53)

مرزا قادیانی بھی مہدی ہونے کی دلیل دیتے ہیں

بحث کے آخر میں لکھا ہے۔

غرض تحریفِ قرآن کے سلسلے کی ساری باتیں غلط اور بناوٹی ہیں جن پر ہر دو جانب اعتبار کرنا درست نہیں ہے۔ص66

شیعہ کتاب اصولِ کافی نے تحریف کی جو تصدیق ہے۔اس میں آپ کیا رائے رکھتے ہیں تقیہ کی بحث کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میرا بھی یہی احساس ہے.....کہ تقیہ کوئی ناجائز چیز نہیں ہے۔ہاں اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ جب شیعہ حضرت نے تقیہ کو اپنا ایمان بنالیا ہے۔تب ہم اہلِ سنت اسے کس طرح اپنا سکتے ہیں۔ص 76

منافقت جماعت اسلامی والوں کے ہاں تو پہلے ہی جائز ہے۔

بداء کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

تمام مسلمان (شیعہ وسنی) اس امر کے قائل ہیں کہ خدا خلق کے امور میں محو و اثبات کرتا رہتا ہے۔اور وقتاً فوقتاً مناسب مصلحت وقتِ جدید احکام دیتا رہا ہے،اور اسی کو شیعہ بداء کہتے ہیں۔(اسلام کا مسئلہ)

بامسلماں اللہ اللہ بابرہمن رام رام اور کیا ہوتی ہے؟

اس لئے متعہ کے مسئلے پر انتہا پسندی کا رویّہ اختیار کرنا علمائے دین کی شان کے خلاف ہے۔(اسلام کا مسئلہ)

بزرگانِ ملت کو مشورہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔

"ہمارے ایسے خوش فہم بزرگ نہیں جانتے کہ جس فضا میں یہ مسائل اٹھائے جاتے ہیں۔وہاں اسلام کا سوال آتا ہے۔سادہ لوح بزرگ نہیں سمجھتے کہ آج کسی دین اور اس کے آئین کے خلاف مؤثر ہتھیار کلامی بحثیں اور ذہنی منطق کے استدلال نہیں ہیں۔بلکہ اس دنیا کے پیروکاروں کی تاریخ کے دھارے میں تمدّنی وتہذیبی مظاہر کے ساتھ ساتھ موافق یا مخالف مؤثر ترین ہتھیار ثابت ہوتا ہے"۔

یہ پورا پیراگراف اقبال صاحب نے کہاں سے نقل کیا ہے۔اس کا کوئی حوالہ نہیں۔ویسے بھی آخر میں بے ربط ہے۔ہوسکتا ہے مودودی صاحب کی تحریر ہو،یا پھر جماعت اسلامی کے کسی دوسرے انشاء پرداز کی!جماعت اسلامی والے علمائے امت کو سادہ لوح سمجھتے ہیں۔ کیونکہ 1400 سو سال تک دین کسی کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔اگر آیا تو مودودی صاحب کی سمجھ میں!جنھوں نے تشیع سے اتحاد کی راہیں نکالی ہیں۔اور جملہ متقدّمین ومتأخرین علمائے کرام امام بخاری،امام مسلم،امام أبوداؤد،امام ترمذی،امام نسائی،حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی،علامہ ابن تیمیہ،ابن ہمّام،امام اِبن حزم،قاضی عیاض مالکی،علامہ بحرالعلوم لکھنوی،ملا علی قاری فتاویٰ عالمگیری، حضرت شاہ ولی اللہ،حضرت شاہ عبدالعزیز،مولانا عبدالشکور صاحب،النجم مولانا محمود حسن،مولانا أنور شاہ کشمیری،مولانا حسین احمد مدنی،مولانا ریاض الدین،مولانا أصغر حسین،مولانا اعزاز علی رحمہم اللہ اور زمانہ حال کے تمام علمائے کرام جماعت اسلامی کی نظر میں سادہ لوح ہیں۔ کیونکہ علمائے کرام اہلِ تشیع کو گمراہ اور مرتد کہہ چکے ہیں۔

جماعت اسلامی سیاسی مقاصد کے لئے اصولِ دین اور عقائد کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مسلم اتحاد کو زیادہ ترجیح دیتی ہے۔ جو عام طور تمام ریاست کار کرتے رہتے ہیں.کیونکہ سیاست چلانے کے لئے صالح سوسائٹی کی ضرورت نہیں بس افراد کی کثرت ہو خود مودودی صاحب جماعت اسلامی کو سیاسی تنظیم کے طور چلاتے رہے اور دینی تعلیم وتربیت سے بیزار رہے۔بس حکومتِ الٰہیہ جس کا نعرہ گاندھی جی نے بھی (رام راجیہ) کے نام سے دیا تھا،کے نعرے پر مسمانوں کو اکٹھا کر کے مسلم حکومت قائم کرنے کے خواہاں تھے جو اس طرح قیامت تک بھی ممکن نہیں کیونکہ جو شخص اسلام کے عقائد واُصول ہی سے منحرف ہو،وہ اسلامی حکومت کیسے قائم کرسکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جماعت اسلامی والے سرکاری ملازمتوں اور جمہوری طرز انتخاب سے یہ کہہ کر دور بھاگتے تھے کہ یہ نظام جاہلی کے ساتھ تعاون کے مترادف ہے۔ مگر اب ملازمت اور انتخاب سب میں پیش پیش رہتے ہیں- حمایت چاہے شیعہ، قادیانی، بہائی، اسماعیلی بریلوی، کسی کی حاصل ہو جائے سب جائز ہے۔

رسالہ الحسنات بھی تنخواہیہ: مولانا عبدالحئی صاحب بڑے غریب، شریف اور متدیّن انسان تھے۔ جو جماعت اسلامی کی رکنیت میں آ گئے تھے۔ ان صاحب نے ایک معمولی سا رسالہ "الحسنات" کے نام سے جاری کیا۔ دینی احکام و مسائل پر بہت خوب لکھتے تھے۔ رسالے اور مکتبے نے بہت ترقی کی۔ اور پسماندگان کیلئے کافی سارا اثاثہ چھوڑ گئے مگر جیسا کہ کچھ دنوں سے ایرانی شیعی سرمائے کی ریلا پیل نے جماعت اسلامی کے کارکنان و افراد کو بنایا ہے۔ "الحسنات" والے اس دوڑ میں کیوں پیچھے رہتے۔ اس رسالے کے مرتّب مرتضٰی ساحل صاحب نے وصی اقبال کی کتاب "شیعہ وسنی ایک ہی سکے کے دو رُخ" پر پیش لفظ لکھا ہے۔ اور وصی اقبال کے اس کارنامے کو سراہا ہے، پھر اسی کے تتبع میں وصی اقبال کا ایک مضمون "شیعہ وسنی فقہ میں مشترک مسائل" .....

"الحسنات" رام پور کی دو اشاعتوں میں شائع کیا ہے۔ اس مضمون میں نعوذ باللہ یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ شیعہ وسنی نماز روزے کے مسائل قریب قریب ایک ہیں الحسنات کی اس اسلام دشمنی پر جسقدر افسوس کیا جائے کم ہے یہ خالصاً جہالت کی بات ہے اور مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ کی روح کو تکلیف پہنچانا ہے۔ افسوس! اسلام پر کیسا برا وقت آیا ہے۔ جاہل لوگ اسلامی شریعت کی من مانی تفہیم و تشریح کرنے لگے ہیں۔ اہلِ خالصہ کی اصطلاح میں تنخواہیہ ایسے ہی افراد و اداروں کو کہا جاتا ہے۔ اسلامی کا عقیدے کے مطابق نماز، ارکان اسلام میں

داخل ہے جبکہ جبکہ اہل تشیع کے ہاں اسے عمل محض سمجھا جاتا ہے۔ فرضیت تو درکنار اس کا وجوب بھی مشکوک ہے۔ چنانچہ امام خمینی نے اپنی وصیت میں بھی اہل تشیع کو صرف جمعہ اور عزاداری میں شرکت کی وصیت کی ہے جب ارکانِ اسلام ہی میں فرق ہو گیا۔ تب شیعی نماز، اذان، اقامت اور روزہ وغیرہ مسائل شائع کر کے مسلمانوں کو یہ باور کرانا کہ نماز روزے کے شیعہ سنی مسائل میں یکسانیت ہے۔ صریح گمراہی اور عامۃ المسلمین کو جہالت میں مبتلا کرنا ہے۔ ایسا شخص جو اسلام کے بنیادی عقائد پر یقین و عمل کی اہمیت کم کرتا ہے۔ اور کسی باطل کے خود ساختہ عمل کو اسلام بتاتا ہے۔ وہ خود گمراہ کافر اور جہنمی ہے۔

شیعہ وسنی احکام و مسائل میں یکسانیت کا فریب بالکل ایسے ہی ہے، جیسے کوئی شخص کہے کہ اہل ہنود بھی خدائے تعالی کو بھگوان ایشور اور پَربھو کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ انہوں نے مسجد کے بجائے مندر بنا رکھے ہیں۔ اذان کے بجائے ناقوس بجاتے ہیں۔ نماز کے بجائے بھجن کرتے ہیں اور پھر یہ دلیل دے کہ اس صورت میں اسلام اور ویدک دھرم میں کوئی فرق نہیں ہوا کیونکہ کسی نہ کسی طرح خدا کا نام وہ بھی لیتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

جماعت اسلامی والوں کو جان لینا چاہئے کہ اسلام کے بنیادی عقائد کی صحت کے بغیر تمام عمل باطل ہیں۔ ہر وہ شخص جو مسلمان ہونے کا اقرار کرے۔ اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اسلام کے بنیادی عقائد و ارکان پر ایمان رکھتا ہو۔ اور ایمان کے ساتھ عمل کرتا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف ایسا شخص ہی مسلمان کہلائے جانے کا مستحق ہے۔اسلام کا مقصد کسی خاص گروہ کی بھیڑ یا کثرت جمع کرنا نہیں ہے۔نا ہی اس کا مقصد حکومت ہے۔اس کا مقصد اصلاحِ عقیدہ و ایمان کی بنیاد پر اسلامی معاشرہ قائم کرنا ہے۔جو لوگ اسلام کا مقصد حکومت و سیاست بیان کرتے ہیں۔ان کے افکار پر تشیع کا غلبہ ہے۔کیونکہ تشیع بجائے خود ایک سیاسی فکر ہے۔جو اہلِ اسلام میں انتشار پیدا کرنے کی یہودی سازش ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالمعید مدنی

تحریکی رجحان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدّمہ

تحریکی رجحان قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ کتاب دراصل ایک سوال کا جواب ہے، ہوا یوں کہ گلبرگہ کرناٹک کے ایک سوال و جواب سیشن میں ایک صاحب نے سوال کیا جماعت اہل حدیث اور جماعت اسلامی کے درمیان فرق سے متعلق۔ اس وقت برجستہ جماعت اسلامی کے بنیادی رجحان کے متعلق جو بن پڑا بتایا گیا بعدہ اسی جواب کو مفصل کر دیا گیا جو ایک کتاب کی شکل اختیار کر گیا۔

واقعہ یہ ہے کہ جماعت اسلامی کو سمجھنے اور اس کی بنیادی کمزوری کو جاننے کے لیے یہی تحریر کافی ہے اور اس تحریر کو دلائل وشواہد سے مزیّن کر کے ایک مفصل کتاب بنایا جاسکتا ہے اور اس کی ضرورت ہے۔ لوگ بڑی حجم کی کتابیں پڑھنے سے بھاگتے ہیں اس لئے مختصر تحریر کو عوام کے لیے پسند کیا گیا ہے تاکہ انھیں حقیقت معلوم ہو سکے۔

دینی حسّ جب کمزور پڑ جاتا ہے تو لوگ کرانیکل ایشوز میں گھر جاتے ہیں ان کا دباؤ بڑھ جاتا ہے اصول معتقدات اور غیبیات کی اہمیت لوگوں کی نگاہ میں گھٹ جاتی ہے۔ انکے سامنے اگر کوئی دین کے حوالے سے ایسی باتیں کرے جو ماحول کے حسب حال ہو اور ان کی دلچسپی کا سامان بن جائے تو لوگ اس پر ٹوٹ پڑیں گے اور ایسی بات کرنے والوں کا ساتھی جائیں گے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ماحول میں ڈھل کر ایک ذوق ڈیولپ کر لیتا ہے۔ ہندوستان میں نغمہ اور موسیقی کا زور ہے اس سے لوگوں کے اندر نغمہ سننے کا ایک ذوق بن گیا۔ اس کے نتیجے میں لوگ ان تقریروں کو ترجیح دیتے ہیں جو ذوق سماع کا کام دیں چاہے گانوں کی شکل میں چاہے قصوں کی شکل میں، انھیں ایسی صورت میں حقائق سے زیادہ سروکار نہیں رہتا۔

صحیح دین کو سمجھنے کے لیے میں دینی فہم اور دینی ذوق کی ضرورت ہوتی ہے اور اس سے بڑھ کر مسئلہ تو یہ ہے کہ دین اطاعت شعاری کا نام ہے۔ دین کے افہام وتفہیم میں اطاعت شعاری ضروری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو سمجھنے اور سمجھانے کا جو طریقہ بتایا ہے ہمیں اس کے مطابق دین کو سمجھنا اور سمجھانا چاہئے اور وہ طریقہ ہے "ما انا علیہ واصحابی" کا۔ شیعہ کا، معتزلہ کا، تقلید کا، تصوّف کا طریقہ نہیں نہ خوارج کا طریقہ۔ جو علماء اور جماعتیں "ما أنا علیہ واصحابی" کا طریقہ اپنائیں گی۔ دین کے افہام وتفہیم میں طریق نبوی کو اپنائیں گی ہدایت یاب اور مطیع ہوں گی۔ اور جو اس طریقے کے سوا دیگر طریقے اپنائیں گی۔ دین کے افہام وتفہیم میں اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے باغی قرار پائیں گی۔

جماعت اسلامی یا تحریکیت کی بنیادی غلطی یہی ہے کہ اس نے انبیائی منہج کو چھوڑ کر دنیادارانہ رویّہ اپنایا اور عبودیت الہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعوت دینے کے بجائے حکومت الہ کی دعوت دینے لگے۔حکومت الہ تو ہر طرف قائم ہے اللہ تعالی رب ہے اسے فرعون بھی تسلیم کرتا تھا۔حکومت الہ کے قیام کی دعوت دی گئی اور اسے اصل دین قرار دیا گیا،اس کے نتیجے میں فکری وعملی خارجیت کا وہ سلسلہ شروع ہوا کہ مسلمان سارے عالم میں لہولہان ہو گئے لاکھوں موت کے گھاٹ اتار دئے گئے۔مسلم معاشرے میں بغاوت کی ایسی لہر چلی کہ تھمنے کا نام نہیں لیتی۔مسلم سماج کی ہر شے جاہلی بن گئی۔علماء بے وزن قرار پائے،حدیث کم وقعت ٹھہری،قرآن کریم کی من مانی تشریح ہوئی۔ گندی سیاست کو بھی حکومت تک پہنچنے کے لیے اپنالیا گیا،سر پھرا پن ذہن ودماغ پر حاوی ہوگیا۔اور اسلام کا نعرہ شوخی اور مسلم سماج کے خلاف موامرت کے لیے استعمال کیا۔

ایک طرف ٹھیٹھ اسلامی حکومت کے قیام کی بات تھی ایسا نہ ہوسکا کیوں کہ بغیر زمین دیوار اور فرش کے چھت نہیں ڈال سکتے صبر نہ ہوسکا تو علمانی سیاست کے ذریعہ تخت حکومت تک پہنچنے کا فیصلہ ہوگیا۔ملک کی موجودہ علمانی سیاست میں داخلہ ایک دینی ذہن کے لیے موت ہے۔نالی صاف کرنے سے عطر کی خوشبو نہیں مل سکتی بدبو ہی آئے گی،لیکن اب یہ انہونی کرنے چلے ہیں حکومت کے خواہش مند اسلامی لوگ۔

اتاولا پن دیکھئے ایک انتہا سے دوسری انتہا بیچ میں کوئی وقفہ نہیں ہے یہی ہے زمانے کی اسلامی خارجیت اور خارجیت ہر شکل میں ہر مقدار میں ہر جگہ مہلک ہے۔

دعوت وتبلیغ،تعلیم وتعلم،رفاہی کاموں اور افراد سازی اور ملت سازی کے بہت سے اہم کام ہیں جن کو انجام دینا اشد ضرورت ہے۔افلاس اور جہالت کے جبڑوں میں امت اسلامیہ ہند پڑ چکی ہے اسے ان کے جبڑوں سے نکالنا اہم کام ہے،ملت کی ساری اکائیاں ٹوٹ پھوٹ چکی ہیں ان کو جوڑنے اور بٹورنے کی ضرورت ہے اور باشعور اور منتظم کارلوگوں کو چاہئے کہ ان کی مساعی کا ارتکاز ان امور پر کریں۔لیکن ایسا نہیں ہوتا ہے لمبے اور اونچے خواب دیکھے جارہے ہیں۔اللہ تعالی ملت اسلامیہ کے حال پر رحم فرمائے۔

مکتبہ الفہیم مئوناتھ سنجن کے ذمہ داروں کو اللہ تعالی جزائے خیر دے کہ انھوں نے اس کتاب کی طباعت کا بیڑا اٹھایا اور عوام کے ہاتھوں میں اسے پہونچنے کے لیے اسباب فراہم کیا۔جن لوگوں نے اس کام میں ہاتھ بٹایا اللہ تعالی ان سب کی نیکیوں کو قبول فرمائے۔ آمین

عبدالمعید

۲۲/۹/۲۰۰۶ء

علی گڑھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجحان کا مسئلہ

مسلمانوں کے اندر وہ لوگ جو اہل سنت گردانے جاتے ہیں یا جن کو اہل سنت کہا جاتا ہے یا جو خود کو اہلسنت کہلوانا پسند کرتے ہیں عمومی طور پر ان کے اندر تین رجحانات پائے جاتے ہیں: (1) سلفی رجحان۔ (۲) تحریکی رجحان۔ (۳) صوفی رجحان۔

برصغیر میں ان تینوں رجحانات کی نمائندہ جماعتیں موجود ہیں، جماعت اہل حدیث سلفی رجحان کی نمائندہ ہے، جماعت اسلامی اور تمام تجدّد پسند تحریکی وعصرانی رجحان کی نمائندہ ہیں، اور دیوبندی و بریلوی جماعتیں صوفی رجحان کی نمائندہ ہیں۔ ہر رجحان کے اپنے افکار ومعتقدات اور اصول وضوابط ہیں اور اس کے مطابق اُن کی چلت پھرت اور نشاطات تحرّکات ہیں۔

غم ناک صورت حال

اس وقت جس طرح اعداء اسلام اور خود سیکولر یا بگڑے ہوئے مسلمان عام مسلمانوں اور اسلام کے خلاف محاذ آرائی کئے ہوئے ہیں یا کم ازکم جس طرح اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور کی جارہی ہے یہ قابل افسوس اور انتہائی خوف ناک صورت حال ہے۔

اسلام کے فروغ اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے جو لوگ کام کررہے ہیں ان کے لیے یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ جائزہ لیں اور اس صورت حال کے پیچھے کیا عوامل ہیں ان پر غور کریں کہ یہ صورت حال کہ ہر دین پسند کو مشکوک بنادیا گیا ہے، براہم اور غیر اہم دینی ادارہ شبہات کے دائرے میں ہے اور مساجد، مسلم محلے زیر نگرانی چل رہے ہیں، مسلم ممالک کو بے وقعت بنادیا گیا ہے آخر ایسا کیوں ہے؟ کیا یہ یک بیک ہوگیا ہے یا کسی تربیتی نقص کا نتیجہ ہے یا فقط اعداء اسلام کی سازشوں کا شاخسانہ ہے؟۔

موجودہ صورت حال پر غور کرنا اور اس کے بنیادی اسباب تلاش کرنا اشدّ ضروری ہے، اس لیے کہ آج مسلمان جہاں کھڑے ہیں وہ حیرت واستعجاب اور بے بسی کا مقام ہے اور لوگ انھیں مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کررہے ہیں، انھیں تشدّد اور ارہاب کی سند دی جاری ہے اور وہ بے بسی سے کھڑے سب کچھ دیکھ اور سن رہے ہیں، ایسا لگتا ہے جیسے تمام مسلمانوں نے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے اور لوگ اس پوزیشن میں ہیں کہ ان کو سزا سنائیں عدالت لگائیں اور انھیں مجرم گردانیں۔

یہ صحیح اور سو فیصد صحیح ہے کہ تمام کفار اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں ملت واحدۃ ہیں، اور یہ بھی صحیح ہے کہ صلیبیت اور صہیونیت دونوں کا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایکا ہے اور دوسرے بھی اس وقت ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں، اور یہ بھی صحیح ہے کہ دیار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام کو کھوکھلا بنانے اور اس کے ذخائر، معدنیات اور معیشت کو لوٹنے اور برباد کرنے کے سبھی درپے ہیں، اور بسا اوقات غنیمت کے بٹورنے میں گدھوں کی طرح شیاطین غرب لڑ بھی پڑتے ہیں اور سماجی، سیاسی، علمی، دینی ہر اعتبار سے مسلمانوں کو کمزور کرنے اور اسلام کو برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے اور نہ یہ بات ڈھکی چھپی ہے کہ سیکولر مسلمان ان دسیسہ کاریوں اور سازشوں میں ان اعداء اسلام شیاطین غرب کا ساتھ دیتے ہیں، شیاطین غرب سے ہماری مراد مغرب کے صہیونی اور صلیبی ذہنیت رکھنے والے اسلام کے خلاف سازش میں ملوّث بداطوار سیاسی صحافی لیکھک اور میڈیا ہے اور مختلف قسم کی مختلف ایجنسیاں ہیں جو اس کام میں لگی ہیں نہ کہ عام لوگ، اسی طرح باطنی تحریکیں ہیں جو اسلام کا لبادہ اوڑھتی ہیں اور مسلمانوں کی جڑ کھودنے میں سب سے اہم رول ادا کرتی ہیں، جیسے قادیانیت، بہائیت وغیرہ، یہ سب صحیح ہے اور جتنا پڑھے لکھے مسلمان جانتے ہیں اس سے بھی زیادہ اعداء اسلام۔ ان کی متعدّد محاذ پر بلکہ زندگی کے ہر حساس پہلو پر ان کی محاذ آرائی ہے، یہ ایک گھناؤنی سازش اور عداوت ہے اور اس کا اگر کوئی بزعم خویش مفکر انکار کرے وہ احمق ہے اور اپنی حماقت کو فقر وفہم سمجھتا ہے اور مسلمانوں کو بیوقوف بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

ان سب سے قطع نظر اہم یہ ہے کہ ہم دیکھیں ہمارا داخلی محاذ کیسا ہے اور ہم مسلمان جو اسلام اور مسلمانوں کے فروغ کی خاطر کوشش کرتے ہیں غور کریں کہ اصولی طور پر ان میں کیا خلل ونقص ہے؟ اگر خلل اور نقص ہے تو یہی داخلی کمزوری ہے اور یہی نقص اور کمزوری ہماری کوششوں کو بارآور ہونے نہیں دیتی اور اس نقص اور کمزوری کے سبب دشمنان اسلام کو کھیل کھیلنے کا موقع ملتا ہے۔

ابتدا میں رجحانات کی بات کی گئی ہے دراصل رجحانات کی بنیاد پر ہی اصحاب اتجاہات اپنا سارا کام کرتے ہیں، ساری تگ ودو اور ساری کوششوں کا سرچشمہ اتجاہات ہی ہوا کرتے ہیں۔ اگر اتجاہات کا تجزیہ کیا جائے تو ساری عملی وفکری کمزوریوں اور ساری کوششوں میں نقائص کا پتہ لگ سکتا ہے۔

سب سے پہلے عصرانی اور تحریکی اتجاہ کو لیا جائے، عصرانی وتحریکی اتجاہ بنتا ہے کرانیکل دباؤ کے تحت، اور وقتی احتیاجات اور مشکلات کے نتیجے میں، اور یہ طے ہے کہ کسی دینی اتجاہ کے نمو پذیر اور وجود پذیر ہونے کے لیے وقتی دباؤ اور وقتی مسائل اور احتیاجات کافی نہیں ہیں، دینی اتجاہ بننے کے لیے کامل دینی شعور وتعبدی شعور کا پایا جانا شرط اوّلیں ہے، عصرانی وتحریکی اتجاہ میں اس کے برعکس تہذیبی شعور کا غلبہ ہوتا ہے جو دینی اتجاہ بننے کے لیے ناکافی ہے، تہذیبی شعور مسلمانوں کے بقا اصلاح اور ترقی کے لیے بالکل ناکافی ہے بلکہ تعبدی دینی شعور کے کمزور ہونے اور تہذیبی شعور کے غالب ہونے کی بنیاد پر اسلامی شناخت ہی بگڑنے لگتی اور صحیح راہ پر چلنے کے بجائے مسلمان تباہی اور بربادی کی راہ پر چل پڑتا ہے۔

عصرانی وتحریکی اتجاہ میں ہمیشہ تہذیبی شعور کا غلبہ رہتا ہے اور تعبدی ودینی شعور کمزور رہتا ہے، حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ تعبدی دینی شعور کے ماتحت تہذیبی شعور کو ہونا چاہئے نہ کہ تہذیبی شعور کے ماتحت تعبدی شعور کو ہونا چاہے، کوئی تہذیب مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہیں اگر اس کی ترکیب اور نشوونما اسلام کے اصولوں کے دائرے میں نہ ہوئی ہو، اسلام کو کسی ساختہ پرداختہ تہذیب کی ضرورت نہیں وہ اپنی نگرانی میں اپنی تہذیب کی پرداخت خود کرتا ہے اور ساری زندگی کو خود اپنی راہ پر ڈالتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ اتجاہ یا رجحان جو عصرانیت اور تحریکیت کے سانچے میں ڈھلے اور اس پر دینی شعور سے زیادہ تہذیبی شعور کا اثر ہو اور وقتی مسائل، وقتی دباؤ اور وقتی احتیاجات کے تحت بنے، ظاہر ہے اس کے اندر خلل ہوگا اور جب اتجاہ کے اندر خلل ہوگا تو خدمات، کے اندر تگ و دو اور جہو د کے اندر خلل ہوگا۔

تحریکی اتجاہ (رجحان) کا سب سے اہم خلل تو یہی ہے کہ وہ عصرانی ہے اور اس کے اوپر تعبدی دینی شعور کے بجائے تہذیبی شعور کا غلبہ ہے، اب سوال یہ ہے کہ وہ کون سا تہذیبی شعور ہے جو اس کے اوپر غالب ہے، اس کا جواب خود اس اتجاہ (رجحان) کے لوگوں کے نشاطات میں مل جاتا ہے یعنی علمانی سیاست، پارٹی سیاست، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس دور میں یہ اتجاہ بنا اور تحریکی عمل شروع ہوا وہ دور اشتراکیت اور مغربی لٹیروں کے جبر و استحصال اور صلیبیت کے استعمار کا دور تھا، استعمار سے نفرت اور اشتراک عمل بھی اس سے غیر شعوری تاثیر ذہن و دماغ نے قبول کیا جس نے پارلیمانی سیاسی عمل کی طرف قدم بڑھانے پر مجبور کیا، اور پارٹی پر مبنی سیاست کی ساری خرابیاں ہلڑبازی، احتجاج، اپوزیشن بغاوت ٹکراؤ سازش، پروپیگنڈہ، جتھہ بندی، گروہ بندی ساری چیزیں اس تہذیبی شعور کے نتیجے میں اتجاہ میں داخل ہوگئیں اور دین کی خاطر کی گئی تحریری، تقریری و عملی جہو د پر اس خاص تہذیبی شعور کا زبردست اثر پڑا، اور مصیبت بالائے مصیبت کہ اس کو عین دین شعوری دین تحریکی شعور حکمت انقلاب وغیرہ کا نام دیا گیا۔

اس تہذیبی و تحریکی شعور کے غلبہ کی وجہ سے دین کے وہ ستون جن پر دین کے ارتقاء اور افراد و سماج کی کامیابی و ترقی کا انحصار ہے وہ بدل گئے، اس اتجاہ میں اطاعت کی جگہ بغاوت، عبادت کی جگہ حکومت اور تربیت و دعوت کی جگہ سیاست نے لے لی۔

اگر تجزیہ کیا جائے تو کل دین اطاعت، عبادت اور دعوت اور تربیت میں سمٹ جاتا ہے، بلکہ ایک لفظ میں اسے سمیٹنا چاہیں تو فقط عبادت میں سمویا جاسکتا ہے، لیکن تہذیبی شعور کے غلبے کی خرابی سے یا تحریکی شعور کی تباہی کہئے یا عصرانیت کا دباد کہئے اس اتجاہ میں دین اور کار دین بغاوت، سیاست اور حکومت کے گرد سمٹ کر رہ گیا حتی کہ اس اتجاہ میں عبادت کی وحدانیت الہ کی اور سارے دینی، دعوتی اور تربیتی اعمال کی اس وقت تک کوئی قدر نہیں جب تک ان کا رخ بغاوت سیاست اور حکومت کی طرف نہ موڑا جائے، اس کا اعتراف کرنا حقیقت کا اعتراف کرنا ہے کہ اس اتجاہ کے لوگوں کی متنوع کوششیں میں تہذیبی شعور کے تقاضے میں یہ بھی شامل تھا کہ ان لوگوں کی جہو د متنوع ہوں لیکن اتجاہ میں نقص نے ان جہو د کو تعمیری کم تخریبی اور سطحی زیادہ بنا دیا، دیکھنا یہ ہے کہ کس طرح ان کے باغیانہ شعور نے اطاعت اور سیاست کاری نے دعوت و تربیت اور جہو د و مقصود حکومت نے عبادت کی جگہ لے لی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بغاوت

جب انسان کے عقیدہ وعمل میں پختگی کی کمی ہوتی ہے اور اسلامی شعور ناپختہ ہوتا ہے اور جوش وخروش ردّ عمل کے سبب از حد بڑھ جاتا ہے تو اس کے فکر ونظر کی راہیں انقلاب اور بغاوت کی طرف جاتی ہیں، اور جس تبدیلی کا وہ خواہش مند ہوتا ہے اس کے خیال کے مطابق اگر اس کی راہ میں رکاوٹیں حائل ہوں تو وہ چاہے گا کہ ساری رکاوٹوں کو دور کر دے، اس وقت اس کے اوپر انقلاب کی ایسی مدہوشی طاری ہوتی ہے کہ اس کے پاس اس کی تمیز نہیں رہ جاتی کہ وہ طے کر پائے کہ جس کو وہ رکاوٹ سمجھ رہا ہے واقعی معنوں میں وہ رکاوٹ ہے یا ایسے دینی وسماجی اقدار ہیں جن کی شرعاً رعایت اور پاس ولحاظ ضروری ہے، اسے اس کا بھی ہوش نہیں رہتا کہ اس مزعوم رکاوٹ کو ہٹانے سے اس کی الجھنوں میں اضافہ ہوسکتا ہے یا اس کی منزل کھوٹی ہوسکتی ہے۔

اس اتجاہ نے جو شعور بغاوت وانقلاب دیا تھا وہ بہت مہلک اور متنوع تھا، عصرانیت اور تحریکیت کا تقاضا ہوتا ہے کہ ہر پرانی ریت کو بدل دیا جائے اسے غلط سمجھا جائے، یہاں بھی یہی واقعہ پیش آیا کہ اس اتجاہ کے ماننے والوں نے اپنے سوا سب کو قابل ردّ جانا، اس استرداد کی شکلیں کئی طرح ظاہر ہوئیں۔ اس کی چند مثالیں لائق توجہ ہیں:

(۱) اسلاف کے فکر وفہم سے بغاوت۔

(۲) سماج کے اندر موجود دینی اداروں، انجمنوں اور علماء ومشائخ سے بغاوت ونفرت۔

(۳) اسلامی تاریخ میں مسلم حکمرانوں اور طرز حکمرانی سے بغاوت بجز شیخین حضرت علی اور حضرت عمر بن عبد العزیز۔

(۴) ہم عصر حکمرانوں اور حکمرانی سے بغاوت نفرت۔

بغاوت ونفرت کی یہ آنچ کبھی دھیمی اور کبھی تیز رہی ہے اور کبھی اس کو عین جہاد کبھی عین دعوت اور کبھی عین دین گردانا گیا اور باغیانہ فکر شعور کو وقت کا سب سے اہم تقاضا اور اہم ذمہ داری تصور کیا گیا، اور مسلمانوں کی پستی گراوٹ کس مپرسی اور بے بسی کی حالت میں یہ باغیانہ شعور بڑا دلکش معلوم ہوا اور بڑے جوش وخروش اور دلکش انداز میں اس شعور کو پیش بھی کیا گیا، اور اس اتجاہ کے لوگوں نے سیاست کاری کے ذریعہ اس فکر وشعور کو بڑے چم خم کے ساتھ سماج میں پروان چڑھایا۔

اور یہ نفسیاتی حقیقت ہے کہ جب انسان کی ایک خاص ذہنی اور جذباتی حالت ہوتی ہے جیسے بیسویں صدی میں تھی کہ مسلمان مظلوم وبے کس تھے پستی کے شکار تھے، ان کا وقار مجروح تھا، ان کی قومی خودداری کو تاراج کیا گیا تھا اس حالت میں لوگ عام طور پر جذبات سے برانگیختہ ہوتے ہیں وہ چارج ہوتے ہیں، اگر ایسی حالت میں کوئی مرزا غلام اٹھے کوئی خاکسار اٹھے اور ان کے دکھ اور غم کے مداوے کی بات کرے اور اسلام کے فروغ کا دھن بجائے تو لوگ اس کے پیچھے بھی بھاگ لیتے ہیں اور انھیں بھی ایک جم غفیر مل جاتا ہے۔

اور یہاں تحریکی اتجاہ میں ماشاء اللہ مخلصین اہل علم اصحاب فکر وفہم کی فراوانی تھی انھیں تہذیبی شعور بھی حاصل تھا اور قلمی وتنظیمی توانائی بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاصل تھی، اس لیے باغیانہ شعور کو مقبولیت حاصل ہونے میں کیا دیری ہو سکتی تھی یہ تو گرم کعکیا بازار وقت کی پسندیدہ شئ تھی۔

اوپر جن چار قسموں کی بغابت اور انقلاب کا ذکر کیا گیا ہے ان انقلابی شکلوں کو تفصیلی طور پر وہ تمام لوگ جانتے اور سمجھتے ہیں جنھوں نے اس اتجاہ کے لٹریچر کو پڑھا ہے یا اس اتجاہ کو پسند کیا ہے یا اسے اپنایا ہے یا ان کی حرکات سے باخبر ہیں یا انھیں جھیلا ہے پھر بھی یہاں ان کی تھوڑی سی تفصیل دی جاتی ہے۔

سب سے پہلے تو یہی جاننا ضروری ہے کہ ذہن جب انقلابی اور باغیانہ رنگ اختیار کر لیتا ہے تو وہ دعوتی نہیں رہ جاتا، ایسا ذہن جذباتی اور غیر استوار بن جاتا ہے سکینت وطمانیت اسے میسر نہیں ہوتی، ایسا ذہن تعمیر سے زیادہ تخریب اور تالیف سے زیادہ تاراجی پر مائل ہوتا ہے، جب کہ ایک صحیح اسلامی ذہن تاراج کے اندر تالیف اور تخریب کے اندر بھی تعمیر کا متلاشی ہوتا ہے، وہ اصلاح دعوت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا منادا ور خواہاں ہوتا ہے اور اس راہ پر ایسا انسان چلتا ہے اور اسی عمل میں لگا رہتا ہے، اس کے برعکس انقلاب اور بغاوت کا ذہن ہڑبونگی اور احتجاجی ذہن ہوتا ہے، روٴعمل کا ذہن ہوتا ہے اس ذہن کو اقدار دین اور اوامر اسلام پر بھی استقرار نہیں ہوتا، یہ ذہن ایسا نہیں ہوتا جس کے متعلق کچھ پروڈکٹ کیا جاسکے اور کچھ کہا جاسکے کہ اس کا تصرف کب کیسا ہوگا، اور کیا ہوگا اس لیے ایسے ذہن کے لوگ دینی فکری استقلال سے محروم ہوتے ہیں ان کے اندر حالات کی رفتار کے حساب سے تبدیلی آنا اور ان کا تہذیبی شعور کے زیر اثر بدلتے رہنا لازمی ہے اسی کا اثر تھا کہ تحریکی قیادت شروع میں کانگریسی تھی پھر مسلم لیگی بنی، پھر ٹھیٹ صالح انقلاب کے نعرے کے تحت حکومت الہیہ کا داعی بنی اور سب کو ناقابل قبول ٹھہرایا، پھر جمہوریت اور علمانی سیاست کی طرف سفر ہوا پھر آخر میں قائد تحریک کا آخری خیال یہ تھا کہ دعوت وتربیت کی راہ ہی اپنانا بہتر تھا سیاسی عمل سے کچھ حاصل نہ ہوا لیکن اب بھی اس اتجاہ کے قائدین کے نزدیک تبدیلی کا سب سے اہم راستہ علمانی کوڑھ زدہ سیاسی عمل ہے جو انسان کی بشری حیثیت کو بھی پامال کر دیتا ہے اور ادنی ثقاہت کو بھی مجروح کر دیتا ہے۔

بہر حال اسلاف کے فکر وفہم سے بغاوت ہوئی نصوص کتاب وسنت کا ایک فہم سلف صالحین قرون مشہود لہا بالخیر کا ہے، یہی فہم معیاری اور قابل اعتبار ہے اسی فکر وفہم نے سارے علوم اسلامیہ کو متعین کیا ہے اور اس متعین کردہ فریم میں اگر ہمارا علمی اور فکری اقدام فٹ ہو سکے تو یہی راہ راست ہے اور یہی صراط مستقیم ہے، انقلابی فکر وفہم نے نصوص کتاب وسنت کو کرانیکل تھاٹس کے دباؤ میں سمجھنے کی کوشش کی اور دین وشریعت کے بہت سے مسائل کو سلف کے طریقے کے برخلاف سمجھا اور علوم شریعت کو بھی اپنے انکل کا نچر بنایا بلکہ جذباتی تاثراتی لٹریچر کو ہی اپنا فکری معراج سمجھا اور کل علوم شریعت کو نگہ کم عیار سے دیکھا، علم العقائد کو کم وقعت گردانا گیا، علوم الحدیث کو فقہ کی نگاہ جوہر شناس سے بھی کم قیمت بتلایا گیا مصادر دین میں سے ایک مصدر کے متعلق اس کے سطحی ریمارکس نے متبعین کو خاص کر عصری علوم سے آراستہ افراد کو شکوک وشبہات میں ڈال دیا، اور اس اتجاہ کے دینی مدارس کے فضلاء کے نزدیک بھی علوم الحدیث کی قدر وقیمت معمولی ہی ہے کیوں کہ ان کے نزدیک عصری تقاضے کے متعلق اردو لٹریچر کی اہمیت زیادہ ہے، لب کشائی علم العقائد اور علوم الحدیث کے متعلق ہوئی ہے اور تفسیر پر ہاتھ صاف کیا گیا ہے اگر دیگر علوم شرعیہ کے متعلق لب کھلتے تو شاید ان کا نصیب بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کھوٹا ہی ہوتا۔

اگر ہماری ان باتوں کی تصدیق چاہئے تو تجدید و احیاء دین، مسلک اعتدال روداد اوّل تا پنجم تنقیحات و تعلیمات و دیگر تحریکی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے اور تفہیم القرآن تو قدم قدم پر تفسیر بالرای کی آئینہ دار ہے اور نصوص قرآنی کو سیاست، حکومت اور انقلاب کے رنگ میں رنگنے کی کوشش ہے، اسی طرح سیاسی کشمکش بھی انقلاب اور سیاست کی تبلیغ ہے اور حکومت الہیہ کیسے قائم ہوسکتی ہے، وہ بھی انقلاب سیاست اور حکومت کی گفتگو ہے غرضکہ تحریکی اتجاہ کا پہلا ہدف، لائحۂ عمل طریقۂ کار اور طرز عمل محض سیاست کاری حکومت اور انقلاب ہے جو اطاعت، دعوت و تربیت اور عبادت کو عصری رنگ میں رنگ دینے اور ان کی شکل بگاڑنے کا نام ہے، اور سلف کے طرز فہم اور منہج دین سے مکمل غیر وابستگی ہے، اور دین کے کل ہدف کو بدل ڈالنے کی ناروا غیر شعوری کوشش ہے

اگر یہی کمی کسی دینی جماعت کے فہم دین میں ہو کہ وہ منہج سلف پر پروان نہیں چڑھا ہے تو اس کی بے راہ روی کے لیے کافی ہے اور اسی سے یہ طے ہو جائے گا کہ اس کا پورا طرز عمل و طرز بگڑا ہے، فہم دین اور علوم شرعیہ کے متعلق اس کا موقف گڑبڑ ہے اور کسی اتجاہ اور جماعت کے اندر اس سے بھی زیادہ کمیاں ہوں تو مسئلہ اور زیادہ بگڑ جاتا ہے۔

فہم سلف کے طے شدہ اصول میں کئی باتیں ہوتی ہیں پہلا اصول تو یہ ہوتا ہے کہ نصوص دینیہ توقیفی ہیں، نصوص قرآن تو من جانب اللہ اترے ہیں اور خود رب پاک نے اس کے تحفظ کی ذمہ داری لی ہے، نصوص احادیث اصول حدیث کے مستند ضابطوں کے مطابق صحیح یا مردود قرار پاتے ہیں، ان کی اس توقیفی حیثیت کو تشریعیت حاصل ہے ایک نص بھی دنیا کے دانش وروں کی ساری دانش وری سے برتر و بہتر ہے اس کے مقابلے میں آراء قصص، ضعاف اور موضوعات کے سارے طومار کوئی وقعت نہیں رکھتے، اور اگر دانستہ ان کے مقابلے میں رکھا جائے تو پھر یہ شبہات اور شہوات کا کاروبار ہوگا اور بغاوت و طغیان مانا جائے گا، اور اگر رسم و رواج کو ان کے مقابلے میں ترجیح دیا جائے تو اسے ہوس پرستی میں شمار کیا جائے گا، تہذیبی شعور میں غرق تحریروں کا اگر مطالعہ کیا جائے تو لابدی طور پر کم از کم تعقل پرستی اور نقل کے مقابلے میں عقل کو ترجیح دینے یا ترجیحی رو میں بہ جانے کا خطرہ لگا رہتا ہے، توقیفی اصول کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کے دل و دماغ میں نصوص کے لیے کامل تسلیم و رضا کا جذبہ ہونا چاہئے، اور یہ جذبہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان کا تعبدی شعور اجاگر ہو، تہذیبی شعور اگر اجاگر ہوگا تو اس کا لازمہ اور خاصہ تعقل پرستی ہے اور اس سے شدید وابستگی کا نتیجہ جذبۂ ثائریت اور انقلابیت ہے اور انقلاب کی لہر اٹھے گی تو نصوص کا مطلوب اور لازمی احترام برقرار نہیں رہ سکتا نہ اس کے لیے تسلیم و رضا کا جذبہ مطلوب حد تک ابھر سکتا ہے۔

فہم سلف کا دوسرا اصول یہ ہے کہ نصوص کو اسی طرح سمجھو جس طرح انھیں سمجھنے کے لغوی اور دینی تقاضے ہیں، لغوی تقاضوں میں یہ داخل ہے کہ الفاظ کے لغوی محمل سے انحراف نہیں ہونا چاہئے ورنہ تاویل باطل اور تحریف کا ارتکاب لازم آئے گا، اور شرعی تقاضوں میں یہ داخل ہے کہ حقائق غیبیہ کو حقائق مشہود پر قیاس نہ کیا جائے نہ دونوں کے درمیان تشابہ تلاش کی جائے، اسی طرح مادّی و دنیاوی انسانی فکری سانچوں میں اگر غیبی حقائق فٹ نہ ہوں تو اس کا انکار بھی نہیں ہونا چاہئے، نیز شرعی تقاضوں میں یہ بھی داخل ہے کہ نصوص کی روشنی میں جن شرعی اصولوں کو قرون مشہود لہا بالخیر نے طے کیا ہے ان سے بھی انحراف نہیں ہونا چاہئے، لیکن ان تقاضوں کے برعکس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعقل پسندوں اور بزعم خویش دانش وروں نے ہمیشہ تمام حقائق کو عقل کی دھار پر رکھ کر ذبح کرنے کی کوشش کی ہے، تعقل پسندی آتی ہی اس لیے ہے کہ انسان کا تہذیبی شعور تعبدی شعور پر غالب ہوتا ہے اس عصر کے عصرانی اور تحریکی اتجاہ نے تہذیبی شعور کے غلبے کے سبب نصوص کو وہ معانی پہنانے کی کوشش کی جو ان کے عصری افکار کے ہم نوا بن سکیں، اس اتجاہ نے بہت سے اعتقادی، تعبدی، سیاسی، سماجی، اجتماعی اور اقتصادی وعائلی امور کو عصریت کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی اور جادۂ اعتدال سے دور جا گرا۔

فہم سلف میں دینی تقاضے کے مطابق متعین اصول وضوابط کی اساس پر ہر دور میں اجتہاد کی گنجائش ہے اور اجتہاد کا یہ عمل زندگی کو جمود اور الجھاؤ سے دور رکھنے کے لیے وجوب کے درجے میں داخل ہے۔ اور صحیح اور صواب اجتہادی عمل پر دوگناہ کی بشارت دی گئی اور اجتہادی عمل اگر درست نہ ہو اس میں غلطی کا ارتکاب ہو جائے تب بھی اس مخلصانہ اور منہجی کوشش کو اجر سے محروم نہیں رکھا گیا۔ اس شرعی اجتہادی مستوجب عمل کا دروازہ کھلا رہنے کے بعد عصرانیت کی قطعاً کوئی گنجائش ہی نہیں رکھی گئی نہ تہذیبی شعور کو تعبدی شعور پر استغلاب کی کوئی وجہ جواز چھوڑی گئی۔

اسلام ہر دور کے لیے ہے اور ہمیشہ تر وتازہ ہے تہذیب وتمدّن میں غلو وانہماک اور مادّیت کے تغلب کی بناء پر اگر مشکلات کھڑے ہوں تو مادّی وتمدّنی تغلب اور ان میں غلو اور انہماک کو جائز نہیں قرار دیا جاسکتا کیوں کہ اس سے بشری شاکلہ ہی مسخ ہو کر رہ جائے گا۔ اور اس کارگاہ حیات میں حقوق الٰہی وحقوق انسانی اور حقوق حیات کی ادائیگی ہی مشکل ہو جائے گی اور انسان مشینی جانور بن کر رہ جائے گا، اسلام کو ایسی مادّی ترقی مطلوب ہی نہیں جو اس کے نظام حیات کو تلپٹ کر دے اور کسی طرح اس کے نظام کا ساتھ نہ دے سکے، ترقی اور مادّیت کی کوئی حد نہیں، لیکن امن وسلامتی حقوق یابی اور نظام اسلام کی بالادستی کے لیے حد بندی ضروری ہے یہ حد بندی چاہے انسان کا ضمیر کرے، چاہے نظام حکومت کرے یا دونوں مل کر کریں، اگر اس کی ماتحتی میں ترقی ہو تو قابل تسلیم اگر اس سے بغاوت کے نتیجے میں ترقی ہو تو ایسی ترقی مطلوب نہیں ہے، تہذیبی شعور کے غلبے میں یہی ہوتا ہے انسان چاہتا ہے ترقی کی راہ کھلی ہے خواہ اس کی خاطر تحریف دین کا ارتکاب کرنا پڑے خواہ معنوی ہو یا لفظی، عصرانی تحریکی فہم وذہن کی مصیبت یہی ہوتی ہے کہ اس شعور کے غلبے کے بعد ان پر ترقی وتبدیلی کی ایسی مدہوشی طاری رہتی ہے کہ وہ کبھی اس ذہنی حالت میں نہیں آسکتے کہ تھوڑی دیر رک کر نصوص دین سے پیدا ہونے والے تعبدی شعور کا مکمل اور صحیح ادراک کرسکیں، ہر دور کا یہی المیہ رہا ہے کہ جب دین وشریعت کی توقیفیت کے سامنے جھکجانے کا مزاج ختم ہوا تہذیبی عوامل کے تحت ان کو تحریف وتبدیل کا شکار بنایا گیا تو لوگ جادۂ اعتدال سے بھٹکے، شریعت وتوقیفیت کو مطلوب ہے کہ نصوص کی قانونی حیثیت سے انحراف نہ ہو اور اقدار دین پر جماؤ ٹھہراؤ برقرار رہے اور تعبدی شعور ہمیشہ غالب اور کارفرما رہے، تہذیبی شعور اقدار وقت اور عصری فکری دھارے تحریکی وعصرانی اتجاہ کے حاملین سے پیہم یہ مطالبہ کرتے رہتے ہیں کہ آگے بڑھو تحریکی اتجاہ کی لہریں اتنی تیز ہوتی ہیں کہ اس اتجاہ میں ڈھل جانے والے اور ایسا دل ودماغ رکھنے والے انسانوں کا قدم ہمہ وقت لڑکھڑاتا رہتا ہے اور اس تزلزل کے شکار لوگ ہمیشہ نت نئی پالیسیاں، نظریے اور افکار کے خیالی محل بناتے رہتے ہیں اور آہستہ آہستہ وہ دین سے بالکل دور ہو جاتے ہیں اور ان کا الگ محاذی رویہ بن جاتا ہے، عصرانی وتحریکی اتجاہ کی آخری منزل یہی ہے اور اس منزل پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہنچنے کے بعد ہی انکے تہذیبی شعور کی کشش ختم ہو جاتی ہے، اور جماہیر امت میں ان کا دینی فکری نقص واضح ہو جاتا ہے، اس سے پہلے ان کے فکری و عملی مراحل میں کشش برقرار رہتی ہے، اس وقت تہذیبی شعور والے عصرانی اتجاہ کے لوگ اپنے مختلف مراحل قطع کرتے ہوئے آخری منزل تک پہنچ جاتے ہیں، اسی وقت ان کا تہذیبی شعور بھی پرانا اور از کار رفتہ ہو جاتا ہے اور رفتار وقت کا وہ خود ساتھ نہیں دے پاتے، وقت اُن سے آگے نکل جاتا ہے اور ان کے ہاتھ سوائے حسرت اور افسوس کے کچھ نہیں رہ جاتا ہے، اس لیے یہ اسلامی اصول ہے کہ اجتہاد کو وقت کی رفتار کا ساتھ دینے کے لیے ہمیشہ اس کی ضرورت رہتی ہے کہ وہ تعبدی شعور کا ایک جز بن کر ہمیشہ اسلامی تہذیب وتمدن کو ہرا بھرا رکھے کسی ایسی بدلتی تہذیب سے تاثر پذیری کی اسے ضرورت نہیں جو اس کا رشتہ دین سے آہستہ آہستہ کمزور تر کر دے اور اسلامی سرچشمہ سے اسے بالکل اجنبی بنا دے۔

تحریکی اتجاہ کے اندر تہذیبی شعور کو اوّلیت حاصل ہوتی ہے کیوں کہ بدلتی تہذیوں اور وقتی ضرورتوں کا دباؤ اس کے اوپر زیادہ ہوتا ہے، اور وہ اساس دین پر استقامت برقرار نہیں رکھ سکتا، نہ تعبدی شعور کو اس کے اندر ترجیحی حیثیت مل پاتی ہے اس بنیادی عمل کے سبب اس کے لیے یہ حتمی ہوتا ہے اور ہر دور میں ایسا ہوا کہ عصرانی وتحریکی اتجاہ پر تہذیبی شعور غالب رہا، اعتزال، شیعیت، ماتریدیت، اشعریت یا اس دور کے استشراق زدہ دانش ور حضرات کا یہی حال ہے، اسی طرح مغربی ڈیموکریسی، سیکولرزم اور جمہوریت سے متاثرین کا بھی یہی حال ہے۔

عصرانیت جو تہذیبی شعور کی بنیاد پر آگے بڑھتی ہے اور بڑھی ہے ذہن و دماغ میں اس کا کس طرح عمل دخل ہوتا ہے اور کسی طرح یہ جادۂ اعتدال سے اپنے ماننے والوں کو ہٹاتی ہے، اور ان کی فکر وفہم کس طرح بنتا ہے ان کی ذہنیت کس طرح کی بنتی ہے اس کی تفصیل دی گئی، یہاں ارتکاز اسی قضیے پر رہا کہ تہذیبی شعور کو ترجیح حاصل ہونے کے بعد کس طرح کا انسان وجود میں آتا ہے، اور فکر وفہم اور مزاج و ذہنیت کیسی بنتی ہے اور وہ کس طرح اپنے افکار کو مستند بنانے کے لیے دین کو استعمال کرتا ہے اور اس کے اندر کس طرح کشش ہوتی ہے۔

جب تہذیبی عصرانی شعور کے سبب عصرانی تحریکی اتجاہ کو فہم سلف سے دوری ہوتی ہے اور ایک فکر وفہم اور ذہن بنتا ہے تو ظاہر ہے اس کا جو لازمی اثر زندگی پر پڑ سکتا ہے وہ ہے انقلاب اور بغاوت، دوسرے شعبہائے زندگی پر بغاوت ضرور اثر انداز ہوگی، اس کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ عصرانی وتحریکی اتجاہ کے سانچے میں ڈھل جانے والے، سماج کے اندر موجود دینی اداروں، انجمنوں، علماء و مشائخ کو کم از کم جمود پسند اور ناکارہ سمجھنے پر اپنے فکری اتجاہ کے سبب مجبور ہوتے ہیں، اور ان کے اندر اتنا انقلابی جوش ہوتا ہے کہ لوگوں پر اپنی رائے تھوپنا ضروری سمجھتے ہیں اور جو لوگ اور جو ادارے ان کی نہ سنیں ان کے خلاف نفرت و بغاوت کا جذبہ ان کے اندر پنپنے لگتا ہے اور ان کے خلاف یہ نفرت و بغاوت تحریری وتقریری شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے، اور نجی محفلوں میں کثرت سے اس کا چرچا ہوتا ہے اور یہ چیز بڑھتے بڑھتے سازشی رنگ اختیار کر لیتی ہے اور یہ سارے تماشے تحریکی اتجاہ کے لوگ دکھلا چکے ہیں، صالح انقلاب والی سیاسی کشمکش والی تحریریں اور تحریک اسلامی کے بناؤ بگاڑ اور اس کی راہ کی رکاوٹوں پر رودادوں میں موجود تحریریں اور اتجاہ کے جرائد و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اخبارات کی تحریریں اس کی غماز ہیں۔

انقلابیت زدہ اتجاہ کے برعکس اسلامی دعوت کا تقاضا کچھ اور رہوتا ہے، اسلامی دعوت میں اصلاح تعمیر بناء خیر خواہی دل سوزی ہدایت کے لیے تڑپ جہد مسلسل، تکالیف پر صبر، جاہ وشہرت طلبی سے بے نیازی، دنیا وآخرت کی کامیابی وبھلائی مطلوب ہوتی ہے، دلائل براہین اور حجت کی بات ہوتی ہے اساس دین پر زور ہوتا ہے، اخلاص وفروتنی ہوتی ہے، کہ نخوت دکھلانا دوسروں کو حقیر جاننا کم سمجھ اور بے شعور سمجھنا دعوت دین کے بالکل خلاف سمجھا جاتا ہے۔

اور تضاد کی بات یہ ہے کہ ان کے نزدیک مسترد انجمنوں اداروں اور جماعتوں کے افراد اگر ان کے اتجاہ کو قبول کرلیں یعنی انقلابیت اور دینی شعور پر تہذیبی شعور کے تغلب کو مان لیں تو اپنے معتقدات کو مانتے ہوئے بھی ان کے ساتھی بن سکتے ہیں تشیع، اعتزال، انکار حدیث، رہبانیت، تصوف، قبر پرستی سب ان کے ہاں چل سکتا ہے اور اس دینی انحلال کو اتحاد کا درجہ دیتے ہیں، دراصل یہ تہذیبی شعور ہی کا کمال ہے کہ مآل دنیا کی خاطر اس اتجاہ کے مطابق سب ایک جا جمع ہو سکتے ہیں یہ نصوص شریعت کے عدم احترام قلت اہمیت کی دلیل ہے کہ وقتی مفادات ان کے نزدیک رفض وقبول کا معیار ہیں، یہ دینی شعور کی کمی ہے کہ اصلاح امت کی فکر نہ ہو، نہ دینی معتقدات اور دینی اقدار لائق توجہ بنیں، اس کے برعکس ترقی کی بات ہوتی ہے اور حکومت وسیاست کی شگوفہ بازیاں ہوتی ہیں اور بے اساس افکار، دنیاوی، ماڈی مفادات، ارتقاء واتحاد کی بنیاد بنتے ہیں۔

اس دینی انحلال اور سیاسی اتحاد پر اس اتجاہ کو ہمیشہ فخر رہا اور اس اتحاد کو اس اتجاہ میں قبولیت حاصل رہی اور اسی اتحاد کی دعوت دی جاتی رہی۔

دینی اداروں، انجمنوں علماء اور مشائخ کو علی الاطلاق اس اتجاہ نے قابل رفض جانا اور کسی کی صلاحیت اور جذبات اس کے نزدیک کسی اہمیت کی حامل نہ رہے، بڑے بڑے اساطین علماء کا اس اتجاہ کے عام افراد نے استہزاء ومذاق اڑایا، شیخ ابن باز اور علامہ البانی جیسے جلیل القدر علماء ان کے نزدیک کم علم اور کم فہم تھے ان جلیل القدر علماء کے متعلق اس اتجاہ کے اصحاب قلم کی تحریریں استخفاف اور بے توقیری پر مشتمل رہیں، یہ شاذ ونادر تحریروں کا حال تھا ورنہ یہ ان کے نزدیک درخور اعتناء نہ تھے، حالاں کہ یہ عالم آشکار حقیقت ہے کہ شیخ ابن باز کی تنہا اسلامی خدمات دنیا کی تمام تحریکی عصرانی جماعتوں کی خدمات پر بھاری ہیں بلکہ حکومتی اسلامی خدمات پر بھی ان کی خدمات بھاری ہیں، اور البانی کی علمی خدمات کا اعتراف دشمن بھی کرتے ہیں لیکن جن کی جھولی علم سے خالی ہو اُن سے اس کی توقع کرنا ہی عبث ہے۔

اس اتجاہ کے لوگوں نے عام مسلمانوں کو غیر شعوری مسلمان، سیاسی مسلمان، سرکاری مسلمان نہ معلوم کیا کیا القاب وخطابات دیئے ہیں، گروہی اور تنظیمی عصبیت جس قدر اس اتجاہ میں پائی گئی اور جس منظم ڈھنگ سے اور بہتات کے ساتھ اسے انا ولاغیری کا مسئلہ بنادیا گیا، اس عصبیت میں دوسرے قطعا ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے، شان علو وتجتز کی حد نہ تھی کہ عوام کو ووٹ دینے کے سبب ان لوگوں نے دوسروں کو مشرک تک کہا اور جب ایمرجنسی کے بعد اندرا حکومت کو گرانی ہوئی تو ان دانشوروں نے اس شرک کو جائز قرار دے لیا

www.KitaboSunnat.com

اور انسانیت کے خلاف بغاوت کرنے والے بھگوا رنگ بھیڑیوں کو گلے لگایا اور عید ملن میں گلے ملتے ملتے ان کا گلا چھلنے لگا تب انھیں دور کیا، اور اب الیکشن لڑنے کا اجتماعی فتوی صادر ہوا ہے اور ابھی یہ شیخ چلی قسم کے سر پھرے کرسیوں اور مناصب پر نگاہیں جمانے اور خواب دیکھنے میں لگے ہیں، تاریخ میں ایسے احمق گروپ کی مثال مشکل سے ملے گی جب کہ ان اللہ والوں نے خاص کر اہل حدیث علماء کو اچھوت بنا رکھا تھا، اور تاریخ کا ریکارڈ ٹوٹ جائے گا اگر یہ ثبوت دے دیں کہ آر، ایس، ایس والوں کی طرح کبھی اہل حدیث علما کو کسی بھی موقع پر اپنے اسٹیج سے بولنے کا موقع دیا ہو، دراصل یہی رنگ ہے مادیت کا اور تہذیبی شعور کا۔

اسلامی تاریخ سے بغاوت کا یہ عالم تھا کہ خلافت وملوکیت کی تقسیم کے بعد ملوکیت ان اصحاب دانش کے نزدیک طاغوت سے کم نہ تھی، ان کے نزدیک شیخین، علی اور عمر بن عبد العزیز کے سوا اسلامی تاریخ میں سارے حکمراں ملوک ہیں حتی کہ خلیفۂ مظلوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر بھی انھوں نے ملوکیت کا الزام لگا کر ان کی خلافت کو بھی مسترد قرار دیا، اور سارے نصوص قرآنی وحدیثی اور مستند تاریخ کو بھی اپنے تعنت کے مقابلے میں مسترد ٹھہرایا جب کہ یہ شرعی مسئلہ ہے کہ کسی بھی وجہ سے کوئی شخص بھی اگر صحابہ پر زبان طعن دراز کرے یا ان کو مجرم ثابت کرے وہ فاسق ٹھہرتا ہے، اور یہ بھی واضح رہے کہ خلافت وملوکیت جیسی رسوائے زمانہ کتاب کے لکھنے چھاپنے اور ماننے والے فسق کے مرتکب ہیں، اور جب تک یہ کتاب چھپتی رہے گی سر پھرا پن، اور فکری دیوالیہ پن پھیلاتی رہے گی، صحابہ کے خلاف جرائم کی نسبت شرعا ممنوع ہے، ان کی خلافت ایک تاریخی مسئلہ نہیں ہے کہ ان کے خلاف جرائم کی کھتونی تیار کی جائے ان کی شخصیت ان کی حیثیت اور انکی خلافت سب منصوص ہیں، نصوص کی روشنی میں ان کو دیکھنا چاہئے اور کس کی تاریخ کی بنا پر ان کو خطا کار خلافت کو ملوکیت کی طرف لے جانے والا ثابت کریں گے؟ شیعوں کی تاریخ کی بنا پر؟ 40ھ میں امت مسلمہ نے ماضی کی ساری لغزشوں اور غلطیوں اور غلط فہمیوں کو دور کر لیا تھا اور امت مسلمہ نے اتحاد کر لیا تھا، 60ھ کے بعد تشیع کی موامراتی اور سازشی تاریخ اور 60 کے بعد کے پروپیگنڈہ افتراء اور اتھامات وسازشی روایات کی بنا پر اگر ذوالنورین کو خطا کار ٹھہرایا جائے تو ایسی تمام ناروا کوششیں فسق کے درجے میں آئیں گی، اور ایسی تحریروں کے لکھنے والے اور ماننے والے عظمت صحابہ کے منکر مانے جائیں گے، اور ایسی فاسقانہ تحریریں چھاپنا، پڑھنا اور ماننا گناہ کبیرہ کے درجے میں ہے۔

دراصل یہاں بھی وہی مسئلہ عصرانیت اور تحریکیت کا ہے، قائد اتجاہ نے چھٹے دہے میں ایوب خاں کی ڈکٹیٹرشپ کو دیکھا اور اس سے ٹکرائے جس کی بنا پر انھیں کافی اذیت اٹھانی پڑی، ایوب خاں نے پاکستان میں لوگوں کی ساری آزادی سلب کر لی تھی، قائد پاکستان میں آباد ہونے کے بعد الکشنی جمہوری بن چکے تھے جمہوری والکشنی مزاج ڈکٹیٹرشپ کو برداشت نہیں کر سکتا تھا، جناب سخت ردّعمل کا شکار ہوئے قائد اتجاہ کا ذہن بنا کہ دین اور تاریخ کے حوالے سے ملوکیت تاناشاہی خواہ نام ہی کی کیوں نہ ہو کے خلاف اپنا کیس تیار کریں اور یہ مقدمہ امت کے کورٹ میں پیش کریں، اپنے وقتی اور مقامی ٹکراؤ کو انھوں نے پوری امت کا مسئلہ بنا دیا اور ایک ماہر وکیل کی طرح انھوں نے اپنے بنے بنائے کیس کے مطابق تاریخ سے روایتوں کو چنا، اور پھر ان کے گستاخ اور ردّعمل کے شکار عصرانی قلم کی زد سے حضرت ذوالنورین حضرت معاویہ اور دیگر صحابہ بھی نہ بچ سکے، تحریکی لٹریچر میں جو چیز قائد کی خوبی مانی جاتی ہے وہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دراصل ان کی سب سے بڑی کمزوری ہے، اور ملت کو تحریکیت کی راہ پر لگانے اور ان کے صحیح دینی شعور کو برباد کرنے کی ضامن ہے، انقلاب، بغاوت اور نفرت ان کے قلم وفکر کا خاصہ ہے وقتی دباؤ بڑھا ذہن بنا اور پیشتر بنے ہوئے ذہن کے مطابق قلم کی مشاقی شروع ہوگئی، حالاں کہ یہ بالکل الٹا عمل ہے، ہونا یہ چاہئے کہ کسی بھی موضوع پر آدمی اپنے ذہنی سانچہ کے مطابق پڑھنے اور لکھنے کے بجائے دلائل و براہین کی روشنی میں حقائق کو مبرہن کرے، حقائق کی تلاش کا یہی طریقہ ہے، انسان دلائل و براہین کے پیچھے چلے نہ کہ اپنے فکری سانچے کے مطابق ان کو چھیل چھال کر اس میں فٹ کرے یا انتخابی اور ترجیحی صورت کو اختیار کرکے جو پند آئے اسے لے اور جو پسند نہ آئے اسے نہ لے، یہ طریقہ انتہائی مرفوض اور خود غرضانہ ہے مخلصانہ نہیں ہے، اور ایسا کرنے والا خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہے، دلائل و براہین اور نصوص پر بھی ظلم کرتا ہے اور قارئین پر بھی ظلم کرتا ہے اور انھیں غلط راہ پر ڈال دیتا ہے۔

دراصل تاریخ اسلام کے ساتھ بھی اس اتجاہ نے وہی انقلابی مذاق کیا ہے جو دیگر امور کے ساتھ کیا ہے، تاریخ اسلام کی ساری ملوکیتیں اس کی بارگاہ میں مرفوض ہیں، ایک صاحب پنجاب کے صوبائی امیر ہوا کرتے تھے اسعد صاحب گیلانی، انقلاب خمینی کے دور میں ملوکیت کے خلاف ان کا طنطنہ اتنا بڑھا تھا کہ انھوں نے حرم مدنی میں فرمایا ملوکیت ملوکیت ہے چاہے حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کی کیوں نہ ہو؟ اور سعودی حکومت مملکت ہے لہذا سب سے بدتر گو اسے لوٹنے کھانے میں یہ سب سے آگے۔

عجب تضاد ہے ان انقلابیوں کے اندر، ان کے معیار پر حضرت عثمان نہیں اترے لیکن خمینی جس نے شیخین حضرت ابوبکر حضرت عمر رضی اللہ عنہما حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دی ہے انھیں جبت وطاغوت کہا ہے، اور حضرت عائشہ کے متعلق فرمایا کہ مہدی آئیں گے تو انھیں زندہ کریں گے، اور پھر حد قذف لگائیں گے اور پھر پھانسی دے دیں گے، اس کی بدعقیدگی کے سبب علماء اثبات نے اسے کافر قرار دے دیا، اور انقلابی مسخروں کا یہ حال رہا ہے دس سال تک پورے عالم میں اس کا جھنڈا اٹھائے پھرے اور ایسی مذلوجی حرکتیں کیں اور ایسا مسخرہ پن کیا کہ ایسا لگتا تھا سب شیخ چلی کے قبیلے کے ہیں، اس اتجاہ سے متاثر حضرات علماء کرام بھی خمینی انقلاب کے شیعہ چھتڑوں کی تلاوت کرتے تھے، اور پھر انھوں نے صدام کا جھنڈا تھام لیا اس کے اندر بھی یہ خوبی نظر آئی کہ امریکہ کے خلاف ہے حالاں کہ وہ امریکا کا پروردہ تھا، جعفر نمیری جو کمیونسٹ تھا پھر ایک وقت ایسا آیا کہ اس نے چولا بدلا اور نظام اسلامی کی بات کرنے لگا محض کرسی سے چپکے رہنے کے لیے اور ملک کو غارت کر دیا، ملک کو اس سے بچانے کے لیے عبدالرحمن سوار الذہب کو اس کا تختہ پلٹنا پڑا یہ بھی ان کا خلیفہ اسلامی بن گیا تھا، ضیاء الحق کی حکومت بھٹو کے خلاف انقلاب لانے کے سبب اسلامی تھی اور وہ خلیفۃ المسلمین قرار پائے، پھر جب ان کے اندر ملوکیت کی خو بو آگئی تو ان سے الگ ہو گئے، اور جب بھٹو کی بیٹی الیکشن وجمہوریت کے سہارے وزیر اعظم بنی تو اس اتجاہ کے بقراط وسقراط اس کے حامی ہو گئے اور اللہ نہ کرے یہ روایت صحیح ہو کہ اس نے ان بقراطوں کو ۹۰ لاکھ روپیے میں خرید لیا، ایک طرف ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی اپنی ملکیت سے داد و دھش اور جائز عطایا نے انھیں ملوکیت کا داعی بنا دیا، اور وہ ناقابل اعتبار خلیفہ بن گئے معیار کی بلندی کا حال ملاحظہ ہو دوسروں کو ناپنے کے لیے، اور معیار کی پستی ملاحظہ ہو کہ معمولی مفاد کی خاطر بے خدا سیاست اور غدار وطن جلاوطن خاتون وزیر اعظم کے زلف کے اسلامی انقلاب کے دیوانے اسیر ہو گئے۔ یہ بھی ایک عجوبہ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور تضاد کہ انقلابی اسلام کے معیار پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پورے نہیں اترتے لیکن الحادی سیاست اور بے دین سیاست داں کی سیاسی دوستی کے لیے منتخب ہو جاتے ہیں۔

یہ سب تماشے اور شیخ چلی نہاد مسخرہ پن کیا ہے یہ عصرانیت اور تحریکیت کا اثر اور نتیجہ ہے۔اس انقلابی ذہن نے ہم عصر حکمرانوں اور حکمرانی سے بغاوت ونفرت کا رویہ اپنانے پر مجبور کیا اور انھیں جاہلیت کا نمائندہ اور جاہلی اعمال کا مرتکب بتلایا، موجودہ حکمراں کیا تھے اور کیا ہیں یہ سب پر عیاں ہے ان کے ساتھ کیا رویہ ہونا چاھئے یہ اصل سوال ہے ظاہر ہے نہتے ان سے لڑائی کرنا، بغاوت کرنا، عقل مندی نہیں ایسی حالت میں ان کے لیے ناصح امین بننا مشیر مخلص بننا، مدبر اور دانش مند بننا زیادہ بہتر تھا، اور یہ بھی درباری سرکاری بن کر ہی نہیں انجام دیا جاسکتا تھا، دربار سے دور رہ کر بھی یہ ہوسکتا تھا لیکن پرامن حکیمانہ، مصلحت امت نصح وخیر خواہی، مشاورت مناصحت اور اصلاح ودعوت کے بجائے عصرانیت زدہ حضرات نے عصرانی وتحریکی تحزبات کو اپنا کر اپوزیشن کا موقف اختیار کیا اور مخالفت وبغاوت کو جزء ایمان اور عین جہاد سمجھا، اور نئی نسل کو بغاوت کی راہ دکھلائی، نتیجہ یہ نکلا کہ پورے عالم اسلام میں بغاوت کے کانٹے اگ آئے مصر میں بغاوت شام میں بغاوت، اردن میں بغاوت، الجزائر میں بغاوت، سوڈان میں بغاوت اور ہزاروں لاکھوں لوگ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور ناحق مسلمانوں کا خون بہا۔

یہی نہیں جہاں بھی جہاد ہو رہا تھا اس حزبیاتی ذہنیت نے وہاں جہاد میں لوگوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور لاکھوں انسان کا خون بہا، اور اس حزبیاتی ذہنیت کے سبب مسلمان ضائع ہوا، افغانستان کو اسی ذہنیت نے تباہ وبرباد کیا فلپین میں مندناؤ آج تک آزاد نہ ہوسکا، جہاد جیسا مقدس فریضہ حزبیات کا شکار ہو کر غیر مؤثر ہو گیا فلسطین، کشمیر کی بھی یہی کہانی ہے اور حکمت یار جس کی کل کہانی امریکہ سے نفرت تھی یہی اس کی خوبی بھائی وہ تحریکیوں کا ہیرو بن گیا، دوسرے اوقات میں برہان الدین ربانی اور احمد مسعود ان کے ہیرو تھے اور تینوں نے افغانستان کو تباہ کرنے میں سب سے زیادہ اہم کردار ادا کیا، بلاوجہ اس انقلابی ذہنیت کے سبب لاکھوں مسلمانوں کا خون بہا، لاکھوں لوگ بے خانماں برباد ہوئے، عصمتیں لٹیں، گھر اجڑے، بستیاں جلائی گئیں اور کھیپ کی کھیپ عصرانیت کا شکار ہوگئی، ان عصرانیوں سے قبل بھی جہاد ہوا اس دباؤ کے نتیجے میں استعمار بستر لپیٹ کر بھاگنے پر مجبور ہوا، ظالم کے خلاف یہ جہاد ہمیشہ ایک قیادت کے تحت ہوا، دس بیس، چالیس فرنٹ اور احزاب جہاد کے نام پر بنے، اس بیسویں صدی کی عصرانیت نے جہاد مدارس، مساجد، دینی انجمنوں اور اداروں سبھی کو تحزباتی رنگ میں ڈبو کر رکھ دیا، اور نئی نسل کو بلاتفریق مسلک وقومیت تحزبیاتی بنا کے چھوڑا۔

تحریکی اتجاہ کی کمی یہی ہے کہ دیکھنے میں یہ بڑا دل کش ہے لیکن فی الواقع یہ "تحسبه ماء وهو نار" اور "كسراب بقيعة يحسبه الظمان ماء" کا مصداق ہے، اس اتجاہ سے سوچ، فکر کردار وسیرت کا بالکل انداز ہی بدل جاتا ہے، انقلابی اور باغیانہ ذہن رکھنے اور تہذیبی شعور کو ترجیح دینے کے بعد انسان کا کردار اور اس کی سیرت جو شکل اختیار کرتی ہے وہ باوقار نہیں رہ جاتی، اس کے اندر مروّت کی بڑی کمی ہوتی ہے وفا وایثار کی قلت ہوتی ہے ایسے لوگ مفاد پرستی اور مادّہ پرستی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، انقلابی وباغیانہ رجحان سے اسی طرح کی سیرت تشکیل پاتی ہے، ایسے لوگوں کے ساتھ ہمارا بہت تلخ تجربہ ہے اور بہت سے شخصی مشاہدے ہیں ان کو یہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیان کرنا تطویل کا باعث ہے، بات اتجاہ اور رجحان کے عام اثرات کی ہو رہی ہے جو اتجاہ سے جتنا زیادہ متاثر ہوگا اس کے بقدر اس کی سیرت کی تشکیل ہوگی، البتہ اس حقیقت کا بھی انکار نہیں کہ الناس معادن کمعادن الذهب و الفضة خیارهم فی الجاهلیة خیارهم فی الاسلام کا اسلامی اصول ہر دور میں اپنی جگہ برقرار ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیاست

جب اطاعت کی راہ سے آدمی بھٹکنے لگتا ہے اور عصرانیت کی بنیاد پر اس کا تہذیبی شعور زیادہ اہم بن جاتا ہے اور تعبدی شعور کو مرجوحیت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ نصوص دین کے پیچھے چلنے کے بجائے انھیں اپنے پیچھے چلانے لگتا ہے، اور افکار عصر سے متاثر اپنے تشکیل شدہ فکری سانچے میں انھیں ڈھالنے لگتا ہے، یہی غیر شعوری خود کار عمل انسان کو چپکے سے اطاعت کی راہ سے ہٹا کر بغاوت اور انقلاب کی راہ پر لگا دیتا ہے، اور عصرانیت کا نشہ اتنا تیز ہوتا ہے کہ بڑے بڑے اساطین مدہوشی سے نکل نہیں پاتے، اور دین کی توقیفی و تفصیلی راہ کو اس مدہوشی میں چھوڑ کر تعقل پرستی کے دامن میں پناہ لے لیتے ہیں حسب اصطلاح "حکماء اسلام" معتزلہ، جہمیہ، قدریہ، خوارج، شیعہ، اشعری، ماتریدی اور آج کے استشراق زدہ مسلم دانش ور سب اسی نخچیر ستم کے شکار ہیں، ان کے لیے جواز کی راہ، نصوص کے دائرے میں استنباط و اجتہاد کی تھی اگر وہ اس کا استحقاق و استعداد رکھتے تھے تو انھیں نصوص سے آزاد ہو کر دانش وری کرنے کی قطعا شرعی اجازت نہ تھی نہ ہے نہ رہے گی۔

بہر حال اطاعت کے مذکورہ مفہوم کے برخلاف بغاوت کا راستہ اپنانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان پر اطاعت کے بعد جو اجتماعی و انفرادی ذمہ داری بنتی ہے وہ دعوت و تربیت کی ہے، لیکن اطاعت کی راہ سے ہٹنے کے بعد بغاوت کی راہ اپنانے اور عصرانیت کے شعور کے زیر اثر آنے کے بعد تحریکی اتجاہ اپنانے والوں نے سیاست کا راستہ اپنایا، اور اس کو امت مسلمہ کی ترقی و تقویت و کارفرماو کارآفریں ہونے کا اہم اور لازمی ذریعہ مانا، پہلا قدم غلطی کا تھا بغاوت کا، ثوریت کا، دوسرا قدم پہلی غلطی کا لازمی نتیجہ ہے یہ قدم دعوت و تربیت کی راہ چھوڑ کر سیاست کی راہ اپنانے کا ہے، سیاست کے عمل کا مطلب ہوتا ہے روزمرہ دنیاوی زندگی کے واقعات و حوادث میں الجھنا، ظاہر ہے دعوت و تربیت کی راہ سیاست کی راہ سے جدا ہے، موجودہ سیاست پیشہ کے طور پر دنیاوی ڈیلی حوادث کو جھیلنے سمجھنے اور ان میں الجھنے کا نام ہے، اسلامی اصولوں کی بنیاد پر انھیں صحیح راہ پر لگایا جا سکتا ہے اور اس کے نتائج فلاح و بہبود کی شکل میں نکل سکتے ہیں، لیکن دور حاضر کی علمانی جمہوری سیاست میں الجھ کر ایک عام مسلمان کی بھی شرافت داغ دار ہو سکتی ہے، مغرب بربریت اور جنگلی راج کے اندھیرے میں ڈوبا تھا پھر اس کے اندر خونخواری اور استعماریت آئی اور جب اس کا حل مشکل ہو گیا تو اس نے منافقت اختیار کر لی اور اُسے جمہوریت و ڈیموکریسی کا نام دے دیا، آج کی مروّج جمہوریت اور علمانیت خطرناک قسم کی گاڑھی منافقت ہے جس کا عنوان خوش نما ہے اور اس کے پیچھے غارت گری مکر و فریب فساد جھوٹ اور عام پیمانے پر کرپشن کو جائز قرار دے دیا گیا ہے، اور اسی ٹائٹل کے تحت برائی کی ہر شکل کو مختلف خوش نماناموں کے ساتھ جائز قرار دے دیا گیا ہے، اور وقفہ حکومت پارلیمانی سیاسی عمل اور پارٹی بنیاد پر بدل ضرور جاتا ہے لیکن دنیا کے گھٹیا ترین مکار، فریبی قاتل، زانی گنڈے بھوت بن کر عوام پر مسلط ہو جاتے ہیں، اور ملکی اسباب و ذرائع کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتے ہیں پبلک ڈیموکریسی کے نام پر جمہوریت کے نام پر چلا سکتی ہے کچھ کر نہیں سکتی، بیوروکریسی اور جاسوسی کی ایجنسیوں اور لاو آرڈر اداروں کا ایسا شیطانی جال بچھا ہوتا ہے کہ غارت گروں کے گریبان تک نہ قانون کا ہاتھ پہنچ پاتا ہے نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انصاف پسندوں کا، ظالم ہمیشہ تحفظ حاصل رہتا ہے اس میں اکثریت کی بنیاد پر اقلیت کو برباد کرنے کا قانونی حق حاصل ہوتا ہے۔

یہ ہے موجودہ سیاست مقامی طور پر بھی اور عالمی طور پر بھی، صرف بھونکنے کی اجازت مل سکتی ہے اور صرف وعدے مل سکتے ہیں اور یہی عین منافقت ہے، اس جمہوری سیاست میں معمولی کلرک آفس سے لے کر ایوان حکومت تک اور الیکشن سے لے کر وزارت کی کرسی تک اگر کسی چیز کو سب سے زیادہ نمایاں دیکھا جاتا ہے تو صرف اور صرف منافقت ہے، منافقت کی جتنی شکلیں ہوسکتی ہیں ساری کی ساری پارلیمانی سیاست میں بڑے معیاری طور پر موجود ہوتی ہیں، آج کا علمانی سیاسی اور آج کی سیکولر سیاست سبائی اور سبائیت سے ہزار گنا زیادہ خطرناک اور مکروسازش سے بھری ہے۔

اس منافقانہ سیاست کے سہارے اگر کوئی اسلامی انقلاب لانے کا خواب دیکھے تو وہ اسلامی انقلاب تو کبھی نہیں لاسکتا البتہ اس کی قلب ماہیت ضرور ہوجائے گی، اور امت اسلامیہ کا ایک بہت بڑا خسارہ ہے کہ تحریکی اتجاہ کے لوگ جو ملت کا اہم ترین سرمایہ بن سکتے تھے سارے عالم میں منافقانہ سیاست کے دلدل میں پھنس گئے ہیں، اور مختلف سیکولر نظریات اور تعامل کے درمیان اتنا تفاوت ہے کہ اتنا تفاوت اسلام اور وثنی جاہلیت عرب کے درمیان بھی نہ تھا، ایوان حکومت میں سیکولر قانون کے تحت کوئی بھی عوام کا نمائندہ بن سکتا ہے خواہ وہ ظالم ہو، لٹیرا ہو، قاتل ہو، زانی ہو، شرابی ہو، سود خور ہو، اور ایسا شخص وزیر اعظم اور صدر مملکت بھی بن سکتا ہے جب کہ اسلام میں ایسوں کے لیے سیاسی عمل میں کوئی گنجائش نہیں، یہاں سارا معاملہ عوام کا ہے عوام کی حکومت، عوام کے لیے، عوام کے ذریعے، ابرہام لنکن کے یہ الفاظ مزامیر داؤد بن گئے ہیں، پھر یہ کہ سارے عوام کو بنے بنائے حزبیاتی آئین کے تحت پھکڑ پن کا میلہ لگانے اور نسلی قومی لسانی قبائلی ومذہبی تعصبات اور جھگڑوں میں الجھانے اور لٹنے لٹانے کے لیے سب کو آزاد چھوڑ دینا یہ ڈیموکریسی کی دین ہے، ڈیموکریسی میں سب روا ہے کسی کی اس آزادی پر قدغن نہیں لگایا جاسکتا۔

پارلیمانی اختیارات کے ماتحت ہر طرح کا قانون بنایا جاسکتا ہے نئی نئی قانونی تبدیلیاں لائی جاسکتی ہیں، ظاہر ہے اسلامی شریعت میں نئی تقنین کی گنجائش نہیں ہے، اسلامی شریعت کے مطابق نوازل میں فیصلے لیے جاسکتے ہیں اور دائرہ شریعت ہی میں رہ کر جہاں اجتہاد کی گنجائش ہو وہیں مجلس شوریٰ کو اجتہاد کرنے کی اجازت ہے یا قابل اعتبار علماء کو اسکی اجازت ہے یا اگر گنجائش ہو تو مجلس اجماع کی راہ تلاش کرسکتی ہے، اور امور مباحات میں بھی عوامی بہبود انصاف اور توازن کو مدنظر رکھنا ہوگا۔

سیکولر اسٹیٹ میں ڈیموکریسی کے اصولوں کے مطابق اس کی اقتصادیات کی بنیاد سود، قمار بازی فریب اور سرمایہ دارانہ جبر ہے اور یہاں سرمایہ دارانہ حقوق ملکیت اتنے بھیانک ڈھنگ سے وسیع ہوتے ہیں کہ سرمایہ دار ملک قوم ملی اداروں اور افراد بد کو اپنا گرویدہ بنا کر رکھتے ہیں، اور سارے استحقاقات اپنی مٹھیوں میں بٹور لیتے ہیں اور دو چار فیصد ملک کی دولت کے مالک بن بیٹھتے ہیں۔

جوڈیسری اور عدالتی نظام میں سارے قوانین انسان کے خود ساختہ ہوتے ہیں یہی بہت بڑا کفر ہے، پھر یہ کہ انصاف اگر مل بھی جائے تو مہنگا ترین دقت طلب اور طویل ترین وقفہ بھی لگ جاتا ہے اس نظام عدالت میں جانتے بوجھتے بھی مجرموں قاتلوں، فسادیوں، گنڈوں اور عام فساد وتباہی میں معروف ملوث غنڈہ عناصر کو تحفظ مل جاتا ہے، ان کے دفاع کے لیے وکیل مل جائیں گے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انھیں کوئی قانون روک نہیں سکتا ہے، ایمان وضمیر کی بات عدالتی نظام میں لایعنی ہے، کالا کوٹ پہننے کے بعد وکیل کے لیے قانونا جائز ہے کہ جانتے بوجھتے وہ جھوٹا مقدمہ لے، جھوٹی گواہیاں پیش کرے اور قانونی داؤ پیچ کے بل پر مجرمین کو بری قرار دلوائے، اور اس عدالتی نظام میں ایسی ضمانتیں اور ایسے قانونی تحفظات ہیں کہ دولت منداپنی دولت کے بل بوتے پر یا مجرم اپنی دلیری کے سبب ان ضمانتوں اور تحفظات سے بھرپور فائدہ اٹھا کر ہر طرح کے جرائم کر کے بچ سکتا ہے، ہر طرح کے غصب کے ذریعہ مالکانہ حقوق قائم رکھ سکتا ہے، اور دوسری طرف حق دار اور انصاف کا طالب مظلوم بلاوجہ قانون کے ہتھے چڑھ سکتا ہے۔

سماجی زندگی میں استہلاکی مزاج اتنا بدترین بن سکتا ہے کہ انسان مادیت کا غلام بن کر رہ جاتا ہے اور اس کی کل بھاگ دوڑ ذاتی اہمیت سماجی حیثیت کے گرد گھوم پھر کر رہ جاتی ہے، حریص وخود غرض انسان استہلاکی ضروریات کا غلام بن کر رہ جاتا ہے، کمالیات اور جمالیات اور اسٹیٹس کے چکر میں وہ ایسا پھنستا ہے کہ اس دلدل سے نکلنے کی اس کے لیے گنجائش رہ ہی نہیں جاتی ہے، اور ضروریات کی غلامی میں رات دن ایسا پستا ہے کہ اس کی توجہ حقوق کی ادائیگی کی طرف جا ہی نہیں پاتی وہ سارے انسانی اقدار، انسانی حقوق کا ئناتی قومی اور دینی حقوق بھول ہی جاتا ہے۔

سیکولر اسٹیٹ کی تعلیمی پالیسی قومی اور غیر دینی ہوتی ہے، یعنی وہ اس تعلیم کا ذمہ دار ہوتا ہے جس کا تعلق دین سے نہ ہو اور جس کا تعلق قوم کی تاریخ اور کلچر سے ہو، اور کلچر کے نام پر ان تمام کاموں کو بھی نئی نسل کے لیے دہرایا جاتا ہے اور باعث افتخار سمجھا جاتا ہے جو جنون ومستی کی حالت میں سرزد ہوئی ہوتی ہیں، نئی نسل کو بس اس کی تعلیم دی جاتی ہے کہ کیسے کمائے پیٹ بھرے اور کیسے اپنی مادّی زندگی گزارے، اور کیسے ناچے گائے بقیہ انسانی اقدار تک کی تعلیم کے لیے اس کے پاس جگہ نہیں گو وہ فطری ہوتے ہیں، اور رہے فیملی اقدار، فردی اقدار، دینی اقدار، کائنات ماوراء کائنات کے حقائق اس کائنات میں انسان کا کردار اور پھر اس کا انجام یہ اس کی تعلیمی پالیسی سے خارج ہیں یہ ذمہ داری انسان کی اپنی ذاتی ہے جس میں قانونا اسٹیٹ دخل نہیں دیتا۔

سیکولر ہونا ہی دین کی بربادی کا سبب ہے اور پھر مداخلت تو جاری ہی رہتی ہے خاص کر اقلیتوں کے مذاہب میں اور اُن کے کلچر میں، اور اس مداخلت کو اسٹیٹ کسی بھی وقت آسانی سے جائز قرار دے لیتا ہے، انفرادی طور پر جمہوریت میں انسان بالکل آزاد ہوتا ہے کوئی بلاعقیدہ وعمل یا بدعقیدہ وبدعمل فرد یا فیملی آزادی سے رہ سکتی ہے۔ فردی اقدار کے سلسلے میں ملحد دین بیزار، سماج بیزار، ننگا بے حیا جو چاہے بن جائے اس کی ذاتی زندگی میں یا ان امور میں سماجی زندگی میں کسی کو مداخلت کا حق نہیں ہے، جو بھی برائی چاہے کرے اگر قانون اس پر خاموش ہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا نہ اس پر کوئی قید وبند لگا سکتا ہے، بلکہ وہ ننگے پن کو بے حیائی کو الحاد کو پھیلا سکتا ہے اور اسے قانونی تحفظ اور قانونی حق مل سکتا ہے، سماج پر اس کی حرکتوں کا کیا اثر پڑے گا اس کے متعلق اس کی باز پرس نہیں کی جاسکتی ہے، یہ ہے ڈیموکریسی کا نظریاتی روپ، اور عملی روپ تو گاڑھی منافقت سے تعبیر ہے اور ہوس زر واقتدار ہے، اس کا روپ عام لوٹ عام فساد اور ظلم کا بھی ہے، ظاہر ہے عملا اس میں فردی طور پر لوگوں کو شر وفساد الحاد وشرک، فسق وفجور کے لیے قانونی تحفظ حاصل ہوتا ہے، انھیں صرف بھونکنے کی اجازت رہتی ہے اور بسا اوقات عناصر شر انھیں گونگا بہرا بھی بنا دیتے ہیں، اس سیاسی فکر وعمل اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے نتائج کے پس منظر میں قلب ماہیت بھی ہو جاتی ہے، تحریکی انسانوں کی اس سیاسی عمل میں ان کا چہرہ بھی بگڑ گیا وہ اپنا سبق بھی بھول گئے، انھیں سارے عالم میں اخوت اِسلامیہ کی وحدت کا سبق بھی نہ یاد رہا، مقامی سیاست میں الجھ کر وہ سب کچھ بھول گئے، اور اپنا طرۂ امتیاز اسلامی انقلاب اور اسلامی وحدت تک بھلا بیٹھے سیکولر سیاست کی قباحتوں کو دیکھتے ہوئے اس نظام اور اس نظام ملک میں حصہ داری اور وہ بھی صحیح دینی ترجیحی کام مان کر اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ صحیح ہے کہ اس کے لئے جواز ہی کہاں باقی رہ جاتا ہے کہ الیکشنی سیاست میں شریک ہو کر انسان ارتداد فکر وسوچ کا شکار بنے۔ اس طرز سیاست سے انسان کس خیر کی امید وابستہ کر سکتا ہے، پہلے مرحلے یعنی بغاوت میں فکر وفن بنتا ہے اور سیرت و کردار کا سانچہ بنتا ہے دوسرے مرحلے میں یعنی سیاست اور سیاست کاری میں سیرت و کردار بھی بنتا جاتا ہے، اور روزمرہ زندگی میں تعاملی زندگی وتصرفاتی زندگی میں نشاط وحرکت کی زندگی میں انفرادی واجتماعی زندگی میں بغاوت کے افکار کی بنیاد پر سیرت و کردار پختہ ہوتا ہے اور عملی پیش رفت بھی ہوتی ہے۔ اور عصرانی ذہن واتجاہ کامل شکل میں تشکیل پاتا ہے۔

دورِ حاضر کی سیاست کے خصائص میں جو چیز داخل ہے وہ ہے عداوتِ دین، کذب وافتراء، منافقت، گروپ بندی وحزبیت، مخالفت برائے مخالفت، احتجاجی نعرے اور پروپاگنڈا، جس سیاست کی پہچان یہ ہو اس کا انجام کیا ہوگا اور قلوب واذہان پر اس کے اثرات کیا پڑیں گے، ظاہر ہے یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ ایسی سیاست میں الجھنا نہایت خطرناک ہے اور یہ انفرادی اخلاق وکردار کے لیے انتہائی مہلک ہے اور سماجی اقدار خیر کو مکمل طور پر برباد کر دینے کے لیے نہایت موثر ہے، روزمرہ زندگی میں جن کی ترجیحات میں یہ داخل ہو جائیں اور جن کے پروگراموں میں یہ شامل ہو جائے اجتماعی وتنظیمی طور پر ان کے اندر دینی ضعف وانحلال کا پیدا ہو جانا لازمی ہے، اور دینی ضعف وانحلال عقیدہ اور عمل میں ہر ایک زاویہ دین میں راہ پائے گا بلکہ علمی و دینی کاوشیں بھی اس کے سبب بہت زیادہ متاثر ہو جائیں گی، اور آدمی کا دینی جذبہ سرد ہوتا چلا جائے گا اطاعت و بندگی ثانوی حیثیت اختیار کرے گی، انسان کے خود ساختہ کاغذی و عملی پروگرام ہی اس کی توجہ والتفات کا مرکز بن جائیں گے، انسان ہر شئی کو سیاسی نظر سے دیکھنے کا عادی بن جائے گا اور سارے دین کو اسی رخ پر لے جانے کی کوشش کرے گا۔

حزبیت اور پارٹی بندی کا نقصان واضح ہے کہ حزبیت سے متاثر انفرادی وتنظیمی طور پر انسان اپنے گرد تفرق، خود غرضی اور مفاد پرستی کی لکیر کھینچ لیتا ہے، اس کے مفادات اس کے سوا دیگر اجتماعی اکائیوں سے اور افراد سے جدا ہو جاتے ہیں، اس کی سماجی و دینی ترجیحات غیروں کی ترجیحات سے جدا ہوتی ہیں، اس کے سارے تحرکات اس کی ساری بھاگ دوڑ اس کے اپنے تحزباتی حصار کے اندر ہوگی حتی کہ دوسرے اگر حزبیت زدہ گروہ اور افراد سے تعاون کرنا چاہیں تو گروہی مفادات کے متوالے ان کا غیر مشروط تعاون بھی اسی وقت قبول کر سکتے ہیں جب اس پر انھیں حزبیت کا رنگ چڑھانے کا پورا پورا اختیار ملے، حزبیت زدہ افراد وتنظیمات کو اپنا مفاد دیگر سارے مفادات سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔

حزبیت تفرق فساد غیر اخلاقی وغیر اصول تبدیلی رائے موقف کو جنم دیتی ہے، حزبیت اسلام کے تصور وحدت اور تصور امت کے سراسر خلاف ہے، حزبیت وقتی مفادات کے لیے اپنے حصار فکر ونظر ترجیحات وتجربات کے اندر رہ کر ہی دوسروں کو بٹورنے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوشش کرسکتی ہے اور دوسروں کے ساتھ ایک اسٹیج پر رنگین حزبیت کا ہی عینک لگا کر بیٹھ سکتی ہے، اگر اسے اس کے رنگ سے جدا رنگ دکھلائی دے تو اسے اتحادی اسٹیج سے اترنے میں دیری نہیں لگے گی یا پھر زیر زمین تحرکات اور سازشی ومخدوش عمل سے اسے کوئی روک نہیں سکتا، تنظیمی لائحۂ عمل پروگرام اور خانہ ساز فلسفوں یا مفادات کے تحت گروپ بندی مسلمانوں کے لیے زہر ہلاہل ہے اور مسلمانوں کو جتنا اس گروپ بندی، اور عین اسلام سے الگ پہچان بنانے نے نقصان پہنچایا ہے اتنا کسی بیرونی دشمن کی نسل کشی اور عام تباہی سے انھیں نقصان نہیں پہنچا۔

حزبیت کا مزاج بننے کے بعد آدمی کے اندر کئی سلبی باتیں ابھر آتی ہیں، حزبیت انسان کو اوتھلا اور سطحی بنا دیتی ہے اس کا خاصہ ہے کہ مرگی کی مانند حزبیت زدہ انسان کو پٹخنی دیتی رہتی ہے، ایسا شخص فکر میں سطحی بے صبرا، ردعمل کا شکار کوتاہ اندیش اور خود بین بن جاتا ہے، اس کی نگاہ چھوٹے مسائل چھوٹے مقاصد اور بسا اوقات بے کار اور بلا وجہ کے مسائل فتنوں اور بے مقصدیت میں پھنس کر رہ جاتی ہے، دوسروں کے ارادوں اور نیتوں پر ہمیشہ اشتباہ کی نظر سے دیکھنے کا عادی ہو جاتا ہے، دوسروں کے اعمال وافکار پر ردعمل کا اظہار کرتا رہتا ہے یا ردّ عمل کے ادھیڑ بن میں ہمیشہ لگا رہتا ہے اس کی نفسیات پر اسی کا غلبہ رہتا ہے۔

حزبیت آنے کے بعد فرد و تنظیم سازشی بن جاتی ہے، ذہنیت سازش کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے اور سماج میں ہر جائز یا ناجائز طریقے اپنے مفادات کے حصول کے لیے استعمال کرتی ہے، حیلہ مکر صحیح اور غلط پلاننگ کے ذریعے دوسروں پر تغلب حاصل کرنے کا اس کے اوپر دہن سوار رہتا ہے، منفی انداز سے دوسروں پر اثر انداز ہونا دوسروں کو باہم بھڑانا، جھوٹا پروپیگنڈا کرنا، دوسروں کی کمزوریوں کا غلط استعمال کرنا، جن کو مخالف مان لیا گیا ہے ان کے درپے رہنا اور ہر حربے کو استعمال کر کے انھیں نیچا دکھلانا، عدل و انصاف کو چھوڑ کر غیر جانب دار بننے کی کوشش کرنا وغیرہ وغیرہ سب سازش میں شامل ہیں اور تحزب پسند متحرکین کا عیاں ونہاں یہی ہے، فکر وعمل یہی ہے، رات دن کا یہی دھندا رہتا ہے۔

سیاسی عمل کا راستہ اپنانے کے بعد مزاج و ذہن لازمی نتیجے کے طور حزبیت کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے اس کا دو لازمی نتیجہ ہوتا ہے مقاصد، خواہ وہ مقاصد امت ہوں یا مقاصد تنظیم ہوں یا مقاصد افراد ہوں جب خطرے میں ہوں یا ان کے حصول کی بات ہو تو اسٹریٹ پر اتر آنا اور ہڑبونگ مچانا نعرے لگانا چلانا اسٹرائک کرنا مرد وعورت سب کو اس میں شریک کرنا معمول بن جاتا ہے، پانچ چھ دہائیوں سے اس ہڑبونگ کا مشاہدہ ہو رہا ہے اس ہڑبونگ کا نتیجہ عام طور پر زیرو دیکھا گیا ہے کچھ ذہن و دماغ اس ہڑبونگ کے زیر اثر آجائیں تو آجائیں لیکن ہر حال میں ہڑبونگی مزاج استقرار مفاہمت، سنجیدگی اور وقار سے بعد اختیار کرنے پر مجبور ہوگا، ہڑتال، ہڑبونگ اسٹرائک نعرے بازیاں یہ سب فقط سیاسی ذہن کے بھنگ دھتورے ہیں، ان کے منفی اثرات زیادہ ہوتے ہیں مثبت بہت کم اور عمل کے بجائے جذبات کا سوڈا انسان کے اندر بھر جاتا ہے اور ملّی پروگرام بنانے کے بجائے یا واجبات کو پورا کرنے کے بجائے انسان ذاتی وملّی غفلت تباہی اور بربادی کے راستے پر لگ جاتا ہے۔

سیاسی عمل کا راستہ اختیار کرنا اور اسے دین کے فروغ کا اہم ذریعہ سمجھنا اس لیے بھی درست نہیں ہے کہ اس راہ میں مخالفت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برائے مخالفت یا اپوزیشن کا رول ادا کرنا اشد ضروری ہے،تصور امت ہے کہ امت ایک ہے دینی جواز کے بغیر مخالفت برائے مخالفت یا کاغذی دستور،نصب العین اور تنظیمی اہداف و پروگرام کی بنیاد پر بے وجہ مخالفت یا دین کی مخالفت یا دین داروں کی مخالفت،نصوص کی مخالفت میں اتحاد امت کی کوششیں غلط ہیں،سیاسی عمل کا راستہ اپنا کر تحریکی اتجاہ کو سیاسی موقف ہی اپنانا پڑے گا دینی موقف اپنا کر وہ چل ہی نہیں سکتا،کسی بھی پیمانہ حق و ناحق سے قطع نظر تحریکی وہی کہے گا جو تنظیم کہے گی خواہ تنظیم صحیح کہے یا غلط،تحریکیوں کے روزمرہ تصرفات چھوٹے سے لے کر بڑے مسائل تک سبھی میں پارٹی بنیاد ہوتی ہے اور اپنے تصرفات وموقف کی تائید میں شریف سے شریف تحریکی کو بھی جھوٹ افتراء اور پروپیگنڈے کا آسانی سے شکار ہوتے بلکہ اس کا پرچار کرتے بار بار مشاہدے میں آتا رہتا ہے۔

سیاسی عمل کا راستہ اختیار کرنے کے بعد کسی بھی دینی تنظیم کے لیے جو عصرانی وتحریکی رنگ رکھتی ہو یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی دینی موقف پر قائم رہ سکے،اس کے فکر ونظر میں اتھل پتھل سیاسی حالات کے اتھل پتھل کے سبب لازمی ہے،دینی موقف کے لیے "الحب للہ والبغض للہ" کا اصول محکم ہے یہاں "الولاء والبراء" کا عقیدہ ہے لیکن سیاست کہتی ہے سیاست میں کوئی مستقل دوست یا دشمن نہیں ہوتا ہے،سیاسی مفادات کی خاطر لوگوں سے دوستی و دشمنی کا موسم بدلتا رہتا ہے،تحریکی اتجاہ کا یہی حشر ہوا اس کے سامنے وقتی مفادات رہے اور قدم قدم پر داخلی وخارجی تمام وقائع میں اس کا موقف مذبذب رہا اور پارٹی مفاد اور تنظیم کے ضوابط واصول کا رہا دین کا نہیں۔

پہلے بیان ہوا کہ خود قائد اتجاہ پہلے کانگریسی تھے گاندھی کی سوانح حیات لکھنے جارہے تھے پھر مسلم لیگی بنے پھر ٹھیٹ اسلامی بنے،پھر جمہوری بنے اور آخری میں اس کے قائل ہوئے کہ دعوت وتربیت کی راہ ہی صحیح راہ ہے،سیاسی راہ دین کے فروغ کے لیے بالکل مہلک ہے اور ہندوستان کے لوگ پہلے ٹھیٹ اسلامی تھے ووٹ دینا حرام بتاتے تھے اور ووٹ دینے کے سبب اہل حدیثوں کو مشرک گردانتے تھے،مجھے ان علماء کرام کے نام معلوم ہیں جو تحریکی اتّجاہ رکھنے کے سبب مستند عالم ہونے کے باوجود اس طرح کا فتوی جڑتے تھے اور اپنے خطابات میں ایسی باتیں کہتے تھے۔ایسے لوگوں سے سوال کیا جانا چاہئے کہ تحلیل وتحریم کا کیا آپ نے اپنے گھر کارخانہ کھول رکھا ہے۔

علماء جماعتوں اور تنظیموں کے بارے میں ان کے خیالات اور رایوں کی تفصیل گزری،سیاست کی راہ سے ان تحریکیوں نے مفادات کے تحفظ کے لیے دین بیزار سیاسی پارٹیوں سے سودے بازی کی اور لینے دینے کے اصول پر ان سے ساز باز کرنے میں عار نہیں محسوس کیا،یہی موجودہ سیاست کی طبیعت ہے،تقوی شعار اور عابد شب زندہ دار بھی اگر اس میدان میں قدم رکھے اور اس سیاست کے داؤ پیچ اختیار کرے گا تو اسے لازما ان داؤں پیچ کو اختیار کرنا ہی ہوگا اس کے بغیر ان کا ایک قدم بھی اٹھ نہیں سکتا لازما اسے بھی سودے بازی اور ساز باز میں ملوث ہونا ہی ہوگا۔

ان تحریکیوں نے سیاست کو جہاں بھی کاروبار بنایا ان کی اسلامی دانش مندی ختم ہوئی،ان کا اسلامی نظریہ تباہ ہوا اسلامی وحدت کا جذبہ سرد پڑ گیا،بلکہ نظروں سے اوجھل ہوگیا،مصر سوڈان،اردن،کویت،پاکستان،شام اور الجزائر میں ان کے سیاسی الجھاؤ اور سیاسی عمل ہمارے اس دعوی کی منہ بولتی تصویر ہیں،اور کہیں ان کا سیاسی عمل بارآور نہیں ہوا ہر جگہ نقصان ہی نقصان ہوا،جانی،مالی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیاسی اور دینی نقصان جو ہوا سو ہوا خود اس کے غلط اثرات قلوب و اذہان پر ایسے برے پڑے کہ ان کی قلب ماہیت ہوگئی اور ان کی پیش بینی دینی جذبہ طرز عمل اور طرز فکر سب کچھ بدل کر رہ گیا۔

ہر جگہ نظام ڈیموکریسی کا تھا یا ڈکٹیر شپ کا، اس نظام کے تحت سیاسی عمل شروع کرنا خود ایک ملعون کام ہے اور اسلام کی تعلیمات کی سراسر مخالفت اور سراسر مخالف اسلام سیاسی اقتصادی تعلیمی اور سماجی و فردی اصول وضوابط کا ہر کارہ بننا ہے یہ کہاں تک درست ہے اور بھلا ایسے عمل میں کیا برکت ہوسکتی ہے، اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے جو خیر کے خلاف ایمان کے خلاف انسانی و اخلاقی اقدار کے خلاف ہو۔

اس سیاسی عمل نے تحریکیوں کو اسلامی خدام کے بجائے سیاسی مخلوق بنا دیا جس کا رخ اور جہت سراسر سچائی اور اچھائی کے خلاف جاتا ہے اور اس عمل سے جو فوائد حاصل بھی ہوتے ہیں وہ محض مادی اور دنیاوی ہوتے ہیں۔

جہاد ایک مقدس فریضہ ہے لیکن سیاست کاری نے اسے پامال کر کے چھوڑا، جہاد افغانستان بیسویں صدی کا سب سے زیادہ نتیجہ خیز عمل تھا اس میں سارے عالم سے آکر مسلمانوں نے شرکت کی اور خاص کر ان مظلومین کا اخلاص رنگ لایا جو اخلاص جہاد سے شرسار تھے، اور افغانستان ہی نہیں آزاد ہوا بلکہ ساری دنیا سے اس جہاد نے کمیونزم کا جنازہ نکال دیا، اور آدھی سے زیادہ دنیا کو اس بے رحم لعنتی نظام کی غلامی سے آزادی ملی، یہ تو مخلصین کے مخلصانہ جہاد کا نتیجہ تھا لیکن افغانستان کے خونخواروں نے کیا کیا اس سیاستکاری نے یہ کیا کہ ایک عبداللہ عزام ہوا کرتے تھے جن کو اللہ نے خلعت شہادت سے سرفراز کیا، افغانستان میں رہ کر انھوں نے حزبیاتی سیاست شروع کی اور انھیں کے ایک تحریکی عرب سرپھرے نے شیخ جمیل الرحمان کو شہید کر دیا، اور وہ گلبدن حکمت یار جو پاکستانی تحریکیوں کا ہیرو بن گیا تھا، اس نے ہیروئن اور چرس بیچنے والے مجرموں کو ساتھ ملا کر صوبہ کنر کی اسلامی حکومت کو تباہ کر ڈالا جب کہ افغانی بھیڑیوں کی مجلس شوری کے فرامین کے تحت کنر کی اسلامی حکومت تشکیل پائی تھی، اس حکومت کے گرنے کے بعد تحریکیوں کی سیاسی مخلوق یہ کہتی پھرتی تھی کہ ارے کنر ایک چھوٹی سی جگہ تھی اس کی حکومت گرگئی تو کیا ہوا، انھیں یہ کفریہ بات بے حیائی اور ڈھٹائی سے اس لیے کہنی پڑی کہ اسوقت گلبدن حکمت یار ان تحریکیوں کا چہیتا بن گیا تھا، ہمارے ایک شاگرد عزیز جو اتفاق سے تحریکی بن گئے ہیں یہ حضرت بھی کہتے تھے کنر کی حکومت کیا حکومت تھی ایک چھوٹے سے علاقے پر اور بس، میں نے عرض کیا کہ نصف صدی سے تحریکی اسلامی حکومت قائم کرنے کا ہڑ بونگ مچائے پھرے شیخ چلی بھی بنے جوہا کا کردار بھی بنے لیکن کہیں ایک گاؤں پر بھی اسلامی حکومت قائم نہ کر سکے، اس وقت شیخ جمیل الرحمن کے حادثہ شہادت اور کنر کی اسلامی حکومت گرنے کا اتنا دکھ تھا کہ دسویں ذی الحجہ کو جب جمرۂ کبری یا شیطان اکبر کو کنکری مار کر واپس کیمپ میں آیا تو انھیں شاگرد عزیز نے سوال کیا کنکری مار آئے، میں نے کہا ہاں اور اگر گلبدن حکمت یار ملتا تو اسے بھی شیطان اکبر سمجھ کر کنکری مار آتا تحریکیوں کی سیاستکاری اور ہذا ربی ہذا اکبر کے تحت عجب موقف بدلتا رہا، یہ پہلے برہان الدین ربانی کے عروج کے دور میں اسے ہیرو مانتے رہے پھر جب احمد شاہ مسعود کا نام چلا تو اس کی ترچھی ٹوپی کی طرح ان کی چال میں تبختر انہ کجی آگئی اور اسے اپنا ہیرو گرداننے لگے، اور جب گلبدن حکمت یار ۷۰ ہزار فوج کے دعوی کی بنیاد پر چھایا تو یہ ان کا ہیرو بن گیا، اور پھر یہی تینوں بدکردار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسے لڑے اور افغانستان میں وہ تباہی مچائی کہ سویت یونین کے ریچھ ان کے خونخواری کے مقابلے میں بونے بن گئے صرف ایک رات میں حکمت یار نے کابل پر پانچ سو میزائل برسائے اور آخر کار ان غداروں نے لاکھوں شہیدوں کے خون کے ساتھ غداری کی، ہزاروں بیواؤں کے آنسوؤں سے انھوں نے غداری کی محض ذاتی مفادات کی خاطر، اور آخر انہیں غداروں کی غداری کے نتیجے میں افغانستان تباہ ہوگیا اور ایک اسلامی حکومت کو دنیا کے قزاقوں نے تباہ کر دیا اور ان کی جگہ ایک لادینی حکومت قائم ہوگئی اور پھر ساری دنیا کے دین پسند مسلمان مجرم بنا دیئے گئے۔

جس وقت جہاد افغانستان شروع ہوا تھا ابتدا میں ایسا لگتا تھا جیسے افغانستان کے جہاد پر تحریکیوں کا اجارہ ہے اور کل ان کے لوگ ہی جہاد کرتے ہیں، اور تبختر کا عجب حال تھا منی میں توعیہ اسلامیہ میں شیخ ربیع نے توحید کے موضوع پر خطاب کیا اور مظاہر شرک کی تردید کی تو خلیل حامدی صاحب برافروختہ ہو گئے اور اس مقرر کی بے وجہ تردید کرنے لگے۔ اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ تم فرعیات پر تقریر کرتے ہو جب کہ افغانستان میں جہاد ہو رہا ہے، جہاد کی بات کرو، بعد میں ڈاکٹر سلامہ نے اس جارحانہ گفتگو اور احمقانہ ناروا چیلنج و پکار کا مناسب جواب دیا، سیاست کاری نے جہاد کا تقدس برباد کیا اور اسے سیاسی تحزب کے دلدل میں ڈھکیل دیا، اس وقت سعودیہ میں جہاد کے لیے یہ جذبہ تھا کہ حکومتی سطح پر اعلان ہوتا تھا کہ حکومت کے تمام کارندے حتی کہ وظیفہ پانے والے طلباء بھی اپنی تنخواہ اور وظیفے کا دس فیصد افغانی جہاد میں دے دیں، اور یہ تحریکی مجاہدین اس کے باوجود بلا وجہ چمپین بنے پھرتے تھے، اور پھر یہی کھوکھلا دعوی کرنے والے اور دین کی تجارت کرنے والے قائدین آگے چل کر جہاد کو سبوتاز کرنے کا سبب بنے۔

اس سیاست کاری نے رسوائی کے کیسے دن مسلمانوں کو دکھلائے ہیں اس کا اندازہ انھیں کو ہوگا جنھوں نے ساتویں آٹھویں دہائی کا دور دیکھا ہے، 79 میں خمینی صاحب فرانس کی جلاوطنی سے ایران واپس آئے اور دنیا میں عیاروں نے کہرام مچا دیا، اسلامی انقلاب آگیا اسلامی انقلاب آگیا، اور اس کہرام کو سن کر تحریکی بھی ڈگڈگی بجانے لگے اسلامی انقلاب آگیا، اور پھر تہران کا طواف ہونے لگا بدھائی دی جانے لگی، اس خالص شیعہ دشمن سنت و اہل سنت کی حمایت میں ایک دہے سے زیادہ دنیا کے تحریکی بولتے اور لکھتے رہے اور اتنا بولا اور اتنا لکھا اور ان کا پرچار کیا کہ اگر ان کا ریکارڈ رکھا جاتا تو اس باطنی تحریک کی حمایت میں ان سیاسی مخلوقات کی ساری تگ و دو پر یہ بے جا طرف داری میں ڈوبی تحریریں بھاری ہوتی، اف کیا طنطنے کا زمانہ تھا خمینی رہبر اللہ اکبر کے نعرے سے فضا کثافت آلود تھی، اور تحریکیوں کے وہ نوجوان جن کے پاس "سیدی مودودی" کے نعرہ کے سوا اور کوئی شعور نہ تھا اس طرح نتھنے پھیلائے نخروں سے آواز نکالتے پھرتے تھے کہ ان کا بھاؤ نہیں ملتا تھا، یہی اہل سنت ہونے کا دم بھرنے والے تحریکی نوجوان سارے جہاں میں ایسی ایسی قلابازیاں کھا رہے تھے اور ایسی زرد صحافت مہیا کر رہے تھے کہ الامان والحفیظ، ان کے رگوں میں خون کے ساتھ خمینی دوڑتا تھا اس کی تحریرات کو اردو میں منتقل کر کے شائع کیا جاتا تھا، ایران کے پروپیگنڈہ چٹھڑے تحریکیوں کے علماء[1] تک کے لیے مصحف سماوی بنے ہوئے تھے، اور کذبات، افتراءات اور ادعاءات تشیع کی غور سے تلاوت کرتے تھے، جبکہ خمینی کی انھیں کتابوں میں جن کے ترجمے پاکستان میں تفصیلا

---

1) ہمارے ایک بزرگ رحمانی عالم تھے مدرسہ سراج العلوم بونڈھیار میں پڑھاتے تھے اتفاق سے تحریکی تھے، رات میں خمینی پروپیگنڈوں کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کرتے تھے گو بخاری کا مطالعہ نہ ہو سکے اور تدریس کا حق ادا نہ ہو، اس فرشتہ صورت عالم کا یہ حال تھا تو پھر دوسروں کا کیا حال ہوگا اندازہ کرنے کی ضرورت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ہندوستان میں تلخیصا سیاسی مخلوق نے شائع کیے، کائنات بشر میں انبیاء کے بعد سب سے بزرگ انسان اور یار غار حضرت ابوبکر اور خلیفہ ثانی وثالث حضرت عمر اور حضرت عثمان کو گالیاں دی گئی ہیں، اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کہا گیا ہے کہ مہدی آئیں گے تو انھیں زندہ کر کے سنگ سار کریں گے اور بار بار زندہ کر کے ان پر حد جاری کریں گے شیخین کو اس نے جبت وطاغوت بتلایا انہیں خیالات کی بنیاد پر علماء ثقات نے اس کی تکفیر کی ہے، یہ خود کو شعوری مسلمان کہنے والی سیاسی مخلوق ہر نازلہ میں بے شعوری کا مظاہرہ کرتی رہی اور دین میں اپنی عدم ثقاہت اور کم فہمی اور بے دانشی کا مظاہرہ کرتی رہی، اور اب صورت حال یہ ہے کہ کئی صدور اور وزراء اعظم کے آنے جانے کے بعد موجودہ صدر[2] اور ایرانی باشندے خمینیت کے خط تشیع سے ہٹ کر امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے تیار نظر آرہے ہیں۔

جب خمینی ختم ہوا تو صدامی فتنے نے نیا موڑ لیا کل تک وہ خمینی استعماری عزائم کی راہ میں رکاوٹ تھا کہ وہ اہل سنت کے علاقے ہتھیا نہ سکے، جب اس کا تصادم مقابلہ اہل سنت بمقابلۂ شیعہ تھا تب یہ سیاسی مخلوق تشیع کی محبت میں آہ بھر رہی تھی اور اصلاحی کوششوں اور صدام کی گزارشوں کے باوجود خمینی جنگ بند کرنے کو تیار نہ ہوا، خود ٹوٹ پھوٹ گیا، معیشت برباد کر دی، نئی نسل کو تباہ کر دیا تو خود ہی اس نے جنگ بند کی، اس کے باوجود سیاسی مخلوق خمینیت کی حمایتی بنی رہی یہ مخلوق اس وقت بھی اس کی حمایتی بنی رہی جب اس 'اسلامی انقلاب'' کے آنے کے بعد ایران سے تمام اہل سنت مٹا دیئے گئے، ان کی مسجد میں ڈھا دی گئیں سکھوں کو گردوارہ بنانے کی اجازت رہی لیکن اہل سنت کو مسجد بنانے کی اجازت نہ رہی اور سارے علماء شہید کر دیئے گئے۔

اور جب صدامی فتنہ بڑھا اور اس نے خود اپنے محسنوں کے گلے پر چھری رکھ دی کویت پر قبضہ کر لیا اور سعودیہ کی سرحد پر ستر ہزار فوج لگا دیا اور حملہ کے لیے بے تاب تھا اس وقت یہ سیاسی مخلوق صدام کی حمایتی بن گئی، اور اکثر تحریکی صدام کے حق میں نعرے لگاتے پھرے اب صدام ان کا ہیرو بن گیا، مسئلہ ناجائز قبضے کا تھا ساری دنیا صدام کو سمجھاتی رہی، کویت چھوڑ دے لیکن یہ عجوبہ مخلوق نفع وضرر یکساں سمجھنے والی ٹس سے مس نہ ہوئی، اسے کون کویت سے نکالا؟ عالم اسلام اسے نکال سکتا تھا؟ یہ سیاسی مخلوق اسے نکال سکتی تھی؟ جب تمہارا کوئی نظم نہیں تو کس بل بوتے پر چلاتے رہے، آخر کار اقوام متحدہ کے کفن چور کام آئے اور قزاقوں کو گوارا کرنا پڑا، اگر کسی کی جان جائے گھر جلے بہو بیٹیوں کی عزت لٹے تو جو مددگار مل جائے آدمی مجبوراً اس کے سہارے اپنی جان مال اور عزت کی تحفظ کے متعلق سوچے گا، یہ بنیادی مسئلہ ہوتا ہے۔ سیاست بعد میں چلتی ہے صدامی فتنہ جس سے خلیج کے مسلمانوں کا تین کھرب ڈالر کا نقصان ہوا یہ ایک فتنہ عظیم بن گیا، اس کو اسلیے تیار کیا گیا تھا کہ اسرائیل کے لیے رعب بن جائے اسے اس لیے نہیں تیار کیا گیا تھا کہ اس سے خلیج برباد ہو جائے خلیج کی دولت ختم ہو جائے خلیج کی دینی دعوت اور دینی قوت ختم ہو جائے لیکن پھر بھی تحریکی صدام کی حمایت میں اچھلے پھرے حتی کہ وہ گلبدن حکمت یار جو سعودیہ کی حمایت پر چلتا رہا ابھی بھی چل رہا تھا، صدام کا حمایتی بن بیٹھا اور اپنی ستر ہزار فوج صدام کی حمایت میں بھیجنے کے لیے صدام سے اس نے گزارش کی، اور محسن کشی اور احسان شکنی دیکھئے کہ سعودیہ کی علمی اخلاقی اور مادّی حمایت اور تعاون کی بنیاد پر

---

2) یہ محمد خاتمی کے دور کی بات ہے۔ موجودہ صدر محمود احمدی نژاد بظاہر اسرائیل وامریکہ سے خم ٹھونک کر لڑنے کے لیے تیار نظر آتے ہیں مگر پس پردہ امریکی پالیسی اور ایرانی پالیسی میں اہل سنت کے تعلق یکسانیت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساری دنیا کے تحریکی سارے عالم میں پھولے پھلے اور بارآور ہوئے حتی کہ ڈھنگ ڈھنگ حیلوں بہانوں سے فردی و جماعتی طور پر انھوں نے اس سے استفادہ اور آٹھویں دہائی میں اس سیاسی مخلوق کا نخرہ ایسا تھا جیسے سعودیہ کے اندر ان کی اجارہ داری ہے، لیکن ہر موڑ پر انھوں نے اس کی مخالفت کی سامنے ہاں میں ہاں ملاتے پھرتے اور پیٹھ پیچھے گالیاں دیتے رہتے اور اس کے دشمنوں سے ہاتھ ملاتے رہتے۔

جب قلب و ذہن کسی خاص سانچے میں ڈھل جائے اور سیاست کاری کو انسان اپنا دین ایمان بنالے تو پھر وہ تمام حقائق کو نظر انداز کرنے پر مجبور ہوتا ہے، سیاست کاری کو اہم دینی فریضہ بنانے کا انجام یہی ہوتا ہے، یہ ان تحریکیوں کے ساتھ خاص نہیں ہے جو بھی دینی طرز عمل بدل کر سیاسی طرز عمل اختیار کرے گا اس کے سامنے اسی طرح کھائیاں آئیں گی اور وہ اس میں بار بار گرے گا لیکن اسے بھی کمال سمجھے گا۔

میں نے مثال کے طور پر ان چند نوازل میں تحریکی موقف کو پیش کیا ہے جن سے امت اسلامیہ بری طرح متاثر ہوئی، قریہ قریہ بستی بستی روزمرہ تصرفات میں ان کا موقف اس طرح کا سیاست زدہ حزبیت زدہ ہوتا ہے اور ان کے نوجوان فرنٹ کا تو حال اور خراب تھا اور ہے۔

دراصل آج کے دور کی سیاست کاری نام ہے مکاری کا کسی دینی جماعت کے لیے جو خدمت دین اپنی ہدف رکھتی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ دین کی خدمت کے لیے سیاسی طرز عمل اپنائے، اگر ایسا ہوا تو کبھی اس سیاسی طرز عمل کو دینی طرز عمل نہیں بنایا جاسکتا بلکہ سیاست کاری میں الجھ کر آدمی اپنا دین و ایمان ضائع کر دے گا۔

سعودیہ کو مملکت کے سبب ہضم کرنا ان کے لیے مشکل تھا اور ہے اور ظاہر ہے انقلابی و سیاسی ذہن و دماغ جو نیم پختہ ہوں کبھی حقائق کے ادراک کی طاقت نہیں رکھتے، یہی سبب ہے کہ خمینی کے یہ رضا کار ۱۰ سال تک خمینی کی جے کار لگاتے رہے، شیخ ابن باز جو تمام عالم کے اہل سنت کے امام تھے اور صد فیصد وہ اپنے تقوی اور علم وتفقہ کی بنیاد پر اس کا حق رکھتے تھے اور جن کی ایک سطری تحریر بھی ہزاروں لاکھوں کے لیے ایمان و ہدایت کا سامان بن جاتی تھی، اور جن کی تنہا شخصیت ایسی تھی کہ ان کی خدمات سارے تحریکیوں اور ساری حکومتوں پر بھاری ہیں، مگر ان تحریکیوں نے ہمیشہ ان کا مذاق اڑایا بوڑھے بھی اور جوان بھی حالاں کہ خود انھیں کے گھر کے آدمی یعنی یوسف قرضاوی کی شہادت ہے کہ جو شخص شیخ ابن باز سے محبت نہ کرے ان سے عداوت کا مظاہرہ کرے یا ان کی بے وقعتی کرے اسکے ایمان میں کھوٹ ہے، اور جب ان کا انتقال ہوا تو وہ تحریکی اخبارات جو چبدیوں کو بھی شہ سرخیوں میں سجاتے ہیں اس امام عصر کے متعلق چند سطریں نہ لکھ سکے، اور جو لکھا اس میں اپنا کینہ بھر دیا، اگر کوئی تحریر اس عظیم عصر کے متعلق آئی بھی تو اس میں اہانت اور انقلاب کا پہلو ظالم خاموں نے نکال لیا۔

جب تحریکی گفتگو کرتے ہیں تو ان کی تحریروں اور تقریروں کے حوالے سے ان کی دو شکل بنتی ہے ایک تبختر انہ شکل دوسری شیخ چلی کی شکل، جب وہ انقلابیت کے رنگ میں بات کرتے ہیں تو تبختر ان کے لفظ لفظ سے عیاں ہوتا ہے، اور جب سیاست کی بات کرتے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیاسی الیکشن میں ہوتے ہیں تو شیخ چلی معلوم ہوتے ہیں، ایک دین پسند جب خدمت دین کے لیے سیاسی راہ کو اپناتا ہے تو اس کا منہ کڑوا ہو جاتا ہے اس کا ذہن سازشی ہو جاتا ہے، اس کا ہدف مفاد پرستی کا ہو جاتا ہے، اس کے خیالات سطحی اور تنگ ہو جاتے ہیں، شیخ محمد عبدہ نے بہت خوب فرمایا "ما دخلت السیاسة فی شئ إلا افسدته" ۔

ہم نے اتجاہ کی روشنی میں چھوٹے بڑے عالم جاہل شہری دیہاتی ہر طبقے کے تحریکیوں کو دیکھے ہیں اور انھیں ہر سطح پر اسی طرح پایا ہے جس طرح میں نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا، اور جن جن واقعات وتصرفات کو اتجاہ کی بنیاد پر دیکھا ہے اگر ان سب کو یہاں ثبوت کے طور پر پیش کروں تو بات بڑی لمبی ہو جائے گی۔

سیاست نہ کسی کو دشمن بناتی ہے نہ دوست، سیاست میں وقتی مفادات یہ طے کرتے ہیں کہ کون کب دشمن بن جائے گا اور کب دوست۔

اور الیکشنوں میں ان کے حصہ لینے کی کہانی ایسی ہے کہ آدمی بلا ساختہ اسے سن کر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو جائے، پانچویں دہے میں الیکشن میں جماعت جس کو ٹکٹ دیتی تھی اور وہ جس سیٹ پر کھڑا ہوتا تھا وہ خود ووٹ نہیں مانگ سکتا تھا کہ اسلام میں ووٹ مانگنا درست نہیں، تو ہوتا یہ تھا کہ امیدوار کے ساتھ پرچار کرنے والوں کی ایک جماعت ہوتی پرچارک جماعت پرچار کرتی اور بے چارہ امیدوار کسی دوشیزہ کی طرح شرماتا لجاتا پریشان حالت میں ساتھ ساتھ ہوتا، امیدوار تو ہوتا مگر بولنے کی اس پر پابندی ہوتی، عہدہ نہ مانگنے کے اصول پر، اس ڈرامے کی کیا ضرورت تھی یہ تو وہی لوگ جانیں، البتہ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر عہدہ نہ مانگنے کے اصول کی پابندی ہی ٹھیری تو خود امیدوار کو الیکشن میں کھڑا ہی کیوں کیا گیا اس سے الیکشن میں کھڑا ہونے کے لیے فارم کیوں بھروایا گیا، فارم پر دستخط کیوں کرایا گیا، الیکشن سکورٹی کیوں جمع کی گئی، کیا یہ سب عہدہ مانگنے کا عمل نہیں ہوا صرف زبان سے کہنے ہی سے وضو ٹوٹ جاتا تھا کیا قلبی حالت عملی حالت اعمال انسانی میں بغیر الفاظ کے کالعدم قرار پاتے تھے، اسی لیے میں نے اوپر ذکر کیا تحریکی سیاسی الیکشن میں شیخ چلی اور سیاسی تحریر وتقریر میں ہمیشہ کاغذی شیر اور انقلابی بن کے رہے ہیں اور آخری عمل سیاست یہ بنا کہ" آجا قاضی چھا جا قاضی" اور پاسبان نے" داتا دربار" کی آشیر واد لے کر دنیا پرست سیاست بازوں کی طرح سیاسی دکانداری کا سارا انتظام کیا۔ اور قاضی جی نے تھک ہار کر الیکشن خاتون سے ایلا کر رکھا ہے۔

اس کے برعکس ہندوستان میں ووٹ دینا حرام تھا شرک تھا، فکر تو ملاحظہ ہو ایک مسلم ملک میں علمانیت اور راہ علمانیت کو لبادۂ اسلام پہنا دیا گیا اور اسے اسلامی انقلاب اور غلبہ اسلام کا واحد ذریعہ قرار دیا گیا، مگر ہندوستان میں وہی علمانیت اور راہ علمانیت شرک قرار پائی اور اس میں کسی طرح کا اشتراک ممنوع قرار پایا، اور پھر 77ء میں بھگوا رنگ کی صحبت کا ہندوستانی قائدین تحریک کی صحت فکر پر ایسا خوش گوار اثر ہوا کہ ان" حکماء اسلام" نے نیا "پروٹوکول" جاری کیا جس میں ووٹ دینے کو جائز قرار دیا گیا، اس فکر ودانش مندی کی اڑان کتنی اونچی رہی ہوگی کہ اس نے شرک اور حرام کو جائز قرار دے دیا، آیا شرک اور حرام کا حکم لگانا غلط تھا یا پھر یہ لوگ غلط ہو گئے، اس فیصلے سے ہزار میں ایک بھی متاثر نہ ہوا ہوگا مگر توہماتی اضطرار یا استصلاح کی اساس پر انھوں نے حرام کو حلال اور شرک کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائز قرار دے دیا، اور تعجب ہے کہ ان کا توحید کیسا ہے کہ انھوں نے مجلس شوری میں جب چاہا شرک کو توحید اور توحید کو شرک بنالیا، یا دوسرے لفظ میں جب چاہا شرک اور توحید اپنی مجلس میں ایجاد کرتے رہے، گویا ان کے یہاں شرک اور توحید بھی فائنل نہیں ہے انھیں اس میں اختیار ہے گھٹاتے بڑھاتے رہیں۔

اس سیاست کاری کے اثرات کہاں کہاں پہنچے انہیں جاننے کے لیے صحیح اسلامی فکر وفہم کی ضرورت ہے لیکن ظاہری عنوانات اور نعروں پر اگر جینے کو ٹھان لیا جائے تو پھر سب کچھ درست ہے فکر کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ سیاست کاری کی ذہنیت کردار اور طریقہ اور ہوتا ہے اور دعوت وتربیت کی ذہنیت اس کا کردار اور اس کا طریقہ اور ہوتا ہے، نری سیاست کاری یا سیاست عصر کبھی اخلاقی دینی دعوتی اور اصلاحی کام کے لئے سازگار نہیں ہوسکتی بلکہ اس سے فردی جماعتی بگاڑ اور فساد مرتب ہوسکتا ہے۔

اس دور کا سب سے بڑا المیہ اور ملت کا سب سے بڑا نقصان یہی ہے کہ تحریکوں نے خدمت دین کے عنوان سے سیاست کاری کی اور زیبا عنوان کے تحت نری دکان داری اور دنیاداری کی سیاست کاری کی، جس کا نتیجہ ندامت اور حسرت کے سوا نہ ملا ہے نہ مل سکتا ہے، حالات کے دباؤ کا وہ اس بری طرح شکار ہو گئے کہ انھوں نے اسلامی عنوان لگایا اور باطل سیاست کی گندگی میں اتر گئے، اور ساری علمی، اخلاقی اور دینی توانائیوں کو سبوتاز کر دیا اور اعراض عن الجاہلین کے بجائے جاہلوں سے ٹکرا ٹکرا کر خود کو اور ملت کو لہولہان کر دیا اور ملت کے اوپر ایک بوجھ بن گئے مصیبت یہ ہے کہ عنوانات مصطلحات انھوں نے سارے اسلامی اختیار کئے لیکن افکار عصر انیت کا اپنایا اور تہذیبی شعور کو انھوں نے عین دین قرار دے لیا نتیجہ یہ ہوا کہ کتنے اس ظاہری عنوان اور اسلامی مصطلحات کو عین دین سمجھ بیٹھے، اللہ کرے ان عاشقان سیاست کو ہوش آئے اور یہ حقیقت پسندی کا مظاہرہ کریں اور امت کی تربیت اور انسانوں کو دعوت دین دینے میں لگ جائیں۔

دعوت وتربیت اگر موثر اور صحیح ڈھنگ سے ہو تو دل ودماغ بدل جائیں قومیں بدل جائیں، ملک اور جغرافیئے بدل جائیں، اور نہ بھی بدلیں تو انبیاء کی سنت ہی یہی رہی کہ آخری سانس تک دعوت وتربیت کا کام جاری رہا، حبیب کبریا رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو جواب دیا تھا کہ میں اپنے رب کے پیغام کی دعوت دیتا رہوں گا چاہے کامیابی ملے چاہے اس راہ میں جان فنا ہو جائے۔

دعوت کی متعین شکل نہیں ہے دعوت کے حوالے سے ایسا بھی وقت آتا ہے کہ ہجرت بھی کرنی پڑتی ہے، جہاد بھی کرنا پڑتا ہے حکومت قائم کرنی پڑتی ہے، اور دعوت وتربیت کی راہ کے سارے کام مبارک درست اور کامیابی کے ہوتے ہیں لیکن دعوت وتربیت کی راہ صبر برداشت، اخلاص، ہمدردی غمگساری، انابت، تقوی شعاری، اطاعت گزاری، توکل اور خیر خواہی کی ہوتی ہے اور ہمہ وقت رضائے الہی کی کوشش ہوتی ہے، اس کے برعکس سیاست کی راہ ہوتی ہے جو راہ صواب کی گم گشتگی اور علو وفساد کا باعث ہوتی ہے جہو دکو برباد کرنے امت کو کمزور وتباہ کرنے اور افراد کو بگاڑنے کا ذریعہ بنتی ہے، نفرت دشمنی اور بسا اوقات تشدد کا باعث بنتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کیا سیاست کو ملک اور سماج کے بدترین عناصر کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا جائے پھر کب سیاست بلا دسدھرے گی لیکن یہ کہنا بالکل خلاف واقعہ ہے، واقعہ تو یہ ہے کہ موجودہ سیاست کی اصلاح سیاست کاروں سے ہو ہی نہیں سکتی بلکہ بروقت فاسقانہ سیاست یا علمانی سیاست میں بھی انصاف پسندی اور اصلاح وسدھار اسی وقت آسکتی ہے جب دین پسند اس فاحشہ کے پیچھے بھاگنے کے بجائے اس سے الگ ہو جائیں، اور بگڑے سیاست دانوں کا مدمقابل بننے کے بجائے سماج میں اپنی پکڑ بنائیں، اور سماج کے ہر طبقے میں فلاح کے کام کر کے اس طرح اثر انداز ہوں کہ سیاسی فساق یا سدھریں یا پھر پبلک ان کو مسترد کر دے، آج مسلم سماج میں ہزاروں پریشانیاں ہیں غربت، مرض، جہالت کی وجہ سے روح فرسا مشکلات ہیں لیکن یہی تحریکی جن کو دوسروں کے مقابلے میں تہذیبی شعور زیادہ حاصل ہے پون صدی، نصف صدی میں ان کی ساری کوشش فاحشہ سیاست کے عشق میں کمہلا کر رہ گئی، ان کے پاس مذکورہ تینوں عفریت سے ملت کو واگزار کرانے کا کوئی ادنی درجے کا پروگرام نہ رہا، یہ صرف چیختے چلاتے رہے اور اگر کسی کو موقع لگا اور اسنے کوئی علمی پروگرام یا اقتصادی وثقافتی پروگرام دیا تو صرف نقالی اور قوم کو اس حوالے لوٹنے کھسوٹنے کا کام کیا، یا لیڈری چمکانے کا، اس کی مثالیں علی گڑھ، دہلی میں موجود ہیں اور چھوٹے بڑے ایسے لیٹرے جو تحریکیت کے زعم میں مبتلا ہیں ملت کا خود کو ٹھیکیدار سمجھتے ہیں، ملک کے دیگر بڑے شہروں بھی میں اکا دکا ایسے لیٹرے مل جائیں گے، ظاہر ہے جب آپ کے پاس قوم کو دینے کے لیے کوئی ٹھوس چیز عملی طور پر ہے نہیں تو کیا قوم ہی بے وقوف ہے کہ کسی کو ووٹ دے گی نعروں کے سہارے انسان زیادہ دیر تک نہیں جی سکتا۔

دراصل تحریکیوں کو اپنی بنیادی فکر ڈھب اور ذہنی شاکلہ کی وجہ سے سیاست یا ہنگامہ آرائی اور حزبیاتی اچھل کود میں اتنا انہماک تھا کہ ان کی توجہ ان سے ہٹ ہی نہیں سکتی تھی، وہ فقط اس مخصوص دائرے ہی میں بھاگ دوڑ مچا سکتے تھے اس کے سوا کسی دوسرے میدان میں ان سے کسی اور شئی کی توقع نہیں تھی۔

في الواقع دعوت وتربیت کا مجال اتنا وسیع ہے کہ دعوتی مرکز ثقل کے گرد تمام قسم کے رفاہی وتعلیمی اور سماجی کام ہو سکتے ہیں اور اس سے دعوت کے کام میں بھرپور فعالیت آسکتی ہے، اور ثمرہ بھی ہر میدان کار میں نمایاں مل سکتا ہے، حتی کہ سیاست بھی اس مرکز ثقل کے گرد گھوم سکتی ہے، اور موجودہ سیاست کو اس کے ذریعہ لباس حیا مروّت اور انصاف پہنایا جا سکتا ہے گو وہ اپنے مغربی شکل میں رہے اور دعوت تبلیغ میں اس کا بھی امکان ہے کہ کافر سیاست کلمہ حق پڑھ لے اور اسلام کا لبادہ پہن کر تحریکیوں کی آرزو خاص طور پر پوری کر دے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکومت

تحریکی فکر ونظر انقلاب، طریقۂ کار سیاست اور حکومت ھدف ٹھہرا، تحریکیوں کے نزدیک یہی وقت کا تقاضا تھا اور یہی کامیابی کا طریقۂ کار اور یہی منزل ومقصد اولین، قیام حکومت ان کے نزدیک اتنی اوّلین اہمیت کا حامل ہے کہ ان کے نزدیک تمام انبیاء کی بعثت اسی لیے ہوئی تھی کہ وہ ظالموں کی حکومتوں کو اکھاڑ پھینکیں اور ان کی جگہ اسلامی حکومت قائم کریں، قائد تحریک نے تفہیم القرآن میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور مشن کا مقصد حکومت وقت کو ختم کر کے اللہ کی حکومت قائم کرنا قرار دیا، قیام حکومت میں انھیں اتنا غلو تھا کہ الہ، رب، عبادت، طاعت ہر ایک سے انھوں نے حکومت الٰہیہ[1] کے قیام کے معنی کشید کیے ہیں، خلافت سے اس کے معنی کشید کئے گئے ہیں اور تمام فساق فجار، قاتل، زانی، شرابی، سب کو اچھے برے تمام انسانوں کو اللہ کا نائب اور خلیفہ بنا دیا گیا ہے تا کہ اس دنیا میں لوگ اس کی حکومت قائم کریں۔

سوال یہ ہے کہ ہر مسلمان کا مقصد اوّلین اگر اسلامی حکومت کا قیام ٹھہرا تو کیا اگر وہ ایسا نہ کرسکیں تو وہ اپنے مقصد اوّلین میں ناکام مانے جائیں گے، اور کیا اکثر انبیاء ناکام ثابت ہوئے، اگر حکومت کا قیام اوّلین فرض اور وجوب کے درجے میں ہے اور اس کے بغیر وحدانیت کا تحقق ہو ہی نہ سکے گا تو کیا سارے مسلمان اور سارے انبیاء خطا کار بلکہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ٹھہریں گے؟

اگر اسلام کا مقصد اوّلین اور اہمیت کبریٰ یہ مان لیا جائے کہ حکومت الہیہ کا قیام اور طاغوتی حکومتوں کو اکھاڑ پھینکنا ہے تو سوال یہ ہے کہ اس نظریے کو تسلیم کرنے کے بعد لوگوں کا دل ودماغ کس سانچے میں ڈھلے گا اور ان کا طرز عمل کیا بنے گا، اگلی دو فصلوں میں بغاوت اور سیاست سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حکومت کے قیام کو ہدف اوّلین قرار دینے سے ذہن بغاوت کا اور طریقۂ کار سیاست کا بنتا ہے اور دونوں راہوں کی منزل انجام بد ہے۔

حکومت اسلامی کا قیام بے شک مطلوب ہے اور عبدیت کے تحقق میں شریعت اسلامی کا نفاذ بھی شامل ہے، لیکن تحریکیوں کے قیام حکومت کے فہم کو صحیح نہیں قرار دیا جاسکتا اور نہ ان کے اس طریقۂ کار کو جس کو انھوں نے قیام حکومت کے سلسلے میں اپنایا ہے۔

سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ جن نصوص کو حکومت اسلامیہ یا حکومت الہیہ کے قیام کی دلیل بنائی جاتی ہے دراصل ان کا تعلق ربوبیت سے ہے یعنی اللہ کی حاکمیت، اللہ کی حکومت پوری کائنات بلکہ کائنات کے ہر ذرّے پر قائم ہے، اس کا اختیار، اس کی حکومت، ہر شئی پر ہے سب کو دیکھنے سننے جاننے والا وہی ہے، ساری مخلوقات کی ضرورتوں کو پوری کرنے والا وہی ہے خلق وامر کا مالک وہی ہے، کسی ذرّے کو بھی اس کے حکم سے سرتابی کی گنجائش نہیں ہے، موت وحیات کا مالک وہی ہے، رزق کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں ہیں، اور وہ جس کو جس حال میں چاہے رکھے اس کا اسے مکمل اختیار ہے، جزا سزا کا وہی مالک ہے، لوگوں کے سارے اعمال کا حساب اس

---

1) حکومت الہیہ کی پرفریب تعبیر وتشریح اور توجیہ کا جب مذاق اڑنے لگا تو اسے مولانا اختر احسن اصلاحی استاد مدرسہ اصلاح سرائے میر کے مشورہ پر "اقامت دین" سے بدل دیا گیا لیکن محض لفظی جامہ لفظی خلعت بدلنے کی بات تھی۔ حکومت کا قیام ابھی تحریکی اتجاہ کے نزدیک اصل الاصول ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پاس رہتا ہے، وہی لوگوں کے درمیان قیامت کے روز آخری فیصلہ کرے گا اور پھر اس کے بعد لوگوں کو یا جنت ملے گی یا جہنم میں جانا ہوگا۔

اللہ کی اس مالکیت، حاکمیت اور ربوبیت کے نتیجے میں تمام کائنات کی ذی ارادہ مخلوق کے اوپر یہ لازم ٹھہرا کہ وہ عبد بن جائیں اور اللہ کو اکیلا معبود جانیں، عبدیت کا تحقق انفرادی زندگی میں شروع ہوتا ہے اور گھر سماج، معیشت، معاشرت، ملک وسیاست تک پھیلتا چلا جاتا ہے، اور اس عبدیت کے تحقق میں رضائے الٰہی کا حصول ممکن ہوتا ہے، سب سے اول اول ہر انسان کی شخصی ذمہ داری ہے کہ اس کے اندر اپنے عبد ہونے کا مکمل اور صحیح شعور بیدار ہو اور اپنی عبدیت کے تحقق کی بھرپور کوشش کرے، عبدیت کے شعور اور ادراک کے لیے اللہ نے آفاق وانفس میں دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں، خود ہر فرد کے اندر امتیاز حق و باطل کی صلاحیت رکھی اور پھر ہدایت کے لیے اس کی تعلیمات موجود ہیں، اگر شعور عبدیت نہ جاگے تو پھر امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دعوت کے ذریعہ ایسی کوشش ہو کہ کسی بھی علاقے اور سماج کی اندر شعور عبدیت اتنا پختہ ہو جائے تا کہ وہ نفاذ شریعت وقیام حکومت کا اہل بن جائے اور کاروبار حکومت کو اسلامی خطوط پر چلا سکے، اور قوم کا ذہن تیار ہو جائے کہ شرح صدر کے ساتھ اسلامی قوانین کو قبول کرے، یا کم از کم ایسا قیادی گروپ تیار ہو جائے جو علم عقیدہ، فہم، بصیرت، عمل واقدام میں پختہ ہو اور لوگوں کی قیادت کر سکتا ہو اور اس کے اندر نفاذ شریعت کی صلاحیت ہو، اور سماجی اقتصادی، علمی اور سیاسی میدان میں اسلامی تقاضوں کو پورا کر سکتا ہو، لیکن اس کے برعکس اگر ایسے افراد ایسی جماعت ہو جو نفاذ شریعت یا حکومت الٰہیہ کے قیام کا جذبہ یا مشن رکھتی ہو لیکن لوگوں کے اندر انفرادی سطح سے لے کر حکومت وسیاست کی سطح تک شعور عبدیت پیدا نہیں کر سکی ہے اور تحقق عبدیت کا احساس ان کے اندر فردی سطح سے لے کر حکومت وسیاست کی سطح تک نہیں ہو سکا ہے، نہ تہذیبی تقاضوں کو پورا کرنے کا اس نے جتن کیا ہے، نہ ہی حکومت الٰہیہ کے قیام کی شرعی ضرورت، اور وجوب کو انھوں نے عملی روپ دیا ہے تو ایسا جذبہ صرف خواب ہے، اگر ان تمام تعبدی وتہذیبی تقاضوں کو اس حد تک بھی نہ پورا کیا جا سکے کہ قیام حکومت کے بعد اسلامی حکومت ٹک سکے تو اسلامی حکومت کیسے قائم رہ سکتی ہے، تحریکیوں کا جو موجودہ ذہن ودماغ ہے اور جو فہم وسیرت ہے اگر کسی ملک کی باگ ڈور بلا محنت انھیں سونپ دی جائے تو وہ اسے ایک دن بھی نہیں چلا سکیں گے، یا وہ آہستہ آہستہ سیکولر بن جائیں گے اور تقریبا یہ طے شدہ امر ہے کہ وہ سیکولر بنیں گے یا پھر برہان الدین، حکمت یار اور احمد شاہ مسعود کی راہ پر چل کر خود ملت کے گلے پر چھری رکھ دیں گے، ہڑبونگی احتجاجی اور انقلابی، روڈ پر شاہراہوں پر چلا سکتے ہیں حکومت نہیں چلا سکتے۔

حکمراں خواہ کتنا ظالم ہو اگر اس سے ٹکراؤ کے نتیجے میں قتل عام ہو مسلمانوں کا خون بہے ایسی صورت میں اس کے خلاف بغاوت درست نہیں بلکہ پرامن ذرائع اختیار کر کے حالات کو سدھارنے کی کوشش شرعی ذمہ داری ہے، اس شرعی ذمہ داری کو پہلے نبھانے کے بجائے اگر خواب وخیال میں بلا اسباب مہیا ہوئے وہما نفاذ شریعت کی بات ہو تو ذمہ داری سے فرار اختیار کرنا ہے اور فہم وبصیرت سے دشمنی کرنی ہے، اگر ظالم اور فاسق حکمراں جو کفر کا نظام بھی چلا رہا ہے لیکن اس سے بھی بغاوت کے نتیجے میں قتل عام کا خطرہ متحقق ہے تو شرعا یہاں صبر کرنا ہے، اور پرامن ذرائع خاص کر دعوت و اصلاح کے ذریعے حالات کو سدھارنے کی شرعی زمہ داری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور نظام کفر بدل بھی جائے مگر رائے عامہ اسلامی نظام کے لیے ہموار نہ ہو لوگ فسق اور عصیان میں ڈوبے ہوں، خواہشات کے بے لگام گھوڑے پر سوار ہوں، اسلامی شریعت کی ذمہ داریوں کو نبھانے اور اسلامی قوانین کو ماننے اور اس کی پابندی کرنے کو تیار نہ ہوں تو کیا ایسے مسلم معاشرے پر اسلامی شریعت کا نفاذ کیا جا سکتا ہے، مثلاً جس طرح کا آج کا مسلم معاشرہ ہے، ظاہر ہے اگر بنیاد نہ ہو تو دیوار اور چھت کا تیار ہونا اور ٹکنا محال ہے، اگر ایسے سماج پر اوپر سے شریعت کو مسلط کر دیا جائے تو کب تک وہ یہ بار اٹھائے گا، یقیناً وہ باغی بن جائے گا اور کبھی ایسے ملک میں امن اور خوش حالی نہیں آسکتی نتیجۃً پھر اسی اصلاح و دعوت کی ضرورت۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ حکومت کے قیام کو مقصد اوّلین قرار دینا اور تمام اعمال و عبادات کو حکومت کے لیے ریہرسل اور ذریعہ بتلانا انتہائی درجہ کی غلطی ہے، اور تحریکیت کی زد پر آئے لوگ اسے بار بار دہراتے ہیں کہ نماز، روزے سے کیا حاصل اگر نظام اسلام نہ لایا گیا، اور خاص کر دینی شعور میں ناپختہ تحریکی نوجوان تو اس قدر بگڑے ہوئے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کو سیاست و فلسفہ سمجھنے لگے ہیں کہ بس فکری عیاشی کرو اور نظام اسلام لانے کا خواب دیکھتے رہو عمل کی ضرورت نہیں ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ کل دین پر عمل مطلوب ہے اور فرد سماج ایوان حکومت، ایوان تجارت سبھی کو اسلامی ہونا چاہئے، لیکن کیا سیاست کاری سے ایسا ہو جائے گا اور کیا اگر ایسا نہ ہو سکے تو تمام مسلمان نافرمان اور گمراہ ثابت ہوں گے، جواب یقیناً نفی میں ہوگا، سیاست کاری سے کبھی بھی نظام اسلام نہیں آسکتا ہے اور اگر بفرض محال آجائے تو پائدار اور کامیاب نہیں ہو سکتا، اس کا واحد طریقہ ہے دعوت و اصلاح، اور اگر نظام اسلام نہ آسکے تو بھی اصلاح و دعوت میں لگا رہنا اور حسب استطاعت اصلاح و دعوت کے فطری راستے سے نظام اسلام لانے کی کوشش عین نظام اسلام ہے۔

صورت حال یہ ہے کہ دین پر عمل پیرائی یا تحقق عبدیت کے مختلف پیمانے درجے اور مراحل ہیں، اور ہر درجہ اور مرحلہ فطری ہے اور اس کا مقصد رضائے الٰہی ہے، ایک مسلمان حسب استطاعت کسی بھی پیمانے پر رضائے الٰہی حاصل کر سکتا ہے اگر وہ نظام کفر کے تحت رہ رہا ہے اسے وہاں سے نکلنے اور ہٹانے کی طاقت نہیں، وہ سماجی، معاشیاتی، سیاسی اور تعلیمی وغیرہ وغیرہ امور میں نہ دخل دے سکتا ہے نہ اس اجتماعی عمل میں اس کے پاس اس کی صلاحیت ہے تو جس قدر اس کو دین کے مطابق عمل کرنے کا اختیار ہے اور جس دائرہ کار میں وہ دین پر عمل کر سکتا ہے مثل انفرادی زندگی میں اس کا عقیدہ صحیح ہو، اس کی عبادتیں صحیح ہوں، اور فردی فرائض و واجبات بخوبی انجام دے سکتا ہے اور دے لیتا ہے اس دائرے میں وہ اپنی عبدیت کا تحقق کرتا ہے اور اخلاص کے ساتھ دین پر عمل کرتا ہے، دین سے محبت کرتا ہے اور دیگر نظام و ادیان کو باطل سمجھتا ہے تو ان شاء اللہ اسے اللہ کی رضا ضرور مل جائے گی، لیکن ایک انسان اسلامی معاشیات، اسلامی سیاست، اسلامی تعلیمات، اسلامی سماج کی گردان کرتا رہتا ہے اور انھیں گردانوں میں اس کی رات اس کا دن کٹتا رہتا ہے مگر فردی و شخصی فرائض و واجبات کو وہ ادا نہیں کرتا اس کا عقیدہ درست نہیں، اس کے اخلاق درست نہیں، وہ حلال و حرام کا امتیاز اٹھا چکا ہے پھر بھی شعوری اسلام کی شیخی کا شکار ہے تو ایسا انسان احمق بھی ہے اور اوہام و خواب کی دنیا کا باشندہ ہے اور جادۂ ہدایت سے ہٹا ہوا ہے، جس دائرہ کار میں نفاذ اسلام اور نفاذ شریعت کی بات کرتا ہے ایسے دین کے دعوی دار کو کیا کہا جائے ہلکی سے ہلکی بات اگر اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے متعلق کہی جاسکتی ہے وہ یہی ہے کہ ایسا شخص تضاد کا شکار ہے یا خوابوں کی دنیا کا باشندہ ہے۔

عصرانی وتحریکی یا عصرانیت اور تحریکیت اس تضاد کا پون صدی سے شکار ہے اور شعوری اسلام کی شیخی میں مبتلا ہے، اس کا انجام بد کیا ہوا اس پر یاروں نے غور نہیں کیا، اس تضاد کی بلا سے مسلمانوں کا دینی، اخلاقی، سیاسی، مادّی اور افرادی نقصان اتنا زیادہ ہوا اتنا زیادہ ہوا کہ مسلم سماج کی چولیں ہل گئیں، نسل کی نسل جس کا تحریکیت سے لگا ہو گیا نظریہ وفلسفہ کے چکر میں پڑ کر خواب میں مدہوش ہو گئی اور تحریکیت کی نقالی میں دوسرے اتجاہ کے لوگ بھی خاص کر نوجوان انھیں کی راہ پر چل کر دین کا صحیح شعور اور جذبہ کھو بیٹھے۔

اور اس تحریکی فکر یعنی انقلاب سیاست اور حکومت کے نتیجے میں انتہا پسندی، شذوذ پسندی اور تشدّد پسندی نے جنم لیا اور اس فکر کے نتائج کا تضاد دیکھئے ایک طرف حکومت اسلامیہ کے قیام کی طلب ہے یا اس میں ناکامی کے نتیجے میں انتہا پسندی، تشدّد پسندی نے جنم لیا دوسری طرف انھیں اپنی بغاوت سیاست اور حکومت کے فلسفے کے نتیجے میں اسلامی بیداری نظر آرہی ہے، پتہ نہیں کس نظر سے انھیں اسلامی لہر نظر آرہی ہے ہر محاذ پر مسلمان شکست کھا رہے ہیں، جس مسلم ملک کو قزاق کفار چاہتے ہیں روند ڈالتے ہیں روز بروز سارے مسلم ممالک کے گرد امریکی لٹیروں کا استبدادی واستحصالی گھیرا تنگ ہوتا جارہا ہے پورا خلیج اور عالم عرب خاص کر امریکہ کی مکمل بندش میں آچلا ہے مسلمانوں کی اخلاقی، دینی، اقتصادی اور تعلیمی حالت روز بروز ابتر ہو رہی ہے۔

تمدّن عصر کے مطابق اگر ریڈیو، ٹیلیویژن پر اسلام کا نام آجاتا ہے، عصری سہولیات اور پسند کے مطابق اگر شان دار کاغذ اور ٹائٹیل کے ساتھ کتابیں چھپ جاتی ہیں، اداروں کے لیے چمکیلے فرنیچر میسر ہیں اور شاندار بلڈنگیں تعمیر ہو جاتی ہیں، جلسوں میں تعداد احتجاجات میں بھیڑ نظر آجاتی ہے کیسٹوں کی تقسیم، کتابوں کی توزیع ہو جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسلامی بیداری آگئی، یہ اسلامی بیداری نہیں ہے یہ تو تمدّنی جلوے ہیں اسلامی جلوے نہیں تمدّنی سہولیات کے سبب مسلمانوں سے زیادہ ہندومت، بدھ مت اور عیسائیت کے جلوے ہیں، اسلامی بیداری ان تمدّنی جلووں سے نہیں آتی یہ غلط ہے کہ تمدّنی جلووں کو اور عصری میڈیا اور اسباب طباعت کو اسلامی بیداری بتا کر جھوٹ کا کریڈٹ لیا جائے اور مسلمانوں کو بے وقوف بنایا جائے، اسلامی بیداری کا پتہ لگانا ہے تو یہ دیکھنا ہوگا کہ دین سے لوگوں کی دلی وابستگی کتنی بڑھی، لوگ دین کے متعلق کتنا سنجیدہ ہوئے صحیح دین کو لوگوں نے کتنا پہچانا، ان کے اندر دین سے کتنی محبت بڑی کتنا اخلاص بڑھا، کتنا دین پر سچائی سے منظم ڈھنگ سے مستقلا عامل ہوئے، کتنے لوگوں کے اندر ایمان داری آئی ایک دوسرے کے لیے ہمارے اندر کتنا اخوت کا ہمدردی کا جذبہ بڑھا، فرد، گھر، سماج میں کس قدر لوگ دین کے مطابق ڈھلے، صحیح دین کتنا سمجھا اور پھیلایا جاتا ہے، حلال حرام کی کتنی تمیز بڑھی، کتنا لوگوں کا اخلاق درست ہوا، شاید اسلامی لہر اور اسلامی بیداری کے حوالے سے ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہوگا، بلکہ درست جواب یہ ہوگا لوگوں کے اندر صحیح دین سے غفلت اور بڑھی، مال کی محبت میں اور اضافہ ہوا، نفاق بڑھا خود غرضی بڑھی، بے ایمانی بڑھی، ذمہ داریوں سے فرار بڑھا، حقوق کو ہڑپنے میں لوگ طاق ہوئے، دنیا کو ترجیح اور زیادہ دی جانے لگی، صحیح دین کے بجائے خود ساختہ اصولوں فلسفوں، نظریوں اور کہانیوں میں انہماک اور بڑھا، کہاں کی اسلامی بیداری اور کیسی اسلامی لہر، افغانستان جلا، عراق جلا، فلسطین میں تباہی مچی، قطر و بحرین اور کویت امریکی کالونی بنے پھر بھی اسلامی بیداری، دہشت گردی کی زد پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر مسلمان کے آنے کے بعد اب بھی اسلامی لہر کا نعرہ؟ نعرہ لگانے والے اس دھرتی کی مخلوق ہیں یا کسی دوسرے سیارے کی۔

اسلامی بیداری اور اسلامی لہر کا اگر تصوّر ہوسکتا ہے تو تجدید اصلاح و دعوت اور" لاتزال طائفة من امتی " کے پس منظر میں، سیاسی نعروں اور جھوٹی کہانیوں کے پس منظر میں بھیڑ کو اسلامی بیداری کا نام دینا اسلام کے ساتھ زیادتی ہے۔

اور رہی بات انتہا پسندی اور تشدد، تو ہمارا ماننا ہی ہے کہ تحریکی وعصرانی فکر و فلسفے بغاوت سیاست اور حکومت نے انتہا پسندی اور تشدد کا بیج مسلمانوں کے اندر بویا، اعداء اسلام، طواغیت بے شک لائق مذمت ہیں لیکن خدمت اسلام کا دعوی کرنے والے کسی فرد اور جماعت کے لیے کسی حال میں یہ جائز نہیں کہ اسلام نے جو حقوق تسلیم کیے ہیں ناجائز طور پر ناحق انھیں پامال کیا جائے اور سفاکیت کی راہ اپنائی جائے، قابل غور ہے جب نوجوانوں کو یہ تربیت ملے کہ قیام حکومت اسلام کا اولین مقصود ہے تو ظاہر ہے اس کا حصول ان کی ترجیحات میں ہوگا۔ اور اگر وہ اس مقصود کو حاصل نہ کرسکیں ان کی راہ سعی وعمل میں رکاوٹیں پیدا ہوں تو جو اس راہ میں رکاوٹ بنے گا وہ اس کو دور کرنا چاہیں گے اور آنکھ بند کرکے نتائج کی پرواہ کئے بغیر، جائز و ناجائز سے قطع نظر ان کی یہی کوشش ہوگی کہ رکاوٹ دور کریں اور دور نہ ہوگی تو نفرت، دشمنی، تشدد لازمی ہے، بے زاری، بغاوت لازمی ہے اور ہوا یہی مصر میں جماعة التکفیر والهجرة اسی تحریکی فکر کی پیداوار ہے اور بعد میں بے شمار جگہوں پر حکومتوں سے ٹکراؤ، قتل، خوں ریزی، خودکش دستوں کے حملے، لڑائی جھگڑے، جہاد کے نام پر درجنوں جہادی مورچے اور آپس میں رسا کشی یہ سب اسی فکری خلل، فلسفوں اور نظریوں کا اثر ہے۔

اعداء اسلام کی عداوت اور خاص کر سرمایہ دار مغرب کی دشمنی اور خاص الخاص طور امریکہ کی قزاقی اور حرص ولالچ، مسلمانوں کی اور عالم اسلام کی تباہی کا سبب بنا جارہا ہے مسلم زعماء وحکمرانوں کو اپنی عوام کے عزائم اور احساسات سے بے خبری اور ان سے دوری اور اعداء اسلام کی ہر مسلم معاملے میں مداخلت کی وجہ سے مسلم عوام اور خاص کر دین پسند علماء وعوام کے اندر غصے نفرت کا ایک لاوا پک رہا ہے، لیکن ان کی اسلام دشمنی، دین پسندوں کے لیے شرعا ناجائز کاموں کو جواز فراہم نہیں کرسکتی۔ کاش پون صدی کا تجربہ کرنے کے بعد تحریکی اپنی سیاست بازی اور انقلابیت چھوڑ دیں اپنے ذہن وقلب کو درست کریں، شرک و بدعت، تقلید اور رسم رواج کے عفریت کو مسلمان سماج سے ختم کرنے کی کوشش کریں، اور اپنا رشتہ حقیقی دین سے جوڑیں، فلسفوں اور نظریات کو تباہی کا ذریعہ سمجھیں، اگر ایسا ہوجائے تو ان شاء اللہ اللہ کی مدد ونصرت ملے گی۔

ہم یہ خواہش کرسکتے ہیں اور اللہ تعالی سے ان کی اصلاح کے لئے دعا بھی کرسکتے ہیں لیکن اب نظر یہ آرہا ہے کہ تحریکی اتجاہ نے اب نیا موڑ لے لیا ہے۔ اب وہ سارے دعاوی بھول کر علمانیت اور مادّیت کی طرف پوری طرح رخ کرچکا ہے۔ اب اس کے اوپر الیکشن لڑنے عملی سیاست کی گندھ میں کودنے کا خبط سوار ہے، اب یہ اخباری فقہاء انتظار کرتے کرتے تھک گئے، نظریاتی سیاست کا چسقا انھیں عملی میدان سیاست میں کھینچ کرلے جارہا ہے۔ سارے تحریکی سقراط و بقراط کا مشغلہ خبیث سیاست میں تدبر کرنے کا ہے" تدبر قرآن" اور" تفہیم قرآن" کے خشک نظریاتی عمل سے نکل کر یہ ایوان سیاست میں پہونچنے کے لیے بے تاب ہیں۔

اس وقت ان اخباری فقہاء کا سب سے دل چسپ عملی محاذ ہے مادّی منفعت کا فائننس کا حصول، سرمایہ کاری کی تڑپ، پروجکٹوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی تیاری، منفعتوں اور مصلحتوں کے قلعوں کی تعمیر۔

یہ ٹرن انہیں کہاں لے جائے گی واضح ہے۔ اللہ شر سے سب کو بچائے، تسوس شیطانی سے مسلمانوں کی حفاظت کرے اور وساوس شیطانی سے دور رکھے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابو رضوان محمدی

اقامت دین: مفہوم اور طریقہ؟

انصاف کے فطری تقاضوں کو صرف اور صرف اللہ کا قانون ہی پورا کرسکتا ہے۔ انسان جو بھی قانون بنائے گا اس میں جھول اور کمزوری کا پایا جانا یقینی ہے، اس لئے انسانی قوانین میں لازمی طور پر ظلم ہوگا۔ اسی طرح انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے جملہ شعبوں میں صحیح اور معقول رہنمائی صرف اللہ کی نازل کردہ وحی (قرآن اور سنت) ہی کرسکتی ہے۔ دنیا کے سارے نظریات، نظام و افکار چونکہ ناقص انسانی عقل اور محدود علم کی پیداوار ہیں اس لئے وہ انسان کی صحیح رہنمائی نہیں کرسکتے۔ اس اعتبار سے انسان کی سعادت و نجات کے لئے ضروری ہے کہ وحی کے نظام کو لاگو کیا جائے۔

جس شخص کے اندر سچا ایمان ہے وہ اس عقیدے کے خلاف نہیں ہوسکتا اور جو کوئی اللہ کے کسی قانون کے مقابل کسی دوسرے قانون کو بہتر سمجھتا ہے اللہ کے قانون میں کمزوری یا نقص تصور کرتا ہے اس کے کفر میں کسی صاحب علم کو انکار نہیں۔

مگر اس فکر کی بنیاد پر اقامتِ دین اور حکومت الٰہیہ کے نعرے کے تحت حکومت وقت کے خلاف مسلح کوشش کرنا، اور حکام کو واجب القتل مرتد و کافر کہہ کر انہیں نشانہ بنانا حکومت کو دعوتی کاز کا ہدف بنانا اسلامی تعلیمات سے پوری طرح میل نہیں کھاتا۔

انبیائے کرام علیہم السلام اس دنیا میں اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے ہی آئے کہ لوگ معبودانِ باطلہ کی بندگی اور غلامی سے نکل کر الٰہ واحد کے پرستار ہوں اور "طاغوت" سے بچیں اور کسی صاحب ایمان کو اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ کسی نبی اور رسول نے اپنی ذمہ داری نبھانے میں کوئی کوتاہی اور مداہنت نہیں برتی۔ تمام پیغمبروں نے اپنا دعوتی وظیفہ اور تمام حجت کا فریضہ پورا کیا۔ لیکن قرآن وسنت میں جن پیغمبروں کا تذکرہ ہے ان میں سے چند ہی ہیں جنہیں "حکومت" بھی ملی۔ حضرت داؤدؑ و سلیمانؑ نبوت کے ساتھ ساتھ بادشاہت کے بھی مالک تھے۔ ذوالقرنین صاحب قوت وسطوت تھے (جو قرآنی سیاق کی روشنی میں محققین کے نزدیک نبی تھے)۔ حضرت یوسف علیہ السلام ایک دوسرے بادشاہ کی حکومت میں معاون کار بنے اور ہجرت کے بعد نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں اسلامی نظام کے مطابق معاشرہ تشکیل دیا۔ یقیناً اس نظام میں آنحضور ﷺ حاکم و قاضی کا درجہ بھی رکھتے تھے۔ وحی الٰہی کے مطابق تمام معاملات کا فیصلہ کرتے اور اس کی تنفیذ فرماتے تھے۔ پیغمبروں میں اکثریت ان کی ہے جنہیں اقتدار نہیں ملا۔ نہ انہوں نے حکومتی سطح پر دین قائم کیا۔ تو کیا وہ اپنے مشن میں ناکام رہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ پورے کامیاب تھے کیونکہ انہوں نے اپنا حق ادا کردیا۔ اپنی ذمہ داری سے بخوبی عہدہ برآ ہوئے۔ قرآن جسے غلبہ دین کہتا ہے وہ یہی ہے کہ لوگوں پر حجت پوری کردی جائے اور ہر نبی نے اتمام حجت کردی۔

آنحضور ﷺ نے بھی مکہ کی زندگی میں کبھی "اقامت دین" کے نعرے کے تحت حکومت کے قیام کا اعلان نہیں کیا نہ اسے اپنا ہدف قرار دیا۔ اسی طرح کسی بھی نبی کی دعوتی سرگرمی میں قیام حکومت کا ذکر نہیں ملتا بلکہ ہر نبی اپنی قوم یا امت سے یہ کہتے کہ ما اسئلکم علیه من اجران اجری الا علی اللہ۔ میں اپنی اس دعوت پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتا۔ میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے۔ وہ صاف صاف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہتے۔ انی لکم من الناصحین میں تمہارا بھلا چاہنے والا ہوں ۔گویا انبیائے کرام علیہم السلام بے لوث اور بے غرض رہنمائی کا مظاہرہ کرتے۔غرض تھی تو صرف اللہ کی خوشنودی۔اب اگر دین کی نشر واشاعت کے لئے حکومت واقتدار کا حصول بنیاد بنایا جائے تو یہ چیز انبیائے کرام کے مذکورہ طرز وکردار سے پوری مطابقت نہیں رکھے گی۔خصوصاً آج کے موجودہ ماحول میں کیونکہ کوئی بھی پارٹی یا فرد اگر عوامی اور معاشرتی سطح پر کچھ نیکیاں اور رفاہی کام کرتا ہے اور وہ حکومتی انتخاب کا امیدوار ہوتا ہے تو عام رجحان یہی ہوتا ہے کہ اس کی ساری نیکیاں اقتدار کے حصول کے لئے ہے۔وہ اپنے کاموں کا بدلہ ووٹوں کی شکل میں بنالے گا۔چنانچہ آج جو لوگ ''احیائے خلافت'' کا عنوان دے کر اسلام کی دعوت کا کام کرنا چاہتے ہیں ان کا منہج اور طریق کار انبیائے کرام علیہم السلام کے طریق کار کے مطابق نظر نہیں آتا۔

انبیائے کرام اپنی دعوت میں اصل قوت ابتداء سے آخر تک افراد پر صرف کرتے تھے۔مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی سلطنت آپ کی تیرہ سالہ دعوتی زندگی کا نتیجہ تھی اور اللہ نے یہی وعدہ کیا ہے کہ اگر تم ایمان وعمل صالح کے تقاضوں کو پورا کرو تو تمہیں غلبہ حاصل ہوگا۔اللہ تمہیں زمین میں تمکنت اور قوت سے نوازے گا۔یہ قوت وتمکنت اللہ کا انعام ہے جو ایمان وعمل صالح کا عوض ہے۔اسے ہدفِ دعوت نہیں بنایا گیا بلکہ دعوت کا قدرتی نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے خلافت کے بعد حضرت امیر معاویہؓ سے ملوکیت کا آغاز بتا کر انہیں ہدفِ لعنت بنایا ہے وہ غور نہیں کرتے کہ امیر معاویہؓ خود جلیل القدر صحابی تھے۔آپ کے معاونین میں بھی اصحاب رسول ﷺ کی بڑی تعداد تھی اور جب حضرت حسنؓ نے آپ سے مصالحت کرلی تو یہ عام الجماعۃ کہلایا،تمام لوگ متفق تھے۔تو کیا اس دور کے تمام صحابہ وتابعین پر الزام لگایا جائے گا کہ وہ غیر اسلامی اقتدار کے حامی ومددگار تھے۔اسلامی تعلیم کی خلاف ورزی ہوتی رہی۔اسلامی حکومت،غیر اسلامی طرز میں بدلتی رہی اور وقت کے تمام بزرگانِ دین خاموش تماشائی بنے رہے؟ یقیناً یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جس میں رفض وتشیع کے جراثیم موجود ہوں بلکہ حاوی وغالب۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے عزم واستقامت کو دنیا جانتی ہے۔جب حکومت وقت نے معتزلہ کی فکر سے متاثر ہو کر قرآن کو مخلوق تسلیم کرلیا اور اسے بزور قوت منوانا چاہتا تو ایمان وعزیمت کی یہ عظیم چٹان آڑے آئی۔گرفتار ہوئے،سزا پائی مگر کلمہ حق سے رجوع نہیں کیا۔بالآخر سزاؤں کے اثر سے جاں بحق ہوئے۔آپ سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا ہم موجودہ حکمرانوں کو زکوٰۃ دیں؟ کہا ہاں۔پوچھا ہم جانتے ہیں کہ وہ ہماری زکوٰۃ کی رقوم غلط استعمال میں لائیں گے۔

آپ نے جواب دیا تب بھی انہیں کو زکوٰۃ دو۔دراصل یہی اسلامی فکر ہے۔حکومت میں اگر دستور کتاب وسنت ہے تو حکمراں کی بعض غلطیاں اور ذاتی انحراف بھی گوارا ہے۔اسلام کو اس سے بحث نہیں کہ حکومت کس کی ہے اور کیسے قائم ہوئی؟ بلکہ اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ حکمراں اسلامی قوانین کا نفاذ کرے اور اسلام کی حفاظت واشاعت کا فریضہ ادا کرے۔خواہ حکمراں میں ذاتی طور پر کوئی کمزوری پائی جائے۔

تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جو لوگ آج بروز قوت حکومت کو اسلامی بنانے کی تحریک اختیار کر کے موجودہ اصطلاح کے مطابق ''انقلاب'' کے خواہاں ہیں وہ یہودیوں کی جمہوریت یا اشتراکیت کے راستے سے کامیابی چاہتے ہیں۔بقول شخصے ''جو لوگ قیادت کی تبدیلی کے لئے مغربی طرز کے انتخابات اور احتجاجی سیاست (جو دونوں جمہوری طریقے ہیں، یا تصادم اور کشمکش جو اشتراکیت نے دنیا کو سکھائی) پر بحث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے وقت اسلام کو اس میں کھینچ لاتے ہیں اور دراصل اقتدار کن ہاتھوں میں ہے اس سے زیادہ غرض نہیں (اگرچہ وہاں بھی بنیادی شرط نماز کی ہے اور صالح سے صالح تر قیادت پسندیدہ امر ہے لیکن فتنہ کے پیش نظر اس میں احتیاط اور عدم احتیاط کے پہلو سے فقہاء ترجیحات میں اختلاف کرتے ہیں) حاصل یہ ہے کہ ریاست میں نفاذ شریعت کا پہلو راجح ہے اور حکومت میں کم از کم شرائط بھی گوارا ہیں۔ (محدث لاہور دسمبر ۱۹۹۴)

اس معاملے کو ایک دوسرے پہلو سے دیکھئے! انبیاء علیہم السلام اپنی دعوت کا مرکز اس عقیدے کو بناتے جو ہر شخص انفرادی طور پر رکھتا۔ ایک شخص اور معاشرہ کسی اعتقادی گمراہی کا شکار ہوں اور ان کے درمیان کوئی نبی مبعوث ہو تو وہ اجتماعی دعوت اور انفرادی خطاب میں ان کی اعتقادی گمراہی کی اصلاح کرنے کی کوشش کرتے۔ لوگ عقیدے اور عمل میں کسی بھی قسم کا شرک کرتے تو نبی کی دعوت کا پہلا رخ اور بھرپور حملہ اس شرک کی تردید میں ہوتا اور توحید پرستی کی دعوت پر پوری قوت صرف ہوتی۔ انبیاء کرام کی اس انفرادی کوشش بلکہ صحیح تعبیر میں دعوتی سنت کی پیروی کرنا ہر دور میں نسبتاً آسان اور ممکن رہی ہے خصوصاً آج کی آزادی رائے کے ماحول میں یہ طریق کار اختیار کرنا انتہائی آسان ہے۔ اب اگر انبیاء کرام کے اس طریقے کی ترتیب الٹ دی جائے یعنی افراد کی اصلاح کر کے اجتماعی قوت بنانے کی بجائے اجتماعی قوت یا حکومت حاصل کر کے افراد پر دینی احکامات لاگو بلکہ مسلط کئے جائیں تو معاملہ الٹ جاتا ہے اور اس کے نتائج بھی الٹ جائیں گے۔ کیونکہ جب حصول اقتدار نصب العین بنا تو لازماً قوت کی ضرورت پیش آئے گی۔ قوت کیلئے اتحاد و اتفاق ضروری ٹھہرا۔ اب اگر لوگوں میں عقیدے اور نقطۂ نظر کا اختلاف ہے تو حقیقی اتحاد کا حاصل ہونا ناممکن ہے اور دو الگ الگ عقیدے کے ماننے والے ایک سمت میں زیادہ دور نہیں چل سکتے۔ اجتماعی آفت میں چند قدم ساتھ چلنا اتحاد نہیں ہے چنانچہ حکومت کو نصب العین بنانے والے اتحاد و اتفاق کی خاطر عقائد اور بنیادی اختلافات کو بھی ''غیر اہم'' قرار دینے پر مجبور ہوں گے کیونکہ ان کے نزدیک اصل مقصد اقامت دین ہے خواہ وہ دین کوئی بھی ہو اس لئے ان کی دعوت میں توحید اور شرک کو اکٹھا کر کے ساتھ چلنے پر زور دیا جاتا ہے کہ فاتحہ نیاز کرو یا نہ کرو، میلاد پڑھو یا نہ پڑھو مگر متحد ہو جاؤ۔ کوئی نبی کسی بھی قسم کا شرک برداشت نہیں کرتا تھا اور جس دین میں شرک ہو نبی اس کی ''اقامت'' کے لئے مبعوث نہیں ہوتے۔

یہیں یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ جب آپ حکومت میں اللہ کے قانون کے علاوہ دوسرا قانون ماننا کفر مانتے ہیں اور اس طاغوتی نظام کے خلاف صف آراء ہونا چاہتے ہیں جبکہ انفرادی طور پر یہ کام آسان اور بعض حالات میں ممکن نہیں تو انفرادی امور دینی میں آپ اللہ کے قانون کے مقابل شخصیتوں یعنی مخصوص مذاہب اور آراء لب کشائی نہیں کرتے؟

جس طرح حکومتی سطح پر انسانی قانون کو ماننا کفر ہے اسی طرح حلال و حرام قرار دینے اور شریعت سازی کا کسی بزرگ، فقیہ، امام اور غیر نبی کو مجاز سمجھنا بھی تو انہیں رب بنانا ہے۔ اللہ کا شریک ٹھہرانا ہے۔ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ۔ اور امر لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یأذن بہ اللہ جیسے قرآن کے اور احادیث کے نصوص اس پر شاہد ہیں۔ ظاہر ہے نیاز کرنا اور نہ کرنا، میلاد پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں اللہ کی شریعت نہیں ہو سکتی۔ ان میں سے ایک غیر اللہ کا بنایا ہوا طریقہ ہے اور جو غیر اللہ کا بنایا ہوا ہے اس کی تردید مخالفت توحید کا عین تقاضا ہے۔ اس کے ساتھ تعاون و اتحاد دینداری نہیں ہو سکتی اور اس طرح اقامت دین کا کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معنی نہیں ٹھہرتا۔اس ترتیب کے الٹنے سے بہت سے شرک و بدعات کو روا سمجھنے پر اکسایا جاتا ہے اور بہت سی سنتوں کو ''حقیر'' جانا جاتا ہے اور اگر کوئی شخص ان کی طرف توجہ دلائے تو جواب دیا جاتا ہے کہ کیا دین اسی میں رکھا ہے؟ جبکہ حقیقتاً دین اسی میں ہے کہ انسان خود کو پورے طور پر اللہ اور اس کے رسول کا تابع بنا دے اور اسی دین کی اقامت مطلوب بھی ہے۔

انبیاء کے طریقے کی ترتیب الٹنے کا ایک نتیجہ یہ ہے جو دراصل مذکورہ حقیقت کا ہی ہے کہ جہاں دعوت و اصلاح کا کام ممکن ہے وہ محاذ چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔مثلاً لوگ قبر پرستی، شخصیت پرستی، بدعات وخرافات میں مبتلا ہیں، یہاں قوت کے ساتھ ان کی اصلاح کی جاسکتی ہے۔ اس میں حکومت رکاوٹ بھی نہیں ڈالتی۔مگر اس ممکن اور پیغمبرانہ عمل کو چھوڑ کر قوت وہاں لگائی جاتی ہے جہاں کامیابی کے امکان کم ہیں بلکہ کوششوں میں بھی رکاوٹیں آتی ہیں جبکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان وعمل یہ تھا کہ جب دو باتیں درپیش ہوتیں تو آپ ان میں آسان صورت اختیار فرماتے۔اس کے برخلاف یہاں معاملہ یہ ہے کہ آسان اور اہم معاملہ کو چھوڑ کر یعنی مروجہ شرکیات کے خاتمے کی بجائے مشکل راہ اختیار کی جاتی ہے۔

❁ اسلام کے نادان دوست:-

اسلامی حکومت کے قیام کے نعرے میں اسلامی نہج اور علمی رنگ کی بجائے جذباتی ڈھنگ اختیار کرنے سے مزید کئی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی کا سبب بھی بنتی ہیں۔

اسلامی تحریک کی مسلح کوششوں میں عالم اسلام کے متعدد ممالک میں حکومتی افراد اور قوتوں سے ''تحریک'' کے مسلح علمبرداروں کا تصادم اور کشمکش جاری رہی ہے۔بہت سے افراد کو بلا تامل اس لئے قتل کر دیا گیا کہ وہ ''غیر اسلامی'' حکومت کے نمائندے ہیں۔سوال یہ ہے کہ کیا وہ حقیقی معنوں میں واجب القتل کافر تھے یا نہیں؟ اس کا فیصلہ کون کرے گا؟ اسلامی نظام میں یہ فیصلہ دلائل وشواہد اور قرائن کو سامنے رکھ کر قاضی کرتا ہے اور قاضی اور حکومت ہی اسلامی سزاؤں اور حدود کے خلاف نفاذ کی مجاز ہوتی ہے۔یہ کسی انفرادی شخص یا تنظیم کی ذمہ داری نہیں ہے۔پھر کفر اور کفر میں بھی فرق ہے۔کفر کے درجات ہیں۔جس طرح ایمان کے درجات ہیں۔حضرت ابن عباس ؓ کا فرمان مشہور ہے۔ کفر دون کفر (بخاری) اب کوئی کہے کہ اللہ کے رسول کا فرمان ہے سباب المومن فسوق وقتاله كفر کہ مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔تو کیا مسلمان سے جھگڑا کرنے والے شخص کو کوئی بھی یہ کہہ کر قتل کر دے گا کہ وہ کافر اور مرتد ہوگیا؟ اس طرح سے تو کوئی بھی کفر کا فتویٰ دے کر کسی کو بھی قتل کرنے لگے گا پھر اگر موجودہ مسلم حکومت اسلامی دستور اور قوانین سے منحرف ہیں تو اسلامی نہج یہ ہے کہ حکمرانوں کو نصیحت کی جائے۔الدين النصيحة اور اہل علم ان کی رہنمائی کریں۔جیسا کہ علماء سلف کا طریقہ رہا ہے۔نیز اسلامی مزاج وفکر کے غلبے کے لئے میدان عوامی زندگی ہے تبدیلی نیچے سے آتی ہے اوپر سے نہیں۔

گزشتہ دنوں ایک خبر آئی کہ پاکستان میں ایک گروہ نے وزیر اعظم نواز شریف کے قتل کا منصوبہ بنایا ہے کیونکہ وہ اسلامی نظام کے قیام میں رکاوٹ ہیں۔مسلم دنیا کے کئی ممالک میں برسر اقتدار شخصیات اور جماعتوں سے کچھ اسلام پسندوں کی اسی طرح کی کشمکش اور چپقلش جاری ہے۔سعودی عرب میں تو دستور کتاب وسنت ہیں، حدود نافذ ہیں اس کے باوجود کچھ لوگ اس کے خلاف ہیں اور ''جمہوری طور پر'' اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلاف سرگرم بھی رہتے ہیں۔گویا وہ چاہتے ہیں کہ وہاں کی ''بادشاہت'' ختم ہوجائے اور مغربی طرز کی ووٹوں کی سیاست آجائے۔وہاں بھی بدعنوانیوں اور سیاسی برائیوں کا دور شروع ہو۔اس جمہوری اور اشتراکی طرز سے وہ اسلامی نظام کے خواہاں ہیں۔نیز وہ چاہتے ہیں کہ ایک بنی بنائی عمارت میں کچھ ''خامیاں'' ہیں تو بجائے خامیوں کو دور کرنے کے پوری عمارت منہدم کردی جائے اور موجودہ مسائل سے زیادہ بڑے مسائل پیدا ہوں۔موجودہ حکومت اسلام اور مسلمانوں کے لئے جو کچھ کر رہی ہے وہ بھی نہ کرسکے۔کیا یہ دانشمندانہ خیال اور اسلامی طرز ہے؟ ہرگز نہیں۔

مصر میں اسلام پسندوں اور حکومت میں ٹھنی ہوئی ہے،شام کے حافظ الاسد (جو نصیری ہیں) نے سالوں پہلے اقتدار کے لئے چیلنج بننے والے ''تحریکی مسلمانوں'' کو بے تحاشا قتل کیا۔(کسی بھی صاحب اقتدار کا یہ ردعمل فطری ہے کہ وہ اپنی حکومت کے ''باغ'' عناصر اور رجحانات کو کچل دے۔اہل تحریک کو چاہئے کہ پہلے ذہن سازی کریں تاکہ خود بخود رائیں ہموار ہوں۔) الجزائر میں ۹۲ء، ۹۳ء کے انتخابات میں اسلامک فرنٹ کی یقینی کامیابی کے بعد وہاں فوجی اقتدار نافذ کردیا گیا اور مسلم دشمن طاقتوں نے کھلی غنڈہ گردی کی۔مگر اس کے بعد سے وہاں مسلم کشمکش کے تحت بی بی سی لندن کے مطابق ۶۵ ہزار افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔افغانستان میں روس کو بھگا کر خود مسلم دھڑے جو مجاہدین تھے باہم برسرپیکار ہیں۔ظاہر ہے اس صورت حال سے عالمی نشر واشاعت کے اداروں کو بھرپور موقع مل رہا ہے کہ وہ امن پسند اور امن کے پیامبر دین اسلام کو دہشت پسند،انتہا پسند اور جنگجو کا نام دیں۔انہیں تو اسلام اور مسلمانوں کی خوبیوں میں بھی کیڑے نظر آتے ہیں۔ پھر ایسی غیر دانشمندانہ اور غیر اسلامی کاروائیوں پر جو اسلام کے نام پر ہو رہی ہیں وہ اسلام کو بدنام کرنے کا موقع کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔لہٰذا ''اسلامی دہشت گردی'' کی گونج ہے۔

اسلامی حکومت کے قیام کی مسلح کوششوں نے اس الزام اور جھوٹے پروپیگنڈے میں قوت پیدا کردی ہے اور داعیان اسلام کو صحیح صورت پیش کرنے میں نسبتاً زیادہ محنت ومشقت اٹھانا پڑتی ہے۔

❁ اقامتِ دین کی راہ:-

اسلامی دعوت کی کامیابی کا راز صرف اس بات میں پوشیدہ ہے کہ ہر معاملے کو اس کے مقام پر رکھا جائے،توحید کو اوّلیت دی جائے۔اتباع کو اہمیت دی جائے۔انبیاء کرام کے طریق کار کو اختیار کیا جائے اور نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ وحیات طیبہ ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ ذاتی طور پر آپ ﷺ کے اخلاق وکردار کا نمونہ نہیں،عملی طور پر آپ ﷺ کی حکمت وموعظت اختیار کریں۔شرک وبدعات سے کسی بھی شکل میں سمجھوتہ نہ کریں۔نبی کریم ﷺ اور صحابہ کا یہی عمل تھا اور اسی طرح صفوں میں اتحاد پیدا ہوسکتا ہے کہ سب کا عقیدہ ایک ہو۔

ایمان اور اعمال کو درست کرکے طریق نبوی ﷺ پر دعوت واصلاح کے پروگرام کو آگے بڑھائیں۔خلوص ہوگا تو یہ عمل نتیجہ لا کر رہے گا۔اللہ کا وعدہ پورا ہوگا کہ تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ مومن رہو۔صالحیت وصلاحیت پیدا ہوگی تو زمین کی وراثت بھی ملے گی۔ ان الارض یرثھا عبادی الصالحون۔ اور یہ فرمان بھی پیش رہے۔ وعداللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم الآیۃ۔جس کا مفہوم ہے کہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور صالح عمل کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں زمین میں خلافت عطا کرے گا جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں کو عطا کی اور ان کے لئے اس دین کو تمکنت عطا کرے گا جسے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ان کے لئے خوف کے بعد امن (کا ماحول) پیدا کر دے گا۔

لہٰذا خلافت اور تمکنت کے حصول کے لئے چاہیئے کہ "ایمان اور عمل صالح" پر قوت صرف کی جائے۔ ایمان وہ جو کتاب وسنت کے موافق ہو، عمل وہ جو تعلیمات نبی ﷺ کے مطابق ہو۔ اس کی عملداری پر خلافت عطا کرنا اللہ کے ذمہ ہے۔ نیز اقامت دین کا نعرہ دینے سے قبل بھی یہ ضروری ہے کہ وہ "دین" کون سا ہوگا جسے قائم کرنا ہے۔ نبی ﷺ کا پیش کردہ یا بعد میں لوگوں کا اختیار کردہ؟ جن میں لوگوں کی آراء کو اللہ کی شریعت کا درجہ دیا گیا ہے۔ یا وہ دین قائم کرنا ہے جس میں شرک و بدعات کی بھی کوئی گنجائش ہو؟ ضرورت ہے کہ اسلامی نظام کے قیام کی تحریک خالص دین کو اختیار کرے اور خالص اسلامی طریق کار اختیار کرے، ایسی صورت میں حکومت نہ بھی ملی تو غلبۂ حق کا کام پورا ہوتا ہے۔

اتمام حجت کی شکل میں جو اکثر انبیاء کرام نے انجام دیا۔ امید ہے ان مخلصانہ معروضات پر غور کیا جائے گا تا کہ ہماری قوت صلاحیت صحیح رخ اختیار کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "